گلدستۂ طریقت
یعنی
تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام
مولفہ
حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ
ابن حضرت مولنا سید مظفر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ
دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلشرز
23-2-378 مغل پورہ حیدرآباد 500 002
PHONE : 24562203 , 24521777 , 55710230

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج یہ دنیا ہے عبرت کی جگہ　　قصۂ یوسفؑ سے عبرت چاہیئے
جس کو ہم سمجھے ہیں نعمت کی جگہ　　بلکہ ہر شئے سے نصیحت چاہیئے

لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ط

یوسف نامہ

گلدستۂ طریقت

یعنی

تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام

مولفہ

حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ

ابن حضرت مولنا سید مظفر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی خلف و خلیفہ حضرت ممدوح

ملنے کا پتہ

دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلشرز

23-2-378 مغل پورہ حیدرآباد 500002

فون: 56370616, 24521777, 55713203

نام کتاب .... تفسیر سورۂ یوسف وگلدستہ طریقت

تصنیف .... حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی وقادریؒ

قیمت .... -/150

ناشر .... دکن ٹریڈرس، مغلپورہ حیدرآباد

طباعت .... جولائی ۲۰۰۴ء

ملنے کا پتہ

دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلشرز

23-2-378 مغل پورہ حیدرآباد 500002

فون: 56370616, 24521777, 55713203

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے حقیقت میں یہی بس حمد یار — یاد تُو اس کی کرے لیل و نہار
ہے یہی تشریف و تکریم خدا — حکم پر اس کے کرے جاں کو فدا
کس سے ہوئے نعت ختم المرسلین — جز بذات پاک ربُّ العالمین

رونق گلزار محبوبی ہے وہ
عشق کے بازار کی خوبی ہے وہ

اے اللہ۔ اے ہمارے محبوب اے ہمارے مقصود آپ کی کتنی نعمتیں آج سے نہیں پیدا ہونے کے بہت پہلے سے ہم کو عطا ہورہی ہیں۔ ہم نسیاً منسیاً تھے ہم کو آپ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ دنیا میں آنے کے لئے جب ہم پر طرح طرح کے انقلابات آرہے تھے اس وقت آپ ہی ہماری حفاظت فرمارہے تھے۔آپ ہی کی آنکھوں کے سامنے آپ ہی کے ہاتھوں میں کیا سے کیا تغیرات ہوتے ہوئے جب ہم نے زمین پر قدم رکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے لئے آپ نے لذیذ خوشگوار غذاء ماں کے سینہ میں تیار کررکھی ہے۔ آپ کی کریمی کے صدقے، ہم سے زیادہ آپ کو ہمارا خیال ہے۔ جب ہم دنیا کی ہوا کھانے لگے تو ہم کو طرح طرح کی وہ ضرورتیں پیش آنے لگیں جو اور مخلوق کو بھی ہوتی ہیں، مگر ہماری ضرورتیں پوری ہونے کے لئے آپ نے وہ وہ انتظامات فرمائے ہیں جو دوسری مخلوق کو نصیب نہیں۔ ہم آپکے کس کس احسان کو یاد کریں جیسے آپ نے ہماری ضرورت کی چیزیں ہمارے لئے تیار کردی ہیں۔ ویسے ہی ان چیزوں کو بھی جن کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ صرف ہماری زینت اور رونق میں کام آتی ہیں۔ وہ بھی ہمارے لئے تیار فرمادیں۔آپ کی تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ عشق کی نعمت ہے۔ اسی نعمت سے انسان انسان ہے ورنہ پھر وہ حیوان کا حیوان ہی ہے۔

عشق را نازم کہ یوسف رابازار آورد ☆ ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد

عشق پر مجھ کو ناز ہے اَن ہونے کام عشق کردکھاتا ہے۔یوسف جیسے پیغمبر کو کنعان سے کشاں کشاں مصر کے بازار میں پہونچاتا ہے۔ صنعا جیسے زاہد کو زنار پہنا کر چھوڑتا ہے۔

بن مانگے بے گنتی نعمتیں دینے والے اللہ۔ جیسے ہم نے آپ کی اور نعمتوں کی قدر نہ جانی ویسے ہی ہم نے آپ کی اس نعمت 'عشق' کی بھی کچھ قدر نہ کی۔ عشق و محبت کس سے کرنا چاہیے تھا۔اب ہم کس سے کررہے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز سے ہم کو محبت ہے۔ایک نہیں ہے تو فقط آپ سے۔کوئی اولاد پر مررہا ہے تو کوئی عورتوں پر۔ کوئی جائیدادوں پر تو کوئی مال و دولت پر۔ سب غلطی پر ہیں۔ اور اپنی غلطی کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔

افسوس! ہم نے یہ نہ سمجھا کہ مخلوق کی محبت میں عمر بھر گھلنا اور جلنا ہے۔چین و اطمینان ہے تو خدا ہی کی محبت میں ہے۔ اس لئے کہ دل کی ہلاکت غیر خدا کی محبت میں غرق ہونے سے ہے۔جس دل میں خدا کی محبت ہوگی وہ خدا کا راستہ چلے گا اور جس دل میں غیر خدا کی محبت ہوگی وہ ہمیشہ ٹیڑھے راستہ پر بھٹکتا ہی رہے گا۔

میرے دوستو! یہ دل بنا ہی ہے کسی نہ کسی کو دینے کیلئے۔اگر خدا کو نہ دوگے تو اور کوئی اس دل کو لےلیگا۔غیر خدا کو دل دینے والو! چند روز عیش و آرام کرلو۔ کہاں گیا فرعون اور کہاں ہیں ساسانی اور کس جگہ ہیں کیانی؟ روم کے قیصر کہاں چھپ گئے اور یونان کی اولوالعزم قومیں کہاں جابسیں؟ ہندوستان کے قدیم راجگاں کہاں گئے پھر خلجی اور تغلق، لودھی کہاں چلے گئے؟ تیموریوں کا اوج موج کہاں گیا؟ رہے نام اللہ کا۔ یہ ہے انجام غیر خدا کو دل دینے والوں کا۔ جنہوں نے خدا کو دل دیا ہے۔ان کو اپنی ٹوٹی پھوٹی حالت میں وہ لذت ملتی ہے جو سلطنت میں بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ بعض بندگان خدا نے جب سلطنت چھوڑ کر خدا کی محبت اختیار کی تو پھر کبھی سلطنت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

میرے دوستو!اگر چین و اطمینان چاہتے ہو تو خدا کی محبت پیدا کرو۔ اسی سے علاقہ جوڑو اور تمام عالم سے کہہ دو کہ ہم نے ایک ذات سے علاقہ جوڑلیا ہے۔ جو اس سے ملے وہ ہمارا دوست ہے۔ جو اس سے الگ رہے وہ ہم سے الگ ہے۔ اطاعت کریں گے تو ہم اسی کی۔ احکام مانیں گے تو ہم اسی کے۔ جب یوں تم اس

کے ہوجاؤ گے تو کیا وہ تمہارا نہیں ہوگا؟ ضرور ہوگا کیسے نہ ہوگا۔ بار بار تو اس کی طرف سے اس طرح ندا ہوتی رہتی ہے۔ ''بندے ہم تیرے ہیں تو بھی ہمارا ہوجا'' جب تم اس کے ہوجاؤ گے تو راحت کی زندگی تم کو ملے گی، اور حیاۃ طیبہ تم کو حاصل ہوگی اور جو غیر خدا کی محبت میں غرق ہوجاتے ہیں تو ان کی صرف عقلِ معاش رہتی ہے عقلِ معاد چھین لی جاتی ہے۔ کھانے پینے، جماع کی خواہشات میں جانوروں کی طرح گھر جاتے ہیں۔ جسمانی لذات کے ظلمات میں رات دن پھنسے رہتے ہیں۔ درندوں کی طرح عادتیں ہوجاتی ہیں۔ جس چیز کی وجہ سے انسان کی ایک عالم میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ وہ دل ہے۔ یہ اسی دل کو جس سے ان کی قدر ہے سیاہ کوئلہ بنادیتی ہیں دنیا میں ان کے دل ایسے پھنسے ہوئے رہتے ہیں کہ ان کو اللہ یاد آتا ہے نہ اللہ کے سامنے جانے کا کچھ ڈر رہتا ہے۔ ایسی حالت میں رہنے والوں کو چاہیے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگو تم جانور نہ بنو۔ تم درندے نہیں ہو۔ درندہ پن چھوڑ دو۔ تم سیاہ دل لے کر نہیں آئے ہو۔ تمہارا دل سادہ تھا۔ دل کو جلاء کر نورانی بنا کر مظہر تجلیات بنانے کیلئے آئے ہو تو دل کو مظہرِ تجلیات بنالو۔

سوچو، خوب سوچو۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جس محبت کا محبوب باقی، وہ محبت باقی اور اس کا محبّ باقی اور فانی محبوب کا عشق فانی ہوتا ہے، فانی عشق کے ساتھ عاشق بھی فانی، معشوق بھی فانی اور اس فانی عشق کا انجام حرمان ہی ہوتا ہے۔ ذرا مجنوں کو دیکھو لیلیٰ کا عاشق ہوا۔ چھوٹی سی عمر میں لیلیٰ کے عشق کی آگ مجنوں کے سینے میں بھڑکی۔ ہمیشہ سرگرداں رہا۔ عمر بھر لیلیٰ لیلیٰ پکارتا رہا اور کبھی ریت کو کاغذ، انگلی کو قلم بنا کر لیلیٰ کا نام لکھا کرتا تھا۔ کسی نے اس سے پوچھا مجنوں یہ کیا کر رہے ہو؟

گفت مشق نام لیلیٰ می کنم ☆ خاطر خود را تسلی می دہم

(مجنوں نے کہا محبوبہ تو ملتی نہیں اس کے نام سے ہی دل کو تسلی دے رہا ہوں)

لیلیٰ کے عشق میں کیا کیا کیا آخر مجنوں کہلایا۔ فانی عشق سے مجنوں کو یہ ثمرہ ملا پھر ایک دن لیلیٰ کے فراق میں کسی جنگل میں مر کر رہ گیا۔

اے مجنوں! کاش یہ عشق کی طاقت تُو خالقِ لیلیٰ کی جانب صرف کرتا دونوں جہاں میں کامیاب رہتا۔ زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتوں کا واقعہ تو آپ نے سنا ہوگا۔ یہ عورتیں مصر کے معزز لوگوں کی تھیں جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ان کے عشق میں پاگل ہوگئیں۔ کوئی پاگل خانہ میں جا کر مری، کوئی مصر کی گلی کوچوں میں یوسف یوسف پکارتی ہوئی مری۔ سب کے سب دین دنیا سے کھوگئیں۔

اے عورتو! ایسی محبت تمہیں یوسفؑ کے خالق، محبوب حقیقی، رب العالمین سے کرنی چاہیے تھی۔ یہ کس فانی عشق میں تم نے اپنی جانیں دے ڈالیں۔ ہائے پھر جان دینے کا کچھ مزہ بھی نہ پایا۔

کاش یہ جانیں مولیٰ کے عشق میں جاتیں تو اس خون کے صلہ میں دیدار محبوب نصیب ہوجاتا۔ دور کیوں جائیں بی زلیخا کو ہی دیکھو حضرت یوسف کے عشق میں ان کا کیا کچھ حال خراب نہ ہوا۔ چھوٹی سی عمر میں جب سے خواب میں حضرت یوسفؑ کو دیکھا اسی دن سے عاشق ہوئیں۔ نوئے (90) سال کی عمر تک عشق روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ مصر کے خزانے یوسفؑ کی خریداری میں خالی کیے۔ کیسی اٹھتی جوانی۔ کیسا بے نظیر حسن خاک میں ملادیا۔ سب کچھ تھا مگر محبت الٰہی نہیں تھی۔ اس لئے بجز حرمان اور خسران کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بی زلیخا کی دستگیری کی۔ وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو چاہنے لگیں اور وہ اللہ کی ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کا ہوگیا اور منہ مانگی مراد ان کو ملی۔ اب اس کی اجمالی تفصیل سنئے۔

ہے یہ وہ دلکش خدائی داستاں — محو حیرت جس سے ہیں پیر و جواں
اس کو سننا ہے اگر اے دوستو — دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لو
اشک آنکھوں سے رواں ہوں گے ضرور — بخش دے گا تم کو وہ ربِّ غفور

فضائل سورہ یوسفؑ

جو سورہ یوسفؑ کی ہمیشہ تلاوت کرتا رہے گا اور اس کے معنی کو سوچتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو طرح طرح کی خوشیاں عنایت فرمائے گا جو غمزدہ سورہ یوسف سنے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو راحت بخشے گا۔

تمہید

انسان کو اللہ تعالیٰ سے روکنے والی دو چیزیں ہیں ایک عقل، دوسرا نفس۔ عوام کو نفس روک رہا ہے تو حکماء کو جس چیز نے پیغمبروں کا اتباع کرنے نہیں دیا وہ عقل ہی ہے۔ کیوں کہ انہوں نے نفس کا علاج بخوبی کرلیا تھا۔ اخلاق ان کے مہذب تھے۔ صرف عقل ہی ان کو روکتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

اپنے علم پر اترا گئے۔ اپنے علوم کے سامنے انبیاء کے علوم کو پست سمجھے تھے مگر ان عقل کے بندوں نے اتنا نہ سمجھا کہ انبیاء کو نفع رسانی مقصود ہے۔ نافع مضمون کے ذریعہ عوام سے لیکر خواص تک نفع حاصل کرسکتے ہیں۔ نافع مضمون عجیب وغریب نہیں ہوتے بلکہ سننے سے معمولی معلوم ہوتے ہیں مگر جب ان پر عمل کیا جائے تو اس وقت ان کا نفع معلوم ہوتا ہے۔ باوجود اتنا سہل ہونے کے لطف یہ ہے کہ جتنا غور کیا جائے اسی قدر زیادہ باریکیاں اس میں نکلتی ہیں۔ بہت باریک اور مشکل مضمون میں نفع نہیں ہوسکتا۔

صدر اور شمس بازغہ کو ایک طرف رکھئے قرآن وحدیث کو ایک طرف۔ اس وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ کس سے نفع زیادہ ہے۔ صدر اور شمس بازغہ سے سردردی زیادہ اور غرور تکبر کے سوا کچھ نہیں پیدا ہوتا۔ قرآن و حدیث عام فہم ہیں اور نفع اتنا کہ آخرت تو آخرت دنیا بھی درست ہوجاتی ہے۔ اس لئے انبیاء کے علوم عام فہم وآسان ہوتے ہیں۔ ورنہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں کس کی سمجھ میں آسکتیں!

خدا اور رسول تو ہم سے ایسی باتیں کررہے ہیں جیسے باپ بچوں کے ساتھ بچوں کی بولی بولتے ہیں جیسے مما، پپا، اگر اللہ و رسول اپنے رتبہ پر رہ کر بولیں تو نہ کسی کے سمجھ میں آئے اور نہ فائدہ پہنچے۔

حکایت:۔ لکھنو میں ایک مولوی صاحب تعلقدار تھے۔ گاؤں کے کاشت کار ان کے پاس آئے تو تعلقدار صاحب نے ان سے پوچھا ”امسال آپ کے کشت زار گندم پر تقاطر امطار ہوایا نہیں“ تو وہاں جتنے

کسان تھے ایک دوسرے سے کہنے لگے چلو بھائی ٹھہر کر آئیں گے، ابھی تو سرکار قرآن پڑھ رہے ہیں، جیسے کسان نہ سمجھے ایسے ہی ہم بھی نہ سمجھ سکتے۔ یہ خدا کا اور اسکے رسول کا احسان ہے کہ ہم سے آسان زبان میں عام فہم بول رہے ہیں مگر حکماء اس کو معمولی سمجھتے تھے ان کے عقل کی آزمائش کے لئے فرماتا ہے۔ الــرٰ اب عقل سے کام لو رہ گئی عقل؟ سب عاجز ہیں کسی کے سمجھ میں نہیں آرہا ہے اس کا کیا مطلب ہے کوئی تو عجز کا اقرار کررہا ہے۔ کوئی زور لگا کر اپنے عقل کے موافق مطلب بتارہا ہے۔ بعضوں نے کہا عرب کی عادت ہے کہ ایک بڑے لفظ کو مختصر کرلیتے ہیں۔ شائد انگریزی میں بھی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے کہا کسی سورہ کے شروع میں الرٰ ہے کسی سورہ کے اول میں حٰم اور کہیں نٓ ہے۔ سب کا مجموعہ ہے۔ الرحمٰن۔

الــرحمٰن کو مختصر کر کے کہیں الرٰ اور کہیں حٰم اور کہیں نٓ فرمایا ہے غرض کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ اصل مطلب کو اب تک کوئی نہ پہونچا۔ اصل یہ ہے کہ رسول ﷺ کو اولین وآخرین کا علم دیا گیا ہے۔ کُل پیغمبروں کے علوم بھی حضرت ﷺ کو ملے ہیں۔ منجملہ ان کے آدم وادریس علیہما السلام کا علم بھی دیا گیا ہے جس کو علم الحروف کہتے ہیں جیسے سلیمان علیہ السلام کا علم جو زبان طیور وغیرہ کا علم تھا مگر حضرت ﷺ کو جملہ علوم دئے گئے تھے۔

یہ الــرٰ علم حروف سے ہے جو حضرتؐ کے سوا کوئی نہیں سمجھتا یا حضرتؐ کی برکت سے بعضے خاص اولیاء اللہ بھی کچھ سمجھتے ہیں۔

یہ الرٰ عوام کیلئے نہیں ہے اس لئے عام فہم نہیں کہا گیا۔

حکایت:- ایک کورٹ انسپکٹر کہتے تھے کہ میں سپرنٹنڈنٹ پولس کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس ایک کتاب رکھی ہوئی تھی میں اٹھا کر دیکھنے لگا وہ کہنے لگے تمہارے کام کی نہیں ہے تم نہیں سمجھو گے یہ خفیہ پولیس کی اصطلاحیں ہیں جن کو وہ باہم بولتے ہیں ایسا ہی یہ الــــرٰ وغیرہ بھی ہمارے کام کے نہیں ہیں ہم نہیں سمجھ

سکتے۔ یہ عاشق و معشوق کی اصطلاحیں ہیں۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اللہ تعالیٰ اور حضرتؐ باہم ان حروف سے باتیں کرتے ہیں۔وہی سمجھتے ہیں خود ملائکہ حامل وحی کو بھی خبر ہونا ثابت نہیں اس لئے اب آگے چلئے۔

شانِ نزول

مکہ معظمہ کے کفار سے یہودیوں نے یہ کہلا بھیجا کہ محمدﷺ عاد و ثمود کے حالات تو بیان کرتے ہیں یہ کچھ مشکل نہیں ہے ذرا یہ تو پوچھو یعقوبؑ کی اولاد مصر کیوں گئی تھی۔ یوسفؑ میں اور ان کے بھائیوں میں کیا معاملہ گذرا۔یوسفؑ مصر میں کیسے آئے یہ باتیں ایک ان پڑھ آدمی خصوصاً مکہ معظمہ کا رہنے والا جہاں ایسی علمی باتوں کا کچھ چرچا نہیں۔ ہرگز نہیں بتا سکتا۔اس سوال سے وہ عاجز ہو جائیں گے۔ جب حضرتﷺ سے یہ سوال کیا گیا اور یہ سورۃ اتری۔ سب دنگ رہ گئے اور مان لیا کہ یہ سچا نبی ہے مگر کم بختوں کو حسد نے زبان سے اقرار نہیں کرنے دیا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب جمال محمدیؐ اور حسن نبوی نے صحابہؓ کو حیرت زدہ اور بے خبر بنا دیا تو خوف تھا کہ کہیں یہ عشق و محبت صحابہ کا وہ حال نہ کر دے جو یوسفؑ کے لئے مصر کی عورتوں کا ہوا تھا۔اس لئے یہ دلکش قصہ سنا کر صحابہ کو بہلایا جاتا ہے کہ عشق کا انجام و آغاز ایسا ہوتا ہے سنبھلو طریق عبادت و حکومت میں استقامت سیکھو۔ ادہر حضورﷺ سے فرماتے ہیں۔

اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ

حضور! آپؐ صحابہ کی بے خودی اور ان کے جذب و عشق سے بے خبر تھے ہم ان کو اس طرح بہلا کر سنبھالتے ہیں۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ

یہ سورہ یوسفؑ بھی قرآن کی آیتیں ہیں۔ آیت کے کئی معنی ہیں عبرت، معجزہ، نشان، قدرت، جزء کلام اللہ۔ قرآن شریف کے ہر ایک فقرہ پر یہ سب صادق آتا ہے بے شک قرآن شریف کا ہر ایک فقرہ عبرت بھی اور معجزہ بھی ہے اور نشان قدرت بھی ہے اور جزء کلام اللہ بھی۔

آیت کے معنی پیغام کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید کی ہر ایک آیت منجانب اللہ ایک پیغام ہے مخلوق کی طرف اس لئے اسکو آیت کہتے ہیں۔

گو وعدے ہو چکے ہیں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ قرآن کو آپ نہیں بھولیں گے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ

اسکو جمع کرادینے اور پڑھادینے کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ آئندہ بھی ہم اس کے حافظ و نگہبان ہیں۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ایک ایسی جماعت ہمیشہ موجود رکھی جائے گی جن کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ رہے گا۔ باوجود اس کے حضرتؐ نے ایسا اہتمام فرمایا تھا کہ آیت اتری۔ گورات کا وقت کیوں نہ ہو فوراً آپ اس کو لکھوا دیتے پھر نماز میں پڑھ کر سنا دیتے۔ اسلئے قرآن کا نام ہی کتاب رکھا گیا۔ دوسری وجہ یہہ ہے کہ قرآن قبل نزول بھی لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ اسلئے اس کو کتاب کہتے ہیں۔

تیسری وجہ کتب کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ قرآن شریف ہی ایسا کلام ہے کہ اس میں وعظ، نصیحت، مثالیں، خوشخبری، ڈرانے والی خبریں یہ سب احکام جمع ہیں۔ یہ قرآن کتاب مبین ہے یعنی ایسی کتاب ہے کہ جس کسی چیز کو بیان کرتی ہے تو نہایت وضاحت سے بیان کرتی ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

ہم نے اس کتاب کو قرآن بنا کر عربی زبان میں اتارا ہے تا کہ تم خوب سمجھ سکو

قرآن صیغۂ مبالغہ ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ بکثرت پڑھی جانے والی کتاب ساڑھے تیرہ سوسال کا

زمانہ شاہد ہے کہ یہ پیشن گوئی برابر پوری ہوتی چلی آرہی ہے یہی وہ کتاب ہے جو اول سے آخر تک رمضان میں پڑھی اور سناتی جاتی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جسے ایک دن میں پانچ وقت کروڑوں مسلمان پڑھا کرتے ہیں۔ اسی آیت میں اس قرآن کے دو وصف بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب.... قرآن

اگر کوئی شخص دنیا بھر کے تمام مذہبوں کی کتابوں کی تاریخ پر نظر ڈالے تو وہ دیکھے گا کہ کتاب اور قرآن یہ دونوں صفتیں کسی کتاب پر ہر وقت اور ہر زمانے میں پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آئیں گی۔ ابتدائے نزول سے آج تک قرآن پر ہی صادق آتا ہے کہ یہ کتاب بھی ہے ورنہ اور کتابیں لکھی گئی ہیں تو پڑھی نہیں گئیں پڑھی گئیں تو لکھی نہیں گئیں۔ یہ کہنے سے ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا۔ اس سے ایک تو عرب پر احسان جتلانا ہے کہ اے عرب تم دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ کسی زبان سے واقف نہیں تھے۔ تم میں ہزارہا سال سے کوئی نبی نہیں آیا تھا' قرآن تمہاری زبان میں اتارا جاتا ہے کہ تم سمجھو اور دوسری قوموں کو سمجھاؤ۔ اسی واسطے سے حدیث میں آیا ہے کہ عرب سے تین وجہ سے محبت رکھو۔ اس واسطے کہ میں عرب ہوں۔ قرآن عربی ہے' اور جنتیوں کی زبان عربی ہے۔

اور تمام دنیا والوں پر بھی احسان جتلانا ہے کہ قرآن کو عربی میں اتار کر تم سب پر احسان کیا ہے کیونکہ یہ تو ہر شخص مانتا ہے کہ:

آخر اس کتاب کی کوئی نہ کوئی زبان تو ہونا چاہیے مگر غور طلب یہ بات ہے کہ اس آخری کتاب کی کونسی زبان ہونا چاہیے۔ کوئی یورپین زبان نہیں ہوسکتی تھی اسلئے کہ یورپ روحانیت میں ایشیاء کا شاگرد ہے۔

اخبار الاندلس میں ایک انگریز لکھتا ہے انگریزی زبان کے بہت سے الفاظ بغیر بدلے عربی سے لئے گئے ہیں۔ فرانسیسی زبان کے اکثر الفاظ و محاورات عربی سے لئے گئے ہیں۔ اسپینی زبان تو گویا عربی زبان کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

اٹلی پر صقلیہ کے مسلمانوں نے جو اثر ڈالا وہ معلوم ہے۔

ام الالسنہ میں (473) ایسے الفاظ کی فہرست دی گئی ہے جو انگریزی میں عربی سے لئے گئے ہیں اور غور کیا جائے تو اور بھی نکل سکتے ہیں' وہ زبانیں خود مستقل نہیں' عربی سے لئے ہوئے الفاظ شامل ہیں۔ غرض سب عربی کی محتاج زبانیں تھیں' ان کو کیا ترجیح ہوسکتی تھی۔

دوسری وجہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کو اصلاح کیلئے مرکز بنا کر ساری ذمہ داری اسمٰعیل علیہ السلام پر ڈالی تھیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پدری زبان بابلی' مادری زبان قبطی' علمی زبان عبرانی اور فلسطین میں رہ کر وہاں کی زبان بھی سیکھی تھی۔

یمن حضرموت ۔ نجد و بطحا کے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ حجاز کے حکمران خاندان کے داماد تھے۔ ان کی دوسری بیوی مصر کی تھیں۔ عربی زبان میں تبلیغ کرتے تھے اسلئے کل ملکوں کے علوم کی جامعیت عربی میں پیدا ہوگئی تھی ۔ انوار نبوت اور علوم سماویہ اس میں ملنے سے کامل ہوگئی۔

تیسری وجہ وید کی زبان' ژند کی زبان اور توراۃ کی زبان انجیل کی زبان کیا آج دنیا میں کسی جگہ بولی جاتی ہے ۔ کہیں نہیں۔ خدائے تعالیٰ نے جس کو آئندہ کا علم ہے اپنی آخری کتاب کیلئے ایسی زبان کو نہیں اختیار کیا جو مٹنے والی ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی تھی اس کو اختیار کیا۔

مصر' شام' مراکو' سوڈان' الجزائر' تیونس میں عربی زبان ہے۔ صرف مسلمان نہیں لاکھوں یہودی کروڑوں عیسائی ہزاروں قبطی وحبشی کی بھی یہی زبان عربی ہے۔ لیڈن سے برازیل تک اخبار و رسالے عربی زبان میں نکلتے ہیں جس زبان میں اس قدر قوت حیات ہے۔ آخری کتاب کیلئے اس کا انتخاب کرنا فطری بات ہے اخبار الاندلس میں ایک انگریز لکھتا ہے' عربی زبان کی شیرینی اس کی حیات بخش قوت اس کا رسیلا پن اس کے استعارات کی کثرت عربی کو شاعری کیلئے اتنا موزوں بنادیا ہے کہ یہ درجہ دنیا میں کسی اور زبان کو حاصل نہیں ہے۔'

وہی انگریز لکھتا ہے کہ 'عربی کے نثر میں نظم کا مزہ آتا ہے'۔

علمی حیثیت سے بھی عربی کے عجیب خصوصیات ہیں جس کو میں اس وقت کہہ نہیں سکتا۔ حروف کے مخرج کا اثر معنی میں پہونچتا ہے جیسے میم اس کے نکلنے کے وقت ہونٹ ملتے ہیں جس لفظ میں میم آئے گی اس کے معنی ملنے کے ہوں گے۔ جیسے

اُمٌّ : بچہ اپنے ماں سے ملا ہوا

توام : دو بچے ایک دوسرے سے ملے ہوئے

هَمٌّ : دل سے فکر ملی ہوئی

ضم : ایک شئے دوسری شئے سے ملی ہوئی۔

غرض عربی زبان میں ایسے ایسے اسرار ہیں کہ دوسرے کسی زبان میں نہیں اس لئے آخری کتاب کیلئے عربی کو پسند فرما کر تمام عالم پر احسان کیا۔

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ

اے ہمارے نبی آپ پر جو قرآن کی وحی کی جارہی ہے اس کے ضمن میں آپ پر یوسف علیہ السلام کے واقعات بیان کرتے ہیں اچھے طریق سے۔ اس مذکورہ معنی میں قصص مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں اچھے طریق سے بیان کرنے کا۔ اس طرح فیصلہ ہوسکتا ہے کہ توراۃ و انجیل میں بھی قصہ یوسف ہے اور قرآن بھی قصہ یوسف بیان کررہا ہے۔ دونوں کو ملا کر آپ دیکھئیے خود آپ فرمائیں گے کہ قرآن کس قدر اچھے طریقہ سے بیان کرتا ہے بے ضرورت واقعات کو حذف کرتے ہوئے بیچ بیچ میں کہیں عبرت دلاتا ہے اور کہیں نصیحت کرتا ہے کہیں توحید پر دلائل قائم کرتا ہے۔ جگہ جگہ بہتر نتیجہ نکالتا جاتا ہے کہ توراۃ و انجیل میں ایسا کچھ بھی نہیں۔

یا قصص مصدر بمعنی اسم مفعول ہے ہم آپ کو بہترین قصہ سناتے ہیں۔

قصہ یوسفؑ کو بہترین قصہ کیوں فرمایا اس لئے کہ اس قصۂ یوسفؑ میں عبرتیں بھی ہیں اور حکمتیں

بھی اور وہ فوائد ہیں کہ جو دین اور دنیا میں کام آتے ہیں' بادشاہوں کے کام کی باتیں ہیں اورغریبوں کی بھی۔ عورتوں کی مکاّریاں بھی معلوم ہوتی ہیں۔ دشمنوں کی ایذا پرصبر کرنا۔ دشمنوں پر قابو پانے کے بعد درگذر کرنا۔ یہ سب کچھ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے یہ قصہ یوسفؑ کا بہترین قصہ ہے۔ ایک اور بات سناتا ہوں۔ سنو صاحبو! ساری دنیا کس چیز کی متوالی ہے کون سے نشہ سے چور ہے ہائے جسکو دیکھو محبت میں مست ہے۔

لوہے کو مقناطیس کی محبت ہے جب مقناطیس کو دیکھتا ہے تو بے سدھ ہوکر جا لپٹتا ہے۔

گھاس کا تنکہ کہربا پر عاشق ہے کہربا کو دیکھا تنکہ نے تو ادھر کا ہی رخ باندھا۔

مچھلی پانی پر مرتی ہے۔ ایک لحظہ جدا ہوتی ہے تو کس طرح تڑپتے ہوئے اپنے معشوق پانی سے جا لپٹتی ہے۔

پروانہ نے تو عشق کی داستان ہی ختم کردی۔ اپنے محبوب کی پیاری صورت پر تو جان قربان کردی۔

مور' شیر کا عاشق ہے جہاں شیر کی آواز سنی یا اس کی صورت دیکھی دیوانوں کی طرح دوڑتے ہوئے شیر کے منہ سے منہ ملائے ہوئے اس کے جسم سے لپٹا ہوا کھڑا رہتا ہے۔

ہائے انسان نے تو حد ہی نہ رکھی ۔کوئی اولاد پر مر رہا ہے تو کوئی عورتوں پر' کوئی جائیداد پر' تو کوئی مال و دولت پر

ہے زمیں سے آسماں تک بے گماں ۔۔۔ فتنہ و غوغائے عشق عاشقاں
عشق سے پیدا ہوئے کون ومکاں ۔۔۔ عشق سے روشن ہیں یہ دونوں جہاں
عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں ۔۔۔ گل سے بدتر ہے وہ دل اے مردِ دیں
گرنہ پیتی عشق یوسف کی شراب ۔۔۔ کب زلیخا کی کوئی لکھتا کتاب
ذکر اس کا ہوتا کیوں قرآن میں ۔۔۔ ہوتیں نازل آیتیں کب شان میں
پیتا گر مجنوں نہ اس کلفت کا جام ۔۔۔ تاقیامت کون لیتا اس کا نام
گروہ شیریں پر نہ ہوتا مبتلا ۔۔۔ کب کوئی فرہاد کو پہچانتا

دوستو! دنیا کی چیزوں میں عشق ومحبت بہترین چیز ہے۔ یہ عشق ومحبت ایک قصہ یوسفؑ میں بھی ہے

اس لئے یہ بہترین قصہ ہے۔

ایک بات اور یہ ہے کہ پانچ حواس ہیں ہر ایک جس چیز کے واسطے بنایا گیا ہے اس کو اسی میں لذت ملتی ہے۔ آنکھ کو اچھی صورتوں اور اچھی چیزوں میں' کان کو اچھی آوازوں میں' ناک کو خوشبوؤں میں' زبان کو مزہ دار کھانوں میں۔ ہاتھ کو نرم چیزوں میں لذت ملتی ہے۔ ساری دنیا کی چیزیں ان ہی پانچ حواس کی مرغوب ہیں۔ دل کو لذت ملتی ہے عشق و محبت میں۔ اسی واسطے عشق و محبت دل کو مرغوب ہے۔

حکایت :- جب مجنوں لیلیٰ کا عاشق ہوا اس کی محبت کا قصہ سارے شہر میں مشہور ہوگیا لیلیٰ کے دروازے پر آنے کی ممانعت ہوگئی۔ بادشاہ وقت کو خبر ہوئی۔اس نے کہا اگر مجنوں گھر پر آئے تو اس کو قتل کردو۔مجنوں کی حالت گھر والوں سے نہ دیکھی گئی تو لیلیٰ کے ماں باپ سے کہا'' جان بچتی ہے مجنوں کا نکاح لیلیٰ سے کردو'' تو انہوں نے کہا: عرب میں رواج ہے کہ عاشق سے نکاح نہیں کرتے جب یہاں سے جواب مل گیا تو لوگ مجنوں کو کعبہ میں لائے اور پردہ ہاتھ میں دے کر دعا کروائی۔

اَللّٰھُمَّ اَرِحۡنِی مِنۡ حُبِّ لَیۡلٰی

الٰہی لیلیٰ کی محبت چھڑا دے

تو اس وقت مجنوں کہتا ہے

اَللّٰھُمَّ لَا تُرِحۡنِی مِنۡ حُبِّ لَیۡلٰی

الٰہی لیلیٰ کی محبت میرے دل سے مت نکال

دیکھو دوستو! محبت میں دل کو کیا لذت مل رہی ہوگی کہ جان پر بنتی بھی ہے تو محبت میں کمی ہونا نہیں چاہتا جیسے دل تمام اعضاء میں بہتر ہے ایسا ہی دل کی مرغوب عشق و محبت بھی اعضاء کی مرغوب چیزوں سے بہتر ہے اور یہ عشق و محبت اس قصہ میں ہے۔ اس لئے یہ قصہ بہترین قصہ ہے۔ سنو دوستو! ایک اور بات سنو ایک روز رسول اللہ ﷺ امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں لئے خوش خوش بیٹھے تھے حضرتؑ

کے گود کو کس برج سے تعبیر کروں! چاند وسورج اس میں چمک رہے تھے یا گود کو عدن کہوں تو موتیوں سے بھرا ہوا تھا یا چمن کہوں کہ جو گل وریحان سے آراستہ تھا اگر عدن کہوں تو بھی ہوسکتا ہے۔ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ سے حسن حسین ہی مراد ہیں۔ اگر گل وریحان سے بھرا ہوا چمن کہوں تو سزاوار ہے هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا حضرت علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حضرت کبھی حسنؓ کا پیار لیتے اور کبھی حسینؓ کا کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے عرض کیا حضور دونوں میں سے کس کو زیادہ چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا سنو جبرئیل دونوں ایک سیپی کے موتی ہیں۔ ایک آسمان کے دو چاند ہیں۔ ایک باغ کے دو سرے ہیں۔ ایک ڈالی کے دو پھول ہیں۔ دونوں میرے پاس برابر ہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا حضورؐ ایک کو زہر پلایا جائے گا اور ایک کو تلوار سے شہید کیا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا میرے بچوں کے ساتھ بے رحمی کون لوگ کریں گے۔ جبرئیل نے کہا آپ کی امت میں سے ایک جماعت ایسا کرے گی۔

آپ نے فرمایا کیا مجھ پر ایمان لاکر میری شفاعت کی امید رکھ کر بھی میرے بچوں کو شہید کرے گی۔ جبرئیل نے کہا ہاں یا رسول اللہ تین دن کے پیاسوں کے حلق پر تلوار چلائیں گے۔ جبرئیل میرے بچوں کا کیا قصور ہوگا۔ جبرئیل نے عرض کیا کچھ قصور نہیں۔ ظالم ظلم کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ یہ پیغام آیا۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ آپ کی تسلی کے لئے بہترین قصہ اتارتے ہیں۔

قاتلان حسینؓ جو نافرمانان امت سے ہیں ان سے تعجب مت کیجئے۔ یوسفؑ کے بھائیوں کو سوچئے کہ بھائی ہوکر کیا کیا۔ انہوں نے بھائی ہوکر ظلم کیا اور یہ امتی ہوکر ظلم کریں گے۔

یہ یوسف کا قصہ آپ کی تسلی کیلئے بہترین قصہ ہے۔ اس لئے اس کو اَحْسَنَ الْقَصَصِ فرمایا۔ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ اس کے پہلے آپ بے خبر تھے۔ نہ آپ کے دل میں اس قصہ کا خیال آیا تھا نہ آپ نے کبھی سنا تھا۔ ہمارے وحی کرنے سے آپ بیان کررہے ہیں۔ یہ آپ کا معجزہ ہے۔

اب یہاں سے قصہ یوسفؑ شروع ہوتا ہے

واقعہ یہ ہے کہ ابراھیم علیہ السلام کے دو فرزند تھے اسمٰعیل علیہ السلام جن کو حضرت ابراھیمؑ نے مکہ معظمہ میں رکھا۔ دوسرے فرزند اسحاق علیہ السلام تھے ان سے دو فرزند پیدا ہوگئے۔ عیص اور یعقوب علیہما السلام۔ عیص کو باپ زیادہ چاہتے تھے اور یعقوب کو ماں ۔ ہر پیغمبر کو ایک دعا مستجاب دی گئی ہے۔ ہر پیغمبر نے دنیا ہی میں امت نافرمان کی ہلاکت کیلئے وہ دعا کی ہے۔ صرف ہمارے حضرت محمد ﷺ ہی نے اس دعا کو نہ حسنؓ و حسینؓ کے واسطے کیا نہ فاطمہؓ کے واسطے کیا۔ بلکہ اس کو اٹھا رکھا شفاعت کبریٰ کیلئے۔

تو اسحاق علیہ السلام نے اس دعا کو عیص کیلئے کرنا چاہا۔ اس لئے عیص سے کہا بیٹا مجھ کو شکار کر کے کباب کھلاؤ میں تمہارے لئے نبی ہونے کی دعا کرتا ہوں ۔عیص گئے شکار کرنے ادھر یعقوبؑ سے ماں نے کہا بیٹا یہ وقت کھونے کا نہیں ہے جلد بکری کے کباب بنا کر باپ کو کھلاؤ۔ یعقوبؑ نے فوراً کباب تیار کئے۔ ماں نے ساتھ جاکر کہا بیٹا کباب لایا ہے دعا کرو اس کیلئے۔ حضرت اسحاقؑ نے دعا کی کہ ”جو یہ کباب لایا ہے الٰہی تو اس کو نبی بنا اور اس کی اولاد میں نبوت اور سلطنت رکھ“ اتنے میں عیص آئے کباب شکار کر کے لائے۔ واقعہ معلوم ہوگیا تو اسحاقؑ نے کہا: بابا نبوت تو وہ لے گیا اب ایک اور دعا ہے جو تمہارے لئے کرتا ہوں ”تمہاری اولاد ریت سے زیادہ کثرت سے ہو“ واقعی عیص کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ اسحاقؑ کنعان میں رہتے تھے یعقوبؑ سے ماں نے کہاں بیٹا عیص تمہارا دشمن ہوگیا ہے۔ تم کو قتل کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اس لئے تم اپنے ماموں کے پاس شام کے ملک میں چلے جاؤ۔ یعقوبؑ اپنے ماموں کے پاس آئے۔ ماموں کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام لآیا اور چھوٹی کا نام راحیؔل ۔ یہ بہت خوبصورت تھیں۔ اس وقت تک دو سگی بہنوں سے ایک شخص کا نکاح کرنا جائز تھا (موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے منسوخ ہوا) اس لئے سات سات سال کی خدمت کو مہر مقرر کر کے دونوں بیٹیوں سے نکاح کردیا۔ ہر بیٹی کے ساتھ خدمت کرنے کو ایک باندی دی۔ دونوں بیٹیوں نے دونوں باندیوں کو اپنے خاوند یعقوبؑ کو ہبہ کردیا۔ یعقوبؑ کو لآیا سے چھ (6) بیٹے پیدا

ہوئے ان کے ساتھ کی باندی سے دو بیٹے اور راحیل کے ساتھ کی باندی سے دو بیٹے۔ یعقوبؑ سب کو لے کر کنعان میں آئے۔ عیص کے دل سے عداوت نکل گئی دونوں بغل گیر ہوئے۔ راحیل جو خوبصورت بیوی تھی ان سے بہت دنوں تک اولاد نہیں ہوئی۔ یعقوب علیہ السلام کی 91 برس کی عمر تھی۔ راحیل کو حمل ہوا نو ماہ کے بعد یوسفؑ پیدا ہوئے۔ کل حسن کے دس حصے کیجئے۔ نو حصے حُسن یوسفؑ کو ملا اور ایک حصہ تمام دنیا کو۔ یوسفؑ کا چہرہ اندھیری رات میں چاند کے مانند چمکتا تھا۔ دن کو سورج کے مانند دکھائی دیتا تھا۔ جدھر منہ کرتے ادھر کی دیوار پر روشنی پڑتی تھی جو دیکھتا وہ دنگ ہو کر کہتا تھا۔

کیا ظہور قدرت یزداں ہوا انسان میں
آج یہ کیا چیز پیدا ہوگئی کنعان میں
کیا ہویدا یہ ہوا راحیل تیرے بطن سے
ہر گلی کوچہ درودیوار روشن ہوگئے
آج کچھ ظاہر ہوئی حسن حقیقی کی جھلک
محو حیرت ہو رہے ہیں جس سے بس جن و ملک

دو سال کے بعد پھر راحیل کو حمل ہوا۔ دوسرے لڑکے بن یامین پیدا ہوئے۔ راحیل کا انتقال ہوگیا۔ یوسفؑ دو سال کی عمر میں بن ماں کے ہوگئے۔

اب خدا حافظ ہے یوسف اور بن یامین کا
ننھی ننھی پتلیاں اور ماں کا سایہ اٹھ گیا
کیا غنی اور کیسی بے پرواہ ہے ذات مطلقا
خود ہی سب کو پالتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا
پرورش کچھ اس نے ماں باپ پر رکھی نہیں
بلکہ جس سے چاہے وہ یہ کام لے اے ہم نشیں

حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی بڑی فکر تھی۔ حضرت یعقوبؑ کی بہن دونوں کو اپنے پاس لے جا کر پرورش کرنے لگیں۔ یعقوبؑ گھڑی گھڑی آ کر یوسفؑ کو دیکھتے۔ اب یوسف کسی قدر ہوشیار ہوئے۔ پیاری پیاری باتیں کرنے لگے۔ یعقوبؑ نے کہا بہن اب یوسفؑ کی جدائی کی تاب نہیں یوسفؑ کو میرے ساتھ کر دو۔ وہ بظاہر تو راضی ہوئیں رخصت کے وقت اپنا کمر بند چھپا کر یوسفؑ کے کمر میں باندھ دیا اور رخصت کر دیا اور کہنے لگیں میرا کمر بند چوری گیا۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے یوسفؑ کے پاس بھی ڈونڈھا' ان کی کمر سے نکلا تو اس وقت کے حکم

شریعت کے موافق کہ چور کو ایک سال غلام بناتے تھے۔ ایک سال کے لئے پھر یوسفؑ کو اپنے گھر لے آئیں۔
ہائے رے عشق کچھ سوجتا ہی نہیں۔ ابھی دو سال ختم نہیں ہوئے تھے کہ پھوپی کا سایہ بھی اٹھ گیا۔
اب یوسفؑ باپ کے پاس پرورش پا رہے ہیں۔

تمہید

اس سورہ میں کئی خواب بیان ہوئے ہیں۔ اس لئے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ خواب کیا چیز ہے۔خواب چار **(4)** طرح کے ہوتے ہیں۔

(1) پہلا وہ خواب جو ہضم کی خرابی اور فساد معدہ سے نظر آتے ہیں۔ ایسے خواب دیکھنے والے کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی کے مناسب نظر آتے ہیں۔

(2) صفراوی مزاج والا۔تلوار' نیزہ' آگ' پیاس' سخت دھوپ دیکھتا ہے۔

(3) سوداوی مزاج والا۔ سانپ' تاریکی شب' عفونت دیکھتا ہے۔

(4) بلغمی مزاج والا۔ پانی' بارش' سردی دیکھتا ہے۔

دوسری قسم خواب کی یہ ہے کہ قوت متخیلہ میں جو چیزیں دیکھی ہوئی یا پڑھی ہوئی یا سنی ہوئی جمع ہیں ان میں قوت متخیلہ جوڑ توڑ کرتی رہتی ہے۔ اس کا جز اس کے جز سے ملا کر دکھاتی ہے جیسے انسان کو دیکھا کہ اس کا سر ہاتھی کا ہے یا ہاتھی کو دیکھا جو دو پانوں پر چلتا ہے۔

تیسری قسم خواب کی یہ ہے کہ بذریعہ خواب شیطان انسان سے دل لگی کرتا ہے۔ ایسی چیزیں دکھاتا ہے جس سے وہ غمگین ہو۔ احتلام جس سے نہانے کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی اسی قسم میں سے ہے۔

ان تینوں قسموں کو'' پریشان خواب'' عربی میں اضغاث احلام کہتے ہیں۔ان کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ یہ اڑتی اڑتی باتیں نظر آتی ہیں۔ان کے آپس میں نہ ربط ہوتا ہے اور نہ ان کا آغاز و انجام درست۔

حدیث :- ارشاد ہے ایسے خواب دیکھیں تو بائیں جانب تین بار تھوکیں۔

لطیفہ :- نہ ایسا کہ بازو والوں کا منہ تھوک سے بھردے بلکہ بے تھوک تھوکے اور تین بار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے اور کروٹ بدل کر سوجائے اور نیند نہ آوے تو اٹھ کر نماز پڑھے اور کسی سے بیان نہ کرے تو یہ خواب کچھ ضرر نہیں دیں گے۔

چوتھی قسم خواب کی اس کو رویائے صادقہ کہتے ہیں یعنی سچا خواب جونہایت مسلسل ہوتا ہے اور ہوشیار ہونیکے بعد ایک خاص کیفیت دل پر رہتی ہے ایسے خوابوں کی تعبیر دی جاتی ہے۔

حکایت :- ہادی عباسی بادشاہ وقت ایک باندی کا فریفتہ تھا۔اس باندی کا نام غادرہ تھا وہ نہایت حسین تھی بڑی علاّمہ اور نازک طبیعت اور گانے میں کمال رکھتی تھی۔ایک رات وہ گارہی ہے بادشاہ برآمد ہے اس کے گانے پر سب لوگ مست ہیں۔ یکایک بادشاہ کا رنگ متغیر ہونے لگا۔نہایت غمگین ہوگیا اس باندی نے کہا کیا حال ہے؟ امیرالمومنین! کیوں ایسی حالت ہے؟ بادشاہ نے کہا'' اس وقت میرے جی میں آرہا ہے کہ میں مرجاؤں گا اور میرا بھائی ہارون الرشید بادشاہ ہوگا جیسی تواب میرے پاس بیٹھی ہے ایسا ہی اس کے پاس بیٹھے گی'' تو باندی نے کہا ''امیرالمومنین آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔آپ کے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے'' اس کا دل بہلانے لگی۔اس کے دل سے یہ خیال نکالنے لگی۔ بادشاہ نے کہا''نہیں جی تم قسم کھاؤ کہ میرے بعد تم ہارون رشید کے پاس نہیں رہوگی''۔ اس نے قسم کھائی طرح طرح کی قسمیں کھلائیں پھر ہارون کے پاس کسی کو بھیج کر قسمیں کھلائیں کہ غادرہ کو اپنے پاس نہیں رکھنا ہارون نے بھی قسمیں کھائیں اس کے بعد ایک مہینہ نہیں گذرا کہ ہادی مرگیا۔ہارون بادشاہ ہوگیا۔اس باندی کو بلایا وہ حاضر ہوئی۔حکم دیا نہادھوکر کپڑے پہن کررات کو ہمارے پاس آئے ۔باندی نے کہا امیر المومنین ان قسموں کو کیا کروگے جو آپ نے اور ہم نے کھائی ہیں۔ ہارون نے کہا تیری طرف سے اور میری طرف سے کفارہ دیدوں گا۔باندی نے حکم کی تعمیل کردی۔ ہارون کو بھی

اس سے بیحد محبت ہوگئی۔ایک لحظہ اس کے بغیر صبر نہیں کرسکتا تھا۔ ایک رات اس باندی نے خواب دیکھا کہ ہادی خواب میں آیا ہے اور یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔

اَخُلَفُتِ عَھدِی بَعدَمَا جَاوَرتُ سُکَّان المَقَابِرِ

او بے وفا قبرستان میں میرے مردوں کا ہم نشین ہونے کے بعد کیا مجھ سے کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا

وَنَسِیتنِی وَ حَنِثتِ فِیُ اَیمَانِكِ الزّوُرِالقَوَلِجر

او جھوٹی قسمیں کھانے والی مجھے بھول گئی ان سارے قسموں کو توڑ دیا جو مجھ سے کی تھیں

وَنَکَحتِ غَادِرَۃً اَخِیُ صَدَق الَّذِیُ سَمَاكِ غَادِرِ

اور غادرہ مجھ سے بے وفائی کر کے میرے بھائی سے نکاح کرلیا جس نے تیرا نام غادرہ رکھا ہے سچ رکھا ہے

لَا یُھَنّكِ الاِلفُ الجَدِیدُ وَلَا تَدُرعَنكِ الدَّوَائرِ

یہ نئی الفت تجھے مبارک نہ ہو زمانہ کی گردش تجھے نہ چھوڑے

وَلَحِقتِنِی قَبلَ الصَّبَاح وَصِرتِ حَیثُ غَدَوتُ وَ صَائِر

صبح ہوتے ہوتے تو مجھ سے ملے گی جہاں میں گیا ہوں' تو سویرے وہاں آنیوالی ہے

فوراً گھبرائی ہوئی اٹھی۔ ہارون نے کہا میری جان تجھ پر قربان گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔باندی نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آج مرتی ہوں۔ ہارون نے کہا میری جان تجھ پر قربان ۔ یہ اضغاث احلام ہیں۔ باندی نے کہا نہیں امیرالمومنین یہ اضغاث احلام نہیں ہیں۔ بیمار ہوگئی تڑپنے لگی دو گھنٹے میں مرگئی۔ایسے ہوتے ہیں سچے خواب۔

سچے خواب کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے پاس ہر بات ایک قاعدہ اور انتظام سے ہوتی ہے

جیسے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارک نورانی لطیف اور انسان کثیف۔ اللہ کا فیض انسان پر نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے ذات مبارک آقائے نامدار رسول علیہ السلام کو بیچ میں رکھا جن میں نورانیت بھی ہے اور انسانی لوازمات بھی۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق سے شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

ایسا ہی روح لطیف اور جسم کثیف ان دونوں میں ربط نہیں ہوسکتا تھا اور نہ روح کی مدد جسم کو پہونچ سکتی تھی۔ اسلئے نفس کو پیدا کیا۔ اس کو ادھر روح سے بھی مناسبت ہے۔ اور ادھر جسم سے تاثیر و تاثر آسان ہے۔

جیسے ندی سے نہر نکالی جائے تو نہر کا ایک کنارہ ندی سے ملا ہوا ہوتا ہے اور دوسرا کنارہ اس سے ملا ہے جہاں نہر لے گئے ہیں ایسا ہی انسان میں قوۃ خیالی ہے کہ اس کا ایک کنارہ اعلیٰ عالم مثال سے ملا ہوا ہے۔ اس قوۃ خیالی کا دوسرا کنارا نفس و دل سے۔ لوح محفوظ' عالم مثال میں نظر آتا ہے مگر اس کنارے پر شہوات اور مقتضائے حواس کے پردے پڑے ہوئے ہیں اکیلے لوح نظر نہیں آتے جیسے دو آئینے ایک دوسرے کے مقابل ہوں تو ایک کا عکس دوسرے پر گرتا ہے مگر دونوں کے بیچ میں ایک پردہ پڑا ہوا ہو تو ایک کا دوسرے پر عکس نہیں پڑسکتا۔ اسی طرح لوح محفوظ ایک آئینہ ہے اور دل دوسرا آئینہ۔ لوح محفوظ کا عکس دل پر نہیں آتا ہے۔ شہوات و حواس کے پردوں کی وجہ سے۔ جب دل صفات الٰہی سے متخلق ہو اور صفات بشری مثل حرص و طول امل وغیرہ سے پاک ہو' جیسے پیغمبر اور اولیاء اللہ کے دل ہوتے ہیں اور جب خدا کی رحمت کی ہوا چلتی ہے تو بیداری میں بھی وہ پردے ہٹ جاتے ہیں۔ لوح محفوظ میں جو ہے وہ نظر آتا ہے۔ اسلئے وہ سارے واقعات کی خبر دیتے ہیں وہ بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے ہوا سے پردہ ہٹا اور پھر گرا اور کبھی دیر تک وہ پردہ اٹھا ہوا رہتا ہے۔ اسی واسطے پاس کے کنویں میں یوسف علیہ السلام گرے ہیں حضرت یعقوبؑ کو خبر نہیں ہوتی کیوں کہ وہ پردے کے گرنے کا وقت تھا مصر سے حضرت یوسفؑ کا کرتا نکلا۔ یہاں اپنے بیٹوں کو کرتہ روانہ کرنے کی خبر دے رہے ہیں اسلئے کہ وہ پردہ اٹھنے کا وقت تھا۔ اسی کے طرف اشارہ ہے۔

گہے برطارم اعلیٰ نشینم گہے برپشت پائے خود نہ بینم

پیغمبروں اور اولیاء اللہ کے سوا دوسرے لوگوں کی بیداری میں تو وہ پردے پڑے رہتے ہیں مگر نیند میں حواس وشہوات تھمے رہتے ہیں اسلئے جولوح محفوظ میں ہے وہ نظر آنے لگتا ہے مگر نظر آتا ہے اسی قوۃ خیالی کے کنارے کے ذریعہ سے جو عالم مثال سے ملا ہوا ہے۔

قوۃ خیالی نے اپنا کچھ اثر نہیں کیا تو بعینہ آئندہ ہونے والی چیز نظر آتی ہے۔ اس کی تعبیر کی ضرورت نہیں اور کبھی قوۃ خیالی کسی مثال سے لوح محفوظ سے دیکھی ہوئی چیز کو نقل کرتی ہے تو اب تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے اس وقت مُعَبِّر اپنی سمجھ سے غور کرے کہ لوح محفوظ کی چیز کو قوتِ خیالی کس چیز کی صورت میں نقل کررہی ہے۔ اسی واسطے حدیث میں ارشاد ہے کہ خواب خیر خواہ عالِم سے بیان کرے ''قوت خیالی کے اثر کئے بغیر جو خواب دیکھتے ہیں ان کی مثال :

حضرت ابراھیمؑ کا ذبحِ فرزند ہے یا وہ خواب ہے جو ہمارے حضرت ﷺ کو حضرت عائشہؓ کی تصویر دکھائی گئی تھی نکاح سے پہلے کہ یہ تمہاری بیوی ہیں' پھر چند روز کے بعد حضرت عائشہؓ نکاح سے مشرف ہوئیں۔

قوۃ خیالی جو مثال کی صورت میں لوح محفوظ کی کسی چیز کو نقل کرتی ہے۔ اس کی مثال ام فضل کا خواب ہے وہ دیکھتی ہیں کہ ان کے گود میں رسول ﷺ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا ڈالا گیا ہے۔ حضرت نے اس کی تعبیر فرمائی کہ فاطمہؓ کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسکو دودھ پلاؤ گی۔ ایسا ہی ہوا کہ حسینؓ پیدا ہوئے اور انہوں نے ان کو دودھ پلایا۔

جیسے کوئی موتی خواب میں دیکھے تو اگر وہ موتی چھوٹا ہے تو لڑکی پیدا ہوگی اگر بڑا ہے تو مال و دولت ملیں گے ایک شخص نے دیکھا کہ کبوتر چنبیلی کے پھول کھا رہا ہے۔ ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کبوتر موت ہے۔ چنبیلی کے پھول علماء ہیں۔ اسی دن (20) زبردست عالموں کا انتقال ہوگیا۔

کسی نے خواب دیکھا کہ وہ سوروں کی گردنوں میں چمکدار موتیوں کے ہار پہنا رہا ہے۔ابن سیرینؒ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو نا اہلوں کو علم پڑھاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے خواب میں دیکھا کہ رسول ﷺ کی قبر کھود رہے ہیں۔تعبیر کیلئے خود نہیں گئے۔کسی کے ذریعہ تعبیر ابن سیرینؒ سے دریافت کرائی انہوں نے کہا یہ خواب دیکھنے والا اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم ہوگا۔اسکی نظیر دنیا میں نہیں ہوگی۔اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔مبشرات یعنی خواب باقی ہیں۔خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہے۔

حضرت کا دین اسلام فطرت کے موافق ہے۔ایسا ہی آپ کی تربیت بھی فطرت کے موافق ہوئی۔ پہلے نیند میں چھ ماہ لوح محفوظ کی سیر کروائی گئی پھر 23 سال بیداری 23 سال کا چھیالیسواں حصہ چھ ماہ ہوتا ہے یعنی جیسے نبوت حق ہے۔ایسا ہی اس کا جز یعنی سچا خواب بھی حق ہے۔اسی واسطے حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خواب نہ دیکھے اور اپنی طرف سے گھڑ کر جھوٹا خواب بیان کرے کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے حالانکہ اس نے نہیں دیکھا تو اس کو سزاء کے طور پر کہا جائے گا کہ وہ دو جَو (ایک قسم کا غلہ) میں گرہ دے اور یہ اس سے نہ ہو سکے گا یعنی سخت عذاب میں مبتلا رہے گا۔

حدیث :- جو جس قدر سچا ہوگا اس کا خواب بھی اسی قدر سچا ہوگا شاید آپ کو شبہ ہو رہا ہوگا کہ جب سچا خواب لوح محفوظ کی سیر کا نتیجہ ہے تو کافر کو کیسے نظر آتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ نعمتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک خاص جیسے مقبولیت اور ثواب وغیرہ اس میں کفار شریک نہیں دوسرے عام جیسے رزق، قبول دعاء و لوح محفوظ کی سیر۔

خوش خبری

حدیث :- حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ۔ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ دو چیزوں کا ظہور جلدی ہونا ضروری نہیں۔

دعا :- فرعون کیلئے موسیٰؑ دعا کرتے ہیں اُجِیبَتْ دَّعْوَتُکُمَا کہا جاتا ہے لیکن چالیس برس کے بعد اس کا اثر ہوتا ہے۔

خواب :- یوسف علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر چالیس برس کے بعد ظاہر ہوتی ہے یہ خواب کی ضروری بحث تھی۔

اب قصہ یوسف علیہ السلام شروع ہوتا ہے

حضرت یوسفؑ بارہ برس کے تھے۔ باپ کے پاس سوتے سوتے چونک پڑے۔باپ نے گلے لگا کر پیار کیا اور سبب پوچھا اِذْقَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ یوسف نے کہا ابا جان میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ایسی روشنی پھیلی کہ تارے چمکنے لگے پہاڑ نورانی ہوگئے دریا بھی منور تھے۔ مچھلیوں میں غلغلہ تسبیح و تہلیل کا تھا۔ مجھے وہ لباس فاخرہ پہنایا گیا جس کی جھلک سے زمین منور ہوگئی۔اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ کہ وہ مجھکو سجدہ کررہے ہیں۔ چونکہ سجدہ ذی عقل انسان کا فعل ہے۔ تارے سورج اور چاند کیسے سجدہ کرسکتے ہیں۔ اس شبہ کو اٹھانے کیلئے دو مرتبہ رَاَیْتُ فرمایا کہ واقعی میں نے دیکھا ہے کہ وہ مجھ کو سجدہ کررہے ہیں۔

یہ سنتے ہی یعقوب علیہ السلام گھبرا گئے۔ یوسفؑ نے پوچھا باوا آپ اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟ یعقوبؑ نے فرمایا سنو بیٹا تمہارے اِنِّی یعنی ''میں نے'' کہنے نے پریشان کردیا۔ اسلئے کہ جس نے ''میں'' کہا وہ محنت میں پڑا ''میں پنا'' اسی کو سزاوار ہے جو میں کہنے کے لائق ہے۔ ملائکہ نے نَحۡنُ نُسَبِّحُ کہا آگ آئی۔ ان کو جلادیا ابلیس نے کہا اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ میں آدم سے بہتر ہوں ملعون ہوا۔ قارون نے کہا اُوۡتِیۡتُهٗ عَلٰی عِلۡمٍ عِنۡدِیۡ میں اپنے علم کی وجہ سے دولت مند ہوا ہوں' زمین میں دھنسا دیا گیا۔ فرعون نے کہا ''لی'' غرق کیا گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ گیارہ تارے بھائی ہیں۔ سورج و چاند باپ اور سوتیلی ماں۔ تمہاری وہ شان ہوگی کہ سب گو تاروں جیسے ہوں مگر تمہارے سامنے جھک جائیں گے۔ یہ باعث ہوگا بھائیوں کے حسد کا اور وہ تمہاری ایذا رسانی کے درپے ہوں گے۔ یہ ہے میری پریشانی کا باعث۔ بھائی جو تاروں کی شکل میں دکھے اس سے یہ اشارہ ہے گو اب ایذارسانی یوسفؑ سے گنہگار ہوں گے مگر آخر میں توبہ کر کے یوسفؑ کے صحابہ میں شامل ہوکر لوگوں کے لئے تاروں کے مانند باعث ہدایت ہوں گے۔ تاروں کا ذکر پہلے آیا سورج و قمر کا بعد میں اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اول ملاقات بھائیوں سے ہوگی بعدہ والدین سے۔

تفسیر عرائس میں لکھا کہ جو تجلی الہیٰ آدم علیہ السلام پر ہوئی تھی وہی تجلی یوسف علیہ السلام پر ہوئی۔ اسلئے جیسے ادھر فرشتے سجدے میں گرے تھے ویسے ہی ادھر یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ سجدے میں گرے ہیں۔

تاروں اور چاند و سورج میں تجلی اَفعالی ہوئی تھی اسی کو دیکھ کر حضرت ابراھیم نے هٰذَا رَبِّیۡ فرمایا تھا۔ اگر آدمؑ اور یوسفؑ کو اور ان کے تجلیٔ صفاتی کو دیکھتے تو چاند تاروں سے زیادہ ان کو لطف آتا مگر یہ سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور ان کی تجلیٔ ذاتی کو تو خدا جانے کیا کیا ہوتا۔

پہلے تو دفع ضرر کی تدبیر بتاتے ہیں۔ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاكَ عَلٰۤی اِخۡوَتِكَ

فَیَکِیۡدُوۡا لَکَ کَیۡدًا حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹا یہ خواب تم اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا ورنہ وہ تمہارے حق میں فریب کی چال چلیں گے۔ اگر یہ خیال ہو کہ بھائی تو پیغمبر زادے ہیں کیوں ایسا کریں گے تو فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیۡطَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

یہ تدبیر ہے جو حضرت یعقوبؑ کر رہے ہیں تقدیر کچھ اور ہی ہے۔ تدبیر کرنیکا حکم ہے کر رہے ہیں مگر تدبیر پر بھروسہ نہیں۔ خدا پر بھروسہ ہے۔ اسی پر خوب اطمینان ہے اگر کام بھی بگڑ جائے تو بھی اطمینان میں خلل نہیں آئے گا۔ ایسا تدبیر کرنے والا متوکل ہے بلحاظ تدبیر، توکل کئی قسم کا ہے۔

اول درجہ وہ ہے کہ اس کو خدا پر ایسا بھروسہ ہے کہ خود کو اور تدبیروں کو بالکل بھول جاتا ہے ایسا بن جاتا ہے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں۔ جس طرح قدرت الٰہی حرکت دے حرکت کرتا ہے یہ اعلیٰ درجہ کے یقین کا نتیجہ ہے۔ یہ حالت والا کچھ تدبیر کرتا ہی نہیں اور نہ اس سے ہو سکتی ہے۔

حکایت:۔ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ اپنا لباس سرراہ رکھ کر کہیں چلے گئے تھے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ وہاں آ گئے پہچان کر اس لباس کی حفاظت کرتے رہے تاکہ کوئی نہ لے جائے پھر جب عجمیؒ آئے تو حضرت حسن بصریؒ کو سلام کیا اور کہا امام کیوں کھڑے ہیں؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تمہارے کپڑوں کی حفاظت کرنے کیلئے، تم کس کے بھروسہ پر یہاں چھوڑ گئے تھے۔ حبیب عجمیؒ نے فرمایا اس کے بھروسہ پر جس نے آپ کو یہاں لاکر حفاظت کیلئے کھڑا کیا ہے۔

دوسری قسم:۔ توکل یہ ہے کہ کہ ایسا بھروسہ خدا پر ہوتا ہے جیسے بچہ کا بھروسہ ماں پر کہ وہ بچہ ماں کے سوا کسی کو پہچانتا ہی نہیں اگر کوئی بات گھبراہٹ کی ہوجائے تو ماں کے سوا کسی کی طرف نہیں جاتا۔ ماں کے سوا کسی پر اس کو بھروسہ نہیں ماں کو دیکھے گا تو سب کو چھوڑے گا۔ اسی کے دامن سے لپٹ جائے گا پھر اس کو نہیں چھوڑیگا اگر ماں کے غائبانہ کوئی مصیبت اس پر آئے سب سے پہلے اس کی زبان پر لفظ اماں آئے گا جب

دل میں خیال آئے گا تو ماں کا آئے گا' لپٹے گا تو ماں ہی سے ۔دوڑے گا بھی تو ماں ہی کے پیچھے' اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ اگر ذرا نظر نہ آئے تو ماں اس کو ڈھونڈتی پھرتی ہے اگر وہ دامن نہ پکڑے تو ماں اس کو اٹھالیتی ہے اگر وہ دودھ نہ مانگے اور بہت دیر تک سوتا رہے تو ماں خود سہلا کر اٹھا کر دودھ دیتی ہے اس درجہ کا توکل والا کوئی تدبیر نہیں کرتا۔اگر کوئی تدبیر کرتا ہے تو وہ صرف دعا ہے۔ جیسے بچہ کوئی تدبیر نہیں کرتا سوائے ماں کو پکارنے کے۔

تیسرا درجہ :- توکل کا یہ ہے کہ اللہ پر ایسا بھروسہ ہو جیسا بھروسہ ہوتا ہے موکل کا وکیل پر۔ موکل اصل تدبیر چھوڑتا نہیں ہے مگر وہی تدبیر کرے گا جو وکیل سکھائے یا وہ تدبیر کرے گا جو اس کو معلوم ہے وکیل کی عادت ہے کہ وہ تدبیر کا حکم دیتا ہے گو وہ صاف صاف تدبیر نہ بتائے موکل تدبیر تو کرتا ہے مگر بھروسہ تدبیر پر نہیں ہوتا وکیل پر ہوتا ہے ایسا ہی متوکل خدا کی بتائی ہوئی تدبیروں پر خواہ صراحتاً ہوں یا اشارةً تدبیر کرتا ہے مگر بھروسہ تدبیر پر نہیں خدا پر ہوتا ہے۔

اس وقت یعقوب علیہ السلام تدبیر کی تیسری قسم پر عمل کر رہے ہیں مگر آپ کی شان کے مناسب یہ تھا کہ تدبیر کی اول قسم پر عمل کرتے یا دوسری قسم پر اس لئے تدبیر ہی پر چھوڑ دیا گیا' وہ ہوا جو ہونا تھا۔ اگر تدبیر چھوڑتے اور تسلیم اختیار کرتے تو یوسفؑ کی حفاظت ہوتی۔ایسا نہ ہوتا جو ہوا۔ آخر پیغمبر تھے ان کا تدبیر سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ حاسد کو حسد کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے دفع ضرر کی تدبیر بتا کر آپ خواب کی تعبیر دیتے ہیں وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ جیسے خواب میں تم کو چن لیا ہے۔ ایسا ہی دنیا میں بھی تم کو برگزیدہ کرے گا۔ ایک خاص امتیاز سے سرفراز کرے گا۔ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ تم کو ایسی تعلیم دے گا کہ تم واقعات کو سن کر حقیقت کو پہونچ جاؤ گے۔ خواب کی صحیح تعبیر دے سکو گے نورانیت سے ہر چیز کی اصلی صورت کو دیکھ لو گے۔ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ جسطرح تمہارے آبائے کرام ابراھیمؑ و اسحاقؑ کو نبوت دی تم کو بھی سرفراز فرمائے گا۔

ختم آیۃ پر اسمائے الٰہی نہایت جچتے ہوئے لائے جاتے ہیں۔اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ہوتے ہیں مگر اللہ کی نظر اسی پر پڑتی ہے جو نبوت کے لائق ہو یہ اس کے علم وحکمت کا نتیجہ ہے۔

عَلٰٓى اَبَوَيْكَ فرمایا خود کو اس میں داخل نہیں کیا اس سے حسن ادب کی تعلیم دینا ہے کہ فخر کے موقع پر اپنے کو شریک نہ کریں۔

خواب سے استنباط کر کے حکم لگا رہے ہیں۔ یہ ائمہ کے اجتہاد پر کھلی دلیل ہے كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ بھی یوسفؑ کیلئے ہے یا یہ نیا جملہ ہے اور اس کے مخاطب رسول ﷺ ہیں جیسے قرآن شریف کا طرز ہے۔ جگہ جگہ قرآن شریف میں حضرتؐ کی طرف خطاب کیا جاتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ یعنی اے نبی کریم ﷺ جس طرح یوسفؑ محبوبِ یعقوبؑ تھے آپ محبوبِ قلوب ہیں وہ یعقوبؑ کی اولاد میں برگزیدہ تھے۔ آپ کل مخلوق میں چنے ہوئے ہیں۔ان کو خوابؑ کی تعبیر سکھائی آپکو قرآن کی تفسیراور جوامع الکلم اور عرفان سکھایا۔ یوسفؑ کو خواب میں سیر علویات ہوئی آپکو بیداری میں ملک وملکوت کی سیراور جبروت کا تماشہ دکھایا۔ یوسفؑ کو ملک مصر۔ آپ کو خلافت عالم۔ یوسفؑ کے عاشقوں میں جوش دیوانگی۔ آپ کے عاشقوں میں کون ومکان سے بیگانگی۔یوسفؑ کو تمام نعمت صرف بنی اسرائیل پر۔ آپ کو بہت کچھ زائد تمام عالم پر۔

بہت فرق ہے بلکہ بالکل جدا حبیب زلیخا حبیب خدا

لَقَدْ كَانَ فِىْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

خدائے تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ دیکھو کہ یعقوب علیہ السلام کی زبردست قوت والی جوان اولاد سب کی سب متفق ہوجاتی ہے۔ چھوٹے سے بچہ کے برباد کرنے پر جو کرنا ہے وہ کر گذرتے ہیں۔ مگر خدا جب نہیں

چاہتا ہے تو اس چھوٹے سے بچے کو سب مصائب سے بچا کر نبی اور بادشاہ بنا دیتا ہے۔ زبردست قوت والوں کو ان کے سامنے عاجز بنا کر جھکاتا ہے یہ ہے ان کی شان جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں کوئی مزاحم ہونے والا نہیں۔

حسد کا جال حاسدوں پر ہی پڑتا ہے محسود محفوظ رہتا ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات پوچھنے والوں کو یقین کر لینا چاہیے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں وہی واقعات ہونے والے ہیں جو کنعان و مصر میں سیکڑوں برس پیشتر ہوئے تھے۔

تمام قریش اور نبی اسرائیل کو ایک نہ ایک دن اس نبی اُمی کے آگے جھکنا پڑے گا جیسے اولاد یعقوبؑ یوسفؑ کے آگے جھکی تھی۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے۔ اے کفار مکہ! تم یہودیوں کی محبت پر بھروسہ مت کرو۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے بھائی یوسفؑ کے ساتھ ظلم اور بے وفائی کی تھی تم سے بے وفائی کرنے میں کیا دیر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں باپ تعبیر دے کر حاسدوں کے شر سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتا کر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ تقدیر کو جو کچھ کرنا ہے اس تدبیر سے وہ کب رک سکتی ہے۔ جس درجہ پر یوسفؑ کو لے جانا ہے اس سلسلہ کی پہلی کڑی یوسفؑ کا خواب دیکھنا ہے دوسری کڑی یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی سوتیلی ماں جو خالہ بھی ہیں باپ بیٹوں کے رات کی باتیں سن لیتی ہیں۔ جب یوسفؑ کے بھائی جنگل سے آئے تو ماں نے کہا تھوتم پر! محبت کرنے کو تم، اجر لینے کو یوسفؑ۔ اس کے بعد خواب اور خواب کی تعبیر سب ان سے کہدی۔

صاحبو! کسی کا بھید ظاہر کر دینا بہت بری چیز ہے۔ خدا اور لوگوں کے پاس اس سے زیادہ کوئی بری چیز نہیں ہے اس سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

بظاہر یوسفؑ پر مصیبتیں آنے کا باعث یہی ہوا ماں کے کہنے سے چھیڑ ہوگئی یوں تو پہلے ہی سے

بھائیوں کے خیالات یوسفؑ کی نسبت بگڑ رہے تھے (وہ یہ سمجھ رہے تھے) کہ باپؑ کو یوسفؑ سے زیادہ محبت ہے۔حالانکہ یہ صرف بھائیوں کا خیال ہی تھا بات صرف اتنی تھی کہ یوسفؑ اور بن یامین سب سے چھوٹے تھے اور بن ماں کے ہوگئے تھے۔اس لئے حضرت یعقوبؑ ان کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ یہی بھائیوں کو ناگوار گذرا اور پھر یہ شبہ دن بہ دن قوی ہوتا گیا کہ ہونہ ہو یوسفؑ ہی ہمارے والد کی نبوت کے وارث ہوں اور ہم محروم ہوجائیں۔ یہ توہّم بڑھتے بڑھتے حسد کے درجہ کو پہونچ گیا۔

حسد بری بلا ہے خدا اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے حاسد محسود کو جو کچھ میں نے دیا ہے وہ میری تقسیم ہے تو میری تقسیم کو پسند نہیں کرتا۔ میرے فیصلہ پر تجھے غصہ آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تجھے موت یاد نہیں ورنہ تجھے اپنی فکر پڑتی اور لوگوں پر حسد کرنے کی فرصت ہی نہ ملتی' حاسد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دشمن پر پتھر مارے وہ پتھر الٹ کر اسی کی آنکھ پر لگے اور وہ کانا ہوجائے پھر غصہ میں آکر دوسرا پتھر مارے وہ بھی الٹ کر اس کو لگے اور دوسری آنکھ بھی پھوڑ دے۔ پھر غصہ میں آکر پتھر پھینکے الٹ کر اسی کے سر کو لگے اور سر توڑ دے۔ محسود صحیح و سلامت کھڑا دیکھتا رہتا ہے۔ ایسا ہی حاسد کی نیکیاں محسود کو دلائی جاتی ہیں۔ یہ آخرت کا نقصان الگ ہے۔ دنیوی نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ عذاب میں ہے۔ رات دن دیکھ دیکھ کر جل رہا ہے۔ محسود کو کوئی ضرر نہیں جب تک اس کے مقدر میں وہ نعمت ہے اس کے پاس رہے گی اس کے حسد سے وہ زائل نہیں ہوگی۔

حکایت:۔ بادشاہ کا ایک مقرب تھا وہ کہتا تھا بادشاہ سلامت تم لوگوں سے بھلائی کیا کرو۔ تم سے جو برائی کرے گا خود اس کو برائی پہنچے گی۔ بادشاہ اس کو بہت چاہتا تھا۔ دوسرے مصاحب کو اس شخص سے حسد پیدا ہوا وہ اس سے جلنے لگا۔

ایک روز دوسرے مصاحب نے بادشاہ سے کہا کہ فلاں مصاحب آپ کا لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ بادشاہ کے منہ سے بدبو آتی ہے بادشاہ نے کہا کیسے معلوم ہو کہ اس کا یہ خیال ہے۔ انہوں نے کہا آپ اس کو

نزدیک بلائیے منہ پر ہاتھ رکھے گا تا کہ آپ کی منہ کی بدبو نہ سونگھ سکے۔ پھر بادشاہ کے پاس سے جب گھر آیا اس شخص کو بلا کر کھانا کھلایا۔ اس میں لہسن بہت ڈالا۔ بعد کھانے کے کہا بادشاہ کو لہسن کی بو بری معلوم ہوتی ہے۔ ذرا سنبھل کر بادشاہ کے نزدیک جانا۔ ادھر بادشاہ نے اس کو بلا بھیجا وہ بادشاہ کے نزدیک گیا تو اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تا کہ اپنے منہ کی لہسن کی بدبو بادشاہ کو نہ آئے۔ بادشاہ کو مصاحب کی بات سچ معلوم ہوئی بہت آزردہ ہوا۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ کسی کو جب انعام دیتا تھا تو خزانہ دار کو لکھ کر جس کو انعام دینا ہے اسی کے ہاتھ میں دیتا تھا۔ اسی طرح ایک فرمان لکھ کر اس شخص کو دیا۔ وہ فرمان لے کر یہ شخص باہر نکلا ہی تھا کہ وہ حاسد مصاحب ملا اور پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا بادشاہ میرے لئے خزانہ دار کے نام کچھ لکھا ہے۔ اس حاسد نے کہا میں تم کو اتنی رقم دیتا ہوں یہیں لے لو۔ تم جانے کی تکلیف سے بچ جاتے ہو۔ میں جا کر وصول کر لیتا ہوں محسود راضی ہو گیا۔ وہیں اس سے نقد پیسے لے لئے۔ حاسد خزانہ دار کے پاس گیا۔ خزانہ دار نے کہا کچھ معلوم ہے کہ اس میں بادشاہ نے کیا لکھا ہے۔ کہ اس خط کے لانے والے کو فوراً قتل کر کے اس کا سر میرے پاس بھیج دو۔ اس نے کہا یہ میرے واسطے نہیں ہے۔ دوسرے کے واسطے ہے بادشاہ سے پوچھ لو۔ خزانہ دار نے کہا مہلت دینے کا حکم نہیں ہے۔ فوراً اس کو قتل کر دیا۔ دوسرے دن محسود بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے پوچھا خط کیا کیا؟ اس نے کہا حاسد نے مجھ سے اس طرح کہہ کر وہ خط خود لے لیا۔ بادشاہ نے کہا وہ تو کہتا تھا کہ تو ایسا ایسا کہا کرتا ہے اس نے کہا خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا نہیں کہا پھر منہ پر کیوں ہاتھ رکھا تھا اس نے کہا میں لہسن کھائے ہوئے تھا۔ سنا ہے کہ آپ کو لہسن کی بو بری معلوم ہوتی ہے۔ اس واسطے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ بادشاہ نے کہا تو سچ کہتا ہے جو برائی کرے گا خود اس کو برائی پہونچے گی۔ یہ ہے نتیجہ حسد کا۔

علامت حسد کی یہ ہے کہ سامنے تعریف کرنا اور پیچھے غیبت کرنا۔

حسد یہ ہے کہ کسی کو کوئی نعمت ملے تو اس پر جلنا اور یہ چاہنا کہ اس سے وہ نعمت جاتی رہے۔

اس لئے حضرت یوسفؑ کے بھائی چاہتے ہیں کہ یوسفؑ سے باپ کی چاہت کی یہ نعمت جاتی رہے

ور ہم کو ملے اس لئے مشورہ کیلئے جمع ہوگئے اور آپس میں کہنے لگے۔ اِذْقَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ لیٰ اَبِیْنَا مِنَّاوَ نَحْنُ عُصْبَۃٌ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ ہم جوان ہوں، قوت و طاقت والے ہوں، عداد میں بھی زیادہ ہوں، ہر کام کو ہم کریں دشمن کی مغلوبی اگر ہے تو ہم سے، مگر ہمیں تو کوئی نہ پوچھے اور جتنی حبت ہو وہ اس بچہ کے ساتھ کی جائے۔ پھر آگے انہوں نے کچھ نہ سوچا یہاں تک پہونچ کر فتویٰ لگا دیا۔ اِنَّ اَبَانَالَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بے شک ہمارا باپ بہک گیا ہے کچھ بھی مصلحت پر نظر نہیں۔

اللہ اکبر خودرائی کی انتہا ہوگئی ۔خدا کے نبی یعقوبؑ کو ''بہک گئے'' کہنا تو آسان سمجھ لیا مگر اپنے کسی عیب کی طرف نہ دیکھا۔

انسان کو خود رائی وخود بینی سے بچنا چاہیئے، یہ بھی بہت بری چیز ہے۔

اس کے سوا باپ کی نافرمانی جیسے ایک اور گناہ کے مرتکب ہوئے۔

حدیث :- اللہ کی رضا مندی ماں باپ کی رضا مندی میں ہے۔

اللہ کا غصہ ماں باپ کے غصہ میں ہے۔

تین شخص کو دوزخ کی تہہ میں ڈالیں گے۔ مشرک، پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والا، ماں باپ کا نافرمان، جیسے حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کو ضالؔ کہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی رسول اللہ ﷺ کو ضال فرماتا ہے۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ مگر ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔اولاد یعقوبؑ غصے سے کہہ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت کو محبت سے فرمارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ احسانات گننے کے موقع میں فرماتا ہے کہ ہم نے آپ پر یہ یہ احسانات کئے۔ منجملہ ان کہ یہ بھی ایک احسان ہے کہ آپ کو جب ضال پایا ہدایت کی۔ ضال کے ایک معنی گمراہ کے ہیں۔نبوت کے پہلے جب ہم آپ کو گمراہی کا کام کرنے والا پاتے تھے تو اس سے بچاتے تھے جیسے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ

ایک روز میں نے اپنے ساتھی سے جو بکریاں چرایا کرتا تھا کہا کہ آج کی رات تم میری بکریوں کی حفاظت کرنا میں مکہ معظمہ جاتا ہوں یہ کہہ کر میں مکہ معظمہ کے اس گھر میں آیا جہاں راگ ہوتا تھا باجے بجتے تھے لہو ولعب ہورہا تھا میں وہاں جاکر بیٹھ گیا۔ اس موقع کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا گمراہی کا کام کرنے والا پایا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مجھے وہاں پر اس قدر نیند کا غلبہ ہوا کہ وہیں پڑکر سوگیا مجھے کچھ خبر نہیں کہ ان لوگوں نے کیا کیا۔ جب آفتاب چمکا دھوپ ستانے لگی تب ہوشیار ہوا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَهَدٰى "ہم نے ہدایت کی" پورا ہوا۔ اس طرح اللہ آپ کو بچاتا تھا۔ دوسری مرتبہ ایک رات کو ایسا ہی واقعہ ہوا جو پہلی رات کو ہوا تھا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا میں اس کے بعد پھر کبھی ایسا ارادہ نہیں کیا۔ (یہ حضرت علیؓ سے مروی ہے)

حضرت جنیدؒ سے روایت ہے کہ ضال کے معنی متحیر کے ہیں قرآن کے معانی اس قدر آپ پر ہجوم کرتے تھے کہ آپ متحیر ہوجاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم اس کے بیان کرنیکی ہدایت دیتے ہیں۔ ضال کے معنی ناسی (بھولنے والے) کے ہیں یعنی معراج میں۔ مقام معراج کی ہیبت سے آپ پر بھول غالب ہورہی تھی۔ کیا کہیں کیا چاہیں؟ کس طرح حمد کریں؟ کچھ آپ سے سدھر نہیں رہا تھا فَهَدٰى ہم نے آپ کے دل سے دہشت دور کر کے نہایت اطمینان آپ کو دیا جو مطلب تھا چاہا' جو کہنا تھا ایسی حمد کی جو آج تک کسی نے نہیں کی تھی پھر بھی فرمائے۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ

ضال کے معنی بمحاورہ عرب قوم کے کام کو سردار کے طرف منسوب کرنا ہیں۔ یعنی آپ کی قوم کو گمراہ پایا فَهَدٰى پھر ان کی ہدایت کی۔

عرب اس درخت کو جو تنہا جنگل میں ہو اس کو ضال کہتے ہیں۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا ملکِ عرب میں آپ اکیلے تنہا مثل اس درخت کے تھے جو کسی جنگل میں اکیلا ہو۔

فَهَدَیٰ پھر مخلوق کو ہدایت کی جو جوق در جوق آ کر آپ سے مل رہے ہیں۔

ضال اس محاورہ سے ہے ضَلَّ الْمَاءُ فِي اللَّبَنِ پانی دودھ میں چھپ گیا۔

ایسے ہی آپ کفاروں میں چھپ کر مغلوب ہوگئے تھے فَهَدَیٰ ہم نے آپ کو ظاہر و غالب کیا۔

ضال کے معنی راستہ بھول جانا بھی ہے۔

حدیث :- حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے دادا کی زندگی میں چھوٹا تھا۔ حلیمہؓ کے پاس سے آتے ہوئے راستہ بھول گیا۔ قریب تھا کہ بھوک سے ہلاک ہوجاؤں۔ اس حالت کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا آپ راستہ بھول گئے تھے فَهَدَیٰ ہم نے راستہ بتلایا۔

ضال کے معنی حق ظاہر ہونے کے بعد مخالفت کرنا ہے جس کو گمراہ کہتے ہیں اور جس پر حق ظاہر نہ ہوا ہو اس کو بھی ضال کہتے ہیں جسکو ہمارے محاورہ میں ناواقفیت کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے معنی کے اعتبار سے ضال فرمایا یعنی آپ احکام الٰہی سے ناواقف تھے فَهَدَیٰ ہم نے آپ کو واقف کرایا۔

اور اولاد یعقوبؑ پہلے معنی کے اعتبار سے یعقوب علیہ السلام کو ضال کہتے ہیں یعنی گمراہ ہوگئے ہیں۔

معنی ضال کے ایسا محبّ کہ جو محبت میں بے سدھ ہوگیا ہو اس کو محبت میں قرار وسکون نہ رہا ہو۔

محبت الٰہی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مستغرق غار حرا میں اپنی عمر کا حصہ گزار رہے تھے کہ بیوی بچوں کی خبر تھی نہ مخلوق سے کچھ واسطہ تھا۔ جب ہم نے آپ کو ایسا پایا فَهَدَیٰ اس استغراق سے افاقہ دیا تاکہ آپ نبوت کی تبلیغ کرسکیں۔

یہاں یہ محاورہ بھی ہوسکتا ہے اِنَّ اَبَانَا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کچھ نہیں جی ہمارے باپ تو یوسف کی محبت میں بے سدھ ہوگئے ہیں اسی کو پہلے یوں ادا کیا ہے۔ لَيُوسُفُ وَاَخُوهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا۔

یوسف اور یوسف کا بھائی باپ کے بہت چہیتے ہیں'' بھائی'' کہا نام لیکر یوسفؑ اور بن یامین باپ کے چہیتے ہیں کیوں نہ کہا؟

جواب : اس میں یہ اشارہ ہے کہ بن یامین سے ہم کو عداوت نہیں جو فتنہ ہے یوسف ہے۔ اگر باپ کو بن یامین سے محبت ہے بھی تو اسی وجہ سے کہ وہ یوسف کا حقیقی بھائی ہے اسی واسطے بن یامین کے ایذا کے درپے نہیں تھے۔

صاحبو! یہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے کہ باپ کو گمراہ بہکا ہوا' محبت میں بے سدھ کہہ رہی ہے۔ ایک حضرت علیؓ کی بھی اولاد ہے کہ جب ایسا ہی واقعہ پیش آتا ہے تو وہ باپ سے متعلق جو کہے ہیں سننے کے قابل ہے۔

حکایت:۔ محمد بن حنفیہؒ حضرت علیؓ کے فرزند ہیں حضرت علیؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں محمد بن حنفیہؒ کو فوج کا سپہ سالار بنا کر اکثر جنگوں میں بھیجتے تھے۔ کسی نے محمد بن حنفیہؒ سے کہا تمہارے باپ علیؓ حسنؓ حسینؓ کو کسی لڑائی میں نہیں بھیجتے۔ تم ہی کو ہمیشہ موت کے منہ میں ڈھکیلتے رہتے ہیں۔

صاحبو! اب کیا جواب دینا چاہئے تھا؟ محمد بن حنفیہؒ نے فرمایا حسنؓ حسینؓ میرے والد کی آنکھیں ہیں اور میں والد کا بازو ہوں۔ آنکھ کا کام الگ ہے اور بازو کا کام الگ۔ یہ ہے سعادت مند اولاد۔

دوستو! لَيُوسُفُ وَاَخُوهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَامِنَّا کو خوب سوچئے۔ پھر سوچئے کیا کہہ رہے ہیں '' یوسف اور یوسفؑ کے بھائی سے باپ کو ہم سے زیادہ محبت ہے اولاد یعقوبؑ کو یہ اعتراض نہیں ہے کہ باپ کو یوسفؑ سے اور ان کے بھائی سے محبت کیوں ہے بلکہ ان کا اعتراض یہ تھا کہ یوسفؑ اور یوسفؑ کے بھائی کے ساتھ ہم سے ''زیادہ'' محبت کیوں ہے۔

دوستو! ذرا غور کرو ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ باپ کی زیادہ محبت نہیں دیکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو کیسے اچھا معلوم ہوگا کہ اس کا بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوسری چیزوں سے محبت بڑھائے۔ اس لئے حکم ہوتا

ہے کہ کیوں بندہ ہم کو چھوڑ کر کس سے محبت جوڑی؟ ہائے کس سے علاقہ پیدا کیا ہے۔

ربط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو؟
خود ہی سونچو کہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو؟
پھر کس منہ سے ہماری محبت کا دعویٰ بھی کئے جاتے ہو

حکایت:- ایک شخص نے ایک عورت کو دیکھا اور اس کا عاشق ہوگیا بہت کچھ عشق جتایا عورت نے کہا میں کیا چیز ہوں میری بہن مجھ سے زیادہ حسین وخوبصورت ہے میرے پیچھے آرہی ہے یہ شخص ادھر ہی دیکھنے لگا اس عورت نے ایک دھول اس کو لگائی اور کہا کیا یہی عشق ہے ظالم؟ کیا تجھے عشق جتانے شرم نہیں آتی؟ اگر تجھے مجھ سے عشق تھا تو اوروں کی طرف تو نے کیوں رخ کیا؟ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تو میرے وصال سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگیا۔ دوستو! ہائے ایک عورت تو اپنے سوا غیر کی طرف رخ کرنے والے کو عشق میں جھوٹا کہے۔ بھلا خدا جیسا حقیقی معشوق اس سے زیادہ غیروں سے محبت کرنے والوں کو کیا کہے گا۔ اسلئے بڑھی ہوئی محبت خدا کی ہو اور غیروں کی محبت دبی ہوئی' اور غیر خدا کی محبت بھی اسلئے کہ اس سے محبت کرنے کا خدا نے ہی حکم دیا ہے تو یہ بھی حقیقت میں خدا ہی کی محبت ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اوروں کی محبت میں خدا کے خلاف نہیں کرے گا اور ان کی ایسی محبت ضرر نہیں دے گی ورنہ یاد رکھئے جب خدا سے زیادہ مخلوق سے محبت ہونے لگے تو بلاؤ مصیبت میں گرفتار کئے جاؤ گے۔ جب خدا کے مقبول بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو پھر آپ ہم کس گنتی میں ہیں۔

(۱) آدم علیہ السلام کو جنت سے محبت بڑھنے لگی تو جنت سے علحدہ کئے گئے۔
(۲) حوا علیہ السلام سے محبت بڑھنے لگی تو برسہا برس تک حوا سے جدا کردئے گئے۔
(۳) ابراھیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے محبت بڑھنے لگی تو ذبح کرنے کا حکم ہوا۔
(۴) رسول اللہ ﷺ کو حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ سے محبت بڑھنے لگی تو جبرئیل علیہ السلام زہر اور تلوار کا پیام لے کر حاضر ہوئے۔

(۵) جب یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت بڑھنے لگی تو یوسف علیہ السلام کو چالیس برس تک یعقوب علیہ السلام سے جدا رکھا گیا۔

سب بھائی مشورہ کرتے ہیں جن میں شیطان بھی مرد بزرگ بن کر مشورہ میں شریک ہوا اور یہ مشورہ دیا کہ :-

شیطان کا مشورہ :- تمہارے باپ کو یوسف کے ساتھ تم سے زیادہ محبت ہے اس لئے تجویز یہ ہے کہ اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ یوسف کو قتل کر دینا چاہیے۔ یا دور ایسے خطہ زمین پر پھینک آؤ جہاں پانی نہ ہو اور آبادی سے بہت دور ہو تا کہ وہاں بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے یا کوئی درندہ کھالے۔ یہ شیطان کی رائے ہے کس بندش سے رائے دے رہا ہے کہ اس تجویز کا فائدہ یہ ہوگا کہ یَخْلُ لَکُمْ وَجْهُ اَبِیْکُمْ اب توجہ والد کی بٹی ہوئی ہے اس وقت صرف تمہارے ہی طرف ہو جائے گی۔

باپ کی مہربانی حاصل کرنا بھی ایک نیک کام ہے۔ اسلئے اس تجویز پر عمل کرنا ضروری ہے۔ دیکھا آپ نے بدی کو نیکی کی صورت میں ظاہر کر رہا ہے۔

صاحبو! خوب یاد رکھو کہ کوئی کام ہمارے نیک سمجھنے سے نیک نہیں ہو جاتا نیک کام وہی ہے جس کو خدا اور رسول نیک کہیں۔

اب رہا یہ کہ اس تجویز میں یہ کھٹکا ہے کہ یہ ایک گناہ کی سازش ہے معصوم بے گناہ چھوٹے بھائی کو قتل کرنا یا دور پھینکنا ظلم ہے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ اس کا توڑ یہ ہے کہ وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ اب تو ایسا کر گزرو بعد میں توبہ کر کے نیک ہو جانا۔

اللہ اکبر نفس و شیطان کا کیا دھوکہ ہے۔ ہزار ہا گناہ انسان اسی شیطانی دھوکہ میں آ کر کر بیٹھتا ہے۔ توبہ تو پچھلے اعمال بد کے لئے ہوتی ہے اور یہ آئندہ کیلئے سمجھ رہا ہے۔

توبہ کی مثال مرہم کی ہے۔ گناہ کی مثال آگ کی ہے۔ اتفاق سے جل جانے پر مرہم لگاتے ہیں یہ نہیں کہ مرہم کے بھروسہ پر آگ میں ہاتھ ڈال دیں نمک سلیمانی کے بھروسہ پر جو زیادہ کھائے گا وہ جان سے ہاتھ دھوئے گا ایسا ہی توبہ کے بھروسہ پر جو گناہ کریگا وہ ایمان کھوبیٹھے گا۔ اس کی مثال ہے کہ پاک کپڑے کو نجس کرکے پھر دھونا۔ اگر دھونے سے پہلے موت آئے تو پھر کیا کرے گا۔

اس قول کا قائل کوئی بھائی نہیں ابلیس ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نہیں کہا۔ آئندہ قول ان کے بڑے بھائی کا ہے اس لئے فرمایا۔ قَالَ قَائِلٌ مِنۡهُمۡ لا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡه بَعۡضُ السَّیَارَةِ اِنۡ کُنۡتُمۡ فَا عِلِیۡنَ ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو جان سے نہ مارو کسی گہرے کنویں میں ڈالدو۔ کوئی راستہ چلنے والا نکال کر دوسرے ملک میں لے جائے گا۔ اگر تم کو کرنا ہے تو یوں کرو۔ اس سے تمہاری جو غرض ہے وہ حاصل ہوجائیگی۔

صاحبو! سنو بھائی صاحب نے مہربانی کی تو یہ کی کہ کنوئیں میں ڈال دیا۔ جس کا انجام وہی ہلاکت تھا یہ اور بات ہے کہ خدا کی حکمت سے زندہ نکل آئے۔

یہی حال دنیا والوں کا ہے جب ان کی زبان ہلے گی تو برائی کیلئے جامؔی نے خوب فرمایا ہے۔

جامؔی ابنائے زماں از قول حق صم اندو بکم
نام ایشان نیست عنداللہ بجز شرالدواب

جامی زمانے والے حق بات سے بہرے اور گونگے ہیں۔ ان کا نام اللہ کے پاس ''شرالدواب'' کے سوا کوئی اور نہیں یعنی زمین پر چلنے والوں میں سب سے بدتر ہیں۔

درلباس دوستی سازند کارِ دشمنی
حسب الامکان واجب است از کیدایشان اجتناب

دوستی کے لباس میں دشمنی کے کام کرتے ہیں حتی الامکان ان کے مکر سے بچتے رہنا ضروری ہے۔

شکل ایشان شکل انسان فعل ایشاں فعل سباع
ہم ذئاب فی ثیاب اوثیاب فی ذئاب

ان کی شکل تو انسان کی شکل ہے مگر ان کے کام درندوں کے کام ہیں یہ بھیڑیئے ہیں کپڑوں میں یا کپڑے ہیں بھیڑیوں پر۔

آپ کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ بھائیوں کے مشورہ میں یہ طئے ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیں۔ اس کیلئے یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے جانا ضروری تھا اور جنگل میں بغیر باپ کی اجازت کے نہیں لے جاسکتے تھے۔ اسلئے سوچ رہے ہیں کہ کس بہانہ سے اجازت لی جائے جب مشورے ہورہے تھے وہ گرمی کا موسم تھا جنگلوں میں سوائے دھوپ اور ریتی کے رکھا ہی کیا تھا۔ چند روز بے چینی کے ساتھ توقف کیا۔ جب برسات کا موسم آگیا۔

ہے ظہورِ قدرتِ رب البشر برسات میں
کیسا دل کش اس نے رکھا ہے اثر برسات میں

کیا گھٹائیں اودی اودی اور کیا چھما چھم کی بہار
آنکھیں جس سے ہیں جنک اوردل ہے تر برسات میں

ہے یہ سبزہ اور گل بوٹے ہزاروں رنگ کے
آپ کا بھی دیکھیں کرّوفر برسات میں

ہر طرف رحمت کے جھونکے ہر طرف ٹھنڈی ہوا
شان مولاہم کو آتی ہے نظر برسات میں

کوئلوں کا کوکنا ' موروں کا وہ جھنگاڑنا
دل یہ کرتا ہے جو کرنا ہے اثر برسات میں

جانور بھی کرتے ہیں تسبیح اس کی اے مدیرؔ
تم مگر رہتے ہو کیسے بے خبر برسات میں

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دیکھا کہ اب نہایت لطف و بہار کے دن آگئے ہیں جنگل جنگل نہیں رہے ہیں بلکہ جنت کا نمونہ بن گئے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے سے کہنے لگا لو بھائی مبارک ہو وہ موسم آ گیا ہے جس کیلئے ہم مہینوں سے انتظار کر رہے تھے۔ چلو اور چل کر یوسفؑ کو پھسلا کر اپنے ساتھ جنگل کو چلنے کیلئے آمادہ کریں غرض یوسفؑ کو علحدہ بلا کر کہنے لگے۔ یوسفؑ ہماری جان تم پر سے قربان آج کل جنگل مین عجیب لطف ہے مگر ہمارا دل تمہارے لئے ٹوٹتا ہے۔ تمہارے بغیر ہم کو کچھ مزہ نہیں آتا۔ کچھ ہی ہو ہم نے تو اب قسم کھالی ہے کہ تمہارے بغیر سیر نہیں کریں گے۔ چھوٹا بھائی تو گھر میں قید رہے اور ہم جنگل میں مزے اڑائیں غرض یوسفؑ ان کی باتوں میں آگئے اور کہا کہ کسی طرح سے باوا کو راضی کر کے میں تمہارے ساتھ جنگل کو چلتا ہوں۔ اندرونی یہ سازش کر کے اب سب بھائی مل کر باپ کے سامنے آئے اور گفتگو شروع کی۔

انداز گفتگو ایسا ڈالا کہ درخواست نا منظور نہ ہو۔ صاف لفظوں میں انھوں نے اپنا مدعا نہیں کہا بلکہ باپ پر اثر ڈالتے ہیں۔ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ آپ کو ہم پر اعتبار ہی نہیں بھروسہ ہی نہیں آپ نے ہم کو یوسفؑ کا غیر سمجھ رکھا ہے حالانکہ ہم تو یوسفؑ کے خیر خواہ ہیں۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ یوسف کو کل ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ وہ بھی چلے پھرے کھیلے کودے اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگل میں جانا سیر و تفریح کرنا مباح ہے یوں بھی انسان ہمیشہ خوش مزاج رہے نہ ایسی ہنسی و مسخرا پن یا ٹھٹھا کرے جس سے چھچھورا پن ظاہر ہو' نہ ایسی صورت بگاڑے رہے کہ خوش آدمی بھی

دیکھ کر غمزدہ ہوجائے۔ رسول اللہ ﷺ کی مسکراتی ہوئی صورت تھی۔ کیسا ہی غمزدہ آپ کو دیکھتا خوش ہوجاتا۔ کھانے میں نمک جیسا ہوتا ہے ایسی خوش طبعی کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے

حکایت:- کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کے پاس ایک شخص کو لے کر آیا اور کہا یہ کہتا ہے کہ اس نے خواب میں میری ماں سے زنا کیا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اس کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ کو درے مارو۔ بھائیوں کا یہ کہنا کہ یوسفؑ کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور حضرت یعقوبؑ کا خاموش رہنا ساری تباہی کا باعث ہوا۔ اگر حضرت یعقوبؑ خدا پر بھروسہ کرتے تو یوسفؑ کی حفاظت ہوتی۔ انہوں نے بھائیوں کے کہنا اِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ کا خیال کیا۔ اس لئے حفاظت نہ ہوئی۔

اب یعقوب علیہ السلام سوچ میں ہیں ان کو وہ اپنا خواب یاد آرہا ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا تھا کہ یوسف لق و دق جنگل میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہیں گیارہ بھیڑیوں نے ان کو گھیر لیا ہے یکا یک یوسفؑ ان میں سے غائب ہوگئے۔

دوستو! غور کرنے کا مقام ہے کہ یوسفؑ کے گیارہ بھائی یعقوبؑ کے خواب میں گیارہ بھیڑیئے اور حضرت یوسفؑ کے خواب میں گیارہ تارے نظر آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یعقوبؑ کے خواب میں وہ گناہ کی حالت میں نظر آئے اس لئے بھیڑیئے دکھائی دیئے۔ یوسفؑ کے خواب میں توبہ کی حالت میں نظر آئے اس لئے تارے دکھائی دیئے۔ معلوم ہوا کہ گنہگار بھیڑیئے کی صورت میں ہے اور تائب تارے کی صورت میں گیارہ بھائیوں کی ابتدائی حالت یعقوب علیہ السلام کو نظر آئی اور حضرت یوسفؑ کو ان کا خاتمہ نظر آیا۔ دارومدار خاتمہ پر ہے۔ اب یعقوب علیہ السلام متردد ہیں انکار کرتے ہیں تو اولاد یعقوب آزردہ ہوتی ہے کہ باپ کو ہم پر اعتبار نہیں۔ بھیجتے ہیں تو واقعات روک رہے ہیں۔ آخر سوچ کر حضرت یعقوبؑ طرز کلام بدلتے ہیں ایسا جواب دیتے ہیں کہ بے اعتباری کا بھی اعتراض اٹھ جائے اور یوسف بھی علحدہ نہ ہوں قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ بے اعتباری کی کیا بات ہے یوسفؑ کی جدائی شاق ہے۔ ان کے چلے جانے

سے مجھے خواہ مخواہ تکلیف ہوگی۔اگراولاد یعقوب سعادت مند ہوتی تو یہی ایک فقرہ کافی تھاوہ رک جاتی اور سمجھتی کہ کیوں ایسا کام کریں جس سے باپ کے دل کوصدمہ پہنچے۔

دوستو! سنو بات یہ ہے جھاڑ جب سوکھ جاتا ہےتو اس میں سوائے کانٹے کے اور آگ کا ایندھن بننے کے کوئی صلاحیت نہیں رہتی اور جب تک کچا رہتا ہے تو اس میں نرمی رہتی ہے اور ہر طرح کی صلاحیت ہوتی ہے۔ایسے ہی اللہ کا ذکر ہے۔اس کی خاصیت ہے کہ دل کونرم کرتا ہے اور دل ذکرالٰہی سے خالی ہوتو اس دل کونفس کی حرارت اور شہوات کی آگ سکھادیتی ہے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے۔سوکھی لکڑی کی طرح اعضاء بھی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔جیسے حضرت یعقوبؑ کی ان اولاد میں آپ دیکھ رہے ہو وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ۔

یعقوبؑ نے فرمایا دوسری وجہ نہ بھیجنے کی یہ ہے کہ ذراسی غفلت سے بعض اوقات خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ایسے جنگل میں جہاں بھیڑیئے کثرت سے ہوں بکریوں کا مندہ چرانے والوں کے ساتھ چھوٹے بچے کو بھیجنا خالی از خطرہ نہیں ہے۔ممکن ہے کہ ذراتم ادھر ادھر ہوجاؤ اور یوسفؑ کو بھیڑیا کھاجائے۔

حضرت یعقوبؑ کس عمدگی سے سمجھا رہے ہیں فرماتے ہیں قصداً نہیں غفلت سے ممکن ہے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے۔حضرت یعقوب کے پہلے فقرہ کا کہ یوسف کی جدائی شاق ہے۔اولاد یعقوبؑ کچھ جواب نہیں دیتی بلکہ اس فقرہ سے اور بھی حسد کی آگ بھڑک گئی جل بھن کر رہ گئے۔ہاں دوسرے فقرہ کا جواب کہ تم ادھر ادھر ہوگئے اور یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے۔یہ دیتے ہیں قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّا اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ہماری موجودگی میں جب کہ ہم میں کا ایک ایک دس شیروں کا مقابلہ کرسکتا ہے۔بھیڑیئے کے کھا جانے کی آپ نے خوب کہی! تو یوں فرمایئے کہ آپ ہم کو محض نالائق نکمے ناکارہ سمجھتے ہیں'' اس کا خیال بھی آپ کے دل میں نہ لایئے آخر ہم کس روز کیلئے ہیں' اگر بھیڑیئے سے اس بچے کی حفاظت نہ کی تو ہم بالکل بودے قرار پائیں گے۔اس گفتگو میں اولاد یعقوبؑ نے اچھی خاصی جھگڑے کی

صورت پیدا کرلی۔ اسلئے یعقوب علیہ السلام کو ان کی رائے ماننا پڑی۔ اب ذرا آپ اس کو بھی سوچئے کہ حضرت کس شفقت سے بچوں کو سمجھا رہے ہیں۔ بچے ہیں کہ اپنی ہٹ پر اڑے ہوئے ہیں اور یوسفؑ کو بھی پھسلا کر لائے ہیں وہ بھی ہٹ کررہے ہیں کہ ابا ہم کو جنگل جانے کی اجازت دو۔

صاحبو! یہ بال ہٹ ہے۔

ایک دفعہ اکبر نے بیربل سے کہا یہ جو مشہور ہے کہ تین ہٹ بہت سخت ہوتی ہیں ان کا پورا کرنا مشکل ہے۔ راج ہٹ' تریا ہٹ' بالک ہٹ ۔ بے شک بادشاہ اور عورت کے ہٹ کو پورا کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ دونوں ذی عقل ہوتے ہیں ممکن ہے کہ وہ سوچکر ایسی بات کہتے ہوں جنکا پورا کرنا دشوار ہو مگر بچہ کی ہٹ کا پورا کرنا کیا مشکل ہے کہ بچہ میں اتنی سمجھ کہاں جو سوچ سوچ کر دشوار بات نکالے۔ دوسروں کو عاجز کردے بیربل نے کہا حضور سب سے زیادہ مشکل بالک ہٹ ہے اس کے پورا کرنے کیلئے بڑی عقل کی ضرورت ہے۔ اکبر نے کہا یہ سمجھ میں نہیں آتا اس کا امتحان ہونا چاہیے بیربل نے کہا حضور میں بچہ بنتا ہوں آپ میری ہٹ کو پوری کیجئے کہا اچھا بیربل بچوں کی طرح رونے لگا۔ اکبر نے پوچھا کیوں روتے ہو بیربل نے کہا ہم تو کُلیا لیں گے۔ اکبر نے فوراً ایک کُلیا منگوادی وہ پھر رونے لگا۔ اب کیوں روتے ہو تو کہا ہم تو ہاتھی لیں گے۔ اکبر نے فیل خانہ سے ایک ہاتھی منگوادیا وہ پھر رونے لگا کہا اب کیوں روتے ہو' کہا اس ہاتھی کو اس کلیا میں رکھ دو۔ اکبر عاجز ہوگیا کہا اچھا ہم اب بچہ بنتے ہیں تم ہماری ہٹ پوری کرو۔ بیربل نے کہا اچھا اکبر کو اور کوئی سبق تو آتا نہ تھا وہی بیربل کا پڑھایا ہوا سبق دھرایا کہ ہم تو کلیا لیں گے۔ اس نے کلیا منگوادی۔ پھر کہا ہم ہاتھی لیں گے اس نے بازار سے مٹی کا ایک ذرا سا ہاتھی منگوادیا۔ پھر کہا اس کو کلیا میں رکھ دو اس نے اٹھا کر رکھ دیا۔ اکبر خاموش ہوگیا۔ بیربل نے کہا حضور آپ سے یہ غلطی ہوئی کہ بچہ کی فرمائش پر آپ نے اتنا بڑا ہاتھی منگادیا۔ آپ کو ہاتھی بھی بچہ کی مناسبت سے منگانا چاہیے تھا۔ مگر بعضے بچوں کی ہٹ بیربل کے باپ سے بھی پوری ہونا مشکل ہے۔

حکایت:- ایک بچہ ہٹ کرنے لگا میں تو وہ چیز کھاؤں گا وہ چیز لاکر رکھ دی گئی۔ پھر ضد کرنے لگا کوئی اور چیز مانگی وہ بھی لاکر دیدی گئی جب ساری ضد پوری ہوگئی تو کہنے لگا ہائے یہ چاند کیوں نکل رہا ہے اس کو چھپاؤ یہاں بے چارے ماں باپ عاجز ہوگئے۔

غرض جوان بیٹوں کے جھگڑے کی شکل پیدا کرنے سے اور یوسفؑ کی ہٹ سے مجبور ہوکر یعقوبؑ نے یوسفؑ کو جنگل میں لے جانے کی اجازت دیدی۔ دوستو تقدیر کے سامنے تدبیر نہیں چل سکتی۔ حضرت یعقوبؑ نے بہت کچھ تدبیریں کیں لیکن ایک نہ چلی اور یوسفؑ کو کنعان سے نکلنا تھا نکلے۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے تین سوالوں کا کچھ جواب نہیں

(۱) حضرت یعقوبؑ آپ یوسفؑ کو بہت چاہتے ہیں پھر دشمنوں کے ہاتھ میں کیوں دے رہے ہیں؟

(۲) اے مسلمان تو خدا کو بہت چاہتا ہے پھر یہ نافرمانی کیسی؟

(۳) اے خدا تو بندۂ مومن کو بہت چاہتا ہے پھر یہ مصیبتیں کیسی؟

آدم علیہ السلام کے پہلے عشق ومحبت جگہ تلاش کرتی تھیں اور تو اور مَلَاِ اعلیٰ کے فرشتے بھی عشق ومحبت کے قابل نہیں تھے۔ خلوت میں یہ عشق ومحبت مخفی چھپی ہوئی تھیں۔ پھر ابلیس کے عبادت کا شہرہ ہر جگہ ہونے لگا عشق ومحبت خلوت سے نکل کر ابلیس میں مقام کرنا چاہی۔ غیرت الٰہی نے پکارا عشق ومحبت کہاں جاتے ہوا؟ ابلیس اس کا اہل نہیں ہے۔ پھر وہ عشق ومحبت پردہ غیب میں جن وملک سے علحدہ ہوکر چھپے رہے۔ ادھر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ادھر عشق ومحبت کو درخت بناکر جنت میں لگایا۔ آدمؑ سے کہا آدم جنت کی سب نعمتیں کھانا مگر یہ عشق ومحبت کے درخت کے پاس نہ جانا۔ ابلیس نے کہا آدم جنت کی یہ ساری نعمتیں جسمانی غذائیں ہیں اور عشق ومحبت یہ روحانی غذا ہے۔ آدمؑ اگر یہ نہ کھائے تو کیا کھائے آدم للچائی ہوئی نظریں عشق ومحبت کے درخت پر ڈالنے لگے۔ حکم ہوا آدمؑ یہ کیا کرتے ہو؟ کچھ اس درخت کی خاصیت معلوم ہے۔ اس کو کھاتے ہی اس کی جڑ دل کے اندر گھس جاتی ہیں۔

نہالے کاشت دہقان، محبت درزمین دل　　　تنش درد و بَرَش اندوہ، بنش خونست و شاخش غم

دہقان محبت نے دل کی زمین میں ایک درخت بویا جس کا تنہ درد ہے اور اس کے پھل مصیبت اور اس کی جڑ خون اور اس کی ڈالیاں غم۔

آدم ذرا سوچ سمجھ لو۔ اگر آرام و آسائش چاہتے ہو تو دیکھو یہ جنت ہے کھاؤ، پیو، لطف اٹھاؤ، مزہ لو، شجر محبت کا نام نہ لو۔ اگر شجر محبت کھاتے ہو تو یاد رکھو۔

خوں ریز بود ہمیشہ در کشور ما　　　خونابہ بود مدام در ساغر ما

عشق و محبت کے ملک میں ہمیشہ خونریزی رہتی ہے عشق و محبت کے پیالے میں ہمیشہ خون کی شراب بھری ہوئی ہوتی ہے۔

داری سر ما وگرنہ دور از بر ما　　　مادوست شدیم و تو نداری سر ما

اگر ہمارا خیال ہے تو یہ سب کچھ سہنا ہوگا ورنہ پھر عشق و محبت کا نام نہ لینا۔ یاد رکھنا ہم تو تیرے دوست ہونا چاہتے تھے مگر تو ہم سے محبت نہیں رکھنا چاہتا ورنہ محبت کے سب لوازمات کو قبول کر لیتا۔

غرض آدم علیہ السلام کا شجر محبت کو چکھنا ہی تھا کہ دنیا بھر کی بلائیں مصیبتیں ٹوٹ پڑیں

اب حضرت یعقوبؑ بھی اس کانٹوں کے جنگل میں تشریف لا رہے ہیں۔ ادھر بی زلیخا پھولوں کے سیج پر سونے والی اسی کانٹوں کے بچھونے پر سونے کی تیاری کر رہی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی روانگی کی تیاری ہو رہی ہے۔ سر دھلایا، نہلایا اچھے اچھے کپڑے پہنائے خوشبوئیں لگائیں۔

حضرت ابراھیمؑ کو نمرود کی آگ میں گرتے وقت حضرت جبرئیل نے جنت سے جو پیراہن لا کر پہنایا تھا۔ اس پیراہن کو تعویز بنا کر یوسفؑ کے بازو پر باندھا تبرکاً حضرت اسحاق علیہ السلام کا عمامہ سر پر رکھا۔ اپنی چادر اڑھا کر رخصت کیا۔

آج ہے اس گھر سے یوسفؑ کی وداع　　　آبنی ہے جان پر کیسی وداع

آج بس رخصت ہے اس گھر کا چراغ دل پہ آنے کو ہے بس فرقت کا داغ

کنعان کے دروازے پر ایک جھاڑ تھا اس شجر کو وداع کہتے تھے سفر کرنے والے کو سب وہاں تک پہونچایا کرتے تھے۔ یعقوب علیہ السلام بھی یوسفؑ کو پہونچانے شجرہ وداع تک آئے چھاتی سے لگا کر بہت درد سے روئے: یوسفؑ تمہارے جانے سے مجھے بہت بڑے غم کی بو آرہی ہے۔ معلوم نہیں انجام کیا ہوتا ہے۔ بیٹا یوسفؑ دیکھو مجھے نہ بھولنا میں بھی تم کو نہیں بھولوں گا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ بیٹا کسی حال میں خدا کو نہ بھولنا۔ جب کسی مصیبت میں پھنسنا تو خدا ہی سے مدد لینا۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ اکثر کہا کرنا۔ تمہارے دادا ابراھیم کے آگ میں گرتے وقت یہی کلمہ ان کی زبان پر تھا خدا نے ان کو آگ سے بچالیا۔ باپ رورو کر رخصت کرر ہے تھے۔ یوسفؑ کی بہن اس وقت سورہی تھیں۔ خواب میں دیکھا کہ دس بھیڑیئے یوسفؑ کو باپ کے گود سے لے گئے۔ گھبرائی ہوئی اٹھی سنی کہ یوسفؑ بھائیوں کے ساتھ جنگل کو جارہے ہیں۔ دوڑتی ہوئی آئی یوسفؑ کو چھاتی سے لگا کر روئی اور ایک ایک بھائی سے کہتی تھی مجھے باندی سمجھو اپنے ساتھ لے چلو۔ تمہاری خدمت کرتی چلوں گی۔ لکڑیاں لاؤں گی۔ کھانا پکاؤں گی۔ بھائیوں نے حیلہ کر کے ٹال دیا۔ عجیب وقت تھا۔ یوسفؑ ادھر رورہے ہیں۔ یعقوبؑ ادھر۔ بہن ادھر۔ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ حوریں کھڑی رورہی تھیں۔ روحانیاں بے چین تھیں۔ ادھر تقدیر کہہ رہی تھی: یعقوبؑ ایک رات کی جدائی نہیں ابھی یہ چالیس برس کی جدائی ہے۔

صاحبو! فراق و جدائی ایسی آگ ہے جس کا بجھنا بغیر ملاقات کے ممکن نہیں۔ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ آفتاب ڈوبتے وقت پیلا کیوں ہوجاتا ہے تو کہا کہ جدائی کے خوف سے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِی تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ اس سے مراد فراق کی آگ ہے جو دل کو جلا کر کوئلہ کردیتی ہے۔

پھر سب بھائیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا تمہارے آئے بغیر میں شہر نہیں جاؤں گا۔ دیکھو میرے یوسفؑ کو جلد لانا۔ بڑے بیٹے سے کہا ''بیٹا تم سب میں بڑے ہو یوسفؑ کو میں تمہیں سونپتا ہوں۔ ان کی نگرانی میں غفلت نہ کرنا دوسروں پر بھروسہ نہ کرنا'' اس نے قبول کیا۔

بڑے بیٹے کو سونپنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسفؑ چالیس سال دور رہے اگر خدا کو سونپتے تو یہ نہ ہوتا جو ہوا۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ یعقوبؑ نے کہا ایک بار پھر میرے یوسف کو لاکر مجھ کو دکھلاؤ۔ پھر یوسفؑ لائے گئے آپ نے کہا بیٹا مجھے تنہا چھوڑ کر چلے۔ پھر ان کو تسلی دے کر سب چلے گئے۔ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ سو جب یوسفؑ کو (اپنے ساتھ جنگل کو) لے گئے۔ اس وقت یوسفؑ کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ جب تک باپ کے سامنے تھے یوسفؑ کو کوئی بھائی کاندھے پر بٹھاتا اور کوئی گردن پر اور کوئی سر پر۔ جب باپ کی نظر سے غائب ہوئے تو زمین پر پٹک دیا اور کہا اے جھوٹے خواب والے کہاں ہیں تیرے تارے فلک کے وہ آکر ہمارے ہاتھ سے تجھ کو چھڑادیں۔ طرح طرح کی ایذا دے رہے تھے اور مارتے جاتے تھے جس بھائی کے پاس جاتے وہ طمانچہ مارتا جس کے دامن میں چھپنا چاہتے وہ گریباں پھاڑتا آفتاب بلند ہوا یوسفؑ کو پیاس لگی ایک ایک بھائی سے پانی مانگتے تھے تو پانی دکھا دکھا کر زمین پر پھینک دیتے تھے۔ یوسفؑ کہتے تھے بھائی میرا کیا قصور ہے تم بڑے ہو میرے بچپن پر رحم کرو۔ کوئی طمانچہ مارتا تو کوئی گلا گھونٹتا۔ بھائی پانی کیوں نہیں دیتے۔ تو کہتے تو پانی کا پیاسہ ہے ہم تیرے خون کے پیاسے ہیں۔ چل اب تجھے خون پلاتے ہیں۔ یوسفؑ تڑپ کر کہنے لگے۔

کجائی اے پدر آخر کجائی   زحال من چنین غافل چرائی

باواجان کہاں ہو دیکھو آؤ تمہارے پیارے بچہ کا کیا حال ہے پاؤں میں آبلے آگئے ہیں۔ منہ طمانچوں سے لال ہوگیا ہے۔ اب جان کی باری ہے۔

غرض جس بھائی کی پناہ میں جاتے وہی دشمن بن کر سخت ایذا دیتا تو یوسفؑ ہنسنے لگے۔ یہودا نے کہا واہ یہ بھی کوئی ہنسنے کا وقت ہے۔ یوسفؑ نے کہا میرے اور میرے خدا میں ایک راز ہے۔ یہودا نے کہا وہ کیا راز ہے۔ کہا ایک دن میں نے تم کو دیکھ کر دل میں کہا تھا۔ میرے بھائی گیارہ ہیں ایک سے بڑھ کر ایک قوت والا زبردست۔ ایک ایک دس پر بھاری ہے۔ اگر کوئی دشمن میرا ہو تو ایسے بھائیوں کے ہوتے ہوئے وہ دشمن میرا کیا کرسکتا ہے۔ میرے اس خیال کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے تم کو مجھ پر مسلط کیا ہے۔

جو خدا کو چھوڑ کر بندے پر بھروسہ کرتا ہے اس کی یہی سزا ہے۔

یہودا کو یہ سن کو یوسفؑ پر رحم آیا۔ یوسفؑ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ سب بھائیوں نے کہا ایسا ہی پناہ میں لینا تھا تو اتنی سردردی کی کیا ضرورت تھی تو اس نے کہا جو مشورے میں طے پایا ہے وہ کرو باقی ایذا مت دو وَاَجۡمَعُوۡۤا اَنۡ يَّجۡعَلُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ (اور حسب قرارداد سابق) سب نے پختہ عزم کیا کہ یوسف کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں (تو جو کچھ تجویز کیا تھا اس پر عمل شروع کیا) اور جس کنوئیں میں پھینکنا چاہتے تھے وہ کنواں آ گیا۔ کنعان سے چار کوس پر وہ کنواں تھا۔ نیچے بہت گہرا تھا اور منہ چھوٹا تھا اس کنوئیں میں ڈالنا چاہا تو یوسفؑ ایک ایک بھائی کو چمٹنے لگے مگر سب بھائی چھڑا دیتے تھے۔ باپ کا واسطہ دیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا پاؤں پر ان کے گرے۔ ٹھوکر سے مارا۔ جب یوسفؑ نے دیکھا کہ کوئیں میں ڈالنا ہی چاہتے ہیں تو بھائیوں سے کہا اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں بدقت راضی ہوئے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی۔

الٰہی اب میں خود کو تجھے سونپتا ہوں۔ بھائی نزدیک آئے اور کرتا اتار لیا۔ یوسفؑ نے کہا اتنا کرتہ رہنے دو کہ زندگی میں اس سے جسم چھپاؤں گا۔ مرنے کے بعد میرا کفن بنے گا۔ کون سنتا ہے کرتہ اتار کر کمر میں رسی باندھی یوسفؑ نے کہا بھائی جو تم کو کرنا تھا کر چکے۔ کوئی ظلم باقی نہ رکھا۔ اب میری وصیت ہے اس کو یاد رکھو کہا وہ کیا ہے؟ یوسفؑ نے کہا ابا کو آرام سے رکھنا۔ میرے ساتھ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی ابّا کو خبر مت دینا وہ تم سے ناراض ہوں گے تم کو سزا دیں گے گو تم نے مجھکو ایذا دی ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ تم کو ایذا پہونچے۔ اتنا کہنے پائے تھے کہ کنویں میں چھوڑ دیئے گئے۔ کچھ دور کنویں میں نہیں گئے تھے کہ ایک بھائی نے رسی کاٹ دی پھر بھائیوں نے پکارا ''یوسف یوسف'' یوسفؑ سمجھے کہ شائد بھائیوں کو رحم آیا ہے۔ بھائیوں کو جواب دیا۔ بھائیوں نے کہا ارے ابھی زندہ ہے۔ اوپر سے پتھر مارنے لگے۔ یہودا نے روکا اور کہا جو کرنا تھا سو کر چکے اب کیوں ستاتے ہو۔

دوستو! اب سونچو بھائیوں نے یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں ایک سنسان جنگل میں واقع

ہے۔اب ظاہری اسباب اور جس قدر دنیوی ذرائع ہیں سب ختم ہوچکے ہیں اب بالکل یاس ہے سب سے تعلقات ٹوٹ گئے ہیں۔ صرف ایک خدا کا تعلق باقی ہے۔رحمت الٰہی کو جوش آتا ہے۔ یوسفؑ کا تعلق آسمان کے رہنے والوں سے قائم کردیا جاتا ہے۔مظلوم کی دل جوئی کا پیام آسمان سے آتا ہے۔

مسلمانو! یہ وہ سبق ہے کہ جو ہم کو یادرکھنا چاہیے۔

مسلمانوں نے غیر خدا پر بھروسہ کیا دیکھ لیا۔ ابھی عبرت نہیں ہوئی جب تک ٹوٹ پھوٹ کر خدا کے نہ ہوں گے ایسے ہی ٹھوکریں کھائیں گے۔

غرض اب یوسفؑ کو ظاہری مدد بھی آتی ہے اور باطنی بھی۔ دونوں مددیں اور باؤلی کی کیفیت کو آگے ظاہر کیا جاتا ہے۔

القصہ جب اس طرح بھائیوں نے مظلوم یوسفؑ کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھے اور ایک رسی کمر میں باندھ کر بہت بے دردی سے کنویں میں چھوڑنا شروع کیا۔

مظلوم یوسف کنویں میں آدھی دور نہیں پہونچے تھے کہ ان بے رحموں نے رسی کاٹ دی۔ظلم کی انتہا ہوگئی۔

صاحبو! ظلم کرنے سے بچو۔ ظالم پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں کرتا۔

ظالم قیامت میں ذلیل اٹھایا جائے گا۔

ظالم کی قبر میں ظلم کا اندھیرا چھایا رہے گا۔

ظالم پر اللہ تعالیٰ کا غضب رہتا ہے۔

ظالم پر ظلم آگ بن کر عذاب دے گا۔

ظالم شفاعت سے محروم ہوگا۔

صاحبو! ایک مصیبت کا دن آنیوالا ہے وہ دن قیامت کا ہے۔ اہل حقوق ظالم کو گھیر لیں گے کوئی کہے گا اس نے مجھ کو مارا تھا۔ اس نے مجھ سے خدمت لیکر مزدوری نہیں دی تھی۔ کوئی کہے گا اس نے ناحق میرا مال

کھایا تھا۔کوئی کہیگا مجھ کو گالی دی تھی۔کوئی کہے گا میری غیبت کی تھی۔کوئی کہیگا مجھ سے دغا وفریب کیا تھا۔ غرض سینکڑوں دعوے پیش ہوں گے۔ بندہ گھبراکر خدا کی طرف سراٹھائے گا۔ شاید خدا ان جھگڑوں سے چھڑادے۔ ادھر سے ارشاد ہوگا۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَاكَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ آج کا دن کسی پر ظلم نہ ہوگا۔جس نے کسی پر ظلم کیا ہے اس کا بدلہ ہونا ضروری ہے ہائے رے۔ اس وقت کی مایوسی بندہ ہکا بکا ہوکر چوطرف دیکھے گا۔

صاحبو! خدا کیلئے بندوں کے حقوق تلفی سے بچوکہ یہہ تمہارے نیک اعمال کیلئے گھن ہیں۔آج کرلوجوظلم کرنا ہے۔مگر یادرکھو اس ظلم کابدلہ دیکھنا ہوگا۔یہ تو آخرت میں ظلم کابدلہ ہے۔دنیامیں ظلم سے جو ہوتا ہے۔اس کی تصویر قرآن شریف اس طرح کھینچتا ہے۔

یہ ظالموں کے گھر ہیں جو کھنڈر ہوگئے ہیں'' کیوں؟ ان کے ظلم کے سبب سے''

نَامَتْ جُفُوْنُكَ وَ الْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٗ" يَدْعُوْ عَلَيْكَ وَ عَيْنُ اللهِ لَمْ تَنَمْ

ارے ظالم تیری آنکھیں تو سورہی ہیں مگر مظلوم پر نیند حرام ہے وہ تڑپ تڑپ کر تجھ کو بد دعا دیتا ہے یادرکھ اللہ کی آنکھ نہیں سورہی ہے وہ سب دیکھ رہا ہے بےفکرمت رہ دیکھ کیا ہوتا ہے۔

غرض ادھر یوسفؑ کی رسی کٹی وہ تن نازک اندھیرے کنویں میں چلا باطنی مدد پہونچی ادھر عرش معلیٰ سے حضرت جبرئیل کو ندا ہوئی جبرئیل جلد خبرلو۔ یوسفؑ کی رسی کٹ چکی ہے تہ میں گررہے ہیں تہ میں پہونچنے سے پہلے جلدی سے گود میں لے لو

جس کو اپنے چھوڑ دیتے ہیں کہیں لینے والے اس کے ہم ہیں بالیقین

جبرئیل نے آکر آہستہ سے یوسفؑ کو ایک چٹان پر بٹھادیا۔سب بھائی تو یوسفؑ کو کنویں میں ڈال کر چل دیئے ایک بھائی جس کو یوسفؑ سے کسی قدر محبت تھی ٹھہرارہا اور کنویں پر آکر کہا یوسفؑ کیا زندہ ہو یا مرگئے۔ یوسفؑ نے کہا تم کون ہو جو غریب وبیکس وبے سہارا کو یاد کرتے ہو۔اس نے کہاں میں تمہارا بھائی

یہودا ہوں۔ یوسفؑ نے روتے ہوئے کہا بھائی کیا پوچھتے ہو اس کے حال کو جو باپ سے جدا ہے کنویں کی تہہ میں پڑا ہوا ہے۔ مرنے کے قریب ہے تن برہنہ ہے۔ لب تشنہ، شکم بھوکا۔ دل زخمی نہ کوئی مونس ہے نہ مددگار۔ نہ کوئی ہمدم ہے نہ کوئی غمگسار یوسفؑ کی بے کسی پر یہودا بہت رویا۔ یوسفؑ نے کہا بھائی یہ وقت رونے کا نہیں ہے۔ یہ وقت وصیت کا ہے جو ہونا تھا وہ ہوا۔

یوسفؑ نے کہا سنو بھائی میری وصیت یہ ہے کہ جب تم شام کے وقت گھر میں جاؤ گے تو میری بیکسی کو یاد کرنا۔ کھانے کے وقت میری بھوک کو نہ بھولنا جب کپڑے پہننا تو میری برہنگی کو یاد کرنا۔ خوشی کے وقت جب دوستوں کے ساتھ مل بیٹھنا تو میری پریشانی اور تنہائی کو یاد کرنا۔ الغرض یہودا اور سب بھائی چلے گئے اور یوسفؑ روتے روتے بے ہوش ہوگئے۔ اب یوسفؑ پورے خدا کے ہوگئے ہیں۔ سب سے تعلقات ٹوٹ گئے ہیں۔ رحمت الٰہی جوش میں ہے حکم ہوتا ہے جبرئیل تم یعقوبؑ کی صورت بنا کر یوسفؑ کو تسلی دو۔ جبرئیل یعقوبؑ کی صورت بنا کر یوسفؑ کا سر گود میں لئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یو سفؑ کو جب ہوش آیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ باپ یعقوبؑ پاس ہیں۔ جبرئیل کو باپ سمجھ کر لپٹ گئے۔ کہنے لگے کہ باوا جان کہاں تھے۔ آپ کی جدائی میں مجھ پر کیا کیا گذری۔ یہ کہہ کر بہت درد سے رونے لگے۔ کنویں کے درو دیوار بھی رونے میں ان کا ساتھ دینے لگے۔ جبرئیل سے رہا نہ گیا انہوں نے بھی بہت رو کر کہا یوسف میں یعقوبؑ نہیں ہوں۔ میں جبرئیل ہوں ادھر سے خدائے تعالیٰ کا حکم آیا جبرئیل جب تک میرا یوسفؑ کنویں میں ہے اس کے ساتھ رہو۔ اس کو تسلی دیتے رہو پیراہن خلیل جو بازو پر باندھے تھے وہ ان کو پہنایا گیا۔ جنت کا کھانا پانی کھلایا پلایا گیا۔ حضرت یوسفؑ کے معجزے سے کنویں کا کھارا پانی نہایت میٹھا ہوگیا۔ حضرت جبرئیل نے تمام موذی جانوروں کو پکارا۔ خبردار کوئی جانور اپنے سوراخ سے نہ نکلے کیوں کہ آج تمہارے گھر میں خدا کا خاص بندہ مہمان ہوکر اترا ہے۔ یہ حکم سنتے ہی تمام موذی جانور اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے۔ ایک سانپ اپنی شقاوت سے حضرت یوسفؑ کو کاٹنے کیلئے لپکا۔ جبرئیل نے اس پر ایک چیخ ماری جس سے وہ سانپ بہرا ہوگیا اور سانپوں کی نسل قیامت

تک بہری کردی گئی۔ اب کوئی سانپ سنتا نہیں حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال سے کنواں روشن ہوگیا۔

ہر کجا یوسفؑ رخے باشد چو ماہ　　جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ

یوسفؑ جیسا چاند کی صورت والا جہاں ہوتا ہے وہ جگہ جنت بن جاتی ہے اگرچیکہ وہ کنویں کی تہ ہو۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں گرے ہیں تو ذکر الٰہی بہت ہی درد سے کررہے تھے۔ فرشتوں نے سن کر عرض کیا الٰہی کیسی بھلی آواز کنویں سے آرہی ہے حکم ہوتو وہاں جائیں۔ ارشاد ہوا یہ وہی انسان ہے جس کی نسبت تم نے کہا تھا۔ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا جھگڑا فساد کرنے والی قوم کوتو کیوں پیدا کرتا ہے۔

تم نے یہہ نہ دیکھا کہ ایسی حالت میں بھی ہم کو نہ بھولنے والا انسان ہی ہے فرشتوں نے یوسف کو گھیرلیا جس سے یوسفؑ کے قلب میں نہایت سکون و اطمئنان پیدا ہوگیا۔ ایسا ہی جب مسلمان جمع ہوکر خدا کو یاد کرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم کو اجازت ہو کہ ہم ان سے انسیت حاصل کریں حکم ہوتا ہے۔ جاؤ انہی کی نسبت تم نے کہا تھا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا۔ فساد کرنے والے انسان کوتو کیوں پیدا کرتا ہے۔ یہ تم نے نہ دیکھا کہ کیسے کیسے اپنی ضرورتوں کو چھوڑ کر مجھکو یاد کرنے بیٹھے ہیں انکوبھی فرشتے گھیر لیتے ہیں۔ ان پر بھی (سکینہ) سکون و اطمینان نازل ہوتا ہے۔ ذکر کرنے والوں کے فرشتے ایسے کیوں فریفتہ ہیں اس کی وجہ مولانا فرماتے ہیں۔

ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سماست　　جنس خود راہر یکے چوں کہرباست

زمین و آسمان میں ذرہ ذرہ کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے جنس کو کہربا کی طرح کھینچتا ہے اسی لئے ذاکرین انسان کی طرف فرشتے بھی کھنچ کر آتے ہیں۔

مسلمانو! خدا کا ذکر کرو ذکر کی یہ شان ہے۔

دوستو! دیکھا آپ نے یہہ کنواں اوروں کیلئے سانپ بچھو کا مسکن ہے۔ تاریک اندھیرا ہے۔ طرح

طرح کی تکالیف ہیں یہی کنواں حضرت یوسفؑ کیلئے نورانی ہے اور جنت بنا ہوا ہے فرشتوں سے انسیت دلائی جارہی ہے کچھ سونچا آپ نے اس کنویں کا نمونہ اور کیا چیز ہے۔ اس کا نمونہ ہر ایک انسان کیلئے قبر ہے۔

حدیث :- ارشاد ہوتا ہے قبر جنت کی کیاری ہے یا دوزخ کا گڑھا۔

قبر دو طرح کی ہے۔ قبر ابرار۔ قبر فجار۔

قبر فجار میں سانپ۔ بچھو۔ اندھیرا طرح طرح کی تکالیف۔ قبر ابرار میں فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِيْمٍ کی راحت ہے۔ پھول ہیں۔ جنت کی نعمتیں ہیں۔ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔

حکایت:- حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا ایک قبر پر گذریں جس پر گچ کی جارہی تھی اور فرمایا کیوں گچ کرتے ہو۔ عرض کیا زینت کیلئے فرمایا زینت اندر ہونا چاہیے یا باہر۔ باہر کی ریت اندر والے کو کیا کام دے گی۔

حکایت:- جب ہارون رشید حج کو جارہے تھے راستے میں علیان دیوانہ رحمتہ اللہ علیہ کو یکھا بچوں کی طرح لکڑی پر بیٹھے ہیں دوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں لوگو ہٹو۔ کہیں میرے گھوڑے سے ایذا نہ پہونچے۔ ہارون نے کہا کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ علیان دیوانہ ہے۔ ان کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ سامنے آئے تو سر کو ہلاتے ہوئے کھڑے رہے ہارون نے کہا کچھ نصیحت کرو تو کہا کیا نصیحت کروں۔ هٰذِهِ قُصُوْرٌ وَّهٰذِهِ قُبُوْرٌ یہ محل ہیں یہاں سے نکلے تو یہ قبریں ہیں ہارون رونے لگے اور کہا کچھ اور نصیحت کرو تو کہا جس کو خدا مال دے اور جمال دے، مال کو خدا کے راستے میں خرچ کرے اور جمال میں عفت سے گزارے تو اس کا نام ابرار کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔

ہارون نے کہا ان کو دس ھزار روپیہ دو تا کہ کچھ قرض ہو تو ادا کرلیں تو کہا امیر المؤمنین میرا کیا قرض ادا کرتے ہو پہلے اپنا تو قرض ادا کرو۔ کس کس کو ستا کر یہ پیسہ روپیہ جمع کیا ہے۔ حقوق تمہاری گردن پر ہیں ان کو ادا کرو۔ میرا قرض کیا ادا کرتے ہو۔

حکایت:- ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ایک گھر خریدا ہے اس کا قبالہ بیع نامہ لکھ دیجئے حضرت علیؓ نے فرمایا مسودہ سن لو پھر صاف کرانا۔ایک مکان دھوکا کھانے والے نے دھوکا کھانے والے سے خریدا ہے۔ وہ مکان رہے گا نہ مکان والا اور وہ مکان غافل لوگوں کی گلی میں ہے۔ اس کی چار حدیں یہ ہیں۔ اول حد اس کی موت دوسری حد قبر۔ تیسری حد میدان قیامت۔ چوتھی حد نہیں معلوم جنت ہے یا دوزخ۔ یہ مسودہ خریدار نے سنا تو اس پر ایک خاص اثر ہوا۔

حکایت:- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارتے وقت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جوش غم میں قبر سے کہا اے قبر تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ ہم کس کے جنازے کو لے کر آئے ہیں۔ یہ بیٹی ہیں رسول ﷺ کی۔ یہ بیوی ہیں حضرت علی مرتضیٰؓ کی۔ یہ ماں ہیں حسنؓ وحسینؓ کی۔ یہ فاطمہ زہراؓ ہیں جنت کے بیبیوں کی سردار۔ قبر سے آواز آئی اے ابوذر۔ قبر حسب ونسب بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے یہاں تو نیک عمل کا ذکر کرو یہاں تو وہی آرام پائے گا جس کے کثیر اعمال نیک ہوں جس کا دل مسلمان ہو۔

الغرض حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے کی مصلحت یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں قید خانہ کو باؤلی کی شکل کا بناتے تھے۔ اس میں قیدیوں کو بند کرتے تھے۔ یوسفؑ کو تیار کیا جارہاہے۔ کہ کوئی زمانہ ایسا آئیگا کہ یوسفؑ تم بادشاہ ہوکر لوگوں کو ایسے ہی کنوئیں میں قید کرو گے تو تم کو کنویں کی حالت دکھاتے ہیں۔ جب قید کرنا تو ذرا سوچ سمجھ کر کرنا۔

الحاصل جب باپ کی شفقت نہ رہی تو نبوت دے کر اپنے سے سلسلہ جوڑتے ہیں۔ یوسفؑ کو بچپنے میں ہی نبی بنا کر وحی بھیجتے ہیں۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یوسفؑ گھبراؤ مت ان تکلیفوں کی وجہ سے پریشان نہ ہونا یہ چند روز کی بات ہے۔ عنقریب تم اس سے نجات پاؤ گے بڑے مرتبہ پر پہونچو گے ایک وقت وہ آئے گا کہ یہی بھائی تمہارے سامنے ذلیل ہوکر آئیں گے تمہیں ان کو نادم کرنے کا موقع ملے گا۔ تمہاری ایسی شان ہوگی کہ بھائیوں کو اس وقت خبر نہ ہوگی کہ تم کون ہو۔ نہ اس وحی

کے وقت ان کو کچھ خبر ہے واقعی اس وقت بھائیوں کو کچھ خبر نہیں تھی کہ جس لڑکے پر ہم ظلم کررہے ہیں اس کے قلب میں کس قدر اطمینان دیا جارہا ہے اور نہ بھائی یہ جانتے تھے کہ جس پر ہم ظلم کررہے ہیں وہ مصر کے خزانوں کا مالک ہوگا۔ وہ بادشاہ بنے گا ہم بھیک منگوں کی طرح اس کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

مسلمانو! مایوسی کے وقت میں ہرگز ناامید نہ ہونا۔ اس قصہ یوسفؑ کو یاد رکھنا جب سب طرح کے ذریعہ ٹوٹ جاتے ہیں تو ایسے وقت حضرت یوسفؑ کی طرح خدا مدد کرتا ہے۔

ذرا یعقوب علیہ السلام کی حالت سنئے جیسے جیسے دیر ہوتی جاتی ہے۔ یعقوبؑ کی بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔ ایک ایک سے پوچھتے ہیں لوگو! ابھی تک میرا پیارا یوسفؑ نہیں آیا۔ پھر راستے کی طرف دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اب تو آجا صبح کے بچھڑے ہوئے	اب تو آجا چاند سے یوسفؑ میرے
اب تو آجا جان یعقوبی ذرا	چاند سامنہ اب تو تو آکر دکھا
آج سارا دن مرا کیوں کر کٹا	کچھ خبر بھی ہے تجھے اے یوسفا

وَجَآءُوٓ اَبَاهُمۡ عِشَآءً يَّبۡكُوۡنَ جب رات کا اندھیرا ہوگیا اور عشاء کا وقت قریب آیا۔ یوسفؑ کے بھائی روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے۔

حکایت:۔ قاضی شُریح کے پاس ایک عورت نے دعویٰ کیا اور رونے لگی حضرت شعبی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ عورت مظلوم معلوم ہوتی ہے۔ شریح نے پوچھا۔ کیسے؟ شعبی نے کہا: دیکھتے نہیں بے چاری کس طرح رورہی ہے۔ شُریح نے کہا یوسفؑ کے بھائی بھی باوجود ظالم وجھوٹے ہونے کے رورہے تھے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں رونا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک غم میں دوسرا خوشی میں۔ یہہ خوشی کا رونا تھا کہ ہم فریب میں کامیاب ہوئے۔

یعقوب علیہ السلام نے رونے کی آواز سنی تو کہا کیا ہوا۔ کیا تمہاری بکریوں میں کچھ نقصان ہوا۔ اولاد

یعقوب نے کہا بہت بڑی مصیبت آئی۔ کہا وہ کیا؟ میرا یوسفؑ کہاں ہے۔ قَالُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ کیا کہیں باوا ہم لٹ گئے۔ ہم برباد ہوگئے۔ ہم آپس میں دوڑ رہے تھے کہ دیکھیں آگے کون نکل جاتا ہے اور یوسفؑ ہمارے اسباب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے بھیڑیا یوسف کو کھا گیا۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ہماری بات کا آپ کو یقین نہیں آئے گا گو ہم کیسے ہی سچے ہوں ایک بکری کا بچہ کاٹ کر اس کے خون میں یوسفؑ کے کرتہ کو رنگ کر لائے تھے۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا کر لائے تھے۔ کرتے پر حضرت یعقوبؑ روتے جاتے اور اس پر منہ ملتے جاتے اور کہتے کیا بردبار بھیڑیا تھا یوسفؑ کو کھا گیا اور کرتہ کو نہ پھاڑا۔ بات نباہنا چاہی مگر نہ نباہ سکے کرتے کو پھاڑنا بھول گئے۔ اس لئے یعقوبؑ نے اس طرح فرمایا تو ان کی اولاد نے کہا باوا ہم اس بھیڑیئے کو آپ کے پاس لاتے ہیں تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اس بھیڑیئے کو میرے پاس پکڑلاؤ جھٹ جنگل میں جاکر ایک بھیڑیا پکڑ کر اس کے منہ کو خون لگا کر لائے۔ حضرت یعقوبؑ نے اس بھیڑیئے کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ بھیڑیئے تو بہت بُرا بھیڑیا ہے۔ بھیڑیئے تجھے چاند جیسی صورت پر رحم نہیں آیا؟ تجھے چھوٹی سی جان پر ترس نہیں آیا؟ یوسفؑ کے بوڑھے باپ پر بھی کچھ شفقت نہیں آئی۔ میرا یوسفؑ تجھ سے کیسے کھایا گیا؟

بھیڑیئے نے کہا السلام علیک یا نبی اللہ انبیاء کا گوشت ہم پر حرام ہے ہم پر تہمت لگائی جارہی ہے خدا گواہ ہے۔ اولاد یعقوب نے سرنیچا کرلیا۔ شرمندہ ہوئے اگر ان کو معلوم ہوتا کہ بھیڑیا اس طرح کہے گا تو ہرگز نہ لاتے۔

ایسے ہی قیامت میں جگہ گواہی دے گی اور وقت گواہی دے گا آنکھیں کہیں گی کہ ہم نے گناہ کئے ہیں۔ ہاتھ کہیں گے ہم نے پکڑا ہے پاؤں کہیں گے کہ ہم چلے ہیں۔ اگر بندہ کو یہ معلوم ہوتا تو کبھی گناہوں سے انکار نہیں کرتا۔ بھیڑیے نے کہا واقعہ مجھے معلوم ہے۔ فرماتے ہیں بیان کر۔ بھیڑیئے نے کہا میں کہہ نہیں سکتا ورنہ میں اپنے خاندان میں بدنام ہوجاؤں گا۔ لوگ مجھے چغلخور کہیں گے۔ بھیڑیئے کی گواہی سے معلوم ہوا

کہ اولاد یعقوب جھوٹی ہے۔ قطع نظر اس کے یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ کا خواب یاد تھا اسکی تعبیر بھی یاد تھی کہ یعقوب علیہ السلام اپنی زندگی میں یوسفؑ کو شاندار دنیا کے اور دین کے مرتبہ پر دیکھیں گے۔ اور اولاد یعقوبؑ کوئی نیا بہانہ بھی نہیں بنا سکی جو باپ نے کہا تھا وہی برخورداروں نے دہرایا۔ پہلے ہی باپ نے کہا تھا کہ بھیڑیا کھا جائے گا۔ شام کو صاحبزادوں نے وہی کہہ دیا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اس سے بھی شبہ پیدا ہوگیا۔ جھوٹے کو خود شبہ رہتا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا وَمَآ اَنۡتَ بِمُؤۡمِنٍ لَّنَا وَلَوۡكُنَّا صٰدِقِيۡنَ غرض یہ ایسے وجوہات تھے کہ حضرت یعقوب اپنی اولاد کو جھوٹا سمجھے اور فرمایا قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَـكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا کچھ نہیں تم نے ایک بڑی بات خود گھڑ لی ہے۔ یہ کہہ کر روتے روتے بے ہوش ہوگئے۔ جنگل کی طرف نکل گئے اور کنعان کے اطراف پھرتے تھے اور پکارتے تھے بیٹا میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں ہے۔ میرے دل کے ٹکڑے۔ میرے پیارے بیٹے تجھ کو کونسے کنویں میں ڈالا ہے۔ تجھے کونسی تلوار سے قتل کیا ہے۔ تجھے کونسی دریا میں ڈبویا ہے۔ تجھے کون سی زمین میں دفن کیا ہے۔ یہ کہتے اور زارزار روتے۔ حضرت جبرئیل کہتے یا یعقوبؑ نبی اللہ آپ کے رونے سے ملاء اعلیٰ کے فرشتے رو رہے ہیں۔ یعقوب نے فرمایا جبرئیل کیا کروں۔ کیوں نہ روؤں میرا یوسفؑ کہاں ملے گا؟

صاحبو! یعقوبؑ کے اور گیارہ بیٹے تھے ایک یوسف نہ سہی باقی اولاد سے تسلی لے سکتے تھے مگر ان کو تسلی نہ ہوتی ہائے مسلمان! تجھکو کس طرح تسلی ہو رہی ہے جب کہ خدا کے سوا تیرا کوئی نہیں۔

حکایت:۔ ایک عورت ایک جنازہ کے پیچھے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی میرا اس کے سوا کوئی نہیں۔ حضرت شبلیؒ نے کپڑے پھاڑ لئے اور کہا اگر وہ نہ ملے کہ جس کے سوا کوئی نہیں تو سب مصیبتوں سے یہ مصیبت زیادہ ہے۔ مصیبت کا مقابلہ دو ہتھیار سے کرنا چاہیے۔ اسی کو حضرت یعقوبؑ بھی استعمال فرما رہے ہیں۔

فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ وَّاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ اب مجھے صبر جمیل اختیار کرنا چاہیے۔

خدا سے مدد لینا چاہیے یہی دو چیزیں مصیبت کا علاج ہیں۔ مصیبت کیوں ڈالی جاتی ہے؟ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے انسان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور اس کی اپنی عاجزی اور بے بسی کا علم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت خطا کا بدلہ ہے۔

حکایت:- ایک بزرگ فرماتے ہیں جب مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے تو میں اس کا اثر اپنی بیوی اور گھوڑے میں پاتا ہوں۔ اس دن یہ سب کے سب میرے نافرمان ہوجاتے ہیں۔ ایسے واقعات سب کو پیش آتے ہیں مگر عوام اس کو اتفاقی سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی افعال پر نظر ہے نہ افعال کے نتیجوں پر۔

مصیبت دینے میں بھی اللہ کی بڑی رحمت ہے اگر ایسا نہ ہوا کرے تو انسان کی آنکھیں ہی نہ کھلیں۔ اگر حق تعالیٰ ہماری مرضی کے موافق ہی سب کام کیا کریں تو ہم کو آخرت کی طرف کبھی توجہ نہ ہو۔ مصیبتوں کا پیش آنا بھی بڑی رحمت ہے۔ جیسے استاد کی شفقت ہے کہ کبھی کبھی بچہ کو ایک دو چھڑی مار دیا کرتے ہیں ورنہ وہ بدشوق ہوجاتا ہے۔ اگر استاد ہاتھ بھی نہ لگائے گا تو بچہ بالکل خراب ہوجائے گا۔ نہ پڑھے گا نہ لکھے گا نہ بے جا حرکتوں سے باز آئے گا۔ بلکہ سر پر چڑھ جائے گا۔ استاد کی شان میں گستاخی کرنے لگے گا۔ اس حالت میں آپ خود یہ رائے دیتے ہیں کہ استاد کی شفقت یہ ہے کہ بچہ کو مارے۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ مصیبتوں میں بھی اللہ کی رحمت ہونے کا اعتقاد نہیں کرتے۔ اس وقت آپ کو شبہ ہو رہا ہوگا کہ خیر' غافلوں کو تو مصیبتیں پیش آنے کی یہ وجہ ہے مگر کاملین پیغمبروں کو اور اولیاء اللہ کو کیوں مصیبتیں پیش آتی ہیں وہ تو بدشوق نہیں ہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ان کو تنبیہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان کو مصیبتیں بطور امتحان کے پیش آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصیبتیں دے کر ان کے عشق و محبت کا امتحان فرماتے ہیں۔

خدا کو امتحان لینے کی ضرورت نہیں بلکہ امتحان لے کر ملائکہ وغیرہ کو دکھلانا منظور ہے کہ دیکھو ہمارے بندے مصیبتوں میں بھی ہم ہی کو چاہتے ہیں باوجود یہ کہ ہم ان کو تکلیف پہونچاتے ہیں مگر پھر بھی وہ ہماری محبت سے نہیں ہٹتے۔ ہمارے تکلیف دینے کو راحت سمجھتے ہیں۔

مصیبتوں میں رنج و غم و تکلیف دو طرح کی ہوتی ہے :ایک جسمانی دوسری عقلی۔

جیسے ڈاکٹر کا آپریشن جسمانی تکلیف تو ہے مگر عقلی خوشی ہے جسمانی رنج تو انبیاء کو بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت ﷺ نے اپنے صاحبزادے کے انتقال کے وقت فرمایا ہے۔ اَنَا بِفِرَاقِكَ يَااِبْرٰهِيْمُ لَمَحْزُوْنٌ ابراہیم ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ انسان ایک جانور کو پالتا ہے تو اس کے ساتھ انسیت ہوجاتی ہے۔ اس کی جدائی کا صدمہ ہوتا ہے۔ تو بھلا اولاد کا صدمہ کیوں نہ ہو۔ ہاں عقلی رنج نہ ہونا یہ صبر جمیل ہے۔ ڈاکٹر کے آپریشن کی طرح خوشی ہو کہ مصائب ہوں عشق و محبت کو ترقی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے۔ اس وقت نظر مخلوق سے ہٹ جاتی ہے۔ اس کا دل دنیا سے سرد ہوجاتا ہے۔ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ خدا کے سوا کسی سے امید نہیں رہتی۔ دنیا کی حقیقت اس پر کھل جاتی ہے۔ تکلیف تو ہونا مگر جزع وفزع نہ کرنا اور اعمال نیک میں کوتاہی نہ کرنا صبر جمیل ہے بعض جزع وفزع تو نہیں کرتے مگر اعمال نیک ناغہ ہونے لگتے ہیں۔ ذکر و تہجد و تلاوت قرآن ندارد ہے۔ جماعت کا اہتمام بھی نہیں تو پھر یہ صبر جمیل نہیں۔

حدیث:۔ مصیبت میں حسب عادت چادر نہ اوڑھنے کے متعلق حضرت ﷺ نے وعید فرمائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جزع وفزع نہ کرے اور کسی امر میں خلل نہ پڑے تو یہ صبر جمیل ہے۔ اسی کو حضرت یعقوبؑ فرمارہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ گو جسمانی تکلیف ہوگی مگر میں عقلی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ احکام الٰہی کی تعمیل میں فرق نہیں آئیگا اور دوسرے یہ کہ خدا سے مدد لیتا رہوں گا۔

الحاصل بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا اور رات کو گھر میں آکر باپ سے کہا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔

حکایت:۔ کلب علی خاں نواب رامپور نے ایک شخص کو بلاوجہ قید کیا۔ ان کا نام یوسف تھا۔ قید خانہ ہی سے انہوں یہ رباعی لکھ کر کلب علی خاں کو بھیجی ۔

یوسف مصری ازاں روزے کہ مرد　　حسن و خوبی را بایں یوسف سپرد

(جب یوسف مصری کا انتقال ہوگیا تو حسن وخوبصورتی اس یوسف کو دے گئے)

ہردو یوسف راعجب کارے فتاد آں یکی راگرگ بردواین یکی راکلب برد

(دونوں یوسف کو عجیب اتفاق ہوا۔ وہ یوسف کو بھیڑیا لے گیا اور یہ یوسف کو کتا)

نواب نے اس پر بہت متاثر ہوکر قید سے رہا کیا۔

الغرض یہ بھی آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ اس خبر کے سننے سے حضرت یعقوبؑ پر جو مصیبت آئی بے انتہا روئے ۔جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے یعقوبؑ آپ کو صبر جمیل اختیار کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ نے اپنا رنج وغم دبالیا اورفرمایا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ نیند آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل یعقوبؑ نے ہم سے صبر جمیل کا وعدہ کیا ہے۔ جبرئیل تم یوسف کی صورت میں بن کرخواب میں جاؤ اور امتحان لو۔ حضرت جبرئیل یوسفؑ کی صورت بن کرحضرت یعقوبؑ کے خواب میں آئے حضرت یعقوبؑ نے کہا'' اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں تھا؟ جوں ہی یہ لفظ یعقوبؑ کی زبان سے نکلا جبرئیلؑ نے جگا کر کہا آپ کا صبر جمیل کہاں گیا۔حضرت یعقوبؑ نے ایک مٹھی بھرمٹی لے کر منہ میں بھرلی اور کہا الٰہی توبہ کرتا ہوں اب کبھی ایسا نہ ہوگا۔ یہ دیکھ کر آسمان کے فرشتے رودیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جبرئیل یعقوبؑ سے کہو منہ سے مٹی نکال دیں میں نے معاف کردیا۔رونے کی اجازت ہے مگر یاد رکھو میرا گلہ کسی سے نہ کرنا۔ پھرتو آپ اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں۔حضرت یعقوبؑ کو ایک دن دو دن نہیں چالیس سال رونا ہے۔

آئے حضرت کا حال سنیئے ابھی وہ کنویں میں ہی ہیں۔

حکایت:۔ مالک نام کا ایک شخص مصر میں رہتا تھا چودہ سال کی عمر تھی خواب میں دیکھا کہ وہ کنعان کے جنگل میں ہے۔کیا دیکھتا ہے کہ آفتاب آسمان سے اترا۔ اس کی آستین میں گیا اور پھر نکلا اور اس کے سامنے کھڑا رہا۔پھر سفید ابرآیا اس سے موتی برسے۔ اس نے ان کو چن چن کر صندوق میں بھرلیا۔وہ اس خواب سے بیدار ہوا۔ معبر سے تعبیر پوچھی اس نے کہا تجھے ایک غلام ملے گا وہ معمولی غلام نہیں ہوگا۔اسکے سبب سے تو اس قدر مالدار ہوگا کہ قیامت تک تیری اولاد مال دار رہے گی اور اس کی برکت سے تو دوزخ سے نجات پائے گا۔

اس کی دعا کی برکت سے تیرا نام ہمیشہ رہے گا۔

یہ سن کر اس غلام کی امید میں اس نے کنعان کا سفر کیا کنعان کے جنگل میں چوطرف دیکھنے لگا۔ ہاتف نے کہا ابھی وہ زمانہ کہاں پچاس سال تک تجھ کو انتظار کرنا ہوگا۔ اس کے بعد جب کبھی وہ کنعان کا سفر کرتا تو اس کو یہ خواب یاد آتا۔

مخلوق کی امید میں اس قدر انتظار کیا اور مایوس نہ ہوا۔ ہائے ہم نے بھی کبھی خالق کی امید میں کچھ انتظار کیا۔ اگر کبھی کیا بھی تو جلد مایوس ہوکر بھاگ گئے۔ اسلئے داود علیہ السلام کو وحی آئی۔ داود جو مجھ کو ڈھونڈے گا وہ مجھکو پائے گا اور جو مجھ کو پائے چاہیے کہ حفاظت کرے۔ مجھ پر غیر کو ترجیح نہ دے۔ کبھی ہمارا دروازہ نہ چھوڑے یعنی ایک پل بھر بھی مجھ سے غافل نہ ہو۔

یک چشم زون غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

ممکن ہے کہ وہ تم پر توجہ فرمائیں اور تم بے خبر ہو سو غفلت اور بے خبری میں ظاہر ہے کہ الطاف وعنایات تمہارے حال پر نہ ہوں گے۔

صاحبو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادیوں میں کھجور بادام لوٹنے والے کیسے تیار رہتے ہیں۔ اڑانے والوں کے ہاتھوں کو تکتے رہتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی طرف سے جو دولت پائیدار ملنے والی ہے اس کیلئے ہم کو اس سے زیادہ تیار رہنا چاہیے افسوس ہم کو خدائے تعالیٰ کی عنایت کی اتنی بھی قدر نہیں جتنی کہ کھجور بادام کے لوٹنے والوں کو ہوتی ہے۔ فضولیات میں ہمارا وقت بہت ضائع ہوتا ہے خیر اگر ہر وقت متوجہ نہ رہیں تو کم سے کم غفلت دلانے والے اسباب تو نہ بڑھائیں۔

القصہ اس مرتبہ وہ سفر کرتے ہوئے کنعان کے جنگل میں پہونچتا ہے۔ پانی پاس نہیں وہ اور اس کے جانور پیاسے ہیں۔ یکا یک کیا دیکھتا ہے کہ جیسے حاجی کعبہ کا طواف کرتے ہیں' ایسے ہی پرندے ایک کنویں کے اطراف پھر رہے ہیں۔ اس کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہ پرندے فرشتے ہیں جو یوسفؑ کے اطراف تصدق ہورہے

ہیں۔ یہ وقت تھا کہ یوسفؑ کو کنویں میں گر کر تین دن ہو چکے تھے۔اس وقت حضرت یوسفؑ بہت درد سے یہ دعا کر رہے ہیں۔ یَاشَاهِداً غَیرَ غَائِبٍ اے خدا تو حاضر ہے غائب نہیں۔ یَاقَرِیباً غَیرَ بَعِید اے خدا تو نزدیک ہے دور نہیں۔ یَاغَالِباً غَیرَ مَغلُوبٍ اے خدا تو غالب ہے مغلوب نہیں۔ اَللّٰهُمَّ یَاکَاشِفَ کُلِّ کُربَةٍ الٰہی تو ہر مصیبت کو دور کرنے والا ہے۔ یَامُجِیبَ کُلِّ دَعوَةٍ اے خدا تو ہر دعا کا قبول کرنے والا ہے۔ یَاجَابِرَ کُلِّ کَسْرَةٍ اے خدا تو ہر ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے۔ یَا مُیَسِّرَ کُلِّ عُسْرٍ اے خدا تو ہر دشواری کو آسان کرنے والا ہے۔یَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیبٍ اے خدا تو ہر مسافر کا ساتھی ہے۔ یَا مُونِسَ کُلِّ وَحِیدٍ اے خدا تو ہر تنہا کا مونس ہے یَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنتَ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ سُبحَانَكَ تو سب عیبوں سے پاک ہے۔ اَسئَلُكَ اَن تَجعَلَ بِیْ فَرَجاً وَ مَخرَجاً الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس مصیبت سے خلاصی دے وَاَن تَقذِفَ حُبَّكَ فِی قَلبِی حَتّٰی لَا یَکُونَ لِیْ هَمٌّ وَلَا ذِکرُ غَیرِكَ اور میرے دل میں تیری ایسی محبت ڈال کہ تیرے سوا نہ کسی کی یاد رہے اور نہ کوئی فکر۔ وَاَن تَحفَظَنِی میری حفاظت کر وَ اَن تَرحَمَنِی اور مجھ پر رحم کر یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِینَ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

ادھر یوسفؑ یہ دعا کر رہے تھے ادھر جَاءَتْ سَیَّارَةٌ قافلہ آیا اس میں وہی مالک تھا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ فَاَرسَلُوْا وَارِدَهُمْ قافلہ والوں نے اپنے پانی لانے والے کو کنویں پر بھیجا۔ فَاَدْلٰی دَلْوَهٗ اس نے ڈول ڈالا۔ جبرئیل نے کہا یوسفؑ اٹھو تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے۔ اس ڈول میں بیٹھ جاؤ۔ حضرت یوسفؑ ڈول میں بیٹھ گئے۔ جب ڈول زمین سے اٹھا اور اوپر چلا تو کنویں کے در و دیوار یوسف کے فراق میں رو رہے تھے۔ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ستون حنانہ رویا ہے۔

استن حنانہ از ہجر رسول   نالہ می زدہم چوارباب عقول

ستون حنانہ رسول علیہ السلام کی جدائی میں ایسا رو رہا تھا جیسے عقل والا انسان روتا ہے۔

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون   گفت جانم از فراقت کشت خون

حضرت علیہ السلام نے فرمایا اے ستون تو کیا چاہتا ہے تو اس نے کہا آپ کی جدائی میں میری جان نکلی جارہی ہے اسلئے درد سے رو رہا ہوں۔

جب ڈول کنویں کے منہ پر آیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آفتاب مشرق سے نکل رہا ہے۔

چوں آں ماہ جہاں آرا برآمد   زجانش بانگ یا بشریٰ برآمد

جب وہ دنیا کو زینت دینے والا چاند برآمد ہوا۔ مارے خوشی کے اس کے منہ سے یا بشریٰ نکلا

بشارت گر چنیں تاریک چاہے   برآمدپس جہاں افروز ماہے

خوشخبری ہو کہ ایسے اندھیرے کنویں سے دنیا کو روشن کرنے والا چاند نکلا۔

یہ دیکھ کر ڈول کھینچنے والے کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس کے اندر ایک حسین و جمیل لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔ قَالَ یٰبُشْرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ کہا مبارک ہو خوشخبری ہو۔ اس میں تو ایک لڑکا ہے۔ مالک بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ یہ لڑکا میرے خواب کی تعبیر ہے۔ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً دولت کی طرح یوسفؑ کو چھپا دیا تا کہ کوئی چھین نہ لے۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے خوب واقف تھا۔ اگر چہ اس وقت یہ لوگ یوسفؑ کو بیچنے کیلئے چھپا رہے تھے مگر خبر نہ تھی کہ یہی غلام ان کے ملک کا بادشاہ بن جائیگا۔ یہ قافلہ خدا کی تدبیر کو پورا کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔

اللہ اللہ کیا شان ہے تیری۔ قیمتی چیز کو بے قیمتی چیز میں چھپائے رکھتا ہے۔ موتی سیپی میں۔ مشک ہرن کی ناف میں۔ ریشم کیڑے میں۔ شہد مکھی میں۔ سونا چاندی پتھر میں۔ آب حیات ظلمات میں اور یوسفؑ جیسا چاند تاریک کنویں میں۔

عطار مشک کو دیکھتا ہے نہ کہ ہرن کو۔ کپڑے والا ریشم کو دیکھتا ہے نہ کہ کیڑے کو۔ غوطہ مارنے والا موتی کو دیکھتا ہے نہ کہ سیپی کو۔ سنار سونے چاندی کو دیکھتا ہے نہ کہ پتھر کو۔ شہد والا شہد کو دیکھتا ہے نہ کہ مکھی کو۔ اللہ تعالیٰ ایمان کو دیکھتا ہے نہ کہ قالب کو۔ ایسا ہی مالک یوسفؑ کو دیکھتا ہے نہ کہ کنویں کو۔

دوستو! آپ نے غور کیا مالک (ڈول ڈالنے والا) کافر ہے۔ مخلوق کی طلب میں کوشش کرتا ہے۔ خدا نے اس کی کوشش کو ضائع نہیں کیا۔ مسلمانو! تم خدا کی طلب میں جو کوشش کروگے کیا وہ کوشش تمہاری ضائع ہوجائے گی۔ ہرگز نہیں

''اے خواجہ دردنیست وگرنہ طبیب ہست'' مسلمانو! درد پیدا کرو طبیب تو ہے درد نہ ہوتو وہ کیا کرے۔ درد تھا۔ مالک پچاس برس سے کنعان کے جنگل کے چکر لگا رہا تھا کبھی مایوس نہ ہوا۔ آخر کامیاب ہو ہی گیا۔

جب صبح ہوئی بھائیوں کو خبر لگی کہ یوسفؑ کنویں سے نکالے گئے ہیں اور وہ قافلہ میں ہیں فوراً بھائیوں نے قافلہ کو گھیر لیا اور کہا ہمارا ایک غلام بھاگ گیا تھا۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ اس کنویں میں چھپا تھا۔ تم نے اس کو نکالا ہے وہ کہاں ہے لاؤ۔ یوسف چھپے ہوئے سب سن رہے تھے۔ آخر ان کو بھائیوں کے سامنے لایا گیا تھرتھراتے لرزتے ہوئے بھائیوں کے سامنے آئے۔

یہودا نے کان میں کہا اقرار کرلو اپنی غلامی کا ورنہ قتل کردیئے جاؤ گے۔ یوسف علیہ السلام کتنی پیاری بات کہتے ہیں جھوٹ بھی نہ ہو۔ بھائیوں کی مرضی کے خلاف بھی نہ ہو۔ فرمایا۔ یَامَعْشَرَ التُّجَّارِ صَدَقَ هٰؤُلَاءِ هُمْ اَهْلِي وَمَوْلَائِي وَ مَا اَنَا اِلَّا عَبْدٌ اے تاجرو یہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ یہ لوگ میرے اہل ہیں اور قرابتدار (مولا کے کئی معنی ہیں قرابتدار و مالک) اور میں نہیں ہوں مگر بندہ (اللہ کا یا ان کا)

مالک نے کہا اچھا خیر کیا بیچتے ہو اس غلام کو انہوں نے کہا ہاں بیچتے ہیں مگر یہ بڑا عیب دار غلام ہے کہا کیا عیب ہے۔ بھائیوں نے کہا چور ہے۔ بھگوڑا ہے جھوٹا ہے۔ جھوٹے خواب گھڑا کرتا ہے۔ مالک نے کہا پانچ روپے میں وہ بھی ایسے جو پورے سولہ آنے کو نہیں ٹوٹتے۔ یوسف علیہ السلام بھائیوں کو بھی دیکھ رہے تھے

اور مالک کو بھی اور دل میں کہتے تھے کہ یہ میرے ہی خیال کی سزا ہے۔

جب یوسفؑ باپ کے پاس تھے تو ایک روز آئینہ میں اپنی صورت دیکھی آپ کو اپنی صورت بہت ہی حسین نظر آئی تو فرمایا اگر میں غلام ہوتا اور مجھ کو بیچتے تو کوئی میری قیمت دے نہیں سکتا۔ اس میرے خیال کی سزا دی جارہی ہے کہ کھوٹے پانچ روپیوں کو بک رہا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قدر خدا کے پاس دل کے حسن کی ہے نہ چہرے کے حسن کی۔

حدیث:- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ بَلْ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ یعنی دل اور اعمال صالح ہوں تو مقبول ہیں خواہ صورت حسین ہو اور مال بہت ہو یا نہ ہو ورنہ مقبول نہیں۔

دوستو! چاند جیسا یوسفؑ کھوٹے پانچ روپیوں کو بک رہا ہے اس سے آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا۔ اس سے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو خواہشات کے بدلے بیچ رہے ہیں۔ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ رہے ہیں۔ ہائے یہ کیا کر رہے ہیں؟ کیا اسی کا خدا نے حکم دیا تھا۔ کیا قرآن میں یہی اترا تھا۔ جامی فرماتے ہیں۔

ہر آنکہ گنج قناعت بہ گنج دنیا داد فروخت یوسفؑ مصری بکمترین ثمنے

جس نے قناعت کو کھو کر دنیا کا خزانہ لیا۔ اس کی ایسی مثال ہے گویا اس نے یوسفؑ کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بیچ دیا۔

اَتَرْضٰى بِاَنْ تَفْنِىَ الْحَيٰوةَ وَتَنْقَضِىْ وَدِيْنُكَ مَنْقُوْص وَ دُنْيَاكَ وَافِرٌ

کیا تو اس سے راضی ہے کہ دنیا کی زندگی ختم کرے اور گذارے اس حالت میں کہ دین تو ناقص ہو رہا ہے اور دنیا وافر مل رہی ہے۔

صاحبو! یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب نے دیکھا یا بی زلیخا نے۔ اگر بھائی دیکھتے تو اس طرح پیش نہ آتے نہ کھوٹے داموں کو بیچتے۔ ایسا ہی اے گنہگار بندے اگر تو خدا کو دیکھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ یوسفؑ کو تھوڑی سی قیمت یعنی چند کھوٹے روپیوں میں بیچ دیا۔

وہ یوسف سے بیزار تھے۔ کسی طرح ٹالنا چاہتے تھے ٹال دیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ وہ اطمینان سے کہیں لے جا کر بیچ دیں۔

صاحبو! دنیا اور دنیا والوں پر کبھی دھوکا نہ کھانا۔ دیکھا آپ نے کہ بھائی بھائی کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی بیچ ہی ڈالیں جو یوسفؑ سا برادر ہووے

بیع نامہ لکھ کر دیدیا۔ جب قافلہ رخصت ہونے لگا تو بھائیوں نے کہا ہم تیری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ یہ غلام بھگوڑا ہے اسکو بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈال کر لے جائیوں ورنہ واپس بھاگ کر آجائیگا اور سخت سرکش ہے اس کو ننگا، بھوکا اور پیاسا رکھو۔ جب اس کی مستی ٹوٹے گی۔ جب طوق اور بیڑیاں لائی گئیں تو یوسف علیہ السلام رونے لگے۔ مالک نے کہا غلام روتا کیوں ہے۔

یوسفؑ نے کہا مجھے یہ طوق اور بیڑی دیکھ کر یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ بھی فرشتوں کو حکم دے گا اس گنہگار بندے کے گردن میں طوق ڈالو کہ ہماری اطاعت سے گردن موڑے ہوئے تھا اور پاؤں میں بیڑی ڈالو کہ ہماری تابعداری سے اس کا قدم ڈگمگا گیا تھا۔ تیری ان بیڑیوں سے مجھے رونا نہیں آیا بلکہ دوزخ کی بیڑیاں یاد آگئیں۔ اسلئے رو رہا ہوں۔

مالک متحیر رہا۔ جب بھائی پیٹھ پھیر کر چلے تو پھر یوسفؑ رونے لگے۔ مالک نے پوچھا اب کیوں روتے ہو تو آپ نے فرمایا میں اپنے بیچنے والوں سے پھر ملنا چاہتا ہوں اور ایک بار دیکھ کر ان کو رخصت کرتا ہوں۔ مالک نے کہا عجب بات ہے اے غلام ان کو تجھ سے نفرت ہے اور تجھ کو ان سے محبت۔ آپ نے فرمایا سنو ہر ایک وہ کرتا ہے جو اس کے لائق ہے۔ مالک نے آواز دی۔ اے بیچنے والو ٹھیرو غلام تم سے ملنا چاہتا ہے۔ جب بھائی واپس آئے تو یوسفؑ نے کہا بھائی خدا تم پر رحم کرے تم کو عزت سے رکھے اور تمہاری مدد کرے۔ دیکھو بھائی ابا کو رونے نہ دینا۔ ان کو تسلی دیتے رہنا، مجھ مسافر کو نہ بھولنا۔ سب بھائیوں نے سر نیچا کرلیا یہودا نے آگے بڑھ کر کہا یوسفؑ اے جان برادر مردانہ ہمت سے رہو۔ اپنا کام خدا کے حوالے کرو۔ جاؤ اب

یوسفؑ کنعان سے چلے۔ اس حالت سے کہ کمبل کا لباس بنایا گیا ہے گلے میں طوق پڑا ہے۔ پاؤں میں بیڑی مڑمڑ کر کنعان کو دیکھتے اور کہتے جاتے ہیں باوا رخصت۔ اب ہم جاتے ہیں' بہن تمہاری شفقت ہمیشہ یاد آتی رہے گی خیر اب جاتے ہیں۔

اے وطن اور وطن کی سرزمیں کیا جگہ میرے لئے تجھ میں نہیں
اے زمین کنعان کی اے آسماں ہوں تمہارے ہجر میں نوحہ کناں
اے درختو تم سے ہوتا ہوں جدا تم یہیں قائم رہے اور میں چلا
اے ہوا کنعان میں جب جائے تو حال میرا سب سے کہیو کو بہ کو
کہہ گیا ہے آج ایک قیدی سلام بن گیا ہے آج وہ مصری غلام

القصہ قافلہ روانہ ہوگیا۔ راستہ میں وہ قبرستان ملا جس میں حضرت یوسفؑ کی ماں کی قبر تھی۔ ماں کی قبر دیکھتے ہی بے اختیار اونٹ پر سے ماں کی قبر پر گر پڑے تو اس وقت اتفاق سے آپ کو کسی نے نہ دیکھا قافلہ کو بڑھائے چلے گئے۔ حضرت یوسفؑ ماں کی قبر کو لپٹ کر بہت درد سے رونے لگے۔ اور کہنے لگے اماں جان ذرا قبر سے سر اٹھاؤ دیکھو تمہارے بیٹے کی کیا حالت ہے۔ طوق گلے میں ہے پاؤں میں بیڑی ہے غلام بنا ہوا جارہا ہے۔ ماں کی قبر سے آواز آئی بیٹا میری آنکھوں کی ٹھنڈک' میرے چاند تجھے کیسے سینے سے چمٹا لوں تیری چوٹیں کیسے دیکھوں تیرے آنسو کیسے پونچھوں۔ بیٹا اگر میں ہوتی تو تمہارے باپ سے پوچھتی کہ میرے بچے کو دشمنوں کے ہاتھ میں کیسے دیا۔ بیٹا صبر کرو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یوسفؑ بے سدھ ہیں کہ ایسے میں صبح ہوگئی۔

ایک شخص قافلہ کے پیچھے رہا کرتا ہے۔ جھڑی پڑی چیز اٹھا کر قافلہ میں پہونچاتا ہے۔ اس نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا غصہ میں بھر گیا اور کہا ارے غلام بے شک تو بھگوڑا غلام ہے۔ تیرے مالکوں نے سچ کہا تھا یہ کہہ کر اس زور سے طمانچہ مارا کہ یوسفؑ کو چکر آگیا عرش ہل گیا۔ غضب الٰہی جوش میں آیا۔ اسی وقت خوفناک ابر چھا گیا بڑے بڑے اولے برسنے لگے۔ تیز ہوا چلنے لگی۔ قافلہ کی چیزیں اڑنے لگیں۔ سبھوں نے

سمجھا کہ اب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مالک نے کہا کم بختو اگر تم سے کوئی نیا قصور ہوا ہے تو توبہ کرو۔ اس نے کہا جب ہم نے یوسفؑ کو مارا تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ غضب ہو گیا مالک نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اے غلام تجھ میں اور آسمانوں کے رب میں کوئی تعلق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا ہم پر رحم کرو۔ آپ مسکرائے کچھ ہونٹ ہلے' ابر پھٹ گیا۔ مالک نے کہا اس سے ہم پر ظاہر ہوا کہ آسمان کے خدا کے پاس آپ کا بڑا مرتبہ ہے۔ یہ کہہ کر حکم دیا۔ بیڑیاں اور طوق نکال دیں اور بہتر لباس پہنائیں۔ مالک نے یوسفؑ کے مارنے والے غلام سے کہا تو نے ایسی بے ادبی کیوں کی؟ اس نے کہا یہ بھاگنے کی فکر میں تھا میں نے ایسا نہ کرتا تو کیا کرتا۔ مالک نے کہا بیڑیاں پڑا ہوا یہ کیسے بھاگ سکتا تھا۔ یوسفؑ سے پوچھا کیوں یوسفؑ تم نے یہ کیا کیا؟ فرمایا: سنو مالک میرا ارادہ بھاگنے کا نہیں تھا۔ میری ماں کی قبر نظر آ گئی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ میں ایسی حالت میں بیڑیاں پہنے ہوئے ماں کی قبر پر سے گزروں گا برداشت نہ ہوسکا۔ قبر پر گرا سارا دکھڑا ماں سے کہا۔ یہ سن کر قافلہ رو دیا اور سب یوسفؑ کے معتقد ہو گئے۔ کنعان سے مصر چالیس منزل ہے اب یہ قافلہ یوسفؑ کو مصر لے جائے گا۔ آیئے بی زلیخا کو دیکھیں کہ وہ کس حالت میں ہے۔

زلیخا رضی اللہ عنہا۔ ایک بڑے بادشاہ کی بیٹی ہیں۔ ان کے ملک میں اور مصر میں پندرہ دن کا راستہ ہے۔ ان کے حسن اور خوبصورتی کی دھوم مچی تھی۔ یوسفؑ جیسے حسین کے واسطے ایسے ہی جوڑے کی ضرورت تھی۔ قریب بالغ ہونے کے تھیں۔ ابھی عاشق ہوئی تھیں۔ نہ معشوق یہ خبر بھی نہیں کہ عشق کیسا ہوتا ہے ایک رات سو رہی تھیں کہ کیا دیکھتی ہیں کہ ایک پری جمال دروازے سے آیا اور مسکراتے ہوئے ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔

درآمد ناگہاں از درجوانے چہ میگویم جوانے نے کہ جانے

یکا یک ایک نوجوان دروازے سے آیا۔ کیا کہوں یہ کیسا جوان تھا۔ آیا بھی تو وہ ایسی سج دھج کے ساتھ آیا کہ زلیخا اس پر فریفتہ ہو گئیں۔

زلیخاچوں برویش دیدہ بکشاد بیک دیدارش افتاد آنچہ افتاد

زلیخا کی جب اس جوان پر نظر پڑی کیا کہوں اس ایک نظر سے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

جمالے دیداز حدِ بشر دور ندیدہ از پری نشنیدہ ازحور

زلیخا نے اس جوان میں ایسا حسن دیکھا کہ نہ کسی بشر میں دیکھا گیا اور نہ حور و پری کا ایسا حسن سنا گیا۔

زحسن صورت و لطفِ شمائل اسیرش شد بصد دل نہ بیک دل

اس جوانکے حسن وصورت اور پاکیزہ شمائل کی وجہ سے ایک دل سے نہیں سو دل سے اس کے عشق میں گرفتار ہوگئیں پھر تو اس کے عشق کی آگ دل میں بھڑکنے لگی۔ زلیخا بیدار ہوگئیں بیقرار ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگیں وہ نظر نہ آیا جس نے ان کا دل لیا تھا۔

آنکھ بند کرلی شاید وہ پھر نظر آئے اب وہ کہاں نیا نیا عشق کا چرکا تھا روتی بھی ہیں۔ پھر شرم وحیاء اور ماں باپ کی عزت کے خیال سے رک بھی جاتی ہیں۔دل سے لگا ہوا تھا۔

اگر گوید سخن بایار گوید وگر جوید مرادازیار جوید

اگر کچھ کہتی تھیں تو یار کے خیالی صورت سے کہتی تھیں اگر مراد کی کچھ طلب تھی تو اسی خیالی صورت سے تھی جب رات ہوتی تو وہ صورت آنکھوں کے سامنے رہتی اور اس سے مخاطب ہوکر کہتیں۔

کہ اے پاکیزہ گوہراز چہ کانی کہ دارم از تو ایں گو ہر فشانی

میرے لعل اے پاکیزہ گوہر تو کس کان کا ہے کہ تیری وجہ سے آنسوؤں کے موتی بہارہی ہوں۔

دلم بُردی و نامِ خود نہ گفتی نشانے از مقام خودنہ گفتی

مجھ سے دل لے لیا اور اپنا نام تک نہ بتایا اور نہ اپنا کچھ پتہ بتایا۔

نمی دانم کہ نامت از کہ پرسم کجا یابم مقامت از کہ پرسم

میں کچھ جانتی نہیں تیرا نام کس سے پوچھوں۔ کہاں تجھکو پاؤں۔ تیرا پتہ کس سے دریافت کرو۔

اگر شاہی ترا آخرچہ نام است وگر ماہی ترا منزل کدامست

اگر تو کہیں کا بادشاہ ہے تو آخر تیرا نام کیا ہے۔ اگر تو چاند ہے تو تیری منزل کونسی ہے۔

مبادا ہیچ کس چو من گرفتار   کہ نے دل دارم اندر کف نہ دلدار
خدا کرے کہ کوئی مجھ جیسا کبھی عشق میں گرفتار نہ ہو۔ کہ نہ دل ہی پاس ہے نہ دلدار۔
خیالت دیدم و بربود خوابم   کشاداز دیدہ و دل خون نابم
خواب میں تیری صورت جب سے دیکھی نیند حرام ہوگئی ہے۔ دیدہ اور دل خون رورہے ہیں۔
گلے بودم ز گلزار جوانی   تروتازہ چو آب حیات زندگانی
جوانی کے باغ کی ایک تروتازہ پھول تھی۔ مثل آب حیات کے۔
ہرگز برسرم بادے وزیدہ   نہ درپا ہر گزم خارے خلیدہ
نہ کبھی میرے سر پر مصیبت کی ہوا چلی تھی نہ کبھی میرے پاؤں میں کوئی کانٹا چبھا تھا۔
بیک عشوہ مرابرباد دادی   ہزاراں خار بربستر نہادی
اپنے نازوادا سے میرا سارا عیش وآرام برباد کردیا۔ ہزاروں کانٹوں کے بستر پر سلادیا۔

صبح تک ان کو یہی کام رہتا۔ صبح ہوتے ہی آنکھیں پونچھ کر اداس رہنا ان کا شغل تھا۔ عشق ومشک کو نہیں چھپا سکتے۔ لوگوں کو فکر تھی کہ یہ کیا بات ہے۔ کیوں زلیخا کی ایسی حالت ہے آخر دیکھنے والیاں ایک روز جرات کر کے دریافت کر بیٹھ ہی گئیں۔ کسی نے کہا اے شہزادی یہ کیا حال ہے۔ کسی نے کہا دشمنوں کی نظر ہوگئی ہے۔ دوسری بولی آسیب کا سایہ ہے۔ تیسری نے کہا کسی نے جادو کیا ہے۔ جو عشق میں تجربہ کار تھی بولی'' یہ عشق کی بیماری ہے۔ اسی میں آہ وزاری رہتی ہے''۔

ایک سال کے بعد پھر وہی چاند کی صورت نظر آئی ۔ خواب میں ہی دوڑی اور قدموں پر سر رکھ دیا اور کہنے لگی پیارے تم کون ہو؟ تمہاری نورانی مورت کو جس نے پیدا کیا ہے اسی کی قسم سچ بتاؤ تم کون ہو؟ خواب میں جو چاند کی صورت والا نظر آیا تھا کہنے لگا زلیخا میں انسان ہوں۔ اگر مجھ سے سچا عشق رکھتی ہو تو میرے سوا کسی سے نکاح نہ کرنا۔

زلیخا نے جب یہ مہربانی کی باتیں سنیں تو اور عشق بھڑکا جنوں ہوگیا۔ بہت کچھ تدبیر کی گئی کچھ مفید نہ ہوا۔ سونے کی بیڑیاں بنا کر پاؤں میں ڈالی گئیں۔ زلیخا ہنستی تھی اور کہتی تھی کہ یہ بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالنا چاہیے جس نے میری ایسی حالت کردی ہے۔ اگر نصیبہ نے مدد کی تو یہی بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالوں گی۔ پھر کہتی توبہ توبہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ اس کے پاؤں پر گرد بیٹھی تو میری جان نکل جائے گی۔ میں اس کے پاؤں میں بیڑیاں کیسے ڈالوں گی۔ کبھی ہنسنا کبھی رونا اسی طرح گذر رہا تھا۔ پھر ایک رات وہی صورت خواب میں نظر آئی تو اس سے کہنے لگی پیارے میرے ہوش وحواس کو لوٹ لیا۔ غم دیا غمخواری نہیں کرتے۔ دل لے لیا۔ دلداری نہیں کرتے۔ نام نہیں معلوم کہ اس کا وظیفہ پڑھتی ۔ جگہ نہیں معلوم کہ اس کے اطراف پھرتی۔ میں نہیں کہتی کہ میں عزت دار ہوں۔ میں تمہاری ادنیٰ باندی ہوں۔ باندی کو سرفراز کرو۔ خدا کرے کہ دنیا میں کوئی مجھ جیسی نہ ہو۔ ماں باپ کو مجھ سے ننگ ہے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب کیا کروں۔ پھر وہی صورت خواب میں نظر آئی۔ دامن پکڑلیا اور کہا سب سے زیادہ جس نے تم کو خوبصورت بنایا۔ اسکی قسم بتاؤ تمہارا نام کیا ہے۔ تمہارا شہر کونسا ہے۔ تو اس خواب کی پیاری صورت والے نے کہا اگر اسی کی ضرورت ہے تو میں عزیز مصر ہوں۔ مصر میرا مقام ہے۔ ہوش آگیا۔ خوشیاں منائی گئیں۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے پیغام آئے کسی کو قبول نہیں کیا۔ عزیز مصر کے پاس قاصد بھیجا گیا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے پیغام آئے ہیں۔ زلیخا اس کو قبول نہیں کرتی ہے مگر اس نے تم کو پسند کیا ہے۔ عزیز مصر نے کہا جان سے قبول ہے۔ کروڑہا روپے کا جہیز دے کر زلیخا کو رخصت کردیا گیا۔ پھر زلیخا مصر میں پہونچی ۔ عزیز مصر پیشوائی کو آیا۔ زلیخا بے چین تھی کہ کب خواب کی صورت دیکھے گی اور کب میں قربان ہوں گی۔ آخر ڈیرے میں سوراخ کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ خواب کی صورت والا نہیں ہے۔ بڑے درد سے رونے لگی۔ ہائے جس کیلئے جان و مال سے برباد ہوئے۔ وطن چھوٹا‘ ماں باپ چھوٹے‘ ہائے یہ وہ نہیں ہے۔ خزانہ کے واسطے کیا کیا محنتیں اٹھائیں۔ ہائے خزانہ تو نہ ملا۔ اژدہا پاس ہے۔ ہائے میں پیاسی تھی۔ پیاس سے دم نکل رہا تھا پانی نظر آیا‘ نزدیک گئی تو وہ سراب ہے۔

ہاتف نے پکارا زلیخا صبر کرو گو وہ یہ نہیں ہے مگر تمہارا مقصود اسی کے ذریعہ سے حاصل ہوگا۔

عزیز مصر زلیخا کے حسن کو دیکھ کر سو جان سے قربان تھا۔مگر زلیخا تو یوسفؑ کیلئے تھیں۔ اسلئے جب عزیز زلیخا کے نزدیک ہوتا تو نامرد ہوجاتا تھا۔ اس طرح زلیخا کی عصمت محفوظ رہی کیونکہ وہ پیغمبر کی بیوی ہونے والی تھیں۔آپ ہی اندازہ کیجئے کہ زلیخا کے رات دن کس بے چینی سے گذر رہے ہوں گے۔ اسلئے حضرت جامیؔ فرماتے ہیں۔

بیا جامی کہ ہمت برگماریم زکنعاں ماہ کنعاں را براریم

اٹھو جامی ہمت کرو چلو کنعان کے چاند کو کنعان سے لائیں۔

زلیخا بادل امیدوار است نظر برشاہ راہ انتظار است

زلیخا امیدوار دل لئے ہوئے شاہ راہ کو تک رہی ہے۔

یعقوبؑ ادھر بے قرار، زلیخا ادھر بے دیکھے بے چین اور یوسفؑ غلامی میں گرفتار مصر جارہے ہیں۔

حکایت:۔ (مشتاقان یوسفؑ) کی طرح جنت بھی چار شخصوں کی مشتاق ہے۔ مُطْعِمُ الجِيعَانْ بھوکوں کو کھانا کھلانے والا صَوَّامُ شَهْرِ رَمَضَانَ ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والا۔ مُكَرِّمُ الْاَيتام یتیموں پر شفقت کرنیوالا والمُصَلی بِاللّيل وَالنّاسُ نيَام رات کو نماز پڑھنے والا جب لوگ سو رہے ہوں۔

ایسا ہی اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں۔ جبرئیل تم بھی اس سے محبت رکھو۔جبرئیل اس سے محبت رکھتے ہیں اور آسمانوں میں پکارتے ہیں کہ آسمان والو! فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے تم سب بھی اس سے محبت رکھو۔پھر تو آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں اور زمین والوں میں اس کی مقبولیت ہوجاتی ہے۔ یوں بھی بعض بندوں کو خدائے تعالیٰ کا شوق بے چین کررکھتا ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ جب بندہ کی تقدیر میں سعادت لکھی ہوتی ہے تو اس کے دل پر خدا کے خوف کا دروازہ کھلتا ہے۔ پھر اس کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے تو وہ اب عبادت

کرتا ہے محبت کے ساتھ پھر اس کے دل پر شوق کا دروازہ کھلتا ہے۔ پھر اس کی ساری عبادت خدا کے شوق میں ہوتی ہے۔ مرنے تک اسکی یہی حالت رہتی ہے۔

صاحبو! یہ محبت کے کرشمے ہیں محبت ہی ایسی چیز ہے کہ اس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا۔ محبت دلوں کو ہلاک کرنے والی ہے۔ محبت دلوں میں آگ لگانے والی ہے۔ محبت دلوں کی پیاس ہے۔

دوستو! محبت میں عجیب اثر ہے کہ اگر سچی محبت ہوتو محبوب کھنچ کر آتا ہے۔ زلیخا کے اندرونی جذبات اور دلی کشش کا اثر ہے کہ یوسفؑ کنعان سے کھنچ کر آرہے ہیں۔

جذب قلبی سے زلیخا کے ہوا — پاس سے یعقوبؑ کے یوسفؑ جدا
کھینچ کر کنعاں سے ڈالا چاہ میں — رنج کیا کیا کچھ دکھائے راہ میں
باوجود حسن و عزم و احترام — آن کر بکوایا بنے آخر غلام
آخرش ان کو پھرا کر دربدر — کھینچ کر لایا زلیخا کے ہی گھر
گر نہ تھا یہ جذب تو کیا تھا بتا — وہ نبی اس طرح کیوں حیراں ہوا
اس قدر تکلیف یہ آوارگی — جذب قلبی سے زلیخا کے ہوئی
کھینچ کر چالیس منزل سے حسن — مصر میں یوسف کو لایا عشق زن
گرنہ ہوتی عشق میں تاثیریار — پیش جاتی کیا کہیں تدبیر کار
اطلاعِ نامِ یوسفؑ بھی نہ تھی — راہ کنعان سے نہیں تھی آگہی
دیکھتی یوسفؑ کی صورت کس طرح — یہ روا ہوتی ضرورت کس طرح
مرتی دیواروں سے وہ سرمار کر — گرنہ ہوتا جذب قلبی کارگر

دوستو! ایک عورت کا عشق تو یوسفؑ کو چالیس منزل سے کھینچ کر لائے اور ہم مردوں کا عشق اس خدا کو جورگ گردن سے قریب ہے کھینچ کر نہ لائے کیسے تعجب کی بات ہے!

اصل یہ ہے کہ زلیخا کا سچا عشق تھا۔ ہمارا سچا عشق نہیں ورنہ سب کچھ ہوجاتا۔

ایک شہر سے حضرت یوسفؑ کا گذر ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے سمجھا کہ یہی خدا ہے ان کی صورت کا بت بنا کر پوجنے لگے۔ پھر ایک اور شہر پر یوسفؑ کا گذر ہوا وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ جب انہوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو اپنے بتوں کو توڑ دیا اور کہا جس خدا نے یہ پیاری صورت بنائی ہے وہی پوجنے کے قابل ہے اور ہمیشہ کیلئے وہ اللہ والے ہوگئے۔ کیا تعجب ہے ایک قوم یوسفؑ کو دیکھ کر مسلمان ہوگئی اور ایک قوم کافر بن گئی! پاک ہے وہ ذات کہ ایک ہی صورت کو کسی کیلئے فتنہ بنایا اور کسی کیلئے عبرت۔ شہر قدس کے حاکم نے خواب دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تیرے شہر میں کل بہترین شخص آنے والا ہے۔ اس کا استقبال کر۔ اعلیٰ پیمانے پر ان کی مہمانی کر۔ جب دوسرے دن قافلہ وہاں پہونچا تو حاکم شہر استقبال کیلئے آگے آیا پوچھا قافلہ سالار کون ہے۔ لوگوں نے مالک کی طرف اشارہ کیا وہ حیرت میں پڑ گیا کہ یہ سال میں دو مرتبہ آیا کرتا ہے۔ آج تک حکم نہیں ہوا کیا بات ہے؟ جب قافلہ کو شہر میں آنے کا حکم دیا اول تو دنیا کی عزت رکھنے والے گئے پھر غلاموں کے ساتھ یوسفؑ آئے۔ حاکم شہران کو دیکھ کر دنگ ہوگیا پوچھا تم کون ہو؟ یوسفؑ نے کہا میں وہی ہوں جس کے استقبال کا تجھ کو خواب میں حکم ہوا ہے۔ حاکم حیران ہوا اور کہا: تم کو کس نے خبر دی؟ یوسفؑ نے کہا اس نے خبر دی جس نے تجھ کو میرے استقبال کا حکم دیا ہے۔ حاکم نے کہا جو آپ حکم دیں میں اس کے ماننے کیلئے تیار ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میں یہ حکم دیتا ہوں کہ تم آج سے کبھی بتوں کو نہ پوجنا۔ اس شہر کو بتوں سے پاک کرنا تو تم دوزخ سے نجات پاؤ گے۔ حاکم نے کہا ایسا میں جب کروں گا کہ جب بت تم کو سجدہ کریں۔ حضرت یوسفؑ نے کہا سب چیز کی خدا میں قدرت ہے۔

جب حاکم کے گھر میں داخل ہونے لگے تو حاکم نے دیکھا یوسفؑ کے پیچھے ہزار ہا کا لشکر ساتھ ہے۔ حاکم نے کہا نہ میرے گھر میں اتنی وسعت ہے اور نہ اتنا کھانا کہ ان سب کو کافی ہو۔ یوسفؑ مسکرا دیئے اور کہا اے حاکم! یہ اللہ کا لشکر ہے یہ کھاتا پیتا نہیں۔ ان کا کھانا تسبیح ہے۔ ان کا پینا تہلیل ہے اس نے کہا تو پھر یہ کون ہیں؟ یوسفؑ نے کہا یہ فرشتے ہیں۔ میری حفاظت کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ جب دیول پر آپ کا گزر ہوا تو وہاں کے بت سجدے میں گر گئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ اسی وقت حاکم مسلمان ہوگیا۔ پر تکلف دعوت کی۔

جب سب لوگ کھا چکے تو کیا دیکھتا ہے کہ کھانا جتنا تھا اتنا ہی ہے تو حاکم نے کہا تم میں بڑی شان والے یوسفؑ ہیں لوگوں نے کہا نہیں یہ تو غلام ہیں۔ اس نے پھر کہا سردار کون ہے؟ تو لوگوں نے مالک کی طرف اشارہ کیا۔

حاکم نے کہا غلام کا یہ معجزہ ہے تو سردار کے کیسے معجزے ہوں گے مالک شرمندہ ہوا اور کہا غلام ہی بہتر ہے مالک سے اور کچھ جواب نہ بن پڑا۔

جب مصر قریب ہونے لگا تو مالک نے کہا اے غلام کوئی منزل ایسی نہیں گزری جہاں تمہارے خیر وبرکات نہ ظاہر ہوئے ہوں۔ تمہارے ساتھ فرشتوں کی تسبیح سنتا رہتا ہوں صبح شام فرشتے تم کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ غرض یوسفؑ تمہاری ہر بات مجھے تعجب میں ڈالتی ہے۔ مجھے لڑکا نہیں ہے۔ میرے لئے دعا کرو۔ یوسفؑ نے دعا کی۔ اللہ نے یوسفؑ کے دعا کی برکت سے مالک کو بارہ بیٹے دیئے۔

جب مصر بہت ہی قریب ہوگیا تو مالک نے کہا یوسف نہالو تاکہ سفر کی تھکاوٹ اور راستہ کا گرد وغبار دور ہو۔ جب یوسفؑ نہا کر نکلے تو آپ کے حسن و جمال کی عجیب کیفیت تھی۔ جو دیکھتا وہ غش کھا کر گر جاتا۔ یہ دیکھ کر مالک سجدے کیلئے جھکا تو حضرت یوسفؑ کہنے لگے کہ مجھ کو سجدہ نہ کرنا۔ سجدہ کے لائق خدا کی ذات ہے۔ مالک نے حضرت یوسفؑ کو قدیم طرز پر سجایا۔ سر پر سونے کا تاج جس پر موتی اور یاقوت جڑے تھے رکھا کمر میں زریں بگلوس سجایا بہترین لباس پہنایا جس پر کارچوب بنا ہوا تھا۔ اس کار چوب میں موتی اور یاقوت لگے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں سونے کے کڑے اور انگوٹھیاں جڑاؤ کام کی ہوئی پہنائیں۔ اس طرح آراستہ کر کے یوسفؑ کو لے کر مصر میں داخل ہوا۔

دیکھئے اب مصر میں ہوتا ہے کیا ایک پتلا آن پہونچا حسن کا
دیکھئے اب کیا قیامت ہوتی ہے دیکھئے کیا سب کی صورت ہوتی ہے
دیکھئے کس کس پر بنتی ہے وہاں کون کون ہوتا ہے آخر نیم جاں
دیکھئے کس کس کو کرتا ہے حلال یوسفؑ کنعان کا حسن وجمال

جب یوسفؑ مصر میں داخل ہو رہے تھے۔ غیب سے کسی نے پکارا مصر والو۔تمہارے پاس ایک نوجوان آرہا ہے جو اس سے ملیگا سعادت پائے گا۔ جو اس کو دیکھے گا فرحت پائیگا۔کامیاب ہوگا۔ اٹھو مالک کے گھر میں اس کو دیکھو۔

صاحبو! عزت کے بھی مواقع ہوتے ہیں اور ذلت کے بھی جیسے یوسفؑ کی مصر میں عزت ہو رہی ہے۔ ایسے ہی مسلمان کی عزت مرتے وقت ہوتی ہے۔

يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف چلو وہ تم سے' تم اس سے راضی' کی چوطرف سے مبارکباد ہوتی ہے۔

جب قافلہ یوسفؑ کو لیکر مصر میں داخل ہو رہا تھا تو پرندے چہچہار ہے تھے۔درخت جھوم رہے تھے۔ پھل خوش ذائقہ ہوگئے تھے۔یوسفؑ کو دیکھنے کے شوق میں اس رات مصر والوں نے نہ کھایا نہ پیا۔

ہائے ایک مخلوق کے شوق میں یہ حالت ہے۔خالق کے شوق میں عاشقان الٰہی کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔

حضرت یوسفؑ کی مصر میں تشریف لانے کی خبر ہوتی ہے صدہا آدمیوں نے علی الصباح مالک کے گھر کو گھیر لیا۔ پاؤں ڈالتے کہیں ہیں پڑتا کہیں ہے۔ یہ سب یوسفؑ کے حسن کے نشہ میں مست تھے۔ مالک گھبرا کر چھت پر چڑھ کر بولا تم لوگ کیوں آئے ہو۔لوگوں نے کہا ہم یوسفؑ کی ملاقات کو آئے ہیں۔ مالک نے کہا اچھا ایک اشرفی ان کی منہ دکھائی ہے۔صحن میں ایک کرسی پر یوسفؑ بٹھائے گئے۔ہر شخص ایک ایک اشرفی یوسفؑ کے پیروں میں ڈال کر ملاقات کرتا تھا۔ ایک دن میں چھ لاکھ اشرفیاں جمع ہوئیں۔ جو یوسفؑ کو دیکھتا دیوانہ ہوجاتا۔ گھر کے راستہ کی خبر نہ رہتی۔ مالک غلاموں کے ذریعہ سے ان کو اٹھوا کر باہر ڈلوادیتا۔ جو باہر نکلتا اسکی عجیب حالت ہوتی وہ اپنے اور بیگانے کو نہ پہچان سکتا۔نہ منہ سے کچھ بولتا۔ نہ کسی کی بات سنتا اچھا خاصہ انسان یوسفؑ کے حسن کو دیکھ کر پتھر کی طرح سُن ہوجاتا۔

دوستو! مخلوق کے دیدار میں یہ حالت ہوتی ہے تو خدا کے دیدار میں کیا حالت ہوگی۔

جب دوسرا دن ہوا۔ پچھلے دن سے زیادہ مجمع جمع ہوا۔ مالک نے کہا آج دو اشرفیاں منہ دکھائی ہے۔ سب نے خوشی سے منظور کیا۔ اس روز بارہ لاکھ اشرفیاں جمع ہوئیں۔

یہ شہرت سنکر زلیخا بھی اس مجمع میں آئی۔ جب زلیخا کی نگاہ یوسفؑ پر پڑی غش کھا کر گر گئیں۔ جب ہوش آیا تو اپنی راز دار باندی سے کہا۔ یہ وہی ہے جس نے میرا دل لوٹ لیا۔ وطن سے بے وطن کیا۔ دل میں جس نے آگ لگادی ۔ باندی نے کہا بی بی چپ رہو کام بگڑ جائیگا۔ یوسفؑ کے کان میں باندی سے کہلایا یوسفؑ تم وہی ہو جنکو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں اپنے سارے خزانے لٹادوں گی مگر تم کو خرید لوں گی۔ یوسفؑ نے کہا: زلیخا سے کہو کہ میں تمہارے لئے ہوں اور تم میرے لئے مگر وصال ابھی نہیں ایک زمانہ سختیاں اور بلائیں سہنے کے بعد ہوگا۔

دوستو! مخلوق کا وصال تو اقسام کی بلائیں سہے بغیر نہ ہو۔ تو کیا خالق کا وصال ہی ایسا سستا ہے کہ بغیر محنت کے بغیر بلائیں سہے ہو جائے۔

تیسرے دن حضرت یوسفؑ کو مصر کے بازار میں بیچنے لاتے ہیں۔ ڈھنڈوری کردی جاتی ہے کہ کنعانی غلام کو جو خریدنا چاہے وہ مصر کے بازار میں چلا جائے۔ یہ سنکر ہر ایک شخص آپ کی خریداری کا آرزو مند تھا۔ اس دن سارا مصر آپ کو دیکھنے آیا۔ یہاں تک کہ پردے والی عورتیں' عبادت گذار بوڑھے اور گوشہ نشین سب آپ کے شوق میں مصر کے بازار میں آئے۔ مجمع کی کثرت سے سینکڑوں تماشائی دب کر مر گئے۔ ہزاروں بے ہوش ہوگئے۔ زلیخا کے کہنے سے عزیز مصر بھی شاہی خزانہ ساتھ لے کر حضرت یوسفؑ کو خریدنے آیا۔ جڑوا کرسی رکھی گئی یوسفؑ کو طرح طرح سے سنوارا گیا مالک نے چھت پر سے پکارا۔ مصر والو سنبھلو یوسفؑ باہر نکلتے ہیں ۔ سب کی گردنیں اٹھنے لگیں۔ باہر کے دروازے پر ہر ایک کی نگاہ پڑ رہی تھی۔ کوئی اونچا ہو کر دیکھتا تھا کوئی انگوٹھوں پر کھڑا رہتا تھا۔ یکا یک یوسفؑ نکلے اور عجب شان سے نکلے۔ آگے پیچھے غلام گھیرے ہوئے۔ چوبدار راستہ سے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے جس نے دیکھا سجدے میں گرا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا

کہ چاند ہے یا آفتاب جو کرسی پر بیٹھا ہے۔ کوئی پکار رہا تھا مالک نقاب چھوڑ۔ یوسف کے چہرے پر بہت لوگ قتل ہوگئے۔ بہت سے دیوانے ہوگئے۔ کسی میں سدھ نہ رہی۔

آراستہ آں یار بہ بازار برآمد فریاد و فغاں از در و دیوار بر آمد

وہ معشوق بن سنور کر جب بازار میں آیا در و دیوار سے شور و فغاں برپا ہوا۔

ایسے جاہ و جلال کے وقت جبکہ یوسفؑ کے حسن کا بازار گرم تھا ہزار ہا مرد و عورت بے خود اور بے دم ہوکر مررہے تھے۔ ہر شخص کے منہ پر تھا۔ ہائے یوسف ہائے یوسف ایسے میں ایک عورت جس کا نام فارغہ تھا مصر کی رئیس زادی ایک ہزار خچر مال و دولت سے بھرے ہوئے ساتھ لے کر حضرت یوسفؑ کو خریدنے آئی۔ جب اس کی نظر یوسفؑ پر پڑی آنکھیں چندھیا گئیں حیران رہ گئی۔ بیخود ہوکر بولی اے یوسفؑ آپ کون ہیں ؟ آپ کی صورت دیکھ کر میری عقل جارہی ہے ایک ہزار خچر مال و دولت کے بھر کر آپ کو خریدنے آئی تھی لیکن آپ کی پیاری صورت دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہ ایک ہزار خچر مال و دولت آپ کے ایک پیر کی قیمت بھی نہیں ہوسکتی۔ ساری دنیا اور جو کچھ اس میں مال و دولت ہے وہ سب مل کر بھی آپ کی قیمت نہیں ہوسکتے آپ یہ فرمائیے کہ آپ کو کس نے پیدا کیا۔ آپ کا خالق کون ہے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا سنو فارغہ میرا خالق اللہ ہے۔ اسی نے میری ایسی حسین صورت بنائی ہے کہ جسے تم دیکھ کر حیران ہو وہ عورت بولی۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی مرا با جانِ جاں ہم راز کردی

یوسفؑ ! اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے آپ نے میری آنکھیں کھولدیں اور مجھکو میرے اللہ سے ملادیا۔ غیر سے تڑا کر یوسفؑ تم نے خدا سے ملادیا۔ اس کا میں کس طرح شکریہ ادا کروں۔

ہائے یوسفؑ تم کو جس نے پیدا کیا ہے وہ کس بلا کا حسین ہوگا۔ یوسفؑ ! جب تک میں تمہاری دھن میں تھی مال بھی جسم بھی تمہارے ہی لئے لائی تھی۔ اب مجھے تمہارے پیدا کرنے والے کی دھن بندھی ہے یہ جسم و مال بھی اسی کو دیتی ہوں یہ کہہ کر مسلمان ہوگئی۔ سارا مال گھر دار خدا کی راہ میں لٹادیا پھر ساری عمر دریائے قلزم کے کنارے مکان بنا کر عبادت کرتے کرتے مرگئی۔

مردانگی زاں زن بیاموز

ہم اس عورت سے سبق سیکھیں کہ خدا کے عاشق ایسے ہوتے ہیں کہ یوسفؑ جیسے حسین کو بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ دیکھتے بھی ہیں تو اس واسطے سے کہ نمونہ ہے اصل کا۔ جب اصل کا پتہ لگ جاتا ہے تو پھر نمونہ کی پرواہ نہیں رہتی۔

حضرت یوسفؑ کا نیلام شروع ہوا۔ ہراج ہورہا ہے ہر شخص ایک دوسرے پر بڑھ رہا ہے۔

حکایت:- بازار مصر میں جب یوسف بک رہے تھے۔ کروڑہا روپیہ قیمت اٹھ رہی تھی۔ ایک بڑھیا تاگے کی چند کھنڈکیاں لے کر چلی لوگوں نے کہا بڑھیا تو کس شمار میں ہے وہاں کروڑپتی کی دال نہیں گلتی۔ بڑھیا نے کہا گو یوسف ان داموں کو نہ ملے مگر یوسفؑ کے خریداروں میں میرا نام تو شامل ہوجائیگا۔

دوستو! یہ ہیں عاشق۔ عاشقوں کی یہی علامت ہے معشوق کی طلب سے رکتا نہیں۔ جو کچھ ہوسکے کیا جاتا ہے۔

صاحبو! ایسا کرو کہ اگر خدا کے عاشق نہ بنے نہ بنو' اس کے طالب اور سچے غلام تو بنو۔ خیر خدا کے غلاموں کی اور اس کے چاہنے والوں کی فہرست میں تو نام شامل ہوجائے۔ اپنی ٹوٹی پھوٹی نماز اور تابعداری اور اطاعت لئے ہوئے چلو۔ چیونٹی کی طرح کعبہ کے کبوتر کے پاؤں سے لپٹ جاؤ تو وہ کعبہ پہونچادے گا۔

نیلام کرنے والا پکار رہا تھا۔کون لیتا ہے ایسے غلام کو جس میں گوراپن بھی ہے اور نمکینیت بھی۔ فصاحت بھی ہے۔اور شجاعت ومروت بھی اور فتوہ و دیانت بھی ہے اور امانت بھی جوانمردی بھی ہے اور صیانت بھی۔

حکایت:- حضرت ابراھیم خواص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں بصرہ کے بازار میں ایک غلام کو دیکھا کہ بک رہا ہے لوگ اس کے اطراف جمع ہیں۔ پکار ہورہی ہے کہ تین عیبوں والے غلام کو کون خریدتا ہے۔ رات کو سوتا نہیں دن کو کھاتا نہیں' بے ضرورت بات کرتا نہیں میں اس کے نزدیک گیا اور کہا کیا میں تم کو خریدوں۔ میرے پاس آنیکی رغبت ہے؟ غلام نے کہا: کرو جو تمہارا دل چاہے اور وہ وہ کرے گا جو اس کا دل چاہے۔

میں نے کہا تم بڑے عاقل اور عارف باللہ معلوم ہوتے ہو۔ غلام نے کہا سنو! ابراہیم جیسی چاہیے ویسی معرفت جس کو حاصل ہوتی ہے وہ غیر کی طرف مشغول ہوتا ہے۔ اپنے اور غیر میں اس کو تمیز نہیں رہتی۔ ابراہیم کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ یہ غلام کوئی خاص لوگوں میں سے ہے۔ میں نے اس غلام کے مالک سے کہا یہ غلام کتنے میں بیچتے ہو؟ مالک نے کہا جتنے کو تم چاہو' اس غلام کی طرح تم بھی دیوانے ہو' دیوانے کو دیوانہ ہی خریدا کرتا ہے۔ غلام کے مالک سے میں نے کہا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس غلام کی طرح ہوں تو مالک نے کہا میں بھی اسی راستے پر چلا ہوا ہوں جس راستہ پر تم چلے ہو۔ رات کو میں نے تم کو آہ و زاری کرتے دیکھا ہے۔ اس سے پہچانا کہ تم بھی خدا کے دوستوں میں سے ہو' میں نے کہا یہ جانتے ہوئے تم کیوں ایسے غلام کو بیچتے ہو۔ تو مالک نے کہا عاشق چاہتا ہے کہ معشوق اپنا ہی ہو کر رہے۔ یہ غلام بھی رات کو خدا سے راز ونیاز کرتا ہے میں بھی مگر اس غلام کا مرتبہ خدا کے پاس میرے مرتبہ سے بڑھا ہوا ہے میں نہیں دیکھ سکتا کہ میرے محبوب کے دروازے پر میرے سوا اور کوئی ہو۔ اس لئے غلام کو بیچنا چاہتا ہوں تو ابراہیم خواصؒ نے فرمایا جو میرے پاس تھا۔ میں نے وہ سب دے کر اس غلام کو خرید لیا اور کہا الٰہی تیرے واسطے میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ غلام نے کہا اگر اللہ کے واسطے تم مجھ کو آزاد کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے جسم کو آگ سے آزاد کردے۔ میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آنکھ بند کرو میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ دو قدم چلا اور کہا آنکھیں کھولو میں نے آنکھیں کھول دیں کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ میں ہوں اور غلام غائب ہے۔

غرض یوسفؑ کا نیلام ہو رہا ہے لوگ بولی بڑھاتے جارہے ہیں ادھر زلیخا کا آدمی پر آدمی آرہا ہے عزیز کے پاس کہ تم بولی بڑھاتے ہی جاؤ کسی کو بڑھنے مت دو۔ جب کروڑ پتی عاجز ہوگئے تو عزیز نے مالک سے کہا اب کہو کتنے میں بیچتے ہو۔ مالک نے کہا اس غلام کے ہموزن سونا' چاندی' موتی' یاقوت' ریشم' عنبر' کافور' مشک لے کر بیچتا ہوں۔ عزیز مصر نے یہ سب مذکورہ چیزیں اتنی منگائیں کہ یوسفؑ کے وزن کے دس آدمی تولے جاسکیں۔ جب ایک پلڑے میں یوسفؑ کو بٹھایا گیا اور ایک پلڑے میں ایک ایک چیز دس گنی ڈالی گئی۔ تب

بھی یوسفؑ کا وزن بڑھ کر ہی رہا۔ سب خزانے اور دفینے خالی ہوگئے مگر یوسفؑ کا وزن بڑھا ہی رہا۔

دوستو! معلوم ہے اس کی کیا وجہ ہے سنو! یوسفؑ میں نور نبوت تھا۔ کوئی چیز نبوت سے نہیں بڑھ سکتی اسلئے سارے خزانے پر یوسفؑ کا وزن غالب رہا۔

صاحبو! نبوت کا اتنا وزن ہے تو توحید کا کتنا وزن ہوگا۔ قیامت میں جب گناہوں کا پلہ بہت بھاری ہوگا اس وقت بندہ پریشان ہوگا کہ اب کیا ہوگا۔ حکم ہوگا: فرشتو! کیا اس بندے کی تمام نیکیاں ختم ہوگئیں۔ فرشتے عرض کریں گے۔ جی ہاں! سب نیکیاں ختم ہوگئیں۔ حکم ہوگا ہمارے پاس ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے وہ لے جا کر ڈالو۔ وہ کاغذ کا ٹکڑا ڈالتے ہی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ خوش ہوکر عرض کرے گا الٰہی یہ کیا ہے حکم ہوگا یہ کلمہ شریف ہے۔ جو تو خلوص سے دنیا میں پڑھا کرتا تھا وہ ہم کو یاد ہے یہ توحید ہے اس لئے یہ سب پر غالب آگئی۔

مالک پر جو حجاب تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اٹھادیا۔ اس وقت مالک افسوس کرتا تھا کہ یوسفؑ کے مقابلہ میں یہ خزانے کچھ نہیں وہ خواب کی تعبیر پوری ہوئی جو مالک کو دکھایا گیا تھا کہ غلام سے اتنی دولت ملے گی جو قیامت تک کافی ہوگی۔

مالک نے کہا غلام سے دو باتیں کرنے کی اجازت دو۔ عزیز نے اجازت دی۔ مالک نے یوسفؑ کے قریب جا کر کہا یوسفؑ تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب میں تم کو بیچ دوں گا تو تم اپنے واقعہ کی خبر دوگے۔ یوسفؑ نے کہا ہاں کہتا ہوں مگر کسی سے نہ کہنا۔ عہد لیکر فرمایا۔ میں وہی ہوں جس کو تم نے اپنے بچپن کے خواب میں دیکھا تھا۔ میں یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہوں۔ یہ سنتے ہی مالک نے چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا۔ اور کہا ہائے رے شرمندگی میں نے پیغمبروں کے ساتھ کیسی بے ادبی کی۔

ایسا ہی جب قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا بندہ تو نے دنیا میں کس کی نافرمانی کی تھی۔ تو کچھ جانتا ہے کہ تو کس کے خلاف کرتا رہا۔ تو کس کے حکم کی بے وقعتی کرتا رہا۔ اس وقت بندہ اس مالک کی طرح کہے گا ہائے افسوس میں نے زبردست قدرت والے کے ساتھ کیا کیا ہے۔ بہت برا بندہ ہے۔ وہ بندہ جس کے

رات دن غفلت میں گزر رہے ہیں ۔ بہت برا ہے وہ بندہ جو اپنے مالک کی نافرمانی ہمیشہ کرتے رہتا ہے۔ اور اس کی بغاوت پر تلا ہوا ہے ۔ تکبر اور عصیاں میں پڑا ہوا ہے۔ برا ہے وہ بندہ جس کی جوانی گناہوں میں ختم ہوئی اس کے سارے اوقات سینما اور سیندھی اور شراب کے پینے میں گزر رہے ہیں ۔ برا ہے وہ بندہ جو یہ جانتا ہے کہ اس کا مالک اسکو دیکھ رہا ہے۔ پھر بھی وہ انجان بنا ہوا ہے۔ اس کے مقابلے پر تلا ہوا ہے ۔ اس کو اور اس کے عذاب کو بھلایا ہوا ہے ۔ برا ہے وہ بندہ جو اپنی عمر گناہوں میں ختم کرتے کرتے بوڑھا ہوگیا۔ سفید بال نکل آئے ۔مگر ابھی اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

پھر مالک نے پوچھا یوسف تم کو جن لوگوں نے بیچا تھا وہ کون تھے ۔ فرمایا میرے بھائی تھے۔ مالک نے کہا بھائی ہوکر کیسے بیچا ۔ یوسف نے فرمایا یہ نہ پوچھو میں کسی کی پردہ دری کرنا نہیں چاہتا۔

صاحبو ! یوسفؑ مخلوق ہوکر بھائیوں کی پردہ دری نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کیسے پردہ دری کرے گا ۔ اسلئے بندہ کیسے کیسے گناہ کرتا ہے ۔ وہ ستاری ہی کرتا جاتا ہے۔

اگر ہمارا دل دکھانے کی چیز ہوتی کسی برتن میں رکھ کر دکھایا جاتا تو وہ وہ خباثتیں نظر آتیں کہ آپ صورت تک دیکھنا نہیں چاہتے ۔ وہ ستار ہے کہ اس نے پردہ ڈھانک دیا ہے ۔کسی کو کچھ خبر نہیں کہ دل میں کیا کیا ہے ۔ الغرض حضرت یوسفؑ کو زلیخا کے خاوند نے جو عزیز مصر ہے خرید لیا۔

دوستو ! یہ کونسا زمانہ ہے حضرت موسیٰ کے سینکڑوں برس پہلے کا زمانہ ہے ۔ ابھی توریت زبور' انجیل کوئی بھی نہیں تھے ۔ غلام بنانا اور غلام خریدنے کا رواج جب سے موجود ہے ۔ اس زمانے سے ہی غلاموں کا بیچنا اور خریدنا جاری ہے۔ متعصب لوگ مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں کہ غلام بنانا مسلمانوں نے جاری کیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے ۔ اس کے بعد جتنے مذہب آئے کسی مذہب نے نہ غلامی کو مٹایا نہ ترمیم کی ۔ حضرت عیسیٰؑ نے بھی کچھ انتظام نہیں کیا ۔ پولوس (سینٹ پال) نے تو اور مضبوط کیا اور غلاموں کو نصیحت کی کہ اپنے مالکوں سے ایسے ڈرتے رہیں جیسے خدا سے ڈرتے ہیں۔

یہ فخر اسلام ہی کو ہے کہ اس نے غلامی کی شکل ہی بدل دی ۔ گو غلام بنانا جائز رکھا بعض مصلحتوں سے مگر آزاد کردینے کے طرح طرح کے طریقے فرمائے ہیں۔ کفارۂ رمضان، کفارۂ قسم، کفارۂ ظہار، یوں بھی آزاد کرنے کا ثواب بتلایا گیا ہے کہ غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا عضو دوزخ سے آزاد ہوگا۔

باوجود غلام ہونے کے ان سے وہ برتاؤ کیا جاتا تھا جس پر وہ غلام فخر کرتے تھے۔ بلالؓ غلام تھے حضرت عمرؓ جیسے صحابی اس طرح ان کا ذکر کرتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر اعتق سیدنا بلالاً ہمارے سردار ابو بکرؓ نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کیا۔ زیدؓ بھی غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھیری بہن کا ان سے نکاح کردیا۔ گویا خاندان نبوت میں ان کو شریک کرلیا۔ یہ کیا عزت افزائی ہے۔ یہ اسلام کی ہی فیاضی ہے جس کے طفیل سے حسن بصری، نافع، عکرمہ بن سیرین رضی اللہ عنہم امام کہلاتے ہیں۔ حالانکہ ان سب کی مائیں باندی تھیں ۔ الب تگین، سبک تگین، قطب الدین ایبک، شمس الدین التمشؒ یہ سب غلام ہیں مگر بادشاہ ہوئے ہیں۔ مصر کا خاندان مملوکان۔ ہندوستان کا خاندان غلامان کسے یاد نہیں۔ یہ سب زبردست بادشاہ ہوئے ہیں۔ کوئی مذہب بتاسکتا ہے کہ غلاموں کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔

یہ اسلام ہی ہے کہ باوجود غلام ہونے کے ان کی یہ عزت کی گئی ۔ پھر جہاں تک ہوسکے غلامی سے جلد آزاد کیا جانے کا حکم دیا گیا۔

حکایت:- ایک بار سلطان محمود رحمۃ علیہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے وہ اپنے ساتھ غزنین کو لے گئے ۔ ان قیدیوں میں سے ایک ہندو قیدی کو سلطان نے ہر قسم کے علوم وفنون کی تعلیم دی۔ جب وہ ہندو تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کو حکومت کے عہدے دیئے گئے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کو ایک بڑے ملک کا گورنر بنادیا۔ اس وقت گورنر کی حیثیت بادشاہ کی تھی۔ جس وقت سلطان نے اس کو تخت پر بٹھلایا اور تاج سر پر رکھا تو وہ ہندو رونے لگا۔ سلطان نے فرمایا یہ وقت خوشی کا ہے یا غم کا ہے۔ اس نے کہا جہاں پناہ اس

وقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آیا۔ حضور جس وقت میں ہندوستان میں بچہ تھا تو آپ کے حملہ کی خبر سن کر ہندو کانپتے تھے۔ عورتیں اپنے بچے کو ڈرایا کرتی تھیں جیسے ہوّا سے ڈرایا کرتے ہیں۔ مجھے بھی میری ماں آپ کا نام لے کر ڈرایا کرتی تھیں۔ میں سمجھتا تھا کہ محمود بڑا ظالم ہے۔ آپ کے نام سے ڈرتا تھا۔ پھر جب آپ کے ہاتھ میں قید ہوا تو میری جان نکل گئی۔ سمجھا کہ اب خیر نہیں مگر آپ نے ان سب باتوں کے خلاف کرکے بتادیا۔ آج میرے سر پر سلطنت کا تاج رکھا جارہا ہے تو مجھے یہ خیال کر کے رونا آگیا کہ آج کاش میری ماں ہوتی تو میں اس سے کہتا تھا کہ دیکھ یہ وہی محمود ہے جس کو تو ہوّا بتلاتی تھی۔

صاحبو! غلاموں کو اس طرح عزت دی جاتی ہے۔ یہ غلامی آج کی آزادی سے ہزار درجہ بہتر تھی۔ اس کی پوری تفصیل اس بحث کے رسالوں میں دیکھنے کے قابل ہے۔

غرض جب حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے خرید لیا اور ہزارہا لوگ جو خرید نہ سکے وہ اس صدمہ سے مرگئے اور ہزارہا بیمار ہوگئے۔

دوستو! ایک مخلوق نہ ملنے سے تو اس قدر مرے۔ ہائے کل قیامت میں خدا نہ ملے۔ اس کا قرب حاصل نہ ہو۔ دیدار نہ دکھائے شامتِ اعمال دور ڈال دے تو کیا حال ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر لے کر اپنے محل کی طرف چلا پہلے ہی سے اس کے محل میں ایک دھوم تھی۔ آپکے استقبال کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ بڑے بڑے حسین خوبصورت بن سنور کر موجود تھے۔ زلیخا کو آج کئی سال کے بعد وہ صورت نظر آئے گی جس کیلئے کئی سال سے وہ ماہی بے آب اور بے قرار تھی، بے تاب تھی محبت کو چھپانے کی بڑی کوشش کررہی تھی۔ شادی مرگ سے بچنے کیلئے اپنی جان پر کھیل کر دم بخود ساکت بیٹھی رہی تھی۔ اتنے میں عزیز مصر یوسفؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے محل میں داخل ہوا۔ پیارے یوسفؑ کے قدم رکھتے ہی محل میں ایک بجلی چمکی حضرت یوسفؑ کا حُسن دیکھتے ہی مصر کے تمام حسین اور بانکے باندیاں بے ہوش ہوکر گر پڑیں۔

اے عزیز مصر یہ کیا چیز ہے — جس کے آگے ماند ہے ہر ایک شئے
یہ محل میں آج کیا لایا ہے تو — کس کے لینے کی یہ کی ہے جستجو
آہ کس دل میں رکھے گا تو اسے — گھر سجایا بھی کوئی اس کے لئے
آج تو وہ چیز لایا اے عزیز — جس سے بس جاتی رہی عقل و تمیز
ہاتھ ملتا تھا وہاں ہر نازنین — ہائے ایسی شئے کبھی دیکھی نہیں

زلیخا کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے اور وہ آنکھیں مل مل کر حیرت سے دیکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

ایں بیداریست یا رب یا کہ خواب است — کہ جان من زجاں کامیاب است

میری جان کو جو جاناں سے وصال ہوا ہے اے خدا کیا یہ بیداری میں ہے یا نیند میں اور کبھی کہتی۔

جمادے چند دادم جاں خریدم — بنام ایزد عجب ارزاں خریدم

چند ٹھیکریاں دے کر جان خریدی ہے۔ کیا کہوں کس قدر سستا خریدا ہے۔

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِاءمْرَاَتِهٖ عزیز مصر نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا زلیخا لو اس بچہ کو۔
اَکْرِمِیْ مَثْوٰهُ دیکھو ان کو غلام نہ سمجھنا ان کو بڑی عزت سے رکھنا۔

عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا بچہ ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ وزرات کے کاموں میں اس سے مدد لیں گے۔ یہ ہمارے کام آئے گا۔

اَوْنَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ان کو بیٹا بنائیں گے۔ اپنی فرزندی میں لیں گے۔ جو شخص کسی کا بیٹا لے کر اسے اپنا بیٹا بناتا ہے وہ خدا کی قدرت کو منہ چڑاتا ہے کہ دیکھ اگر تو نے مجھے بیٹا نہ دیا تو کیا ہوا۔ میں نے تو بیٹا لے ہی لیا۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا جاتا یہ مصنوعی ماں باپ اور فرزند میں عداوت اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ کڑوا پھل بن کر حلق میں اٹک جاتا ہے نہ نگلا جاتا ہے نہ ہی تھوکا جاتا ہے۔ اسی واقعہ کو دیکھو کہ عزیز اور

اس کی عورت زلیخا آپس میں بات چیت کرتے ہیں کہ ہم یوسفؑ کو بیٹا بنالیں گے لیکن چند سال کے بعد حضرت یوسفؑ جب پورے جوان ہوجاتے ہیں تو وہی زلیخا یوسفؑ پر مرتی ہے ناجائز کام کرانا چاہتی ہے۔ اصلی اور بناوٹی بیٹے میں یہ ہی فرق ہے۔

سگی ماں اپنے بیٹے سے کیا ایسا ناپاک کام کرانا چاہے گی۔ ہرگز نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی یادر رکھئے۔ یہ ہی الفاظ فرعون کی بیوی کہتی ہیں۔

عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا اسی بچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ڈبودیا۔

یہ سب تجربے ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اسلئے اسلام متبنیٰ یعنی فرزندی میں لینے کو فضول سمجھتا ہے۔

غرض زلیخا کے دل میں تو تھا ہی خاوند کے کہنے سے اسکے حکم کی تکمیل کیلئے اٹھی یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا دیول مین لے گئی اور بت کو سجدہ کیا اور کہا اے بت تیری پوجا کرنے سے اور تیری محبت سے مجھے یوسفؑ مل گیا۔ یہ کہتے ہی بت زمین پر گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ زلیخا نے کہا میرے بت کو کیا ہوگیا یوسفؑ نے کہا میرے سامنے تو نے بت کی تعریف کی تو میرے خدا نے ایسا کردیا خیر ہوئی ورنہ تیرا سر ٹکڑے کردیا جاتا۔

زلیخا نے کہا تمہارا رب کون ہے۔ یوسفؑ نے کہا جس نے مجھ کو اور تجھ کو پیدا کیا۔ زلیخا نے کہا اس کو کیسے معلوم ہوا؟ یوسفؑ نے کہا سب اس کے سامنے ہے کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ تمہاری محبت میں تمہارے خدا سے بھی محبت کرتی ہوں۔ یوسفؑ کیا اچھا تمہارا معبود ہے۔ تمہاری جیسی پیاری صورت بنائی دو خدا فضول ہیں۔ اگر میرے پاس خدا یعنی بت نہیں ہوتا تو میں تمہارے خدا کی عبادت کرتی۔ پھر زلیخا نے یوسفؑ کا دامن پکڑلیا اور کہا عزیز مجھ سے خفا ہوگا اپنے خدا سے کہہ کر میرے بت کو درست کردو۔ یوسفؑ نے کچھ ادھر ہونٹ ہلائے۔ ادھر وہ بت جیسا تھا ویسا ہوگیا۔ زلیخا نے کہا: معلوم ہوا یوسفؑ آسمان کے خدا کو مجھ سے زیادہ تم سے محبت ہے۔ یہ کہہ کر یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بیٹھنے کی جگہ پر لائی۔ بادشاہوں کی طرح رکھا قسم قسم کے کھانے کھلاتی۔ قسم قسم کے کپڑے پہناتی تھی۔ تین سو ساٹھ (360)

جوڑے کپڑے کے بنائے تھے۔ آج جو پہناتی پھر کل اس کو نہیں پہناتی تھی۔

اسی طرح جس بندہ سے خدائے تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ (360) مرتبہ محبت کی نظر اس پر ڈالتا ہے جس کی وجہ سے اس بندہ میں خصائل حمیدہ پیدا ہوتے ہیں۔

بادشاہ کو اور عزیز مصر کو فکر ہوئی۔ ملک لشکر سے قائم رہتا ہے اور لشکر مال سے۔ خزانے میں تو کچھ رہا نہیں۔ پھر ہماری سلطنت کیسے باقی رہے گی۔ حضرت یوسفؑ کے خریدنے پر نادم ہوا۔ خزانہ دار سے کہا دیکھو خزانے میں کچھ باقی ہے یا نہیں خزانہ دار گیا اور خزانے کا دروازہ کھولا دیکھا کہ خزانہ جیسا کا ویسا بھرا ہوا ہے ہنستا ہوا واپس ہوا۔ بادشاہ کو اس کی خبر دی اس نے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا اس کا سبب غلام کو معلوم ہوگا بادشاہ نے کہا ان کو کیسے معلوم ہوگا۔ خزانہ دار نے کہا یوسفؑ کہا کرتے ہیں ان کا ایک خدا ہے جو چاہے وہ کرسکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا تجھے یہ کب معلوم ہوا خزانہ دار نے کہا جب آپ یوسفؑ کو خرید رہے تھے تو میں یوسفؑ کے پہلو پر تھا سفید پرندے ان پر گذر رہے تھے اور آدمیوں کے مانند بات کرر ہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

یوسفؑ تم اپنے آپ کو جو بیچ رہے تھے اس کو بھی دیکھو اور تمہارا خدا تم کو بیچ رہا ہے اس کو بھی دیکھو۔ آئینہ دیکھ کر تم نے اپنی آپ قیمت لگائی تھی کہ میری کوئی قیمت نہیں ہوسکتی تو بھائیوں نے تم کو کھوٹے پانچ روپیوں میں بیچا۔ اب خدا تمہاری قیمت لگا رہا ہے تو مصر کے سارے خزانے خالی کئے جارہے ہیں۔ بادشاہ نے یہ سن کر تعجب کیا اور حضرت یوسفؑ سے پوچھا کہ تمہاری قیمت میں مصر کے خزانے باوجود خالی کردیئے جانے کے پھر بھرپور کیسے ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری عزت بڑھانے کیلئے خزانوں کو جیسے کا ویسا کردیا تاکہ تم مجھ کو ملامت نہ کرو اور مجھ پر احسان نہ جتاؤ۔ مجھ پر احسان میرے اللہ کا ہے کسی کا احسان نہیں۔

مسلمانو ! حضرت یوسفؑ کی طرح تم بھی بک چکے ہو۔ فرق یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا خریدار عزیز مصر ہے اور تمہارا خریدار اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت یوسفؑ کا بیع نامہ یہ ہے
وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰهُ مِنْ مِصْرَ۔

(۱) عزیز مصر نے یوسفؑ کو خریدا

(۲) ۔ عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کے ظاہر کو خریدا باطن میں تو وہ حُر تھے۔

(۳) عزیز نے یوسفؑ کو خرید کر کہا عسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا امید ہے کہ ہم اس سے نفع اٹھائیں۔ شک سے کہا مگر وہ یقین کو پہونچ گیا۔اس نے نفع اٹھایا اور ایمان سے مشرف ہوا۔

مسلمانوں تمہارا بیع نامہ یہ ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
عزیزالرحیم نے مومن کو خریدا یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مسلمانوں کے جان و مال کو خریدا۔

ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نفسوں کو اور مالوں کو خریدا۔ نہ کہ دل کو اس لئے کہ دل تو خدا کا ہی ہے قاعدہ ہے کہ کوئی شئے کیسی ہی حقیر ہو مگر خریدار عظمت والا ہو۔
بکانے والا بڑی شان والا ہو اور قیمت بھاری ہوتو اس حقیر شئے کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

مسلمانوں! ہم کیسے ہی حقیر ہوں ہمارا خریدار اللہ تعالیٰ ہے اور ہمارے بکوانے والے حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہماری قیمت جنت ہے۔ اسلئے ہم بھی بڑی قدر کی چیز ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ یقین ہے کہ تمہارا پروردگار رحم کرے گا تم پر۔
یقین سے فرمایا یہ وعدہ پورا کرے گا اور بے شک رحم کرے گا۔

(۴) عزیز نے یوسفؑ کو خرید کر زلیخا سے کہا اَکْرِمِیْ مَثْوٰهُ ان کا اکرام کر تو وہ کھانے کا انتظام کر رہی ہے۔ اور کپڑے کا ہر طرح کے آرام کا۔

(۴) ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو خرید کر ملائکہ کو فرمایا کہ ان کا اکرام کریں تو کوئی رزق کا انتظام کر رہے ہیں کوئی اعمال لکھ رہے ہیں کوئی جنت ان کیلئے آراستہ کر رہے ہیں کوئی ان کیلئے مغفرت مانگ رہے ہیں۔

(۵) عزیز اور زلیخا نے یوسفؑ کو خرید کر عزت دی۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو خرید کر عزت دی فرمایا کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ہم نے ان کو عزت دی۔

اللہ تعالیٰ نے خسیس چیز کو عزیز چیز سے خریدا یعنی نفس کو جنت سے اس میں بڑی خوشخبری ہے کہ اے مسلمان تو بڑی قدر کی چیز ہے۔

تیری عیب دار چیز نفس کو جنت جیسی چیز سے خریدا گیا ہے تو اس سے اندازہ لگا کہ تیرے بے عیب دل کی کیا قیمت ہوگی۔ سن تیرے دل کی قیمت دیدار الٰہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی چیز دل کی قیمت نہیں ہوسکتی۔

بندہ! اگر تو صبر لائے گا تو تیرے لئے رحمت تیار ہے۔

اگر توکل لائے گا اور مجھ پر بھروسہ کرے گا تو میں تیرے لئے کافی ہوں۔

اگر تو شکر لائے گا تو نعمت زیادہ کروں گا۔

اگر روزہ لائے گا تو جنت دوں گا۔

اگر نماز لائے گا تو اپنا مقرب بنادوں گا۔

اگر تو دل سالم لائے گا تو تجھے دیدار کراؤں گا۔

بندہ جب کوئی غلام خریدتا ہے تو اس کو کہیں جانے نہیں دیتا۔

بندہ تو کیسا غلام ہے میں نے تجھ کو خریدا ہے اور تو مجھ سے بھاگتا ہی رہتا ہے۔

بندہ! قاعدہ ہے جب کوئی غلام خریدتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے اسکی اجرت نہیں دیتا اسلئے کہ اجرت مزدور کو دیجاتی ہے مگر بندہ! میں تجھ کو خرید کر تجھ سے کام لے کر تجھکو اجرت بھی دیتا ہوں ۔یعنی ثواب دیتا ہوں۔

بندہ !خریدار جب غلام میں عیب دیکھتا ہے تو اس کو چھپاتا ہے ظاہر نہیں کرتا بلکہ تعریف کرتا ہے۔

بندہ! میں نے بھی تجھ عیب دار کو خریدا فرشتوں نے عیب نکالا اور کہا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ کیا زمین میں آپ مفسد اور خون ریز کو پیدا کرتے ہیں تو میں نے تیرا عیب چھپا کر تیری تعریف اس طرح کی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ میرے بندے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے' میری تعریف کرنے والے' روزہ رکھنے والے' رکوع وسجدہ کرنے والے' نیک بات بتانے والے' برائی سے روکنے والے ہوں گے۔

بندے تو نے میری کچھ قدر نہ کی اور سن مخلوق غلام خریدتی ہے تاکہ وہ غلام اس کی حفاظت کرے۔

بندے میں نے تجھ کو خریدا ہے تاکہ میں تیری حفاظت کروں پھر بھی تجھے قدر نہیں۔

یوسفؑ سے تین شخصوں کو تین بات کی طمع تھی۔ مالک کو مال کی' عزیز کو نام کی' زلیخا کو خود یوسفؑ کی' مالک کو مال ملا' عزیز کو نام ملا' زلیخا کو یوسفؑ ملے' یوسفؑ کے ساتھ زلیخا کو مال بھی ملا' نام بھی ملا' ایسا ہی جو دنیا چاہے گا اس کو آخرت نہ ملے گی۔ جو آخرت چاہے گا اس سے دنیا چھوٹ جائے گی۔

جو اللہ کو چاہے گا اس کو اللہ بھی ملے گا' دنیا بھی اور آخرت بھی۔

حکایت:۔ ایک روز ہارون الرشید نے اپنی باندیوں و غلاموں سے کہا جو جس چیز کو چاہے اس پر ہاتھ رکھ دے وہ اس کو مل جائے گی۔ یہ سن کر کسی نے کسی چیز پر ہاتھ رکھا۔ کسی نے کسی چیز پر۔ ایک باندی نے ہارون رشید پر ہاتھ رکھا ہارون نے کہا یہ کیا! تو اس نے کہا آپ نے فرمایا ہے جو جس چیز کو چاہے اس پر ہاتھ

رکھدے۔ میں آپ کے سوا کسی اور چیز کو نہیں چاہتی اس لئے آپ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ ہارون نے کہا میں تیرا اور میرا سب مال تیرا' سلطنت تیری' ایسا ہی بندے جب تو خدا سے تعلق پیدا کرتا ہے تو خدا بھی تیرا اور خدائی بھی تیری۔

غرض یوسف علیہ السلام کی حالت پر ذرا نظر کیجئے۔ بادشاہوں کی زندگی بسر ہورہی ہے۔ عزیز مصر کی خاص توجہ ہے عزیز مصر کی بیگم زلیخا باندی بنی ہوتی ہے۔ ذرا ہٹ کر پچھلے واقعات پر نظر ڈالئے۔ جو بچہ جھونپڑیوں میں رہتا تھا۔ فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس وقت اس کو دیکھنے والا کیا یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ بچہ بادشاہ بنے گا۔ مگر خدا کے ارادہ میں تھا کہ وہ بچہ بادشاہ ہو۔ دیکھئے کیا سامان بنتے ہیں۔ تدبیر خداوندی کیا کرتی ہے۔ حضرت یوسفؑ کو خواب دکھتا ہے۔ بھائی سنتے ہیں حسد سے جل جاتے ہیں۔ قتل کردینا چاہتے ہیں۔ خدا نہ چاہے تو کیا کرسکتے ہیں۔ قتل کا ارادہ بدل جاتا ہے کنویں میں پھینک کر چلے آتے ہیں۔ اس اندھیرے کنویں میں بھی خدا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ ایک قافلہ آتا ہے عزیز مصر کے ہاتھ بیچتا ہے ممکن تھا کہ اور کوئی خرید لیتا۔ مگر خدا کا ارادہ پورا ہوکر رہتا ہے۔ عزیز مصر خریدتا ہے۔ عزیز کے گھر میں آپ اطمینان سے رہ کر سیاست سے واقف ہوتے ہیں۔ سلطنت کرنے کیلئے بادشاہ کو جن جن باتوں سے واقف ہونے کی ضرورت ہے عزیز کے گھر میں رہ کر ان سب باتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ مصر کی حکومت گو باقاعدہ حکومت تھی۔ مگر مصری آج کل کے ہندوؤں کی طرح چھوت چھات کے پابند تھے یہ عبرانی لوگوں سے نفرت رکھتے تھے اس ملک میں یوسفؑ کا رہنا بہت مشکل تھا بجز غلام بنانے کے کوئی صورت نہیں تھی۔ اس لئے غلام بنا کر عزیز کے گھر میں رکھتے ہیں۔ جو ''سیاسیاتِ'' مصر کا مرکز تھا۔ یہاں سالہا سال رہ کر سلطنت کرنے کے طور طریق تمام نظم ونسق سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جیسے یوسفؑ کو جھونپڑیوں سے نکال کر اسباب بناتے ہوئے اس درجہ پر پہونچایا ہے اسی طرح ایک دن وہ آئے گا کہ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ یوسفؑ ملک مصر پر قابو پاکر ملک مصر کے بادشاہ ہوں گے۔

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَأْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ یوسف کو سلطنت کی طرح نبوت دے کر نبی بنانا ہے تو جس طرح سلطنت دینے کیلئے سلطنت کا اہل بنایا۔ ایسے ہی نبی بنانے کیلئے تعبیر خواب کا علم اور دین کی سمجھ دیں گے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں کے پورا کرنے پر غالب ہے لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے غافل انسان تجھے کچھ خبر ہے کہ تو بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ایک چیز کا ارادہ کرتا ہوں۔ یاد رکھ نہیں ہوگا مگر وہی جو میں نے ارادہ کیا ہے جس چیز کا میں ارادہ کرتا ہوں اگر اسکے لئے تو راضی ہوگیا تو تو نے جو ارادہ کیا ہے وہ بھی دونگا اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں وہ بھی۔ اگر اس کے خلاف کرنے پر تلا رہا تو تیرے ارادوں میں تجھے تھکا دوں گا اور تیرے ارادے کو نہیں پورا ہونے دوں گا۔ آخر ہوگا وہی جس کا میں نے ارادہ کیا ہے۔ کیا تجھے یہ یاد نہیں آدم نے ارادہ کیا جنت میں رہنے کا اور میں نے نہیں رکھنا چاہا ہوا وہی جو میں نے چاہا۔ آدمؑ کا ارادہ کچھ کام نہ آیا۔ ابلیس نے چاہا کہ مقرب فرشتوں کا افسر بنے۔ اور میں نے چاہا کہ ایسا نہ ہو وہی ہوا جو میں نے چاہا کافروں فاجروں کا امام بنا۔ قابیل نے چاہا کہ آدمؑ کی اولاد میں سب سے زیادہ عزت دار و باخبر ہو۔ اور میں نے چاہا کہ سب سے زیادہ بد اور ذلیل ہو۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

نوح علیہ السلام کی قوم نے چاہا کہ حضرت نوحؑ سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور میں نے چاہا کہ سب سے زیادہ عزت دار ہوں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

وابل بادشاہ نے چاہا کہ نوح علیہ السلام کو ہلاک کرے اور میں چاہا کہ وابل کو ہلاک کروں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔ ابراہیمؑ نے چاہا کہ ان کے باپ آزر مسلمان ہوں اور میں نے نہیں چاہا تو وہی ہوا جو میں نے چاہا۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاہا کہ اسمعیل علیہ السلام کو ذبح کریں اور میں نے نہیں چاہا۔ چھری چلی لیکن کچھ نہ ہوا۔ اور وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

فرعون نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کرے اور میں نے چاہا کہ فرعون کو ہلاک کروں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

داؤد علیہ السلام نے چاہا کہ اپنے فرزند ملیشالوم کو اپنے بعد بادشاہ بناؤں میں نے چاہا سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوں وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

ابوجہل نے چاہا کہ نبوت ولید بن مغیرہ کو ملے اور میں نے چاہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوں۔ وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

یوسفؑ کے بھائیوں نے چاہا کہ یوسفؑ کنویں کی تہہ میں سڑ گل جائیں اور میں نے چاہا کہ یوسفؑ مصر کے تخت پر بادشاہ بن کر نظر آئیں۔ بھائیوں نے جو چاہا وہ نہ ہوا اور وہی ہوا جو میں نے چاہا۔

حضرت نظام اولیاؒ فرمایا کرتے تھے کہ نظام چاہے خسرو کو خدا چاہے نصیر کو وہی ہوا جو خدا نے چاہا۔

اگر انسان دنیا اور دنیا کے عجیب احوال میں غور کرے تو اس کو اس پر یقین آئے گا کہ خدا کا ارادہ سب پر غالب ہے وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔

بود ہر کسے رادگر گونہ رائے نباشد مگر آنچہ خواہد خدائے

ہر شخص کی ایک رائے ہوتی ہے مگر ہوتا وہی ہے جو خدا چاہے۔

اے مجبور انسان! ایسی حالت میں اب تو کیا کرنا چاہتا ہے یہ ہی کر کہ اپنے سارے کام خدا پر چھوڑ۔ تدبیر کرنا ہے کر مگر تدبیر پر بھروسہ مت کر منتظر رہ کہ غیب سے کیا ہوتا ہے جو ہوا اس پر راضی رہ' بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ کہ میاں کیسے بنے ہوئے کو بگاڑتے ہیں اور بگڑے ہوئے کو سدھارتے ہیں دیکھ تو سہی جب کوئی کام بناتے بگاڑتے ہیں تو اس کے اسباب کتنی دور سے بناتے آتے ہیں۔ اسی میں اطمینان و آرام ہے۔ اگر اپنا بھی کچھ دخل دیا تو تھک جائے گا اور کچھ نہ ہوگا۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ جب یوسف علیہ السلام اپنی بھرپور جوانی کو پہونچے۔ کیسا ہی بدشکل بھی ہو تو جوانی میں خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ بھرپور جوانی وہ بھی یوسفؑ کی جوانی' کوئی زلیخا سے پوچھے کیا حال اس بے چاری کا ہوا ہوگا۔ غرض جب یوسفؑ جوان ہوئے۔ (۱۹۔۲۰) برس کی عمر ہوئی ہے۔ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ہم نے

ان کو حکم دیا۔ علم و عمل میں کمال دیا کہ ہر طرح سے بادشاہت کرنے کے قابل ہوئے اور حکم سے مراد یہ بھی ہے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی قدرت ان کو حاصل ہوئی۔ وَعِلْماً اور علم نبوت اور علم تعبیر خواب عطا فرمائے۔ انسان کا کمال قوت عملی اور قوت نظری پر ہے۔ حضرت یوسفؑ کو یہ دونوں قوتیں دے کر کامل کر دیا۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ جو نیک ہو کر ہمارے مرضی کے موافق ہوتے ہیں ہم ان کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

صاحبو! حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ بنانے کیلئے تدبیر الٰہی اپنا کام کر رہی ہے۔ بادشاہ بننے کیلئے جس قابلیت کی ضرورت ہے اس کی تکمیل ہو چکی ہے۔

اب یہاں سے اسی تدبیر الٰہی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے: امانت و دیانت کا۔ اب آزمائش ہوتی ہے۔ امانت دار اور دیانت دار مشہور ہونے کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں یہ کٹھن امتحان ہے دوستو سنو اور عبرت لو۔ صاحبو! جنت کے نعمتوں کی لذت کا نمونہ دنیا میں کونسی چیز ہے کچھ آپ کو معلوم ہے۔

سنو! جنت کی ہر نعمت کھانے کی ہو یا پینے کی ہر ایک میں اتنی لذت آئے گی کہ انسان بے سدھ ہو جائے گا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے کھانے پینے سے انسان بے سدھ ہوتا ہو دنیا میں صرف ایک چیز ہے جس میں جنت کے نعمتوں کی طرح بے سدھی ہے۔ وہ جماع ہے کہ اس سے اتنی لذت ملتی ہے کہ جماع کرنے والا بے سدھ ہو جاتا ہے۔ یہ نمونہ ہے جنت کی نعمت کا اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عورت جنتی نعمت ہے۔ قطع نظر اس کے اس وجہ سے بھی عورت نعمت ہے کہ عورت کی وجہ سے آنکھ اور دل کی حفاظت ہوتی ہے۔ جس کی عورت نہ ہو وہ بدنظری میں مبتلا رہے گا۔ اگرچہ شرمگاہ کو بچائے گا مگر دل کو شہوت کے وسوسوں سے نہیں بچا سکتا۔ نماز پڑھ رہا ہے دل میں جماع کے وہ خطرات آ رہے ہیں کہ کسی کے سامنے کہتے شرم آتی ہے۔ جیسے مخلوق زبان سے ادا کی ہوئی باتیں سنتی ہے۔ ایسے ہی خدا دل کی باتیں سنتا ہے۔ کتنے شرم کی بات ہے خدا کے سامنے کھڑے ہیں اور جماع کی باتیں کر رہے ہیں۔ عورت ہونے سے ایسے خطرات دل میں نہیں آتے۔ آنکھیں اجنبی عورتوں کو گھورنے سے بچتی ہیں۔ یہ دل اور آنکھ دوزخ میں لے ہی جا رہے ہے

تھے۔ مگر عورت نے دوزخ میں جانے سے بچالیا۔ اس لئے عورت خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ عورت خانہ داری کے امور سنبھال لیتی ہے۔ عورت کے طفیل سے مرد کھانے پکانے، پیسنے کوٹنے یا ان کے انتظام کرنے کے جھگڑوں سے بچ جاتا ہے۔ یہ سب عورت کرلیتی ہے اور مرد کو دینی اور دنیوی کاموں کے پورا کرنے کی فرصت ملتی ہے اس وجہ سے بھی عورت خدا کی نعمت ہے۔ اس وجہ سے بھی عورت اللہ کی نعمت ہے کہ عورت سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ خدا کا منشا جو نسل بڑھانا ہے وہ عورت سے پورا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بڑھتی ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت کی خوشی عورت ہی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد اولاد کی دعا سے نور کے طبق ملتے ہیں یہ بھی عورت ہی کے سبب سے ہے ورنہ نہ عورت ہوتی نہ اولاد ہوکر دعا کرتی۔ نہ نور ملتا۔ اگر اولاد سامنے مرگئی تو شفاعت کرے گی۔ یہ درجہ بھی عورت ہی کے سبب سے ملتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اولاد نعمت ہے۔ یہ نعمت ملتی ہے عورت سے اسلئے عورت خدا کی بڑی نعمت ہے۔

عورت سے دل بہلتا ہے۔ دنیا کی فکروں سے چور ہوکر جب مرد باہر سے آتا ہے۔ عورت سے ہنستے ہوئے باتیں کرتا ہے تو اس کی وہ ساری تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔ یا کوئی عبادت کرنے والا عبادت کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ جب تھوڑی دیر اپنی عورت سے باتیں کرتا ہے تو پھر عبادت کے لئے تازہ دم ہوجاتا ہے یا کوئی ایسا ہوکہ باطنی کیفیتیں اس پر اس قدر طاری ہورہی ہیں کہ جس کا اس کو برداشت کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ وہ اپنی عورت سے باتیں کرتا ہے جس سے اس کو اس حالت میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس کو باطنی کیفیتوں کے سنبھالنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فرماتے تھے۔ کَلِّمِیْنِی یَا عَائِشَةُ عائشہ مجھ سے باتیں کرو۔ جب باطنی کیفیت میں سکون ہوکر برداشت کی قوت پیدا ہوجاتی فرماتے اَرِحْنَا یَا بِلَالُ راحت دو بلال یعنی اذاں دو نماز پڑھیں گے۔ جس سے باطنی کیفیتوں کے دریا دل پر بہیں۔ کیا اس وجہ سے بھی عورت نعمت نہیں ہے۔ بے شک خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔

عورت میں یہ نعمتیں ہیں۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں۔ خوشبو اور عورت' تیسری چیز میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنی قومیں آئیں وہ سب عورتوں کو ذلیل سمجھتی رہیں۔ قدیم عیسائی عورتوں کو شیطان کے برابر یا اس سے بڑھ کر بتلاتے تھے۔ الحمد للہ یہ اسلام کی تبلیغ ہے کہ جس نے ان کی بھی آنکھیں کھول دیں ہیں اور یہ بتلادیا کہ عورت بھی ایک نعمت ہے۔ عورت کو مرد کی طرح عزت دی ہے ان کے بھی حقوق بتلائے ہیں بہت زوردار الفاظ میں عورتوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حدیث :- تم میں سے بہتر اخلاق والا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک رکھتا ہے اسلئے کہ میں بھی اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔

حدیث :- وفات کے وقت فرمایا تین چیزوں کا خیال رکھو۔ نماز قائم رکھو' غلام باندی کو اچھا رکھو' عورتیں تمہارے ہاتھ میں قید ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

صاحبو! ذرا اسلامی تعلیم کو تو دیکھو اُدھر عورتوں کے حقوق کو بتایا ان کو عزت سے رکھنے کی تاکید کی۔ ادھر یہ بھی لحاظ کیا کہ عورتیں پیدائشی طور پر مردوں سے کمزور ہیں۔ ان کے جسمانی قویٰ ہوں یا دماغی مردوں کے برابر نہیں ہوتے۔ اس طرح اور بھی وجوہات ہیں کہ جس کی وجہ سے عورت خود مختار ہوکر اچھی زندگی بسر نہیں کرسکتی اسلئے فرمایا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَی النِّسَاءِ مردوں کو عورتوں کا حاکم بنایا۔

مرد سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم بھی سردار ہیں۔ آپ کی ذمہ داری اور بڑھ گئی۔ دال خراب ہوئی تو بگڑ گئے۔ روٹی اچھی نہیں ہوئی تو چار باتیں سنادیں۔ اس واسطے آپ سردار نہیں ہیں۔ بلکہ اس واسطے آپ سردار بنائے گئے ہیں کہ خدائی احکام ان کو پہونچائیں اور اپنی حکومت کو کام میں لاکر ان احکام الٰہی پر ان سے عمل کرائیں؟ مگر سردار صاحب خود ہی عمل نہیں کرتے تو عورتوں کو کیا عمل کروائیں گے؟ جس گھر میں ایک بھی بے نمازی ہوتو اس گھر میں نحوست برستی ہے۔ مرد سردار ہیں کبھی عورتوں کو نماز کی تاکید کی؟ دیکھیئے کتنا پیارا

انتظام ہے۔ مرد عورت کے ساتھ محبت سے رہے اور آرام سے رکھے اور عورت مرد کو اپنا حاکم سمجھ کر تابعداری کرے تو کس طرح زندگی لطف سے گزرتی ہے۔ عورتیں مردوں کی تعظیم اور ادب نہیں کرتیں بلکہ برابری کا برتاؤ کرتی ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے بعض عورتیں تو مردوں پر حکومت کرتی ہیں۔ ایسا ہی مرد عورتوں کو ذلیل رکھتے ہیں اور بعض کمبخت تو گھر میں عورت رکھ کر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ باہر حرام کاری میں مبتلا رہتے ہیں۔

حکایت:- ایک شخص کی بیوی نہایت خوبصورت تھی۔ مرد اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک کسبن سے پھنسا ہوا تھا۔ بیوی کو فکر ہوئی دیکھنا چاہی کہ وہ کسبن کیسی ہے۔ دیکھا تو کسبن کی صورت خاک بھی نہیں مگر حالت یہ ہے کہ میاں جب اس کسبن کے پاس پہونچے تو اس نے دو چار جوتے لگائے اور کہا بھڑوے کہاں تھا اتنی دیر کہاں لگائی وہ جوتے مارتی جاتی اور یہ خوشامدیں کرتا۔ بیوی نے سمجھ لیا کہ اس مرد کیلئے اسی کی ضرورت ہے جب وہ مرد گھر میں آیا تو بیوی نے بھی یہ ہی طریقہ اختیار کیا کہ دو چار جوتے لگائے اور گالیاں برسانے لگی۔ وہ مرد ہنس کر کہنے لگا بی! بس تیرے اندر اسی کی کسر تھی۔ اب سے میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ واقعی لات کا آدمی بات سے نہیں مانا کرتا۔ اگر دونوں الگ رہیں تو خوش اخلاق جہاں ملے تو سوڈے اور ٹارٹری (لیمو) کی طرح شور برپا۔

مرد عورت دونوں سنبھل کر رہیں۔ عورت مرد کی تابعداری کرے اور مرد عورت کے حقوق ادا کرے۔ غرض دنیا کی ہر چیز میں جہاں نفع ہے وہاں ضرر بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خدائے تعالیٰ نے ایک دسرے کو مصلح بنایا ہے۔ ایسے ہی عورت نعمت ہے جہاں اس میں ضرر بھی ہے۔ ایک خرابی یہ ہے کہ ان میں غصہ ہوتا ہے۔ مرد میں بھی غصہ رہتا ہے مگر مرد میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ اسلئے مردوں کا غصہ مارنے پیٹنے چلانے میں ظاہر ہوکر اُبال کی طرح دب جاتا ہے اور عورتوں میں برودت ہوتی ہے اسلئے ان کے غصہ کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ بیٹھا غصہ بن کر اندر ہی اندر جمع ہوکر کینہ بن جاتا ہے۔ دل میں بھرا رہتا ہے۔ بات بات پر رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کوئی گھر نہیں جس کی عورتیں اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ماں بیٹی آپس میں لڑتی ہیں۔ ساس

بہو آپس میں لڑتی ہیں۔ دیورانی جٹھانی تو گویا پیدا ہی اسی لئے ہوتی ہیں پھر دیکھا جائے تو ان لڑائیوں کی بنا ذرا سے شبہ کے سوا کچھ نہیں۔ اس پر جو چلاتو ادھر سر بھرتو ادھر دھڑ بھرلڑائی ہوتی ہے۔ تحقیق کی جائے تو بات کیا نکلتی ہے کہ فلاں نے کہا ہے کہ وہ شکایت کررہی تھی۔ سننے والی کہتی ہے واہ یہ بڑی ایماندار ہے جھوٹ تھوڑے ہی کہا ہے۔ کسی خدا کی بندی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ بیچ کا واسطہ کاٹ کر خود ہی شکایت کرنے والی سے پوچھ لیں کیوں بی تم نے میری کیا شکایت کی تھی۔

مسنون طریقہ تو یہ ہی ہے حالانکہ بیچ میں ذاتی اغراض ہوتے ہیں وہ لڑادیتی ہے ذراسی بات کو بڑھا کر کہتی ہے جب ان سے کہا جائے دیکھو بات ایسی نہیں ہے تم نے غلط سمجھا ہے تو کہتی ہے کیا میں بچّی ہوں۔ کیا میں سمجھتی نہیں فلاں کام میرے چڑانے کو کیا گیا۔ خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے تو پہچانا ہے لاکھ سمجھایئے بات دل سے نکلتی نہیں۔

بڑی چیز یہ ہے کہ خدا نے ناخن نہیں دیئے ورنہ معلوم نہیں کیا کر گذرتیں غصہ میں ایسی مغلوب ہیں کہ بچوں کو کوستی ہیں۔ مرجاؤ، کھپ جاؤ، گھر کو کہتی ہیں آگ لگ جائے۔ بعض وقت خود اپنے آپ کو کوستی ہیں یا اللہ مجھے تو اُٹھالے بس اس جینے سے مرنا بہتر ہے۔

کبھی غصہ میں اللہ میاں پر بھی مشق ہوتی ہے کہ ساری مصیبتیں میرے ہی واسطے رہ گئی تھیں۔ جب کہا جائے توبہ کرو شرع کے خلاف باتیں نہ بکو تو جواب ملتا ہے۔ شرع بھی ساری میرے ہی واسطے ہے۔ دنیا میں آرام دیکھا نہ چین پھر زبان کاٹنے کے لئے شرع بھی تیار ہے۔

بی بیو! ذرا ہوش میں رہو۔ غصہ میں ایسی مغلوب نہ بنو۔ ایک خرابی تو عورتوں میں غصہ کی ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ دنیا کی محبت بہت ہوتی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ زیور کی ہوس اس قدر ہوتی ہے کہ سر سے پیر تک لدی ہوئی ہوں مگر پھر بھی بس نہیں۔ اگر نیا زیور نہیں بنوائے گی تو پہلے زیور کی توڑ پھوڑ میں روپیہ برباد کرتی رہے گی۔ آج ایک زیور بڑے شوق سے بنوایا تھا۔ کل کسی عورت کے پاس وہی زیور دوسرے نمونہ کا دیکھا تو

بے چین رہتی ہیں کہ میں بھی اسی نمونہ کا بناؤں گی۔ یوں تو عورتوں کی طبیعت میں زیور اور کپڑے کی حرص ہوتی ہے مگر آپس میں ملنے ملانے سے یہ حرص اور بڑھ جاتی ہے۔

حکایت:- ایک کورٹ انسپکٹر جو بہت نیک آدمی تھے اپنی ماہوار قرابت کے غریبوں پر اور بیواؤں پر خرچ کرتے گھر میں کم رکھتے ان کی بیوی کے پاس ایک چھلا بھی نہیں تھا نہ گھر میں کوئی ماما۔ وہ بے چاری خود پکاتی خوش تھی۔ ان کے ایک قرابت دار تھے کورٹ انسپکٹر کی بیوی جب وہاں گئیں تو دیکھا کہ ان عزیز کی بیوی کے پاس کچھ زیور بھی ہے کام کرنے کو باندیاں بھی ہیں واپس آکر خاوند کی خبر لی کہ وہ ان کی ماہوار کم پھر زیور بھی باندیاں بھی ہیں۔ تمہاری ماہوار زیادہ' گھر میں ایک چھلا بھی نہیں اور میں ہاتھ سے کام کرتی ہوں اب تو مجھ سے اس طرح نہیں رہا جاتا۔ زیور بناؤ' عمدہ کپڑے بناؤ' گھر میں ماما رکھو۔ اب کہاں کی خیرات ماہوار بس نہیں آتی۔ رشوت لینا شروع کی' کہتے تھے کیا کامل کی صحبت تھی کہ ایک منٹ میں ایسا رنگ دیا کہ میری ساری عمر کا اثر نکل گیا۔ پھر دکھاوے کی یہ حالت کہ اگر دوپٹے سے کان ڈھکے ہوئے ہیں کہ کسی کی نظر نہیں پڑتی تو کھجانے کے ہی بہانے سے ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے پاس یہ یہ چیزیں ہیں۔ ان کا مجمع ہوتا تو دوسروں کے زیور اور کپڑے پر نگاہ رہتی ہے دیکھئے مردوں کا مجمع برخواست ہوتا ہے تو کسی کو بھی یاد نہیں رہتا کہ فلاں کی ٹوپی کیسی تھی' شیروانی کیسی تھی بخلاف عورتوں کے سب کا زیور اور کپڑا پٹ پٹ بتادیں گی۔ اس لئے کہتا ہوں کہ ان میں دنیا کی محبت بہت ہوتی ہے۔ خاوند کے دکھانے کو بناؤ سنگھار کریں تو خیر پھر بھی ثواب ہوتا ہے مگر حالت یہ ہے کہ مہمان جائیں گی تو خوب بن ٹھن کر جب آئیں گی تو فوراً اتار دیں گی تا کہ خاوند نے جیسا میلا کچیلا پہلے دیکھا ہے ویسے ہی دیکھے اور ایک خرابی یہ ہے کہ عورتوں میں ناشکری کا مادہ زیادہ ہے۔

حدیث:-

اگر تم کسی عورت کے ساتھ عمر بھر اچھا برتاؤ کرتے رہو پھر بھی کبھی ایک دفعہ خلاف مزاج کوئی بات دیکھے گی تو وہ یوں کہے گی میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی ذرا سی بات میں ساری عمر کے احسانات بھول

جاتی ہیں۔ اور کہتی ہیں میں اس گھر میں ہمیشہ مصیبت میں ہی رہی۔ ماں باپ نے مجھے جان بوجھ کر کنویں میں ڈالا۔ اس طرح جو منہ میں آیا کہتی ہیں۔ ان کے پاس کتنے ہی کپڑے ہوں جب پوچھو کہ تمہارے پاس کتنے کپڑے ہیں؟ تو کہیں گی ''کیا ہیں دو چیتھڑے'' برتن چاہے کتنے ہی ہوں جب پوچھو تو کہیں گی اونھ کیا ہیں دو ٹھیکرے سب سے خوش اخلاقی سے پیش آتی ہیں۔ اور بداخلاقی ہے تو محض خاوند کیلئے۔ عورتوں کی عادت ہے کہ خاوند کے سامنے زبان درازی بہت کرتی ہیں۔ جب وہ باہر سے گھر آئے تو اتنا نہیں دیکھتی کہ جلا بھنا کیسا آرہا ہے ذرا اس کا مزاج تو دیکھ لیتی۔ مگر اتنا صبر کہاں وہی اپنی ایک ٹانگ۔ بکواس کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ ہیں عورتوں کی چند خرابیاں۔ علم نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ وہ علم نہ پڑھ سکتی ہوں تو خاوند جو سنے ان کو سنائے اگر اُردو آتی ہے تو مذہبی کتابیں سنایا کرے ممکن ہو تو خود عورتوں کو علم پڑھائے مگر کونسا علم؟ مذہبی علم جو دین داری سکھائے نہ آج کل کے مدارس کا علم جو اور شوخی پیدا کرتا ہے۔ یہ عورتوں کے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ بھلا عورتوں کو جغرافیہ پڑھانے سے کیا فائدہ عورتوں کو یہ بات اب تک معلوم نہیں تھی کہ ہمارے شہر میں کتنے محلے ہیں؟ اور ضلع کتنے؟ شہر و بستیاں کتنے؟ اور کونسا راستہ کدھر جاتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے گھر میں مقید رہنا پسند کرتی تھیں اب ان کو دنیا بھر کے نقشے و راستہ بتائے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ اگر بھاگنا چاہیں تو آسانی سے بھاگ سکیں۔ عورتوں کا کمال یہ ہے کہ اپنے گھر کے اور خاوند کے سوا کچھ معلوم نہ ہو۔

نیک عورتوں کی اللہ تعالیٰ صفت بیان کرتا ہے کہ وہ غافل ہوں۔ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ عیب لگاتے ہیں پاک دامن اور غافل عورتوں کو۔

تفسیر روح البیان کی دوسری جلد صفحہ ۷۴۳ سورہ نور کی تفسیر میں لکھا ہے الدَّاعِيَةُ فِيهَا اَوْفَرُ وَالشَّهْوَةُ اَكْثَرُ اس کے معنی یہ ہیں مرد سے زیادہ عورت میں شہوت اور خواہش ہوتی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے عورت میں مرد سے زیادہ حیا و شرم پیدا کی تاکہ حیا عورت کو روکے رہے۔ گوشہ پردہ حیا و شرم کو باقی رکھتا ہے۔ بے گوشہ ہونے والیوں اور مردوں سے زیادہ میل جول رکھنے کی وجہ سے شرم و حیا کم ہو جاتی ہے۔

شرمناک واقعات اس عورت سے ظاہر ہوتے ہیں جس میں کہ یورپ مبتلا ہے۔ آنکھ ہاتھ پاؤں کا بھی زنا ہوتا ہے۔ ان سب کا بچاؤ گوشہ سے ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل کے نوجوان گوشہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں یہ ہی گوشہ جو آج کل کا رواج ہے۔ قرآن شریف حدیث وشریف سے ثابت ہے کہ قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ گھر میں جمی رہو۔ یاد ہے وہ حدیث کہ ایک صحابی کی بیوی دروازہ میں کھڑی تھی باہر سے وہ صحابی آئے عورت کو دروازہ میں دیکھ کر بھالے سے مار ڈالنا چاہا تو اس عورت نے کہا پہلے عذر تو سن لو۔ صحابی نے کہا کیا ہے۔ اس عورت نے کہا گھر میں بہت بڑا ناگ ہے میں اکیلی ہوں اندر نہیں جاسکی۔ اگر آج کل کے جیسا گوشہ نہیں ہوتا تو مارنے کی کیا وجہ تھی۔ باقی پورے دلائل حدیث وقرآن کے موافق مولوی اشرف علی صاحب کے رسالے میں ہیں اور عقلی دلائل مصر کے ایک عالم کے رسالہ ''الجلیل الانیس'' میں لکھے ہیں۔

آیئے آپ کو دکھاتا ہوں کہ بے گوشہ رہنے کا اور مردوں سے میل جول رکھنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

صاحبو! دیکھو دنیا میں اگر کسی سے محبت ہوجاتی ہے تو اس سے ملنے کیلئے کتنی کوشش کی جاتی ہے۔ کیا کیا مصیبتیں جھیلتے ہیں گوارا نا گوارا سب ہی کچھ برداشت کرتے ہیں جس میں محبوب کی خوشی ہو وہ کام کرتے رہتے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں کہ کس کام سے میرا محبوب خوش ہوکر اپنے نزدیک بٹھالے گا۔ جب نزدیک بٹھالیا تو ہائے عشق ومحبت کب چین سے بیٹھنے دیتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ ذرا اور کھسک کر نزدیک ہوکر بیٹھوں' پوچھتا ہے پیاری اور آگے آؤں جتنا نزدیک ہوتا جاتا ہے دل چاہتا ہے کہ اور نزدیک ہوجاؤں ۔ع ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' جوں جوں قریب ہوتا جاتا ہے اس کی تڑپ بڑھتی جاتی ہے غرض عاشق کو کبھی تسلی وتسکین نہیں ہوتی۔

چو بندد بے دلے در نگارے نگیرد کار او ہرگز قرارے

جب کوئی عاشق کسی کے عشق میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو ہرگز ایک لحظہ چین وقرار نہیں رہتا۔

دوستو! زلیخا کو دیکھو یوسفؑ کو خواب میں دیکھتی ہیں۔ چاہتی ہیں اور ایک بار خواب میں آئیں دوبارہ خواب میں آتے ہیں۔ چاہتی ہیں نام اور مقام معلوم ہوجائے جب نام ومقام معلوم ہوجاتا ہے تو چاہتی ہیں

کہ دیدار ہوجائے۔ جب دیدار ہوگیا رات دن یوسفؑ آنکھوں کے سامنے ہے دل نہیں ٹھہرتا۔عین وصل کا شوق ہے تڑپ ہے۔ رات دن ہائے یوسفؑ ہائے یوسفؑ ہے ۔کوئی پوچھے کس کو پکارتی ہے وصل تو نصیب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو مرتبہ بھی وصل کا اس کو نصیب ہے۔ وہ اس سے بھی اعلیٰ کو چاہتی ہے۔ یہ قُرب کو قُرب نہیں سمجھتی بلکہ بعد سمجھتی ہے۔

دوستو! جب دنیا کے محبوبوں کے ساتھ عشق کی یہ شان ہے تو کیا خیال ہے آپ کا' محبوب حقیقی خدا کے طالب کا کیا حال ہونا چاہئے۔ جوں جوں قرب ہوتا ہے طلب بڑھتی ہی جائے۔ یادالٰہی میں ترقی ہوتی ہی جائے ۔ نہ یہ کہ دو دن کچھ کرلیا۔ پھر بس سمجھ لیا کہ وصل ہوگیا۔ یہ عشق نہیں دل لگی اور کھیل ہے۔ اسکی تو وہی مثال ہے کہ محنتیں کر کے محبوب کے دروازے تک پہونچیں جب حاضری کا موقع ملے لاحول پڑھ کر بھاگ گئے کیا یہ عشق ہے؟ کیا یہ وصال ہے؟ ایسے پر محبوب کا غضب ہوگا ساری عمر پھر پاس نہ پھٹکنے دیا جائے گا۔

جب زلیخا نے یوسفؑ پر قابو پایا تو تمناؤں کے تقاضے شرع ہوئے ہوس نے ہاتھ پاؤں نکالے۔طرح طرح سے حیلہ اور تدبیریں کررہی ہیں۔خوشامدیں ہورہی ہیں کیا کرے گی کچھ حسن ہی ایسا تھا جو عورت دیکھتی تھی گرویدہ ہوجاتی تھی۔ رات دن کا میل جول ہمیشہ کی تنہائی اور بھی غضب کررہی تھی۔

حکایت:۔ ایک عورت جو زنا کی مرتکب ہوئی تھی۔ اس سے پوچھا گیا تو نے یہ کیا کیا تو اس نے کہا قُرْبُ الوِسَادِوَطُوْلُ السَّوَادِ ۔تکیوں کی نزدیکی نے اور اندھیری رات کے سماں نے اس جرم کا مرتکب کرایا۔ ادھر حضرت یوسفؑ کو اپنے بچاؤ کے واسطے ایک چیز مل گئی تھی۔

صاحبو! یاد رکھنے کی چیز ہے کہ وہ ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔کبھی زلیخا کو دیکھتے ہی نہ تھے۔ جیسے زکام معمولی بیماری ہے مگر سینکڑوں بیماریوں کا سبب ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی گھورنا سارے پھل پھول کی یہ ہی اصل ہے۔ جب شیطان مردود ہوا تو اس نے کہا لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ میں آپ کے سیدھے راستہ پر انسان کو

بہکانے کیلئے بیٹھوں گا میں انسان کے سامنے سے اور پیچھے سے اور سیدھے طرف سے اور بائیں طرف سے آکر بہکاؤں گا۔ اب اوپر اور نیچے کی سمت رہ گئی ہے۔ اوپر دیکھنے سے ٹھوکر لگنے کا خوف ہے اس لئے نیچے دیکھ کر چلو نہ کسی پر نظر پڑے گی اور نہ اس سے بُرے نتیجے نکلیں گے۔

حکایت:۔ ایک بزرگ تھے ان کی بستی میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ جب جانے لگا تو پریشان ہوا کہ بیوی کو کہاں چھوڑے تنہا چھوڑ سکتا تھا نہ ساتھ لے جاسکتا تھا۔ ان بزرگ کے پاس آیا اور کہا حضرت میری عورت کو آپ اپنے گھر میں رکھیئے مجھ کو اور کسی پر بھروسہ نہیں۔ حضرت نے کہا مجھے معاف رکھو اس نے کہا خدا کے لئے آپ رکھیئے اور قسمیں بھی دیں۔ مجبوراً آپ نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور گوشہ کرنے کا حکم دیا۔

اتفاق سے ایک روز بے اختیاری میں اس عورت پر نظر پڑی۔ عاشق ہوگئے پھر فوراً نادم اور پریشان ہوکر مرشد کے پاس گئے اور کہا حضرت مجھ سے ایسا قصور ہوگیا ہے۔ اب معافی کی کیا صورت ہے کیسے خدا مجھ سے پھر راضی ہوگا۔ مرشد نے کہا فلاں بستی میں ایک بزرگ رہتے ہیں وہاں جاؤ۔ یہ بے چارہ منزلیں طئے کرتا ہوا وہاں پہونچا۔ لوگوں سے ان بزرگ کا پتہ پوچھا لوگوں نے کہا بھلے آدمی کیا دیوانہ ہوگیا ہے کس فاسق کو بزرگ کہتا ہے۔ وہ تو شرابی لونڈے باز ہے جس سے پوچھتے وہ یہ ہی کہتا ہے۔ بے ملے کے واپس چلے آئے مرشد نے پوچھا کیوں ملے؟ انھوں نے کہا حضرت آپ نے کس فاسق و فاجر کے پاس بھیجا تھا وہ تو ایسا ایسا ہے میں بے ملے چلے آیا۔ مرشد نے کہا پھر جاؤ ان سے ملو۔ بے ملے ان کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ پھر سفر کرتے ہوئے جاکر ان بزرگ سے ملے۔ صورت تو اولیاء اللہ کی معلوم ہوتی تھی۔ مگر سامنے شراب کا شیشہ اور لونڈا بیٹھا ہوا تھا۔ حیرت میں تھے بہت ادب سے پوچھا حضرت آپ اہل دل ہوکر یہ کیسا شغل فرمارہے ہیں۔ فرمایا ''بابا یہ شراب رکھنے کی صراحی ہے مگر اس میں پانی بھرا ہوا ہے یہ لڑکا میرا فرزند ہے تعلیم کیلئے پاس بٹھاتا ہوں'' عرض کیا کہ حضور پھر کیوں اپنے آپ کو آپ نے ایسا بدنام کررکھا ہے تو ہنستے ہوئے فرمایا' بابا اس واسطے ہم نے یہ حالت بنائی ہے تاکہ کوئی جبہ و قلہ پر دھوکا کھاکر اپنی جورو نہ رکھائے کہ اس کو گھور کر خدا کے عتاب میں آکر بستی بستی معاف کرواتے پھریں حیرت ہوئی قدموں پر گرکر گناہ معاف ہونے کیلئے درخواست کی۔ یہ؟

بدنظری کا انجام۔ اسلئے اجنبی عورتوں کو گھورنے سے بچنا چاہئے۔

حضرت یوسفؑ کو یہ نسخہ مل گیا تھا وہ زلیخا کو دیکھتے ہی نہیں تھے زلیخا کی باندیوں نے کہا بی! زرخرید غلام کے پیچھے کیا پڑی ہو؟ تم بادشاہ زادی ہو کسی بادشاہ سے عشق کرو۔ کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔ زلیخا نے کہا باندیو تم سچ کہتی ہو کوئی دوسرا معشوق ایسا بتادو تو اس کو چھوڑ دوں ۔ کیا کروں اس کے سوا کوئی ایسا نہیں۔

صاحبو! آپ نے سونچا کہ زلیخا کیا کہہ رہی ہیں۔

حکایت:- ایک بزرگ کو تہجد کے وقت غیب سے آواز آئی کچھ بھی کر ہم قبول نہیں کرتے۔ اس زور سے آواز آئی کہ ان کے ایک مرید نے بھی سن لیا۔ مگر وہ ایسے عاشق تھے کہ باوجود اس طرح سننے کے پھر بھی نماز میں جٹ گئے۔ دوسرے دن پھر لوٹا بدنا لے کر تہجد کو اُٹھے مرید نے کہا حضرت جب وہ منہ ہی نہیں لگاتے اور کچھ قبول ہی نہیں کرتے تو آپ کیوں مصیبت جھیلتے ہیں لیٹ کر سو بھی رہیئے وہ بزرگ وجد میں آئے اور روکر فرمایا بیٹا میں ان کو چھوڑ تو دوں مگر یہ تو بتاؤ کہ ان کے در کے سوا کوئی بھی اس قابل ہے جہاں چلا جاؤں ظاہر ہے کہ اس در کے سوا کوئی در نہیں ہے۔ تو پھر میں اسی در پر جان دیدوں گا چاہے وہ قبول کریں یا نہ کریں اس جواب پر رحمت الٰہی کو جوش آیا اور پھر آواز آتی ہے۔

قبول است گرچہ ہنر نیست　　　که جزما پنا ہے دگر نیست

جا قبول کرتے ہیں اگرچہ تو قبول کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اسلئے کہ ہمارے سوا تجھے کہیں پناہ نہیں ہے۔ اگر آج کسی کو ایسی آواز آئے تو وہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر الگ ہوجائے کیوں کہ محبت پوری نہیں ہے۔ زلیخا کی محبت پوری تھی اسی دھن میں ہے طرح طرح سے پھسلا رہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ طرح طرح سے بی زلیخا حضرت یوسفؑ کو پھسلا رہی ہیں۔ مگر یوسفؑ ہیں کہ ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے ہیں اور تو اور زلیخا کی صورت تک نہیں دیکھتے۔ اس بے پروائی سے زلیخا کی حالت دن بدن گرتی جارہی ہے۔

ہمیشہ اداس نظر آتی ہے۔ پھول سا چہرہ کمہلایا ہوا سا رہتا ہے غم و رنج اس کو گھلا رہا ہے۔ دایہ نے جب یہ حالت دیکھی تو تنہائی میں زلیخا سے پوچھا بی زلیخا تمہاری یہ کیا حالت ہے تمہارا آرام جان ہمیشہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر یہ بے چینی کیسی؟ جب تم اپنے معشوق یوسفؑ سے دور تھیں اس کی جدائی میں جلتی تھیں تو معذور تھیں۔ اب وصال میں یہ جلنا کیسا! دنیا میں کسی عاشق کو یہ نصیب ہوا ہے کہ اس کا معشوق اس کی خدمت میں غلام بنا ہوا حاضر ہو۔ تیرا معشوق تیرے حکم میں ہے اور کیا چاہتی ہے؟ غرض بہت کچھ دایہ نے سر پکایا زلیخا بہری بنی ہوئی بیٹھی تھیں۔ یہ سن کر بہت روئی اور کہا انا تو میری ماں ہے تجھ سے کونسا بھید چھپا ہوا ہے تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ میرے دل میں کیا آگ لگی ہے۔ اس جان جہاں کا میرے ساتھ کیسا برتاؤ ہے۔ میں ندی کے کنارے ہوں اور پیاسی ہوں خدا دشمن کو بھی میری طرح نہ بنائے۔

میں کس بناؤ سنگھار کے ساتھ اور کس ادا سے اس کے سامنے جاتی ہوں تو وہ اپنے پاؤں کی پیٹھ کو دیکھتا ہے۔ کیا میرے منہ سے اس کا پاؤں اچھا ہے۔ غرض کیا کہوں اس کی بے توجہی نے مجھے مارا۔ انّا کچھ تو ہی تدبیر بتا کیا کروں؟ جس سے یوسفؑ میری بات سنے۔ انّا نے کہا بی مجھے اجازت دو میں جاکر ان پر اثر ڈال کر یوسفؑ کو تمہارا بنا کے آتی ہوں۔ زلیخا نے اجازت دی۔ یوسف کو زلیخا پر مائل کرنے کا بیڑا اٹھا کر انا چلی۔

دوستو! یہ بڈھیاں غضب کی ہوتی ہیں۔ نہ بننے کی بات کو بنا کے چھوڑتی ہیں۔ خدا ان کے شر سے بچائے۔

دوستو! اسی طرح عورتوں کو ناول پڑھنے سے بچاؤ۔ ہرگز عورتوں کے پاس ناول مت آنے دو اس سے اخلاق بہت خراب ہوجاتے ہیں۔ ان ناولوں کی وجہ سے شریفوں کے گھروں میں بھی بڑے بڑے واقعات شرمناک ہوچکے ہیں۔ مگر اب بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ ان ناولوں سے تو وہ پرانی کتابیں قصۂ گل بکاولی و چہار درویش ہی غنیمت ہیں اگرچہ یہ کتابیں بھی عورتوں کے اخلاق بگاڑنے والی ہیں مگر قصۂ گل و بکاولی چہار درویش سے اتنے اخلاق خراب نہیں ہوتے جتنا کہ ناولوں سے ہوتے ہیں۔ قصے گو ان میں بھی خرافات ہیں مگر وصال کی جو تدبیریں بتلائی ہیں وہ نہایت دشوار ہیں۔ مثلاً شاہزادے کا بکاولی کے باغ میں پہونچنا

کیسے ہوا۔ راستہ میں ایک دیو ملا۔ اس نے اس کو ماموں بنایا۔ اس دیو کو اس پر رحم آیا۔ اس نے اس کو باغ میں پہونچایا اسی طرح چہار درویش کے قصے میں بھی خرافات ہیں مگر وصال کی ایسی سہل سہل ترکیبیں لکھی ہیں۔ جس سے ہر شخص کام لے سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ عاشق نے کسی بڈھی کو لالچ دیا کہ میں تجھ کو اتنے روپے دوں گا تو فلاں لڑکی سے مجھ کو ملادے ۔ یہ ترکیب ایسی آسان ہے کہ جس کے پاس روپیہ ہو وہ اس سے اس طرح آسانی سے کام نکال سکتا ہے کیوں کہ ایسی بیچ والی عورتیں جلد لالچ میں آجاتی ہیں۔ نہ ان میں دین ہے نہ حیا نہ کسی کے آبرو کا ان کو خیال ۔ ان کے ذریعہ سے گھروں میں کچھ سے کچھ واقعات ہوجانا بڑی بات نہیں۔ بجائے ناولوں اور گل بکاولی و چہار درویش وغیرہ کے دین کی اور سلیقہ کی باتیں جن کتابوں میں ہوں وہ عورتوں کو دکھلائیں اگر قصے ہی دیکھنا ہے تو اولیاء اللہ کے قصے دکھائیں۔

غرض بڈھی انا یوسفؑ کے پاس جا کر بیٹھی پہلے زلیخا کے حسن کی تعریف شروع کی پھر کہا ایسی حسین نوجوان شہزادی تم پر فریفتہ ہے یوسفؑ تم بڑے خوش تقدیر ہو۔ پھر آج سے نہیں بچپنے سے تم پر جان دیتی ہے۔ تمہارے لئے کیسی کیسی مصیبتیں سہیں تمہارے عشق میں سودائی ہوئی اب بھی تمہاری باندی بنی ہوئی تمہاری خدمت میں کھڑی ہے۔ کچھ تو اس پر رحم کرو۔ اس طرح بہت کچھ مکر کی باتیں کیں۔ یوسفؑ چپ سنتے رہے جب وہ ختم کر چکی تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا سنو! انا میں زلیخا کا زرخرید غلام ہوں بے شک ان کے مجھ پر بے حد احسان ہیں اگر عمر بھر زلیخا کے احسانات گنوں گا تو اس کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ میں ان کا دل و جان سے وفادار ہوں۔ میں ان کا فرمانبردار ہوں ۔ان کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ مگر وہ کام جس میں خدا کی نافرمانی ہو مجھ سے نہیں ہوسکے گا۔ زلیخا سے کہو اس سے مجھے معاف رکھیں۔ یہ سن کر دایہ مایوس ہوکر واپس گئی اور کہا زلیخا تم فکر مت کرو۔ میں ایک تدبیر کروں گی کہ اس وقت یوسفؑ کو تمہاری بات سنتے ہی بنے گی۔ پہلے تم خود جا کر یوسفؑ کو سمجھاؤ شاید کچھ اثر ہو یہ سن کر خود زلیخا نے یوسفؑ کے پاس بیٹھ کر کہا یوسفؑ میرے حال پر رحم کرو۔ اگر ہوسکتا تو دکھاتی کہ میرے دل کی کیا حالت ہے۔ میری آنکھیں روتے روتے آنسوؤں کی

جگہ خون بہا رہی ہیں۔ میں نہیں کہتی کہ مجھے عزت سے دیکھو مجھے اپنی باندی سمجھو۔ میری بات سنو میرے دل کو آرام دو۔ میں تمہارے عشق و محبت میں جل رہی ہوں مجھ پر وصال کا پانی ڈالو یہ سن کر یوسف علیہ السلام رونے لگے۔ زلیخا نے کہا میری جان روتے کیوں ہو یوسفؑ نے کہا زلیخا میں اس لئے روہا ہوں کہ کسی کا عشق میرے لئے مبارک نہیں جب کوئی مجھ پر عاشق ہوا ہے تو مجھے مصیبت اٹھانا پڑی۔

پھوپی عاشق ہوئیں آخر چور مشہور ہوا۔ باپ عاشق ہوئے گھر چھوٹا آوارہ ہوا پردیس میں پڑا ہوں۔ اب تم عاشق ہوئی ہو۔ خدا جانے اب مجھ پر کیا مصیبت آتی ہے۔ زلیخا کا یہ مکر بھی نہ چلا تو یوسفؑ کو پھانسنے کی دوسری تدبیر سوچی۔ حکم دیا یوسفؑ بے وطن ہونے سے اداس رہتے ہیں ان کو ہمارے باغ میں چند روز رکھو تاکہ ان کا دل بہلے۔ ادھر سو(100) باندیوں کو ساتھ بھیجا جو ایک سے ایک بڑھ کر حسین خوبصورت تھیں نوجوان تھیں۔ باندیوں کو مخفی طور پر سمجھا دیا تھا کہ ہر ایک یوسفؑ کو پھسلائے پھر جس کی طرف یوسفؑ راغب ہوں تو کسی بہانے میرے پاس آکر خبر کر دے تو میں اس باندی کے کپڑے پہن کر یوسفؑ کے پاس رہ کر اپنا مطلب یوں چوری سے حاصل کرلوں گی۔ باغ ہے کوئی غیر نہیں جدھر دیکھئے ادھر خوبصورت جوان عورتیں ہیں۔ ہر ایک طرح طرح کے ناز وادا سے یوسفؑ کا دل لبھانا چاہتی ہے۔

حضرت یوسفؑ نے باندیوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ چوں کہ وہ بت پرست تھیں اس لئے پہلے توحید پر وعظ فرمانے لگے۔ سنو باندیو! تمہارا ہمارا ایک زبردست مالک خدا ہے جو بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والا ہے۔ ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے کیوں سر جھکاتی ہو آؤ تم ہم سب مل کر سارے جہاں کے مالک خدا کے سامنے سر جھکائیں غرض اس طرح سے باندیوں کے سامنے تقریر فرمائی کہ تمام باندیوں نے کلمہ پڑھا مسلمان ہوگئیں پھر سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا سچ کہو باندیو تمہارا ایک کھیت ہے تم نے اپنے نوکر کو بیج دیا کہ کھیت میں بو دے۔ بتاؤ اس میں تمہارا کیا قصور ہے۔ اس میں نوکر کا بھی فائدہ تھا۔ اناج آتا نفع اٹھاتا لیکن اس بدمعاش نوکر نے وہ بیج پانی میں پھینک آیا یا دوسرے کے کھیت میں بو دیا۔ تو اب تم اس نوکر سے راضی ہوں گی یا ناراض۔

ایسا ہی ہمارے مالک خدا نے ہم کو شہوت جماع کی طاقت دی نطفہ دیا تاکہ نسل بڑھے۔
اولاد باپ کی کہلائے اگر مرد سے مرد خراب ہو تو گویا بیج پانی میں ڈالا۔ زنا کیا تو گویا دوسرے کے کھیت میں بوڈالا۔

لِلزَّانِی الْحَجَرُ حضرت نے فرمایا زانی کی طرف اولاد منسوب نہیں ہوتی۔ اس کی تقدیر میں خاک پتھر ہے شریف کی اولاد ڈھیٹر ہو جاتی ہے۔ اگر ڈھیٹرنی سے مبتلا ہو۔

اس زنا کی برائی ان کے ذہن نشین کی وہ سب باندیاں باعصمت ہوگئیں غرض زلیخا نے سینکڑوں تدبیریں کیں کوئی تدبیر یوسفؑ کے سامنے نہیں چلی اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ

قرآن شریف کا اعجاز دیکھو رَاوَدَتْهُ کو باب مفاعلہ کے وزن پر لایا ہے جس میں مشارکت ہوتی ہے۔ اگر مشارکت نہ ہو تو مبالغہ ہوتا ہے یعنی اس سے یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ جب کوئی مدمقابل ہو تو جس طرح پورا زور صرف کیا جاتا ہے ایسا ہی بغیر مدمقابل کے بھی پورا زور صرف کررہا ہے تو گویا زلیخا نے یوسفؑ کے پھسلانے میں اپنا سارا زور خرچ کرلیا کچھ فائدہ نہ ہوا اب دایہ کی بتلائی ہوئی آخری تدبیر کی جاتی ہے۔

ایک نیا تیار ہوتا ہے مکاں ایک نیا ہوگا نبی کا امتحاں
ایک نئی ترکیب کا بچھتا ہے دام ایک نیا ہوتا ہے لیجئے انتظام
ایک نئی بچھتی ہے چو سرہائے ہائے کس کو قسمت دیکھئے بازی دلائے

ایک ایسا مکان تیار کروایا گیا کہ جس میں سات مکان تھے ایک کے اندر ایک جس کا تمام فرش سنگ مرمر کا اس کے سات (7) دروازے شیشم کے جس میں ہاتھی دانت کا کام کیا ہوا چھتیں خالص سونے کی تھیں اور اس کے کھم خالص سونے کے تھے جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ہر جگہ دیواروں پر خوبصورت تصویریں جواہرات سے بنی ہوئی تھیں۔ کہیں حسین خوبصورت عورتوں کی تصویریں بنی ہوئیں کسی کے ہاتھ میں صراحی ہے

کسی کے ہاتھ میں گلدستہ ہے۔ کسی کے ہاتھ میں پھولوں اور میووں کی قاب ہے کوئی ہنس رہی ہے۔ اور کوئی انگڑائی لے رہی ہے کوئی اپنی طرف اشارہ سے بلا رہی ہے۔ ہر جگہ نہایت خوش رنگ مخملی فرش بچھا ہوا ہے۔ کہیں تخت ہے کہیں چھپر کھٹ اس پر نفیس بچھونے اور تکیئے لگے ہوئے ہیں سب سے اندر کے ساتویں مکان میں زمین پر چھت پر چوطرف دیواروں پر یوسفؑ اور زلیخا کی ننگی تصوریں بحالت جماع بنی ہوئی تھیں۔ غرض مکان کیا تھا ایک مجسم امتحان تھا۔

جب یہ مکان تیار ہو چکا تو اس روز زلیخا نے خوشی منائی۔ اپنے بناؤ سنگھار میں کچھ کسر باقی نہ چھوڑی۔ زلیخا نہایت خوبصورت عورت تھی پھر اس پر یہ بناؤ سنگھار غضب ڈھا رہا تھا۔ خود تو اس مکان کے پہلے دروازے پر منتظر کھڑی تھی اور دایہ کو یوسفؑ کے بلانے کو بھیجا۔

آسمانوں کے ملائک دنگ تھے اور کہتے تھے کہ بس یوسفؑ چلے
ظاہری بچنے کی صورت کچھ نہیں سارے ساماں ہو چکے ہیں بالیقیں
لو چلو یوسفؑ کسوٹی پر چڑھو امتحان پیغمبری کا آج دو

دایہ نے کہا چلو یوسفؑ تم کو زلیخا بلاتی ہے یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے ٹھنڈی سانس بھری اور آسمان کو دیکھ کر فرمایا۔

آزمائش کب تلک ہوگی حضور بخش دیجئے اب تو بندے کے قصور
پھر نہ آئینہ کبھی دیکھوں گا میں حسن اپنا پھر نہیں تولوں میں

جب یوسفؑ پہلے دروازے پر پہونچتے ہیں تو زلیخا شادشاد ہوگئیں یوسفؑ کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے چلیں سب باندیاں باہر ہوگئیں۔ ایک ایک مکان میں جاتیں اور اس کے دروازے پر بھاری قفل ڈال دیتیں۔

زلیخا حضرت یوسفؑ کو طرح طرح سے پھسلا رہی ہیں۔ صاحبو! کچھ معمولی بات نہیں ہے۔ حضرت یوسفؑ کی شروع جوانی ہے۔ شادی شدہ نہیں ہیں بے وطن ہیں سب سے مشکل یہ ہے کہ ان کا رہنا زلیخا کے

گھر میں ہے۔ رات دن ایک جگہ رہنا اور پھر بچنا آسان کام نہیں ہے۔ اسلئے "هُوَ فِیْ بَیْتِهَا" سے اللہ تعالیٰ یوسفؑ کی تعریف فرما رہا ہے پھر اس پر طرہ یہ کہ اس مکان میں اکیلے ہیں وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ زلیخا نے کل دروازے بند کر لئے ہیں کہ کسیکے کانوں کان خبر نہ ہو۔ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ زلیخا کے غلام ہیں اس کے اختیار میں ہیں پھر ایسی حسین عورت ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے چل رہی ہے مگر واہ ری عصمت وعفت حضرت یوسفؑ! سر نیچا کئے ہوئے چلے جارہے ہیں۔ جب زلیخا نے سب دروازے بند کر لئے اور مکان کے اندر کا مکان یوسفؑ سے چھیڑ چھاڑ کرنے کیلئے پسند کیا۔

ایسے ہی فاسق لوگ گناہ کرنے کیلئے کوئی رات کے اندھیرے کو کوئی موسم گرما کی دوپہر کوئی مکان کے اندرونی حصہ کوئی بالاخانہ کوئی پیچ در پیچ گلی کے انتہائی مکان کو کوئی جنگل کو اور کوئی پارک وغیرہ کو پسند کرتے ہیں۔ اپنے خیال میں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب میں نے اپنی سیاہ کاری چھپانے کا پورا سامان کر لیا لیکن بدبو پھوٹ ہی پڑتی ہے اور ان کی اس شیطانی حالت کا لوگوں کو علم ہو ہی جاتا ہے۔

زلیخا نے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور کہا پیارے یوسفؑ یہ مکان میں نے تمہارے لئے بنوایا ہے۔ یوسفؑ نے کہا زلیخا میرے اللہ نے میرے لئے جنت میں مکان بنایا ہے۔ جو تیرے مکان سے بدرجہا اچھا ہے۔ یہ تیرا مکان ایک دن اُجڑ جائے گا۔ اور وہ جنت کا مکان ہمیشہ آباد رہے گا۔

زلیخا نے کہا یوسفؑ میں نے اس گھر کا نام بَیْتُ السُّرُوْر (یعنی خوشی کا گھر) رکھا ہے۔ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا (اگر اس میں گناہ ہوتو) بَیْتُ الْاَحْزَان (غم کا گھر) بن جائے گا۔ اور وہ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہوگا۔

زلیخا نے کہا بس یوسفؑ اب زیادہ نہ ستاؤ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا اگر میں تیری بات سن لوں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اور اس گھر کو زمین میں دھنسا دے گا۔

زلیخا نے کہا ہائے یوسفؑ تم میں کتنی خوشبو ہے۔ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا مرنے کے بعد تین دن نہیں

گزریں گے کہ تم اگر قبر میں جھانکوگی ایسی بدبو آئے گی کہ ٹک نہ سکوگی۔ زلیخا نے کہا ہائے یوسفؑ تمہاری یہ آنکھیں کتنی پیاری ہیں یوسفؑ نے فرمایا زلیخا اس وقت کیا دیکھتی ہو میری قبر میں سب اعضاء سے پہلے تین دن بعد آنکھیں پگھل کر رخسار پر بہیں گی۔ زلیخا نے کہا کتنی پیاری صورت ہے جی' یوسفؑ نے فرمایا زلیخا اس صورت کو ایک دن مٹی کھا جائے گی۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ تمہارے بال کتنے خوبصورت ہیں۔ یوسفؑ نے فرمایا سنو! زلیخا میری قبر میں سب سے پہلے بال ہی جدا ہوکر ادھر ادھر پریشان ہوجائیں گے۔

زلیخا نے کہا اس ریشم کے بچھونے کو تو دیکھو یوسفؑ کیسا نفیس ہے۔ آؤ اس پر لیٹیں گے یوسفؑ نے فرمایا زلیخا جنت میں ریشم کا بچھونا پھر نہ ملے گا۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ ذرا میرے حسن کو تو دیکھو کیسی خوبصورت ہوں۔ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا تمہارا خاوند تمہارا حسن دیکھنے کا مستحق ہے۔ میں نہیں ہوں ۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ آخر تم رکتے کیوں ہو کچھ تو بولو۔ یوسفؑ نے فرمایا سنو زلیخا دو وجہ سے میں تمہارے ساتھ جماع نہیں کرسکتا ایک تو خدا کے غضب کا خیال ہے دوسرے تمہارے خاوند کا خیال ہے۔ اس لئے میں رکتا ہوں زلیخا نے کہا یوسفؑ تم میرے خاوند کا کچھ خیال مت کرو۔ زہر دے کر اس کو سلادوں گی۔ وہ تمہارا کیا کرے گا۔ اب رہا خدا کا ڈر تم کہتے ہونا یوسفؑ میرا خدا بڑا کریم ہے گنہگاروں پر بہت رحیم ہے تو اتنے قصور کو معاف نہیں کرے گا۔ میں اپنے سارے خزانے اس کے نام پر دیدوں گی۔ جب تو معاف کرے گا۔ یوسفؑ نے فرمایا زلیخا تم جو کہتی ہو کہ میں خاوند کو زہر دے دوں گی ۔ سنو مجھے کسی کو ایذا دینا منظور نہیں۔ خاص کر تمہارے خاوند کے لئے کیسے راضی ہوسکتا ہوں۔ ان کے مجھ پر بہت احسان ہیں اور میرا خدا رشوت نہیں لیتا جب ہر طرح سے مجبور ہوئی تو کہا وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ جلدی کرو یوسفؑ باتیں بنانے کا وقت نہیں قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىٓ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ یوسفؑ نے کہا خدا کی پناہ زلیخا خدا کا خیال نہیں تو اپنے خاوند کا تو خیال کرو کہ وہ مجھ کو پرورش کررہا ہے۔ مجھے اس نے ہر قسم کا آرام دیا ہے۔ جب مجھے اتنا خیال ہے تو تم کو بہت کچھ خیال ہونا چاہئے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ظلم کرنے والے فلاح ونجات نہیں پاتے۔

زنا کرنے والے سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم ہے۔ زانی جان پر ظلم کرتا ہے۔ کیوں کہ زنا سے اخلاق اور روپیہ اور خون تباہ وخراب ہوجاتا ہے۔ پیدا ہونے والی نسل کا ذخیرہ ضائع ہوجاتا ہے۔ زنا اپنے خاندان پر ظلم ہے کیوں کہ جو شخص زنا کرتا ہے وہ اپنے خاندان کیلئے ایک نمونہ قائم کرتا ہے وہ اپنے گھر تک ایک سڑک بناتا ہے جس سڑک سے زنا باآسانی اس کے گھر میں داخل ہوجائے گا۔ تجربہ و مشاہدہ ایسی ہزاروں مثالیں پیش کرتا ہے۔ زنا زانیہ عورت پر بھی ظلم ہے کیوں کہ عورت ایک بار زنا میں مبتلا ہوجاتی ہے تواسکے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ بے حیائی میں بڑھتی ہی جاتی ہے۔ زنا عورت کے قرابت داروں پر بھی ظلم ہے کیوں کہ سب کو ایسی ندامت ہوتی ہے کہ جس کا صدمہ ان کے دل پر ہمیشہ رہتا ہے۔ زنا عورت کے خاوند پر ظلم ہے۔ بننے والے خاوند پر اس لئے ظلم ہے کہ جس بھروسہ پر اس نے شادی کی اس میں دھوکا دیا گیا۔موجودہ خاوند پر ظلم ہے۔ موجودہ خاوند پر اس لئے ظلم ہے کہ اس کے حق میں مداخلت کی گئی ۔ اس کی رسوائی کی گئی ۔ اس کے مال کا وارث ایسے بچے کو بنایا گیا جسے وراثت کا حق نہیں تھا۔ زنا سے پیدا ہونے والے بچے پر بھی ظلم ہے یا تو ایسے بچے ہلاک کردیئے جاتے ہیں یا ایسے بچوں کی تربیت اچھی نہیں ہوتی۔ ایسے بچہ کی زندگی ہمیشہ ننگ وعار کی زندگی ہوجاتی ہے۔ زنا ملک وقوم پر بھی ظلم ہے۔ نسلیں محفوظ نہیں رہتیں اوصاف اور خصلتیں بدل جاتی ہیں اور اوصاف قومی گم ہوجاتے ہیں۔ صحت عامہ تباہ ہوجاتی ہے۔ زنا کے جراثیم گنہگار ماں باپ سے ان کی آئندہ اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب امور کا دائمی نقصان قوم کو اور ملک کو اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ ہے اعجاز قرآن کا کہ ایک لفظ میں زنا کی تمام برائیوں کو کس خوبی سے بیان کردیا۔ زانی کو جیسے دنیا کی فلاح نہیں۔ ایسا ہی آخرت کی بھی فلاح نہیں۔ زانیوں کی شرم گاہ سے ایسی بدبو نکلے گی کہ پانچ سو برس کی مسافت سے

قیامت میں اٹھتے وقت نظر آئیں گے کہ آگ کے

لوگ پریشان ہوکر فریاد کریں گے۔

صندوق میں بند تھے۔

چوں کہ زلیخا کے سر پر شہوت کا جن سوار تھا۔ ہاتھ پکڑے ہوئے ساتویں مکان میں لے گئی۔ یوسف نیچی نگاہ کیے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ وہاں کی زمین کیا تھی پورا ایک دام بچھا ہوا تھا۔ زمین پر اپنی اور زلیخا کی ننگی تصویر دیکھ کر جو جماع کرتی ہوئی نظر آئی۔ آپ پریشان ہوکر دیوار کی طرف دیکھنے لگے وہاں بھی وہی تصویر ہے، چھت کی طرف بھی وہی تصویر ہے۔ اس پریشانی میں زلیخا کے چہرے پر نظر پڑی اور پھر جلدی نیچی نگاہ کرلی۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا۔

یہ قرآن شریف کی مشکل آیات میں سے ہے ھم کے معنی اصرار کے ہیں اور بــہ کا مرجع قول زلیخا هَيْتَ لَكَ کی طرف ہے یعنی لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ زلیخا اپنے قول هَيْتَ لَكَ پر اڑی ہوئی تھی وَهَمَّ بِهَا کا مرجع حضرت یوسفؑ کے قول کی طرف ہے مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یوسفؑ اپنے جوابات پر اڑے ہوئے تھے۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ اگر یوسفؑ بھی خدا کی طرف سے دلیل نہ دیکھتے تو کچھ کا کچھ ہوجاتا۔ اسلئے کہ سامان ہی ایسے بنے تھے۔

دوسرے معنی

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ زلیخا نے یوسفؑ کا ارادہ کیا وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ یوسفؑ بھی زلیخا کا ارادہ کرتے اگر دلیل رب نہیں دیکھتے۔

تیسرے معنی

کاملین اور متوسطین میں فرق۔ متوسطین کو استغراق ہوتا ہے اس میں کچھ احساس نہیں نہ رنج والم کا نہ شہوت کا۔

حکایت:-

ایک بزرگ تھے ان کا نام یوسف حسین تھا۔ ان پر شاہ عرب کی لڑکی جو نہایت جمیلہ وحسینہ تھی عاشق ہوگئی۔

گشت ناگہ عاشق اویک نگار یکر ماں بے او نبود او راقرار

حضرت یوسف حسین پر ایک خوبصورت لڑکی عاشق ہوگئی۔ اس لڑکی کو بغیر یوسف حسین کے ایک لحظہ چین وقرار نہ تھا۔

بود آن زن دختر شاہِ عرب خوبی و حسن و جمالش منتخب

وہ خوبصورت شاہ عرب کی لڑکی تھی۔ خوبی اور حسن و جمال میں بے نظیر تھی۔

ناگہش یک روز فرصت دست داد آمد و یکبارگی پیشش فتاد

ایک روز اس کو موقع ملا۔ آئی اور یوسف حسین کے سامنے پڑگئی۔

غرض ایک روز اس کو موقع ملا تو اس عورت نے تنہائی میں ان کو پکڑلیا اور طرح طرح سے ڈرایا۔ مگر یہ بزرگ کسی طرح اس سے پیچھا چھڑا کر بھاگ نکلے اور مغموم ایک جگہ بیٹھے اور دل میں سوچنے لگے چوں کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچتا ہے۔ مجھ سے کیا قصور ہوا کہ جس کی سزا میں یہ گناہ کا موقع آیا روتے روتے نیند آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں سبز پوش ہیں ان کے بیچ میں تخت پر ایک حسین خوبصورت شخص ہیں۔ لوگوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔

گفت بیں ایں قدسیاں رامعشر است برسر آن یوسفؑ پیغمبر است

کسی نے کہا یہ قدسیوں کی جماعت ہے۔ ان کے سردار حضرت یوسفؑ پیغمبر ہیں۔

کامد از حکم خداوند جہاں از پئے یوسف حسین آمد رواں

یہ سب یوسف حسین کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے ہیں۔

گریہ آمد شیخ رابے اختیار من چہ باشم کایں رسول کردگار

حضرت یوسف حسین کو بے اختیار رونا آیا اور فرمانے لگے میں بھی کچھ ہوں کہ اللہ کا پیغمبر۔

چیست نسبت من کجا و او کجا آمد است از بہر من اینجا چرا

میرے لئے یہاں آئے بھلا ان کو مجھ سے کیا نسبت ہے میں کہاں وہ کہاں اتنے میں خود حضرت یوسف علیہ السلام تخت سے اتر کر بغل گیر ہوئے اور کہنے لگے یوسف حسین مجھ سے خدائے تعالیٰ نے فرمایا یوسف تم بھی اسرائیل کے پیغمبر ہو۔ تم کو زلیخا نے پکڑا۔ تمہارے دل میں قصد ہوا مگر پھر خوف الٰہی سے بھاگے۔ یہ محمد ﷺ کے غلام ہیں ان کو دیکھو جب دختر شاہِ عرب نے پکڑا تو اس قدر خوف غالب ہوا کہ بے قصد جماع بھاگے۔ جان کی تک کی پرواہ نہیں کی۔ دیکھو یوسفؑ محمد ﷺ کے غلام ایسے ہوتے ہیں۔ تم خود مع فوج قدسیوں کے یوسف حسین کے پاس جاؤ اور کہو

درمیان دوستاں دادیم جا ایں بشارت می دہد بازت خدا

اللہ تعالیٰ تم کو یہ خوشخبری دیتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے دوستوں میں شامل کرلیا۔

ایک بزرگ کا بیٹا مرتا ہے تو وہ ہنستے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو حضرت روتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کو کلوروفارم سنگھا کر آپریشن کیا جائے کہ اس کو تکلیف کا احساس نہ ہو۔ دسرے کاملین منتہی کی حالت یہ ہے کہ کرسی پر بیٹھ کر آپریشن کرالیا جس سے تکلیف کا احساس پورا ہوا۔ پیشانی پر بل پڑے مگر ایسا قوی دل اور شیر مرد ہے کہ جھیل گیا۔

انبیا علیہم السلام کی یہ ہی حالت ہے کہ ان کو تکلیف کا احساس پورا ہوتا ہے مگر قوت قلب اس قدر ہوتی ہے کہ اس کو جھیل جاتے ہیں۔ ایسے ہی شہوت بھی رہتی ہے۔ اس کا اثر بھی ہوتا ہے پھر بھی اپنے کو روکتے ہیں اگر اثر ہی نہ ہو تو کمال کی علامت نہیں۔ اندھا کہے کہ میں نظر بد نہیں کرتا تو کیا کمال ہے؟ عنین اگر حرام نہ کرے تو کیا کمال ہے؟ سارے تقاضے ہوں اور پھر ان کو روکے یہ کمال ہے۔

زانکہ عفت ہفت شہوۃ را گرد این مکن خود راخصی رہباں مشو

خبردار اپنے کو خصی نہ کرنا راہب نہ بنانا۔ اس واسطے کہ شہوت ہو پھر اپنے کو روکا اس کو عفت کہتے ہیں۔ یوسفؑ حسین کا بلا قصد بچنا کمال نہیں حضرت یوسفؑ کا قصد کر کے بچنا کمال ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ زلیخا نے تو ارادہ کیا اور عزم کو پہونچادیا پھسلایا دروازہ بند کیا هَيْتَ لَكَ کہا ہاتھ بڑھایا۔ معانقہ کرنا چاہا۔ فعل واقع ہونے میں کوئی بات باقی نہیں۔ اسی لئے لَقَدْ فرمایا جو تاکید پر تاکید ہے۔ بخلاف یوسفؑ کے کہ زلیخا کے چہرے پر جو نظر پڑی تو بشری میلان ہوا۔ شیوۂ شباب کا تقاضہ ہوا۔ مگر عزم کو نہ پہونچا اس مقتضی کو دبایا۔ اسکے موافق عمل نہ کیا۔ یہ ایسا ہوا جیسا کہ گرمی کے روزے میں پانی کی طرف میلان طبعی ہوتا ہے۔ گو روزہ توڑنے کا وسوسہ تک بھی نہیں آتا اسلئے فرمایا بغیر لَقَدْ کے۔ پھر بعد ذکر توبہ نہیں کیا۔ جیسے اور پیغمبروں کا ذکر کیا جیسے آدم علیہ السلام کیلئے کہا اور مخلصین میں سے فرمایا جو شیطان کا ان پر داو نہ چلا لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ناتجربہ کار سالک سمجھتے ہیں کہ مادہ ہی منقطع ہوجائے۔ یعنی بالکل ہی میلان نہ رہے۔ اس کے حاصل نہ ہونے سے پریشان ہوتے ہیں۔ یعنی جب اپنے اندر کسی وقت میلان پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا ذکر و شغل و مجاہدہ ضائع گیا۔ حتّٰی کہ ایسے کلمات منہ سے نکالتے ہیں کہ بے ادبی اور گستاخی ہوجاتی ہے۔ مثلاً ہم اتنے روز سے طلب حق میں رہے مگر ہم پر رحم نہیں آتا کہ ویسے ہی محروم ہیں۔ یاد رکھو یہ شیطانی وسوسہ ہے یہ ہرگز مطلوب نہیں کہ مادہ منقطع ہوجائے اگر مادہ جاتارہا تو گناہ سے بچنے میں کوئی کمال نہیں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ گناہ کرسکو پھر اپنے کو روکو۔

القصہ ساتواں گھر ہے دروازے کل بند ہیں۔ حضرت یوسفؑ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ زلیخا طرح طرح سے حضرت یوسفؑ کو پھسلا رہی ہے۔ زلیخا معمولی نہیں نہایت ہی حسین خوبصورت ہے۔ دونوں کی بھرپور جوانی ہے۔ ادھر یوسفؑ کی محکومی ہے جو ہر طرح زلیخا کے اختیار میں ہیں۔ ان حالات میں بڑے بڑے پاکباز انسان فرشتہ خصلت بھی پھسل جاتے ہیں۔ مگر یوسف پاکی اور قدوسیت کے فرشتہ تھے۔ وہ پیکر عصمت

اور مجسمہ ملکوتیت تھے۔ان کو توکل دنیا کے مردوں کو عصمت کا سبق دینا تھا۔ وہ کب زلیخا کے دام فریب میں آسکتے تھے۔ انھوں نے فوراً جواب دیا سنو! زلیخا خدائے تعالیٰ کے ہر بندہ پر بے حد احسانات اور مہربانیاں ہیں اور مجھ پر بھی۔ ان احسانات کے ہوتے ہوئے کیسے میں اللہ کی نافرمانی کروں۔ معاذ اللہ یعنی خدا کا حق جو مجھ پر ہے وہ مجھے اس برے کام سے روک رہا ہے۔

خدا کے سوا مخلوق کا بھی تو مجھ پر حق ہے جس کی رعایت مجھے ضروری ہے۔ اِنَّهُ رَبِّیٓ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ تمہارے خاوند کے کس قدر مجھ پر احسانات ہیں۔کیا احسانات کا یہ ہی صلہ ہے کہ میں ان کے گھر میں یہ خیانت کروں؟ میرے نفس کا بھی مجھ پر حق ہے۔ اِنَّهُ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ۔

زانی ظالم بھی ہیں۔ ظالم کو فلاح نہیں ہوتی۔ اس کام میں تھوڑی سی لذت ہے اس کے بعد دنیا کی رسوائی اور آخرت کا سخت عذاب ہے۔ کیا کوئی عقلمند پسند کرے گا جو میں پسند کروں کہ تھوڑی سی لذت کیلئے طرح طرح کی دنیا و آخرت کی مصیبتوں میں نفس کو پھنساؤں۔

یہ بلیغ جواب ہے یوسف علیہ السلام کا۔ یہ اعجاز ہے قرآن کا' چھوٹے سے جملوں میں یہ ثابت کردیا کہ زانی زنا کرکے خدا کا حق' بندوں کا حق' نفس کا حق تلف کیا کرتا ہے۔

خدا کا نبی کیسے یہ حق تلف کرتا۔ اسلئے حضرت یوسفؑ اس مرحلہ سے پاک و صاف نکل آئے اسلئے خدائے تعالیٰ حضرت یوسفؑ کی تعریف فرماتا ہے۔ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ خدا سے ڈرنے والوں کو ایسا ہی ہم بچاتے ہیں۔ جیسے ہم نے یوسفؑ کو بچایا سُوۡٓ سے بھی اور لۡفَحۡشَآءَ سے بھی سُوۡٓءِ مراد بوسہ اور شہوت کی نظر سے دیکھنا فحشاء سے مراد زنا ہے۔ ان سب سے ہم نے یوسفؑ کو بچایا اِنَّهُ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِیۡنَ اسلئے کہ یوسفؑ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔عبادنا یہ اللہ کا بہت پیارا لفظ ہے عزت دینے کے موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اسی لفظ سے یاد کرتا ہے۔ معراج کو سوچئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے مراتب میں سے ایک مرتبہ عالیہ ہے۔ اس وقت بھی یہی لفظ فرماتا ہے۔

سُبۡحَانَ الَّذِیۡٓ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ پاک ہے اللہ جس نے اپنے بندہ کو راتوں رات معراج میں

لے گیا۔ یہ ساتویں گھر سے جو یوسف بچ کر نکلے تو اللہ تعالیٰ یوسفؑ سے بہت خوش ہوکر فرمایا ''ہمارا بندہ'' پھر اس کے ساتھ مخلص بھی فرمایا کہ ان کے دل میں اللہ کی محبت اور ڈر کے سوا نہ زلیخا کا خیال تھا نہ کسی اور کا یہ حضرت یوسفؑ کی بے انتہا تعریف ہے۔ غرض یوسفؑ بہت سمجھاتے رہے۔ جب زلیخا نے دیکھا کہ یوسفؑ کسی طرح نہیں مانتے جو جلدی سے ایک خنجر نکالا اور کہا یوسفؑ اگر تم میرا کہنا نہ مانوگے تو میں اپنے گلے پر خنجر پھیر کر تمہارے قدموں پر جان دے دوں گی۔ پھر یہ ہوگا کہ میرا خاوند عزیز مصر میرے خون کا بدلہ تم سے لے گا۔ دیکھو یوسف تمہاری اس ہٹ سے میری تمہاری دونوں کی جانیں جائیں گی اور کچھ نہ ہوگا۔ آج کا انکار پیغام اجل ہے۔

حضرت یوسفؑ نے کہا زلیخا مجھے اپنی اور تمہاری دونوں کی جان جانے کا کوئی اندیشہ نہیں مگر ہاں عصمت نہ جائے ۔ خدا کی نافرمانی نہ ہونے پائے۔ اندیشہ ہے تو اس کا ہے۔ زلیخا نے کہا ہاں ایسا ہے تو لو یہ کہا اور خنجر میان سے باہر کی۔ بجلی تھی جو چمکی' آنکھوں میں چکاچوند ہوگیا۔ زلیخا کا ہاتھ اٹھا قریب تھا کہ مارے ۔ یوسفؑ تیزی سے لپکے اور زلیخا کے پہنچے کو پکڑلیا فرمایا زلیخا ذرا سنبھلو' میں تمہارا ہی ہوں مگر ابھی وقت نہیں ۔ زلیخا سمجھی کہ اب یوسفؑ نرم ہوئے ہیں میرا مقصد پورا ہوتا ہے جلدی اٹھی اور ایک طاقچہ پر پردہ ڈال دیا۔ یوسفؑ نے پوچھا زلیخا یہ کیا ہے زلیخا نے کہا یہ میرا معبود ہے۔ مجھے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اسکے سامنے برا کام کروں۔ اسلئے پردہ چھوڑ دیا ہے۔ یوسفؑ نے کہا زلیخا کیا غضب ہے ایسے معبود سے تو تم شرماؤ جو دیکھے نہ سنے نہ سمجھے اور میں اپنے حقیقی معبود سے نہ شرماؤں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور یہ حسن دیا اور ہر جگہ حاضر وناظر ہے بتاؤ اس کے سامنے کونسا پردہ ڈالوں؟ ظاہر میں یہ برہان حق تھی اندرونی برہان حق وہ قوتِ قلب ہے جو پیغمبروں اور صالحین کو ملتی ہے جس سے گناہ نہیں ہوسکتے۔ یہ اندرونی اور بیرنی برہان حق قائم ہوتے ہی خلوت کا فیصلہ ہوگیا۔

بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر حضرت یوسفؑ وہاں سے بھاگے پیچھے پیچھے آپ کے ناکام زلیخا بھی بھاگی۔ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ دونوں دروازے کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔ دوستو! ذرا سوچو!

حضرت یوسفؑ کو معلوم ہے کہ میرے سامنے سات دروازے ہیں ہر ایک پر مضبوط فولادی قفل لگا ہوا ہے۔
اس وقت اگر ہم ہوتے تو بھاگنے کا خیال ہی نہ کر سکتے۔ مگر نبی کی ہمت ہے۔

یوسف علیہ السلام نے یہ سوچا کہ مجھے قفل تک تو بھاگنا چاہئے اس کے بعد جو چاہے سو ہو مجھے اپنی ہمت کے موافق کام کرنا چاہئے آگے خدا کا کام ہے۔

چنانچہ وہ زلیخا کے پاس سے بھاگے۔ زلیخا ان کے پکڑنے کو پیچھے پیچھے دوڑیں پھر اس ہمت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ جس دروازے پر یوسف علیہ السلام پہونچتے تھے اس کا قفل خود بخود گر جاتا۔ دروازہ خود بخود چوپٹ کھلتا جاتا۔

لوگ یوسف علیہ السلام کے اس فعل کو خلاف عقل کہتے ہوں گے کہ بھلا جب دروازے مقفل تھے اور کنجی اپنے پاس نہ تھی تو بھاگنا فضول حرکت تھی۔ اس وقت بھاگنے سے کہیں دروازے کھل سکتے تھے۔ مگر صاحبو!

عقل در اسباب می دارد نظر عشق میگوید مسبب را نگر

عارف کی نظر اسباب پر نہیں ہوتی وہ مسبب الاسباب کو دیکھتا ہے اور اس پر بھروسہ کر کے وہ کام شروع کر دیتا ہے جو بظاہر قدرت سے باہر ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے انکو کامیابی ہوتی ہے۔ ایسا ہی دین داری پر عمل کرنے کیلئے اور خدا کی طلب کیلئے ارادہ اور ہمت تو کیجئے خود خدائے تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔ دنیا کے کاموں میں تو آپ کبھی ہمت نہیں ہارتے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا اور مشکل سے مشکل کام شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ کوشش مجھ کو کرنا چاہئے اور پورا کرنا یہ کام اللہ کا ہے اس نیت کی برکت سے کامیاب ہی ہوتے ہیں مگر کیا غضب ہے کہ دین کے کاموں میں ہمت نہیں کرتے۔

ہماری اور عارف کی ایسی مثال ہے کہ ایک گنوار نے یہ دیکھا کہ لال جھنڈی کے ہلنے سے ریل رک گئی۔ وہ سمجھا کہ اس لال جھنڈی میں یہ خاصیت ہے کہ ریل کو روک دیتی ہے مگر اس وقت ایک عقلمند بھی کھڑا تھا۔ اس نے لال جھنڈی دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں تو ریل کو روکنے کی طاقت نہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے یہ جھنڈی دکھائی کس کو گئی ہے ڈرائیور پر اس کی نظر پہونچی۔ اس نے تاڑ لیا لال جھنڈی کو دیکھ کر یہ شخص ریل کو

روکتا ہے۔ اب وہ اس گنوار سے کہتا ہے کہ لال جھنڈی ریل کو نہیں روکتی بلکہ اس کو دیکھ کر ڈرائیور روکتا ہے تو وہ گنوار اس کو خلاف عقل سمجھے گا کہے گا۔ اگر ڈرائیور روکتا تو ہم کو بھی تو نظر آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھنڈی ہی روکتی ہے۔ پس ہمارا یہ کہنا کہ بغیر کنجی کے خود بخود قفل نہیں کھل سکتا۔ ایسا ہی ہے جیسے وہ گنوار کہتا تھا کہ بغیر لال جھنڈی کے ریل کبھی نہیں رک سکتی۔ یہاں تو ہر شخص اس کو بے وقوف بناتا ہے اور کہتا ہے کہ روکنے والا تو ڈرائیور ہے وہ بغیر جھنڈی کے بھی روک سکتا ہے۔

ایسا ہی جب ہم کہتے ہیں کہ قفل خود بخود نہیں کھل سکتا تو عارف ہم کو بے وقوف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کنجی کے بعد بھی کھولنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ اگر چاہیں تو بغیر کنجی کے بھی کھول سکتے ہیں۔

اسی خیال سے یوسف علیہ السلام قفل کی طرف دوڑے' گو آپ اس کو خلاف عقل کہیں مگر ان کی نظر خدا پر تھی وہ جانتے تھے کہ بے کنجی کے بھی خدائے تعالیٰ قفل کھول سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اسباب کے خلاف بھی کر سکتے ہیں تو آپ ہمت کیوں ہارتے۔

صاحبو! آپ کو دین کا کام اور خدا کی طلب مشکل نظر آتی ہے۔ مگر خدا کو تو مشکل نہیں ہے۔ آپ خدا پر نظر کر کے کام تو کیجئے۔ اس کو مولانا فرماتے ہیں ۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید   خیز و یوسف وارمی باید دوید

یعنی گو اس جہاں میں خدا تک پہونچنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ مگر تم دوڑو تو سہی' انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے دوڑتے ہی راستہ نکل آئے گا۔ جیسے یوسف علیہ السلام کے دوڑنے کے پہلے راستہ بند تھا اور ان کے دوڑتے ہی فوراً راستہ کھل گیا۔

اگر بالفرض تمہاری کوشش کے بعد بھی راستہ نہ ملا تو تم پر ملامت نہ ہوگی کہ ہم کو طلب نہیں کیا تھا۔ یہ نفع کیا کچھ کم ہے۔ باقی کام شروع کرنے کے پہلے ہی باتیں بنانا اور یہ کہنا کہ دین پر عمل کرنا مشکل ہے۔ خدا ملنا مشکل ہے۔ یہ سب کم ہمتی کے بہانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری طلب کی خبر تو ہوجائے گی اب آگے ملنے نہ ملنے کا انہیں اختیار ہے خوب فرماتے ہیں۔

کار خود کن کارِ بیگانہ مکن

تم اپنا کام کرو طلب تو ظاہر کرو۔ آگے ملنا نہ ملنا یہ ان کا کام ہے۔تم اس کے پیچھے نہ پڑو۔
دنیا کے کاموں میں تو یہی آپ کا طرز عمل ہے۔ دیکھئے زیادہ تر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا کوئی عزیز بیمار ہو اور طبیب کے کہنے سے اس کی صحت سے مایوسی ہوگئی ہو۔ لیکن باوجود مایوسی کے کیا آپ علاج چھوڑ دیتے ہیں کبھی نہیں بلکہ اس واسطے کوشش کرتے ہیں کہ دل میں ارمان نہ رہے۔تو کیا اپنے واسطے آپ کو اتنا بھی نہ کرنا چاہئے کہ ارمان نہ رہنے کے لئے ہی خدا کی طلب کیجئے۔ ارمان نہ رہنے کے لئے ہی دینداری پر عمل کرنے کی ہمت کیجئے۔

القصہ حضرت یوسفؑ بہت تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ بی زلیخا نے بھی ہمت نہ ہاری۔ وہ بھی پوری طاقت سے یوسفؑ کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ یوسفؑ سب دروازوں کو طئے کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ صرف آخری دروازے کے قریب زلیخا یوسفؑ سے اس قدر قریب ہوگئیں کہ وہ یوسفؑ کو تو نہ پکڑ سکیں بلکہ یوسفؑ کا قمیص زلیخا کے ہاتھ میں آگیا۔ اگر یوسفؑ پورے زور سے نہ بھاگتے تو کپڑے کے تھامنے سے یوسفؑ بھی رک جاتے لیکن ادھر تو یوسفؑ صدیق پورے زور سے آگے کو جارہے تھے۔ ادھر پیچھے سے زلیخا نے پورے زور سے یوسفؑ کے قمیص کو پکڑلیا تھا۔ اس لئے قمیص پیچھے کی طرف گلے سے دامن تک لمبائی میں پھٹتا ہوا چلا گیا اسی کو فرمایا۔ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهُ من دبر زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا قمیص پیچھے کی طرف سے پھاڑ دیا۔
یوسفؑ آخری دروازے سے بھی باہر ہوگئے زلیخا کے ہاتھ سے نکل گئے زلیخا چوکھٹ پکڑ کر وہیں کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی ہائے شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ میری مثال اس مکڑی کی ہے جو اپنی قوت بسری کیلئے نکلی ایک باز کو دیکھا اس کو شکار کرنے کیلئے اسکے بازو اور پروں پر جالا تننے لگی۔ اپنا سارا لعاب خرچ کردیا۔ جب وہ باز اُڑا تو مکڑی کے پاس بجز ٹوٹے ہوئے جالے کے کچھ نہ رہا۔ اسی طرح سب کچھ کرا کرایا برباد ہوگیا۔ یوسفؑ ہاتھ سے نکل گئے۔ جب حضرت یوسفؑ صاف باہر ہوگئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام اور

لاکھوں فرشتے استقبال کیلئے کھڑے ہوئے ہیں۔

فرشتوں میں غل مرحبا کا ہوا ہے شیاطین پر ایک سوگ سا چھا گیا ہے
حیا لے گئی بازی جہاں میں مبارک سلامت ہوئی آسماں میں
فرشتوں میں دربار ایک ہورہا ہے شیاطین کا قافلہ رو رہا ہے
خداوند یوسفؑ کو تونے بچایا حیا کا کیا دہر میں بول بالا

خدا کے وصال کیلئے سب سے بڑی چیز تقویٰ ہے' یہ تقویٰ ہی ہے جس نے یوسفؑ کو اس مرتبہ پر پہونچایا۔ دوستو! خدا کے پاس کس کی سب سے زیادہ عزت ہے؟ نہ گورے کی نہ کالے کی۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاکُمْ سب سے زیادہ خدا کے پاس عزت دار متقی ہے۔ دوستو! خدا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو اور اگر خدا کی حمایت منظور ہے تو متقی ہوجاؤ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ صاحبو! آپ چاہتے ہیں کہ خدا آپ کا دوست بنے تو متقی بنو۔ خدا آپ کا دوست بن جائے گا۔ آپ اللہ کے ولی ہوجاویں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ بے شک اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔ اِنْ اَوْلِیَاءُ هٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ متقی ہی اولیا ہوتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ بارش برسے چوطرف سربزی اور سکال ہوجائے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ متقی ہوجاؤ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْقُرٰی وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَکَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اگر بستیوں والے پکے مسلمان ہوکر متقی ہوجاتے تو ہم زمین و آسمان کی برکتیں ان پر کھول دیتے۔ مسلمانوں کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے آڑے وقت میں آسانی ہو۔ تمہاری مشکل دور ہو تو متقی ہوجاؤ۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا جو متقی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کوئی شکل آسانی کی نکالتا ہے۔ وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ متقی کو روزی اس طرح ملے گی کہ اس کو شان وگمان بھی نہ ہوگا۔

متقی کی تعریف یہ ہے کہ ان چیزوں سے بچے جو اس کو آخرت میں ضرر دیں۔ یعنی صغیرہ وکبیرہ

گناہوں سے بچے۔ افسوس بارش کی شکایت ہے طرح طرح کے بیماریوں کی فکر ہے۔ مصیبتوں کی شکایت ہے۔ یہ سب کچھ تو ہے مگر آپ نے کبھی یہ بھی سونچا یہ آیتیں کیا کہہ رہی ہیں۔ کبھی متقی بننے کی بھی فکر ہوئی۔ بعض تو تقویٰ جانتے ہی نہیں نڈر ہوکر خدا کے خلاف کرر ہے ہیں اور بعض دو چار نیک کام کرکے سمجھ جاتے ہیں کہ ہم بھی متقی ہوگئے اور بعض نے چند روز تقویٰ اختیار کیا اور پھر کچھ نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پھول توڑ کر گلدستہ بنالیا۔ ایک دو روز میں مرجھا کر کالا ہوجاتا ہے۔ اگر شاخ جڑ سے زمین میں رہے تو اس کا پھول شاداب رہتا ہے۔ ایسے ہی یہ سارے تقوے گلدستے ہیں چار دن میں نکل جاتے ہیں۔ جب تقویٰ دل میں جڑ پکڑتا ہے تو وہ نہیں نکلتا ہے پائیدار رہتا ہے۔ دوستو! یہ کوشش کیجئے کہ تقوے کا تقاضہ اندر دل میں پیدا ہو بری صحبت جو تقویٰ چھڑاتی ہے اس کو چھوڑ دو' ورنہ ایک دن وہ آتا ہے کہ روؤگے اور کہوگے یَـا لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا کاش کہ میں فلانے کو دوست نہ بناتا۔

القصہ حضرت حضرت یوسفؑ ساتویں دروازے کے باہر پہونچے ہی تھے کہ وہاں دیکھا کہ اتفاق سے عزیز مصر زلیخا کا خاوند چلا آرہا ہے۔ یوسفؑ کو پریشان نکلتے دیکھ کر گھبرا گیا۔ یوسفؑ کو اطمینان دلاتے ہوئے پوچھا۔ کیوں یوسفؑ خیر تو ہے یہ پریشانی کیسی؟

حضرت یوسفؑ نے بہت عقلمندی سے ایسا گول گول جواب دیا جس سے بھید ظاہر نہ ہو۔ یوسفؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے چوکھٹ میں قدم رکھا ہی تھا زلیخا کو دیکھا وہیں کھڑی ہے۔ وَاَلۡفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الۡبَابِ دروازے کے قریب عزیز مصر و یوسفؑ دونوں ملے۔ زلیخا سمجھی کہ یوسفؑ نے سارا بھید کھول دیا' زار و قطار رونے لگی۔ عزیز مصر کے سامنے آئی۔ یہ حال دیکھ کر عزیز اور بھی پریشان ہوا۔

فوراً زلیخا کہنے لگی

اے عزیز! یہ غلام جسے تونے بڑی ناز ونعمت سے پالا ہے نہایت پیار و محبت سے پرورش کیا ہے۔ مگر

ہائے اس نے تیرے ساتھ دغا کی۔ ابھی ابھی کا واقعہ ہے کہ میں بالکل غافل پڑی ہوئی تھی دبے دبے پاؤں میرے سرہانے آیا ہاتھ بڑھا کر میری عزت لینا چاہا۔ خیر ہوئی کہ میں جلد ہوشیار ہوگئی۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑی کہ اس کو پکڑوں مگر یہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ قَالَتْ مَاجَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْعَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ کیا سزا ہے ایسے موئے غلام کی جس نے تیری بیوی سے برا کام کرنا چاہا۔ اسکے سوا کچھ نہیں یا تو تم اس کو قید خانہ میں بھیجو یا کوڑوں سے خوب پیٹو۔

زلیخا کا یا تو وہ شوق وصال کہ خود دروازے بند کئے خود اپنی زبان سے درخواست کی جب یوسف علیہ السلام بھاگ چلے تو آخری دروازے تک پیچھا کیا۔ یا یہ کہ خاوند کو دیکھتے ہی خود مستغیثہ بن گئی اور خود ہی خاوند کو رائے دی کہ قید خانہ کی یا کوڑوں کی سزا دو۔ اس سے فاسقوں کو عبرت لینا چاہئے۔

جو بیگانہ عورت کی محبت اور وفاداری کے قائل ہوتے ہیں کسی بیگانی عورت پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ وہ صرف اپنی خواہش کیلئے محبت جتاتی ہے۔ وقت پڑے تو اس کا سر کٹانے کیلئے بھی تیار ہوجاتی ہے۔ ایسی عورتوں سے آخرت کے ساتھ دنیا بھی برباد ہوجائے گی۔

حکایت:۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت مرثد رضی اللہ عنہٗ کا ہے۔

مرثدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ شریف کو ہجرت کی تھی۔ یہ قوی پہلوان تھے۔ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کو چھپ کر آتے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے کافروں کی قید میں رہتے تھے۔ ان کو قید خانہ سے نکال کرلے جایا کرتے تھے۔ ایک بار اسی ارادے سے مکہ معظمہ میں پہونچے ایک گھر کی دیوار کے سایہ میں رات کے وقت چھپ کر کھڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں عناق نام کی ایک عورت آئی۔ یہ ایک فاحشہ عورت تھی۔ مرثدؓ مسلمان ہونے سے پہلے اس سے تعلق رکھتے تھے۔ عناق نے جو ان کو دیکھا تو پہچان گئی اور

بولی مرشدؒ انھوں نے کہا ہاں مرشدؒ ہوں۔ بولی مرحبا واہلاً وسہلاً چلو میرے گھر چلو رات کو میرے ہی پاس سونا مرشدؒ نے کہا نہیں عناق نہیں ۔ اسلام میں زنا حرام ہے یہ سن کر عناق چلائی ۔ لوگو آؤ دوڑو' دوڑو وہ شخص یہاں کھڑا ہے جو مسلمانوں کو تمہارے قید خانہ سے نکال لے جایا کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی آٹھ شخصوں نے مرشدؒ کا پیچھا کیا مشکل سے انھوں نے ایک غار تک پہونچ کر اپنی جان بچائی۔ وہی عناق ہے جو مرحبا کہہ رہی ہے۔ اپنے گھر چل کر رات میں سونے کو بلارہی ہے۔ جب سن لیتی ہے کہ وہ اب زنا نہیں کریں گے تو شور مچا کر لوگوں کو بلاتی ہے۔

ان واقعات سے وہ لوگ جو اپنی عورت کو گھر میں چھوڑ کر بیگانی عورتوں کے پیچھے پڑتے ہیں اچھی طرح عبرت لیں۔

سنو صاحبو ! عشق کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عاشق چاہتا ہے کہ محبوب اپنا تابع ہوجائے اس میں نفس پرستی ہے اور اس میں نفس ساتھ ہے۔ اسی درجہ میں زلیخا اور عناق کے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں عاشق خود کچھ بھی نہیں۔ اس کو خود پر نظر ہی نہیں ہوتی جو محبوب کی مرضی وہ اس کی مرضی' اس کی نظیر یہ واقعہ ہے۔

حکایت:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کی پھانسی دور کرنے آئے تھے اس کے بدلہ میں وہ حضرت ہی کے گلے میں پھانسی ڈالتے تھے۔ (کیا اخلاق تھے پھانسی پاتے مگر پھانسی دینے والوں کو پھانسی کے بدلے دعائے خیر دیتے)۔ حضرت ابوبکرؓ جو اس وقت وہاں موجود تھے دوڑے اور کہا ارے ظالمو ! کیا جہنم سے نجات دلوانے والے کو پھانسی دیتے ہو۔ اپنے بخشوانے والے کو قتل کرتے ہو۔ جو اللہ کو ایک کہے اس کو ایذا دیتے ہو۔ ان ظالموں نے حضرت کو چھوڑ کر ابوبکر صدیقؓ کو اس قدر مارا کہ آپ کے سر کے بال اکھڑ کر گر گئے اور آپ بے دم ہوگئے سانس رک گئی۔ آپ کے گھر والے آپ کو مردہ کی طرح اٹھا کر گھر لے گئے ۔ پورے تین روز تک

ابوبکرؓ بے ہوش رہے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ ابوبکرؓ مرجائیں گے۔ چوتھے روز آپ کے ہونٹوں میں حرکت معلوم ہوئی۔ آپ نے ذرا ذرا آنکھیں کھولیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ابوبکرؓ آپ کا مزاج کیسا ہے۔ چار دن بے ہوش رہ کر جب ہوش آیا تو سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ لوگو مجھے یہ بتاؤ کہ میرے رسول ﷺ کیسے ہیں۔ حضرت ﷺ کا مزاج کیسا ہے؟ میں نے حضرت ﷺ کو کفار کے گھیرے میں دیکھا تھا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت بہت ہی اچھے ہیں تو آپ نے فرمایا میرے دل کو چین نہیں آتا۔ جس طرح بنے مجھے حضرت ﷺ کے پاس لے چلو۔ جب تک میں اپنی آنکھوں سے آپ کو زندہ نہ دیکھ لوں گا تندرست نہ ہوں گا عرض کیا گیا آپ کی حالت بہت نازک ہے وہاں تک جانے میں سخت تکلیف ہوگی۔ فرمایا کیا مردہ کو روح سے ملنے میں تکلیف ہوگی یا بیمار کو آب حیات تک پہونچنے میں اذیت ہوگی۔ اگر میری زندگی چاہتے ہوتو مجھے حضرت ﷺ کے پاس لے چلو۔ ناچار آپ کو گود میں اٹھا کر حضرت ﷺ کے پاس لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی یہ حالت دیکھ کر بہت افسوس کیا۔ ان کو دیکھ کر حضرت ﷺ رونے لگے۔ ابوبکرؓ نے حضرت ﷺ کی صورت دیکھ کر فرمایا لوگو! بس اب میں تندرست ہوگیا۔ یہ عشق نفس سے پاک ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہی محل آخری دروازہ ہے زلیخا خاوند کو دیکھ کر سٹ پٹائی بات بنا کر خاوند سے کہہ رہی ہے۔ تمہاری بیوی ہو اور غلام اس پر ہاتھ ڈالے بڑی شرم کی بات ہے۔ اس کی سزا یہی ہے کہ اس موئے غلام کو قید کردیجئے یا ایسی سخت سزا دیجئے کہ یاد رکھے۔ یہ سن کر غصہ سے بھرا ہوا عزیز مصر حضرت یوسفؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کیوں رے غلام کیا میرے احسانات کا یہ ہی بدلہ تھا۔ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا احسان کیا تم نے تجھے غلام کی حیثیت سے نہیں رکھا۔ کیا لوگوں کی نظروں میں تیری عظمت ظاہر نہیں کی تجھ کو بادشاہ کا مقرب نہیں بنایا؟ لشکر پر افسری نہیں دی؟ ساری سلطنت کا کارپرداز نہیں بنایا؟ کیا اس کا یہ ہی صلہ تھا جو تو نے دیا؟ تو بہت برا غلام ہے۔

دوستو! عزیز نے حضرت یوسفؑ کو پیدا تو نہیں کیا۔ چار پیسے دے کر خریدا ہے تو اس قدر داب رہا ہے حالانکہ یوسفؑ بے قصور ہیں۔ ہائے اس وقت کی شرمندگی کہ بندے واقعی قصوروار اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح فرما رہا ہوگا۔ کیوں بندے کچھ یاد ہے کہ تو معدوم تھا۔ میں تجھ کو وجود میں لایا' تو ناتوان تھا۔ مکھی تک اڑانے کی تجھ میں طاقت نہیں تھی۔ میں نے تجھ کو قوت دی۔ تو اپنی آپ حفاظت نہیں کرسکتا تھا۔ تیری ماں تو غفلت سے پڑی سوتی تھی میں تیری حفاظت کرتا تھا۔ اب بھی تو اپنی آپ کیا خاک حفاظت کرسکتا ہے اگر تو بے خبر رہے یا سوتا رہے' کوئی موذی جانور تجھے ایذا پہونچانا چاہے تو تُو کیا کرسکتا ہے۔ ہماری ہی حفاظت ہے کہ تجھے ہر چیز سے بچائے رکھتی ہے۔ تو بے سمجھ تھا ہم نے سمجھ دی۔ دین اسلام دے کر تجھے عزت دی۔ رکوع اور سجدہ کا طریقہ بتا کر تجھے ہم نے اپنا مقرب بنایا۔ تیرے دل میں اپنی معرفت دی۔ ایک چیز دی۔ دو چیزیں دیں۔ ارے کیا کیا نہ دیا۔ لیکن سب کچھ لے کر ارے او ہم کو بھولے ہوئے غلام تو عمر تمام ہم سے بھاگتا رہا اور ہماری مخالفت ہی کرتا رہا۔ ہر بات میں ہماری نافرمانی پر تلا رہا۔ ہماری نظروں کے سامنے طرح طرح کے قصور کرتا رہا۔ دین کو دنیا کے بدلے بیچتا رہا۔ ہماری خواہش پر کبھی نہ چلا۔ ہمیشہ نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہا کبھی کوئی کام ہمارے لئے نہ کیا۔ جب کیا تو دکھاوے کے لئے ہی کیا۔ بہت برا غلام ہے تو۔ کیا غلام ایسے ہی ہوا کرتے ہیں؟

حضرت یوسفؑ بے قصور ہیں اس لئے عزیز مصر کو جواب دیتے ہیں۔ ہائے قصوروار بندے! کیا منہ لے کر جواب دیں گے۔ کچھ عذر ہی نہیں جو پیش کرسکیں۔

قَالَ هِيَ رَاوَدَتۡنِي عَن نَّفۡسِي حضرت یوسفؑ نے فرمایا عزیز غصہ میں نہ آؤ سنو یہ عورت تو خود مجھے پھسلاتی رہی ہے اور اب بھی پھسلا رہی تھی میں وہاں سے بھاگا تو یہ بھی میرے پیچھے دوڑی تمہارے سامنے مجھ پر ناحق تہمت لگا رہی ہے۔ عزیز نے زلیخا سے کہا تمہارے سچے ہونے کے کون گواہ ہیں زلیخا نے کہا میں اور یہ دونوں تنہا تھے پھر ایسی حالت میں کون گواہ ہوسکتا ہے۔ پھر یوسفؑ سے کہا تمہارا کوئی گواہ ہے۔

یوسف نے دل میں کہا ایک گواہ کیا کئی گواہ ہیں۔

عاشقانرا سہ نشانست اے پسر رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

زلیخا کا پیلا رنگ ٹھنڈی آہیں۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے میرے گواہ ہیں کہ وہ میری عاشق ہے۔ میں اس کا عاشق نہیں ہوں۔ وہ میری طالب ہے۔ میں اس کا طالب نہیں ہوں۔ دل میں حضرت یوسفؑ نے اس طرح کہا اور ظاہر زبان سے یوں فرمایا کہ ہاں میری اس بات کا گواہ موجود ہے۔ عزیز نے کہا وہ کون؟ زلیخا کی خالہ چار مہینے کا بچہ گود میں لئے کھڑی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ بچہ میرا گواہ ہے۔ عزیز نے کہا یہ چار مہینے کا بچہ بھلا یہ تمہارے سچ ہونے کی کیوں کر گواہی دے سکتا ہے۔ یوسفؑ نے کہا تم کو اس سے کیا، تم اس بچے سے پوچھو۔ عزیز نے اس بچہ کو پکارا تو وہ لبیک کہہ کر بیٹھ گیا۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا زلیخا کے رشتہ دار بچہ نے صاف الفاظ میں گواہی دینا شروع کی۔ یہ ایسا ہوا جیسے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تھا کہ ایک بچے کو پیدا ہوکر ایک دن ہوا تھا اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا اے بچے میں کون ہوں۔ اس ایک دن کے بچے نے نہایت فصیح زبان سے کہا انت رسول اللہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت نے فرمایا صَدَقْتَ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ تو سچ کہتا ہے اللہ تجھ کو برکت دے۔ اتنی ہی بات کی پھر کوئی بات نہیں کی۔ پھر وہی اپنے وقت پر برس ڈیڑھ برس کے بعد بات کی۔ سب اس بچہ کو مبارک یمامہ کہتے تھے یہ واقعہ حج وداع میں ہوا۔

غرض زلیخا کا رشتہ دار بچہ چار مہینے کا تھا مگر زلیخا کی حمایت میں نہ تھا۔ زلیخا کے بیان کو آج کل قانون کے تحت لائیں تو یہ ایک استغاثہ اقدام زنا بالجبر کا تھا۔ استغاثہ کی صداقت خود مستغیثہ کے بیان اور حالات سے ہونی چاہئے۔ زلیخا کے لباس اور جسم کو دیکھا جاتا تو نشانات سختی کے ساتھ تلاش کئے جاتے لیکن یہ بچہ چوں کہ عورت کے گھرانہ کا تھا۔ اس لئے تحقیقات کا یہ اصلی پہلو اختیار ہی نہیں کیا بلکہ زلیخا کے خالی بیان کو مان کر

حضرت یوسفؑ پر صفائی کا بار ڈال دیا۔ اور کہا عینی شہادت تو ہے نہیں اب قرائن کو دیکھنا چاہئے اس طرح کہ
یوسفؑ کا کرتہ دیکھا جائے کہ کس طرف سے پھٹا ہے۔ اِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ اگر یوسفؑ کا
کرتہ سامنے سے پھٹا ہوا ہے تو فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ زلیخا سچی اور یوسفؑ جھوٹے۔ اسلئے کہ
اس سامنے کے پھٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ زلیخا پر گرے اور زلیخا نے دفع کرنے کیلئے ہاتھاپائی کی اور
کرتہ سامنے سے پھٹ گیا۔ وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اگر
کرتہ یوسفؑ کا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی، یوسفؑ سچے، اسلئے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹنے سے معلوم ہوا کہ
یوسفؑ بھاگ رہے تھے زلیخا نے ان کا پیچھا کیا کرتہ پکڑ کر کھینچا اور وہ پھٹ گیا۔

اس سے خدائے تعالیٰ یہ سکھارہا ہے کہ اگر شہادت واقعہ موجود نہ ہو تو قرینوں سے شہادت کا کام لیا
جائے۔ جن لوگوں نے حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو پڑھا ہے اور قاضی کعب اور قاضی
شریح اور قاضی عیاض اور فقیہہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے فیصلوں کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ انھوں نے کس
عمدگی سے اس اصول کو برتا ہے۔ قرینوں سے کس عمدگی سے واقعہ کی حقیقت تک پہونچ گئے ہیں۔

جب وہ لڑکا جس نے گواہی دی تھی جوان ہوا تو حضرت یوسفؑ اس کی بڑی عزت کرتے تھے اور
اپنے بادشاہت کے زمانے میں اس کو بہت بڑا عہدہ دیا تھا۔

دوستو! یوسفؑ تو اپنی گواہی دینے والے کا خیال رکھیں اور اس کی قدر کریں اور آپ بھی تو خدائے
تعالیٰ کے وحدانیت کی دنیا میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر گواہی دے رہے ہیں تو کیا کل قیامت میں
خدائے تعالیٰ آپ کی قدر نہیں کرے گا؟ بے شک کرے گا۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ جب عزیز نے دیکھا تو کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ
كَیْدِكُنَّ عزیز نے کہا یوسفؑ سچے ہیں زلیخا یہ تمہارا فریب ہے۔ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ تم عورتوں کے فریب
بڑے بھاری ہوتے ہیں۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ مردوں کی عقل عورتوں سے زیادہ ہے چاہئے تھا کہ

مردوں کا فریب عورتوں کے فریب سے زیادہ ہو۔ حالانکہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورتوں کا فریب زیادہ ہے۔ اسلئے کہ عورت کی کشش مرد کے دل میں ہوتی ہے۔ عورتوں کی باتیں مرد کو میٹھی معلوم ہوتی ہیں۔ جب وہ بولتی ہے مرد کے دل میں ایک خاص اثر ہوتا ہے بخلاف مرد کی باتیں کہ وہ ایسی دلچسپ نہیں معلوم ہوتیں اسلئے عورت کی فریب آمیز باتیں مرد پر جلد اثر کرتی ہیں۔ مرد کا فریب مرد پر ایسا اثر نہیں کرتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں۔

اس آیتہ کو دوسری آیتہ سے ملاکر دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا شیطان کا فریب بہ نسبت عورت کے فریب کے بہت کمزور ہوتا ہے۔ اسلئے کہ شیطان چوری چھپے فریب کرتا ہے اور عورت علانیہ سامنے رہ کر فریب کرتی ہے۔ اسلئے شیطان کے فریب سے زیادہ عورت کا فریب اثر کرتا ہے۔

القصہ اب عزیز پر حقیقت ظاہر ہوگئی کہ یوسفؑ بالکل پاک ہیں اور ساری شرارت زلیخا کی ہے۔

اس سے اطمینان ہوتا ہے کہ جو لوگ چھپ کر بھی گناہ سے بچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ گناہ سے پاک ہونا ان کا علانیہ لوگوں پر ظاہر کردیتا ہے یہ قدردانی ہے اللہ تعالیٰ کی۔

عزیز بدنامی سے بچنے کیلئے چاہتا ہے کہ اس معاملہ کو رفع دفع کردے۔ اس لئے یوسفؑ کی طرف مخاطب ہوکر کہتا ہے۔ یُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا یوسفؑ جانے دو کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر زلیخا کی طرف متوجہ ہوکر کہتا ہے۔ وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِكِ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـئِيۡنَ زلیخا تم اپنے گناہ کی مغفرت مانگو بے شک تمہارا ہی قصور ہے تمہاری ہی خطا ہے۔

زلیخا کا عشق اور اس کی محبت کوئی معمولی عشق محبت نہ تھے جو چھپانے سے چھپ سکتے۔

من ازاں حسن روزِ افزوں کہ یوسفؑ داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آورد زلیخارا

حضرت یوسفؑ کا روز افزوں حسن دیکھ کر میں پہلے ہی سمجھا ہوا تھا ان کا حسن زلیخا کو پردۂ عصمت

سے باہر لاکر ہی رہیگا۔ وہی ہوا وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ بستی کی عورتیں آپس میں کہنے لگیں بہن تم نے کچھ اور بھی سنا۔ اِمْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ عزیز مصر کی بیوی جس کا نام زلیخا ہے وہ کیا غضب کررہی ہے بڑی شرم کی بات ہے اور بڑے افسوس کا مقام ہے۔ اپنے زرخرید غلام سے کیا کیا تماشہ کررہی ہے۔ کس طرح سے اس کو دام میں لانا چاہتی ہے۔ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا۔ اس غلام کا عشق زلیخا کے دل میں کھپ گیا ہے اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہم تو سمجھتے ہیں کہ زلیخا یوسفؑ کیلئے بدحواس ہوگئی ہے۔ افسوس زلیخا نے عزیز کا پاس کیا نہ شاہی گھرانے کا لحاظ سب باتوں کو خاک میں ملاکر ایک غلام کے پیچھے پڑگئی ہے بس دین ہے تو وہی اور جان ہے تو وہی ہر وقت یوسفؑ ہی یوسفؑ رات دن اسی کے الٹ پلٹ میں لگی رہتی ہے۔ ایسا بھی کیا آدمی کچھ تو اپنے عزت کا خیال رکھے دل کیا ہوگیا دیوانہ ہوگیا آیا بھی تو کس پر ایک غلام پر آخر ہم بھی تو انسان ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی تو نفس لگا ہوا ہے۔ مگر ہم تو کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ کبھی کسی کو دل دے کر اس طرح عزت خاک میں نہیں ملائیں گے۔ خبر پہونچانے والی عورتوں نے زلیخا سے آکر ہو بہو نقل کردیا۔ زلیخا نے سن کر کہا اچھا اچھا تم جاتی کہاں ہو۔ کل میں تمہارے بھاری بھرکم ہونے کا امتحان کروں گی دیکھوں گی کیسے تم اپنے کو قابو میں رکھنے والی ہو فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ جب زلیخا نے ان عورتوں سے طعنے کی باتیں سنیں دعوت کی تیاری شروع کردی اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ دن مقرر کرکے ان عورتوں کو دعوت کہلا بھیجی۔ ادھر تیاریاں شروع کردیں قسم قسم کے کھانے پک رہے ہیں۔ طرح طرح کے فرش و فروش بچھ رہے ہیں۔ رنگ برنگ کے میوے چنے جارہے ہیں۔ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً اسطرح کی مجلس تیار ہوئی۔ اس میں زیادہ تر وہ کھانے اور میوے رکھے گئے جو چھری سے کاٹ کر کھائے جاتے ہیں وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری دی۔ آج کل کے لوگ انگریزوں کی وجہ سے چھری کانٹے کے کھانے کو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر اتنا فرق ہے کہ اب دوسرے ہاتھ میں کانٹا رکھ کر دباتے ہیں۔ اس

تت کاٹنے کا رواج نہیں تھا۔ دوسرے ہاتھ سے دبا کر چھری سے کاٹتے تھے کسی کے رعب یادہشت یا عظمت کی وجہ سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں پر چھری چل جانا بہت آسان تھا غرض اس طرح کی زور دار مجلس تیار ہو رہی ہے۔

اے زلیخا کیسی تیاری ہے آج	کیا کسی کا ٹھیک کرنا ہے مزاج
جس چھری سے خود ہوئی تو نیم جاں	کیا وہ اب اوروں پہ بھی ہوگی رواں
جس نظر نے تیرا دل چھلنی کیا	اور بھی اب اس سے گھائل ہوں گے کیا
اب تلک جو تیرے دل میں تھا نہاں	کیا وہ اب اوروں پہ بھی ہوگا عیاں
جس لگی نے خاک کر ڈالا تجھے	کیا جلیں گے اور بھی اس آگ سے

محل کی عورتوں نے کہا کیوں بی کیا یہ دعوت دے کر کچھ سزا دینا چاہتی ہو۔ زلیخا نے کہا ہاں یہ وہ سزا نہیں جو جسم کو ایذا دے بلکہ یوسفؑ کی پیاری صورت دکھا کر پھر چھپادوں گی۔ یہ وہ سزا ہے جو ہر ایک کے دل میں عشق کی آگ لگائے گی جس سے ان کی ساری عمر برباد ہوجائے گی۔ لیجئے وہ عشق جو اب تک ایک ہی دل میں ناسور کررہا تھا۔ اور ایک ہی گھر میں اپنی چنگاریاں لگا رہا تھا آج بہت سے دلوں کو گھائل کردے گا۔ اور بہت سے گھروں کو جلا کر خاک سیاہ کردے گا۔ غرض جوں توں کرکے دوسرا روز ہوا۔ اب زلیخا کے محل میں مصر کی عورتوں کے آنے کا وقت قریب آنے لگا۔ زلیخا مہمانوں کی تیاری کے ساتھ ساتھ پیارے یوسفؑ کے بناؤ سنگھار میں بھی مشغول ہے زلیخا کا دل تو نہیں چاہتا کہ اپنا معشوق کسی کو دکھائے مگر صرف ان کے طعنہ کا جواب دینا تھا۔

حضرت یوسفؑ کو بہترین فاخرہ لباس پہنا کر ایک کمرہ میں بٹھایا اتنے میں وہ عورتیں آنا شروع ہوگئیں۔ غرض کہ دسترخوان پر ہزارہا نعمتوں کا ایک باغ لگادیا گیا۔ طرح طرح کے کھانے قسم قسم کے میوے چنے جانے لگے۔ وَاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا سب کے ہاتھوں میں ایک ایک چھری دے دی کہ کاٹ کاٹ کر کھائیں۔ زلیخا نے کہا میرے مہمانو میری تمام نعمتوں کے سوا ایک اور بولتی نعمت خدا داد میرے

پاس ہے وہ بھی تم کو دکھانا چاہتی ہوں یہ کہہ کر یوسفؑ کے پاس گئی اور کہا یوسفؑ میں بدنام ہوگئی ہوں میرے ساتھ چلو اس سے میری یہ بدنامی دور ہوتی ہے بہت سمجھا منا کر کہا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ذرا ان مہمانوں کے سامنے آؤ مجبوراً حضرت یوسفؑ بے نقاب ان عورتوں کے سامنے آئے۔ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ عورتوں نے جب یوسفؑ کو دیکھا سب پر بے خودی کا عالم طاری ہوگیا۔ایک وجد کا سماں تھا۔کوئی آپے میں نہ رہی وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ساری مجلس ایک کمیلہ بن گئی ۔ کہاں کا پھل کہاں کا گوشت بجائے پھل کے اور گوشت کے ہاتھ قیمہ ہوگئے ۔ کسی کو خبر نہ ہوئی کہیں یہ عورتیں مر نہ جائیں یہ خیال کر کے زلیخا جلدی سے یوسفؑ کو پردہ میں لے گئیں۔

دوستو! مخلوق کے دیدار میں یہ لذت ہے اور یہ بے خودی ہے جب خالق کا دیدار ہوگا تو اسکے دیدار میں ہائے کیسی لذت ہوگی اسلئے تو اس کے سامنے جنت کی ساری نعمتیں ہیچ معلوم ہوں گی۔

حضرت یوسفؑ کے چہرے پر صرف نظر پڑی ہے تو یہ غضب ہوگیا۔ ہاتھ کٹنے کا کچھ درد معلوم نہ ہوا۔ اگر یوسفؑ سے اس وقت کوئی بات سنتے تو اس کی لذت میں معلوم نہیں اور کیا کیا ہوتا۔ دوستو! اگر تم نیک ہو اور نفس مطمئنۃ حاصل ہوگیا اور سکرات کے وقت خدائے تعالیٰ فرمائے گا۔ "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً" تو جس طرح یوسف کے دیدار کی لذت نے ہاتھ کٹنے کا درد معلوم نہ ہونے دیا۔ ایسا ہی خدا کے کلام کی لذت سکرات کے درد و تکلیف کو بھی نہیں معلوم ہونے دے گی اسلئے دوستو ! نیکیاں کر کے مرو۔

غرض ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے ۔ یہ بات دلوں میں جمی ہوئی ہے۔ کہ دنیا میں شیطان سے زیادہ کوئی بدصورت نہیں اور فرشتے سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں اور واقعہ میں ہے بھی ایسا ہی کہ فرشتے اس قدر خوبصورت ہیں کہ انسان ان کو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا۔ خدا کا احسان ہے کہ انسان سے فرشتوں کو مخفی

رکھا ورنہ انسان کا بھی وہی حال ہوتا جو یوسفؑ کو دیکھ کر ان عورتوں کا ہوا۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے فرشتے خوابوں میں دکھائے گئے تاکہ فرشتوں سے انسیت ہو۔ اس لئے کہ بشری قوت یکایک فرشتے کو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی۔ نبوت کے شروع زمانے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھ کر ان کے حسن کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے تھے۔ (روح البیان) اس لئے پھر آدمی کی صورت میں اترنے لگے۔ اسی طرح مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر ہاتھ کاٹ لئے اور کہا وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَاهٰذَا بَشَرًااِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ اور کہنے لگیں سبحان اللہ یہ آدمی نہیں یہ تو کوئی فرشتہ نورانی بڑے درجہ کا ہے۔

دوستو! بڑا بول سامنے آتا ہے۔ مصر کی عورتوں کو دیکھو زلیخا کو بلا وجہ عشق کے طعنے دیتی تھیں خود بھی ان کے عشق میں مبتلا ہوئیں۔ مبتلاء ہوئیں بھی تو ایسے کہ خبر تک نہ ہوئی کہ ہاتھ کٹ رہا ہے یا میوے۔ جس منہ سے طعنہ دیتے وقت حضرت یوسفؑ کو غلام کہا تھا اب فرشتہ کہنے پر مجبور ہوئیں۔

صاحبو! ذرا حُسنِ یوسفؑ پر نظر ڈالئے۔ اللہ اکبر کیا حسن تھا جس نے دیکھا فریفتہ ہوا۔ بے خود ہوکر کوئی ہاتھ کو کاٹ لیتا ہے تو کوئی محبت کا متوالا یوسفؑ یوسفؑ پکارتے ہوئے اپنی جان کھودیتا ہے۔ آخر بات کیا تھی۔ سنو صاحبو سنو! ہر ایک پیغمبر کو معجزے دیئے گئے ہیں جن کے سامنے عقلیں دنگ ہوجاتی ہیں جیسے عصائے موسیٰ علیہ السلام، دم عیسیٰؑ، لحن داودؑ، ملک سلیمانؑ، صبر ایوبؑ ایسا ہی یوسفؑ کو تعبیر خواب اور حسن لاجواب کا معجزہ دیا گیا ہے۔ جب حسنِ یوسفؑ حضرت یوسفؑ کا معجزہ تھا تو پھر یہ حسن جو کچھ بھی کر دکھائے وہ کم ہے۔

غور طلب یہ امر ہے کہ جو کمالات تمام پیغمبروں کو دیئے گئے ہیں وہ سب کمالات ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں اسی کو کسی نے کہا ہے۔

حسن یوسفؑ، دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یوسف علیہ السلام کو حسن اور عیسیٰ علیہ السلام کو شفاء مرض اور موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا دیا گیا تھا۔ تمام پیغمبروں کو جو کچھ دیا گیا تھا سب کو مجموعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے جیسا حسن بھی دیا گیا ہے۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا حُسن تو ایسا تھا کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کی صورت دیکھ کر بدحواسی میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات کہاں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حسن دو قسم کا ہوتا ہے جس کی ایک قسم تو یہ ہے کہ دیکھنے والے کو دفعتۃً متحیر کردے ایسا بدحواس ہوجائے کہ ہاتھ کو کاٹ لے پھر رفتہ رفتہ اس حسن کی سہار اور برداشت ہوتی جائے یوسف علیہ السلام کا حسن ایسا ہی تھا۔ مصر کی عورتوں نے دفعتۃً دیکھا تھا برداشت نہ کرسکیں ہاتھ کاٹ لئے۔ بخلاف ان کے زلیخا کو سہار اور برداشت کی عادت ہوگئی تھی۔ انھوں نے ایک دن بھی ہاتھ نہیں کاٹا۔ اس حسن کو حسن صباحت کہتے ہیں جس میں تامل کرنے سے اس کے دقائق ختم ہوجاتے ہیں۔

دوسری قسم حسن کی یہ ہے کہ دفعتۃً تو متحیر نہ کرے مگر جوں جوں اس کو دیکھا جائے برداشت سے باہر ہوتا جائے جس قدر غور کیا جائے اسی قدر دل میں گھستا جائے اسی کو ایک شاعر نے بیان کیا ہے ؎

يَزِيْدُكَ وَجْهُهٗ حُسْنًا　　اِذَا مَا زِدْتَّهٗ نَظَرًا

جیسے جیسے تو دیکھتا جائے گا آپ کے چہرہ میں حسن لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہوا دکھائی دے گا۔

اس کو حسنِ ملاحت کہتے ہیں اس کے دقائق ختم ہی نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ایسا ہی تھا کہ اس میں دفعتۃً متحیر کردینے کی شان ظاہری نہیں تھی۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خداداد عظمت وجلال کی ایک شان ایسی تھی کہ دیکھنے والے پر سب سے پہلے اس کا ایسا اثر پڑتا تھا جس کی وجہ سے دیکھتے ہی نیا آدمی مرعوب ہوجاتا تھا۔ اس کو حسن صورت پر آنکھ بھر کر نگاہ ڈالنے کی مہلت ہی نہیں ملتی تھی کہ متحیر ہونے کی نوبت آئے۔ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ مَنْ رَاٰهُ بِدَاهَةً هَابَهٗ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيّٰ

فِی الشَّمَائِل۔

شمائل ترمذی میں حضرت علیؓ سے روایت کی گئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیکھتا تھا تو آپ کی عظمت جلال کی وجہ سے ایک ہیبت اس پر طاری ہوتی تھی۔ البتہ جتنا کوئی زیادہ پاس رہتا اتناہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اس پر کھلتا تھا۔اور دن بدن دل میں گھر کرتا چلاجاتا تھا۔اوراس وجہ سے بھی کہ رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔اگر آپ کا حسن بھی پہلے قسم کا ہوتا کہ دیکھتے ہی دفعۃً متحیر ہوکر ہاتھ کاٹ لیتے تو رحمت کے خلاف تھا۔اسلئے دوسری قسم کا حسن دیا گیا اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کمزور طبیعت کے جولوگ ہوتے ہیں۔ وہ تو خون دیکھ کر چکر کھا کر گرجاتے ہیں جو بہادر قوی طبیعت ہوتے ہیں۔ ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ایسا ہی مصر کی عورتیں کمزور طبیعت کی تھیں بے خود ہوگئیں۔ ہاتھ کاٹ لئے صحابہؓ بہادر قوی طبیعت تھے گوحسن اپنا اثر کررہا تھا مگر وہ بے خود نہ ہوئے۔

لوامی (ای لوائم) زلیخا لَورَاین حبیبی

لَاثرنَ بِالقَطعِ القُلُوبَ عَلےَ الیَدِ

یعنی رسول اللہ ﷺ کا حسن دل میں پیوست ہوتا تھا اگر آپ کو مصر کی عورتیں دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھوں کے دل کو کاٹ لیتیں۔

غرض عورتوں کے ہاتھ کاٹ لینے کا تو کچھ اعتبار نہیں ۔ بے شک حسن یوسفؑ کا بہت شہرہ ہے۔مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کی نہ دید ہے نہ شنید ہے۔ دونوں حسن میں کیا فرق تھا۔کیا بتاؤں دونوں حسن کا نظارہ ہوتا ادھر حسن یوسفؑ ادھر جمال محمدی ﷺ تو کچھ تصفیہ ہوتا مگر اس وقت ہوش ہی کس کا ٹھکانے رہتا۔

مرا طاقت دیدنِ اوکجا ست   کہ بے خود شوم ہر کہ نامش برد

ان کے دیکھنے کی مجھ میں طاقت کہاں ہے ان کا نام کوئی لیتا تو بے خود ہوجاتا ہوں۔

مصر کے عورتوں کی بے خودی اور مغلوب الحال فریفتہ عورتوں کی بے حواسی پھر خیر سے کافر۔ ان کا کیا اعتبار ذرا اللہ والے، کامل عقل والوں کی سنو کہ وہ ہمیشہ کیا کہتے رہے۔

قاضی عیاض اپنی کتاب شفا میں روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے کہا مَارَاُیتُ شَیئاً اَحسَنَ مِن رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کَاَنَ الشَّمسُ تَجرِیُ فِی وَ جُھِہٖ میں کوئی چیز زیادہ خوبصورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں دیکھی سمجھانے کیلئے بہ مجبوری یہ کہنا چاہئے گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک سے برآمد تھا۔ ابو ہالہؓ فرماتے ہیں تَلَاْ لُؤُوَجھِہٖ تَلَا لُؤُ القَمَرِ لیلۃَ لَم اَرقَبلَہٗ وَلَابَعدَہٗ مِثلَہٗ آپ کے حسن و جمال کا بیان کرنے والا یہی کہتا ہے کہ میں نے آپ کا مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد۔ اچھا مصر کی عورتیں بولیں بھی تو کیا بولیں مَاھٰذَا بَشَراً اِن ھٰذَااِلاَّ مَلَکٌ کَرِیمٌ حضرت یوسفؑ کو دیکھنے والیوں نے یوسفؑ کو فرشتہ کہا جمال محمدی ﷺ کو دیکھنے والے اللہ کے دیکھنے والے ہیں۔ من رَاٰنِیُ فَقَدرَأَالحَقَّ جس نے حضرت کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ نور الٰہی جمالِ رسالت پناہی میں مختلف اعتبارات سے عیاں ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ سارے جہاں کے معشوقوں سے زیادہ خوبصورت تھے جس کا دیدار سارے حجابات اٹھا کر تمام اعتبارات سے ہٹا کر مَنْ اَحسَنَ مِنَ اللّٰہِ صِبغَۃً کا رنگ جماتا تھا مَنْ رَاٰنِیُ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ جس نے حضرت ﷺ کو دیکھا حق کو دیکھا جس نے حق کو دیکھا پھر وہ ناحق ادھر اُدھر کیوں بھٹکنے لگا؟

خلاصہ یہ ہے کہ حسن یوسفؑ بشری حسن کا آخری درجہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حسن جمال الٰہی کا آئینہ ہے۔

بہت فرق ہے بلکہ بالکل جدا حبیب زلیخا حبیب خدا
اپنے یوسفؑ کو تو میرے یوسفؑ سے نسبت نہ دے
اے زلیخا اس پر سر کٹتے ہیں اس پر انگلیاں

حُسن یوسفؑ سے فزوں تر ہے رسول اللہ کا

وہ ہے نورچشم یعقوب اور یہ نور اللہ کا

حسنِ یوسفؑ پر پھر ایک نظر ڈالئے ۔ جمالِ یوسفی کے فریفتہ یعقوب جن میں شفقت پدری تھی جس کو کسی حسن کی بھی ضرورت نہیں یا فریفتہ زلیخا تھی جس کا بہ تقاضائے طبع بشری کسی حسین پر فریفتہ ہوجانا کچھ تعجب نہیں۔ ہاں تعجب ہے تو رسول اللہ ﷺ کے جاں نثاروں سے کہ ان کو کوئی علاقہ محبت کا اور کوئی تقاضہ عشق کا نہیں تھا۔ جیسے ابوبکرؓ، عمرؓ، بلالؓ، ثوبانؓ وغیرہ ہزارہا اصحاب تھے۔ دو چار برس کیلئے نہیں بلکہ جب تک جان میں جان تھی حضرت ﷺ کے فریفتہ رہے۔ زلیخا کی طرح جب اپنی عزت پرآئی علحدہ نہ ہوئے عزت و آبرو و جان و مال سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردیا۔ حسن ظاہری کے گرفتاروں پر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ حضرت ﷺ کے مشتاقوں پر بھی آئیں طلب کی رسوائی ۔ درد فراق، صدمہ ہائے جدائی اٹھائے۔ وطن چھوڑا، مفلس ہوئے، جوانی برباد کی، دولت دنیا کچھ نہ رہی۔ اس حسن میں کیا اثر تھا سب کچھ سہا مگر ایک لحظہ علحدہ نہ ہوئے۔

حسن یوسفؑ کو ذرا تو لو کہ زلیخا جیسی عاشق کو جب خاوند کا خوف ہوتا ہے۔ علحدہ ہوکر یوسفؑ پر تہمت لگاتی ہے۔ اب آپ ہی دونوں حسن میں کیا فرق ہے سونچ لیجئے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے ایسے دل جلے نکلے کہ ان کے دل کی آگ مغرب سے لگی تو مشرق تک نہ بجھی۔ ہزاروں لاکھوں بچے ہوں یا جوان بوڑھے جل بھُن رہے ہیں۔ ایسی جلن کہ فقط نام سنا اور دم نکل گیا۔ فقط آدمی ہی نہیں۔

ناوک نے اس کی صید نہ چھوڑا زمانہ میں ☆ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

یہ وہ حسن ہے کہ جن وملک حجر وشجر سب مست ہیں۔

ستون حنانہ کا عشق اور اس کی گریہ وزاری سب کو معلوم ہے حضرت یوسفؑ کے حسن نے بھی کیا ایسا شور بپا کیا ہے؟ ایک واقعہ سناتا ہوں اس سے آپ حسن محمدی ﷺ کا اندازہ کیجئے۔ ایک صحابی نہایت بدصورت

تھے اسی وجہ سے لوگ ان کو اسود اسود کہتے تھے۔ رنگ سیاہ تھا۔ ایک روز انھوں نے دربار میں رسول اللہ ﷺ کے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ میری کالی صورت اور بدشکلی جنت میں جانے سے کیا مجھ کو روکے گی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں جانا کالے گورے پر موقوف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور رسول ﷺ کے احکام کی پابندی کرنا یہ ہی تم کو جنت میں لے جائے گا۔ اس وقت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ میں شریعت کا پابند ہوں اور دل سے توحید اور رسالت کا قائل ہوں تو حضرت ﷺ نے فرمایا بس سعدؓ تم جنتی ہو' اس پر سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مدینہ کے لوگ مجھے حقارت سے دیکھتے ہیں میری صورت سے نفرت کرتے ہیں۔ میں قوم کا شریف ہوں مگر کوئی مجھ کو لڑکی نہیں دیتا ہے۔ میرا پیام جہاں جاتا ہے تو لوگ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں۔ اور ایک مدت سے نکاح کی آرزو ہے مگر مجھ کو کوئی عورت قبول نہیں کرتی ہے۔

حضرت ﷺ نے فرمایا سعدؓ تم فکر مت کرو' عمرؓ بن وہبؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا نکاح تمہاری لڑکی سے کر دیا۔ سعدؓ خوش ہو کر عمرؓ کے گھر گئے۔ عمرؓ ذرا تند مزاج تھے یہ سن کر بہت بگڑے غصے میں سعدؓ کو کچھ کہہ دیا۔ سعدؓ وہاں سے واپس ہونے لگے تو عمرؓ کی لڑکی جو نہایت حسین اور خوبصورت تھی پردے سے باہر نکل آئی اور لگی کہنے کہ تم لوٹ کر تو آؤ اے سعدؓ اور کہا۔

میں تمہاری ہوں کنیز اس میں نہیں مجھ کو کلام

''کر دیا ہے میرا محبوب خدا نے گر عقد تو میں اس عقد سے منکر نہیں تا روز قیام''

پھر اس لڑکی نے باپ سے کہا ابا تم کس کے حکم سے انکار کر رہے ہو اپنی نجات کی فکر کرو' دربار نبی ﷺ میں اور اپنے قصور کی معافی مانگو رسول اللہ ﷺ نکاح کر دیں تو ہم کو کیا عذر ہے۔ یہ سنتے ہی عمرؓ چونک گئے۔ اور دربار نبوی ﷺ میں آ کر بہت معذرت کی اور عرض کیا کہ میں سعدؓ کے قول کو جھوٹا سمجھا تھا غرض ان کا قصور معاف کیا گیا۔ سعدؓ کو حکم ہوا جاؤ آج سے دلہن کے پاس رہو۔ سعدؓ خوش خوش بازار میں جا کر دلہن کیلئے عطر اور پوشاک خرید رہے تھے کہ یکا یک کان میں آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی منادی کر رہا ہے

کہ مسلمانوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو چلو۔ یہ سنتے ہی سعدؓ اپنے برسوں کی آرزو کو بھولے دلہن کو بھولے بجائے کپڑوں کا جوڑا خریدنے کے تلوار اور گھوڑا خریدا اور فوج کے ساتھ شریک ہوگئے۔ میدان جنگ میں اس قدر لڑتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ حضرت نے فرمایا یہ کون سوار ہے ان کا نام کیا ہے کہ ان کا گھوڑا زخمی ہوکر بے کار ہوگیا ہے یہ پیدل ہوکر دونوں ہاتھوں سے تلوار چلارہے ہیں جس سے دشمنوں کی صفیں درہم برہم ہورہی ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سعدؓ جن کا نکاح عمرؓ کی لڑکی سے فرمایا گیا تھا۔ شب زفاف کو چھوڑ کر حضرت پر قربان ہونے کیلئے میدان جنگ میں آگئے ہیں۔ غرض سعدؓ بہت شجاعت دکھا کر شہید ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر گود میں لیا اور خاک اس سے پونچھ کر دفن کردیا اور سعدؓ کی دلہن کو یہ پیام بھیجا کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے دولہا کی شادی فردوس کی حور سے کردی۔

اب رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یوسفؑ کو کل عالم کا آدھا حسن دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محاورہ یہ ہے کہ کہنے والا تعریف کے جملہ میں اپنے کو شریک نہیں کیا کرتا۔ اسلئے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا سارے عالم کا آدھا حسن دیا گیا ہے۔ اس ساری تقریر سے ثابت ہوا کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سردار انبیا ہیں۔ ایسا ہی آپ کا حسن بھی سب سے اور حضرت یوسفؑ سے بڑھا ہوا ہے۔ اب ایک بات اور سننے کے قابل ہے۔

سالکوں کے دل کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض، کبھی بسط کبھی سکر اور کبھی صحو (انوار کے غلبہ سے امتیاز اُٹھ جانا سکر ہے۔ پھر اپنی اصلی حالت عود کر آنا صحو ہے)۔ آثار لطف و فضل کے وارد ہونے سے دل کو فرحت ہونا بسط ہے۔ آثار عظمت و استغنا سے دل گرفتہ ہونا قبض ایسے مختلف احوال آنا تلوین ہے۔ دل کی حالت کا یکساں رہنا تمکین ہے۔ صاحب تلوین صاحب حال ہے یہ ابھی راستہ ہے اور صاحب تمکین واصل ہوچکا ہے۔ اس کی حالت کمال کے ساتھ مثل عوام کے ہوجاتی ہے۔ کوئی اس کو کامل پہچان نہیں سکتا۔ مصر کی عورتیں صاحب تلوین تھیں جن پر سکر و صحو کی مختلف حالتیں وارد ہورہی تھیں اور زلیخا صاحب تمکین تھیں جو کمال عشق کو پہونچی ہوئی تھیں

ایسا ہی حضرت یوسف کے دیکھنے والے صاحب تلوین تھے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے والے صاحب تمکین۔ سب کچھ اندر تھا مگر ظاہر کچھ نہ دکھا بخلاف یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والے کہ ان میں کبھی تڑپ ہے تو کبھی ہاتھ کاٹ لینا ہے۔ حسن کو دیکھنے والے ابھی عشق کے راستے میں تھے جمال محمدی کے دیکھنے والے کمال عشق کو پہونچے ہوئے تھے۔

الغرض حضرت یوسف جب سامنے آئے اور عورتوں کی نظر حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال پر پڑی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ بدحواسی میں چاقو سے پھل کی جگہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اب زلیخا کو موقع ملا کہنے لگیں کیوں بی بیو! تمہارے حواس کہاں گئے۔ ہوش تو ٹھکانے کرو۔ میں تو ایک دن بھی ایسی بدحواس نہیں ہوئی سب نے شرمندہ ہوکر کہا کہ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَراً اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ زلیخا ہم قسمیہ کہتے ہیں ہم نے آج تک اس حسن و جمال کا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ یہ تو کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب زلیخا نے دیکھا کہ یہ سب عورتیں حضرت یوسفؑ کی دیوانی ہوگئی ہیں اور بے حد تعریف کررہی ہیں تو زلیخا نے کہا دیوانیو دوسرے کو نصیحت اور اپنے آپ کو فضیحت کچھ تم کو یاد ہے تم ہی ہو نا کہ یہ کہہ کر مجھے تمام دنیا میں بدنام کیا کہ عزیز مصر کی عورت اپنے غلام سے بڑی خواہش رکھتی ہے اور بہت کچھ تم نے کہا ہے۔

ایں ست کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را
بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسی را

یہی تو ہے جس نے بہت سے بے قراروں کا دل لیا اور آفت ڈھائی ہے اگر کسی میں دیکھنے کی تاب ہے تو بسم اللہ آیئے قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ یہ تو وہی ہے جس کے لئے تم مجھے ملامت کرتی تھیں اب بتاؤ میرا اس غلام پر دل آنا سچا تھا یا جھوٹا۔ سب عورتوں نے کہا بے شک زلیخا تمہارا ہی دل ہے۔ ہمارا تو ایک جھلک میں یہ حال ہوگیا تمہارا کیا حال ہوگیا ہوگا۔ دل چھلنی ہوگیا ہوگا۔ آفریں ہے تمہارے صبر پر جو تم اپنے ہوش میں ہو۔ عورتوں کی یہ مہربانی دیکھ کر زلیخا بھی کھل گئی۔ اپنے دل کا حال کہنے لگی اے غم خوار بی بیو! میں اپنی داستان تم سے کیا کہوں۔ میری بڑی درد بھری کہانی ہے مختصر یہ ہے کہ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ

نَفْسِہٖ فَاسْتَعْصَمَ میں نے یوسفؑ کو دام میں لانے کیلئے جو کچھ نہ کرنا تھا وہ کیا۔مگر یہ میرے قبضہ میں نہیں آئے۔ صاف بچ کر نکل گئے خیر جاتے کہاں؟ میں بھی اپنے نام کی زلیخا ہوں جو اس کا مزہ اس کو نہ چکھاؤں تو میرا نام دوسرا رکھنا۔

اب بھی کہتی ہوں کہ راستی پر آجائے مجھے زیادہ نہ ستائے اور نہ جلائے ورنہ قید خانہ میں عمر بھر سڑنا پڑے گا۔ پھر میرے جلانے کا مزہ معلوم ہوگا۔ ساری عزت ذلت سے بدل جائے گی۔

الغرض جب زلیخا نے دیکھا کہ اپنا جادو چل گیا۔شہر کی عورتیں جس منہ سے یوسف علیہ السلام کو غلام غلام کہہ کر طعنہ دیتی تھیں اب یوسفؑ کے حسن کی قائل ہوکر اسی منہ سے انکو فرشتہ کہنے لگیں ہیں تو زلیخا نے ان عورتوں کے سامنے اپنا بھید سارا کہہ سنایا اور کہا کہ میں نے یوسفؑ کو طرح طرح سے پھسلایا وہ کسی طرح میرے قابو میں نہیں آتے ہیں لیکن ابھی یوسفؑ کو ایک اور موقع دیتی ہوں اگر اب بھی یوسفؑ راضی نہ ہوئے تو پھر قید ہے اور ذلت اور رسوائی یہ سنکر مصر کی عورتیں بولیں زلیخا ہم کو تمہارے حال پر ترس آتا ہے۔ایک مرتبہ ہم کو اجازت دو کہ تنہائی میں ذرا یوسفؑ کو سمجھائیں۔ زلیخا تو صاحب غرض تھی اجازت دیدی۔ مصر کی عورتوں کو زلیخا سے کیا ہمدردی تھی وہ تو صرف اپنا مطلب نکالنا چاہتی تھیں کہ ایک بار اور یوسفؑ کو دیکھیں۔اجازت ملتے ہی سب کے سب خوش ہوکر یوسفؑ کے پاس پہونچیں اور کہا اگر آپ اپنی یہی روش رکھیں گے ایسے ہی نیک اور پارسا بنے رہیں گے تو یقیناً آپ پچھتائیں گے دیکھو زلیخا آپ کی جان نثار آپ پر اپنی جان ومال قربان کرتی ہے آپ ہیں کہ اس سے کھچے ہوئے ہیں۔ زلیخا تمہاری عاشق زار ہے کبھی تو اس کو نگاہ بھر کر دیکھو۔ ہماری تو رائے ہے کہ آپ زلیخا کا کہا مانیئے جو وہ کہتی ہے سنیئے۔ یوسفؑ تم بھی عجیب تماشے کے آدمی ہو۔ ابھی جوانی کی راتیں مرادوں کے دن ہیں خوش رہو۔ دنیا جہاں کے مزے لوٹو۔ یوسفؑ پھر ہم آپ کو سمجھاتے ہیں کہ آپ زلیخا کی بات سن لیجئے۔ زلیخا پر نہیں تو خیر اپنے آپ پر تو رحم کرو۔ دیکھو زلیخا بہت بگڑی ہوئی ہے ورنہ وہ آپ کو قید خانہ میں بھجوادے گی اور آپ کی ساری عزت برباد ہوجائے گی۔ ہاں ہم قائل ہیں کہ بعض وقت اپنے چاہنے والے سے نفرت ہوتی ہے۔ دل نہیں ملتا تو خیر آپ سرسری طور پر زلیخا کی بات تو

سن لیجئے باقی ہم تو حاضر ہیں ۔ ایک ایک ہم میں کی حسن و جمال میں نظیر نہیں رکھتی ہے۔ جسکو آپ پسند فرمائیں ہم جان و دل سے حاضر ہیں۔ لیجئے یک نہ شد دو شد بلکہ ہزار شد ایک زلیخا سے ہی پیچھا چھڑانا مشکل ہے اب سینکڑوں عورتیں لپٹی جاتی ہیں۔ حضرت یوسفؑ ان عورتوں کے نرغہ میں ہیں۔ خوف الٰہی سے کانپتے ہوئے دعا کیلئے ہاتھ پھیلا دیا اور یہ کہنے لگے '' الٰہی اب بتا میں کیا کروں ۔ان عورتوں نے میرا ناک میں دم کردیا ہے۔قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ میرے پروردگار جس برے کام کی طرف یہ عورتیں بلا رہی ہیں اس سے قید خانہ مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ اس لئے

بہ نامحرم نظر دل را کند کور ز دولت خانہ قرب افگند دور

نامحرم پر نظر ڈالنے سے دل اندھا ہوجاتا ہے یہ نظر ڈالنا اللہ کے قرب سے دور کردیتا ہے۔

جب تجھ سے دوری ہو تو پھر ساری لذتوں کو لے کر کیا کروں۔

مسلمانو! حضرت یوسفؑ تم کو سبق دے رہے ہیں کہ جب معصیت کا اور مصیبت کا مقابلہ ہو۔ معصیت سے بچنے کی اور کوئی راہ باقی نہ رہے تو اس وقت سخت سے سخت مصیبت بھی ہو تو کشادہ پیشانی اور خوشی سے اختیار کرلو۔ معصیت کو ہرگز نہ اختیار کرنا

حکایت:۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ دریا کے کنارے پڑے ہیں تیندوے کا زخم لگا ہے اور کسی دوا سے اچھا نہیں ہورہا ہے۔ سخت تکلیف ہے۔ مگر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کا شکر کرتے رہتے ہیں۔ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس بات پر شکر ادا کررہے ہیں تو ان بزرگ نے فرمایا شکر اسکا کرتا ہوں کہ مصیبت کو پسند کرتے ہیں مگر معصیت میں رہنا نہیں پسند کرتے۔ اسلئے کہ آخرت کے ضرر کے سوا دنیا کے ضرر بھی انکے سامنے موجود ہیں۔

بڑا ضرر یہ ہے کہ گناہ سے دل پر کدورت آجاتی ہے اور یہ خدا سے دور کرتی جاتی ہے۔ اس کے امتحان کے لئے ایک ہفتہ گناہ چھوڑ کر نیکیاں کرتے رہیئے پھر دیکھئے کہ دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اس کے

بعد پھر اگر گناہوں میں مبتلا رہو گے تو اس وقت بھی دیکھئے دل کی کیا حالت رہتی ہے خود آپ تصفیہ فرمائیں گے۔

ہم اپنی بدتمیزی اور ناسمجھی سے گناہ کے ضرر کو لذت سمجھ رہے ہیں۔ مگر یاد رکھئے یہ لذت ویسی ہے جیسے کھجلی والے کو کھجلاتے وقت تو لذت معلوم ہوتی ہے۔ مگر بعد میں جلن اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے ہی گناہ میں اب لذت ہے مزہ آتا ہے۔ مگر یہی مزہ کل آٹھ آٹھ آنسو رلائے گا۔ دوستو! تم کو خدا کی طاعت کی لذت ملی ہی نہیں اگر وہ ملتی تو حضرت یوسفؑ کی طرح گناہ کی لذت ہیچ معلوم ہوتی حضرت یوسفؑ سے پوچھو کہ خدا کی طاعت کی لذت میں کیا مزہ ہے جو ایسی پریوں کو چھوڑ کر قید خانہ پسند کر رہے ہیں پھر عرض کرتا ہوں کہ گناہوں میں اسلئے لذت مل رہی ہے کہ خدا کی اطاعت کی لذت معلوم ہی نہیں۔ دیکھو مینڈک کیچڑ میں رہتا ہے اسی میں پیدا ہوا ہے۔ اس نے شفاف پانی دیکھا ہی نہیں اسکو کیا معلوم کہ شفاف شیریں پانی میں کیا لطف ہے۔ اگر کسی شفاف شیریں پانی پر گذر ہو تو جب معلوم ہو گا کہ اب تک کس خرابی میں عمر گزری۔ ایسے ہی ہم نے ہوش سنبھالا تو خود کو اور آس پاس کے سب لوگوں کو گناہوں کے گندے پانی میں دیکھا۔ طاعت کے شفاف پانی کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر کبھی طاعت کا مزہ لگے تو معلوم ہو گا اور پچھتائے گا کہ افسوس عمر اب تک کس خرابی میں گزاری۔ اگر ایک طبیب کہہ دے کہ اس غذا میں یہ ضرر ہے تو یقین آجاتا ہے فوراً رک جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ گناہ کا جو ضرر ہے تو کیوں یقین نہیں آتا کیوں نہیں رکتے طبیب کے کہنے کے موافق جو ضرر ہو گا وہ تو چار چھ گھنٹے میں معلوم ہو گا اور گناہ کا جو ضرر ہے وہ شروع تو ہو گیا ہے دل میں کدورت بھر رہی ہے دل کو سیاہ کر رہی ہے۔ مگر موت کے ساتھ ہی وہ ضرر معلوم ہونے لگے گا۔

دوستو! موت کا کیا بھروسہ ہے۔ کیا معلوم کہ یہی وقت وقتِ آخری ہو۔ بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے مر گئے۔ چلتے چلتے گرے اور مر گئے۔ پھر ہم کس دھوکے میں ہیں۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہم موت اور عاقبت کو بھولے ہوئے ہیں پھر قبر کا مرحلہ ہے پھر قیامت کا میدان اور وہاں کی مصیبتیں ہیں۔ یہ سب ہمارے سامنے آنے والی ہیں۔ اس وقت گناہ کا ضرر معلوم ہو گا۔ پچھتائیں گے اس وقت پچھتانے سے کیا فائدہ؟ خدا

کے دوستوں کے اسی وقت وہ سب مراحل سامنے ہیں اس لئے یوسف علیہ السلام کی طرح گناہوں سے بھاگتے ہیں۔ بخلاف ہمارے کہ بعض تو گناہ کو گناہ سمجھ کر کررہے ہیں اور بعض تو گناہ کرتے ہیں اور اس پر جرات یہ کہ اس کو جائز سمجھتے ہیں یہ مجرم نہیں یہ خدا کے باغی ہیں۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

صاحبو! میں ڈرتا ہوں کہ تم کعبہ کو نہیں پہونچ سکو گے جس راستہ پر تم چل رہے ہو وہ کفرستان کو جاتا ہے۔

دوستو! یہ راستہ جو ہم چل رہے ہیں۔ مدینہ کو نہیں جاتا۔ یورپ کو جاتا ہے اللہ بچائے اس فتنہ سے ابھی وقت ہے سنبھلو، خدا کے لئے سنبھلو۔

دوسرا سبق حضرت یوسفؑ یہ دے رہے ہیں۔ مسلمان! جب تم پر کوئی مصیبت آئے نجات کی کوئی راہ نہ ملے تو جھٹ خدا ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ جیسے حضرت یوسفؑ نے جب عورتوں سے بچاؤ کی صورت نہیں دیکھی تو فوراً خدا کی طرف متوجہ ہو کر یہ دعا کررہے ہیں۔ جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس سے تو مجھے قید ہو جانا پسند ہے۔

وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ كَيۡدَهُنَّ اَصۡبُ اِلَيۡهِنَّ وَ اَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِيۡنَ الٰہی صورت حال تیرے سامنے ہے میں ایک عاجز انسان ہوں تیرے بغیر بچائے نہیں بچ سکتا۔ اگر تو نے میری خبر نہ لی تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ میاں! اب سنبھالو مجھ کو اب وقت مدد کا ہے اگر اس وقت بھی آپ نے اس فتنہ کو نہ روکا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اس گناہ کو کر نہ بیٹھوں۔ تیری معصیت جو نادانی کا کام ہے اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

صاحبو! ان الفاظ پر بار بار غور کیجئے یہ الفاظ ایک برگزیدہ نبی کے ہیں جو سخت ترین امتحان میں پاک و صاف ثابت ہو چکا ہے۔ اب بھی وہ اسی عاجزی کے ساتھ اپنے مالک کے سامنے دعا کررہا ہے۔ گویا ان کو اپنی حالت پر ذرا اعتماد نہیں۔ ہاں گناہوں سے بچنے کی بہترین تدبیر ہے کہ اپنے تقوے پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ نفس سے ہمیشہ بدگمان رہے کہ یہ گناہ کو نیکی کی صورت میں دکھاتا ہے اور گناہ کے اسباب سے دور

بھاگتے رہیں۔ جیسے بیگانی عورت سے بلا ضرورت بات کرنا یا اکیلے مکان میں بیگانی (غیر محرم) عورت کے ساتھ رات کو رہنا یہ گناہ کے اسباب ہیں۔ اس طرح کے اسباب سے بچتے رہنا تقوی ہے۔

صاحبو! حضرت یوسفؑ کی اس دعا پر پھر غور کیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت یوسف پر بے حد خدا کا خوف چھایا ہوا ہے۔ کچھ ایسے پریشان ہیں کہ ذرائع نجات بھی بھول گئے ہیں جو عورتوں سے قید کا ذکر سنا وہی مانگنے لگے۔

حدیث:- فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اخی یوسف ان عورتوں سے بچنے کی خدائے تعالیٰ سے دعا کرتے اور قید کا نام نہ لیتے تو یقیناً وہ ان کو عزت کے ساتھ ان عورتوں سے رہائی دیتا۔ خود یوسفؑ قید خانے کی دعا مانگی جسکو خدا تعالیٰ نے قبول کیا اگر عافیت مانگتے تو بغیر قید خانے میں جانے کے ان عورتوں سے رہائی مل جاتی۔ اس لئے انسان بلاؤں اور مصیبتوں کو نہ مانگے بلکہ عافیت مانگے فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّه اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی دعا قبول فرمائی فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ عورتوں کا مکران سے دور کردیا۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہ دعا کا سننے والا ہے۔ تمام پیغمبروں کی وہ دعاؤں کو قبول کیا کرتا ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا ہے دعا کرنے کا اور ان دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ باوجود اسکے دعا قبول ہونے میں دیری ہوتی ہے اسلئے دل تنگ نہ ہونا چاہیے برابر دعا کرتے رہنا چاہیے۔

حکایت:- ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ طواف کرتی جاتی ہے اور یہ کہتی ہے الٰہی تو نے فرمایا ہے۔ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ میں کئی سال سے دعا کر رہی ہوں تو قبول نہیں کرتا۔ غیب سے آواز آئی اے عورت! ہم کو تجھ سے محبت ہے۔ تیرا ہم کو یاد کرنا ہمارے سامنے دعا کرنا بہت پیارا معلوم ہوتا ہے اگر تیری دعا قبول ہوجائے گی تو پھر تو ہمارے سامنے دعا نہیں کرے گی اسلئے ہم تیری دعا قبول کرنے میں دیر کر رہے ہیں۔

دوستو! جب ہمارا گڑگڑانا خدا کو پسند ہے قبول ہونے نہ ہونے کو مت دیکھو۔ دعا کئے جاؤ کبھی تو بعینہٖ وہی دعا قبول کرلی جاتی ہے۔ کبھی اس دعا کا قبول کیا جانا بندے کو ضرر دینے والا ہوتا ہے تو اس دعا کی قبولیت کی شکل دوسری طرف پلٹا دی جاتی ہے۔

حضرت یوسفؑ کے دعا قبول ہونیکا یہ اثر ہوا کہ مصر کی عورتیں جب حضرت یوسفؑ سے مایوس ہوگئیں تو زلیخا سے آکر کہا کہ ہم نے یوسفؑ کو سمجھانے میں کوئی بات باقی نہیں رکھی۔ اب ہم یوسفؑ سے ناامید ہوگئے ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اب یوسفؑ کسی طرح ماننے والے نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ چند روز ان کو قید خانہ میں بھیج دیا جائے۔ قید خانہ کی تکلیفوں سے گھبرا کر شاید تمہاری طرف رجوع کریں اور تمہاری بات سن لیں۔ یہ سنکر زلیخا آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور مصر کی عورتوں کے مشورے پر غور کیا تو اس کو یوسفؑ کے قید کرانے میں اپنے مطلب نکلنے کی امید ہوئی تو کہنے لگی ہاں ٹھیک تو ہے قید خانے کی تکلیف سے گھبرا کر وہ ضرور میرے طرف متوجہ ہوجائیگا۔ دل میں یہ طئے کر کے عزیز کو بلوایا اور کہا کہ میں اس غلام سے بے حد بد نام ہوگئی ہوں۔ اس غلام کے متعلق میں اس سے زیادہ ذلت نہیں برداشت کرسکتی۔ میری رائے ہے کہ اس غلام کو چند روز کے لئے قید خانہ میں بھیج دیا جائے تاکہ مجھ سے بدنامی ہٹے۔ عزیز مصر تو نکیل پڑا اونٹ تھا۔ اس کی نکیل زلیخا کے ہاتھ میں تھی۔ زلیخا کے باتوں میں آگیا۔ زلیخا کا مکر چل گیا عزیز دھوکا کھا گیا۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ یوسف کے پاک اور بے گناہ ہونے پر کئی نشانیاں قائم ہوچکی تھیں۔ پاکیز گی طبع، معصومانہ حالت، باوجود ان کی قیمت دینے کے خزانہ جیسا کا ویسا رہنا آپ کے حسن کو دیکھ کر مخلوق کا فریفتہ ہونا مرنا، بتوں کا سجدہ کرنا، کرتہ کی ہیئت، دودھ پیتے بچے کا گواہی دینا، خود عزیز کا عورت پر الزام دیدینا، حضرت یوسفؑ سے درگزر کرنے کی درخواست کرنا۔ یہ سب نشانیاں دیکھ لینے کے بعد پھر عزیز وغیرہ کی رائے یہ ہوئی کہ کچھ مدت کے لئے حضرت یوسفؑ کو قید رکھیں۔ بدنامی دور ہوگی یوسفؑ کے جدا ہونے سے پھر فتنہ نہیں رہے گا۔ لوگوں نے پوچھا قصور زلیخا کا۔ یوسفؑ کیوں

قید کئے جارہے ہیں۔ عزیز نے جواب دیا۔ یوسفؑ میرا غلام ہے۔ میں نے اس کو خریدا ہے میرا اختیار ہے جو چاہوں کروں۔

ایسے ہی خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا کے قید خانہ میں قید کیا ہے۔ مصیبتیں دیتا ہے اس لئے کہ سب غلام ہیں وہ مالک ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے۔ صاحبو! سچ کہو آپ کی ایک الماری ہے اس میں بیوپار کا مال رکھا ہوا ہے۔ تینوں خانے بھرے ہوئے ہیں۔ اوپر کے خانے میں جو قیمتی تھان ہیں ایک تھان نکال کر آپ نے نیچے کے خانے میں رکھ دیا اور نیچے کا تھان اوپر کے خانے میں گو اس میں تھان کے خلاف مرضی ہوا مگر تھان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کیوں کیا۔ مالک کو اختیار ہے جہاں چاہے رکھے جو چاہے کرے۔ ہم کو اعتراض کا کیا حق ہے۔ حضرت یوسفؑ نے یہی سمجھا اور اس پر خوش ہیں جیسے کسی شخص کو دنبل ہوجائے اور اگر ڈاکٹر صاحب نشتر لگائیں گو درد ہوگا آنکھوں سے آنسو نکل آئیں گے مگر جب یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں مصلحت ہے دل سے راضی ہوں گے ڈاکٹر صاحب سے دل میں کدورت نہ ہوگی۔ اسی لئے پیغمبروں پر کیسی کیسی سخت مصیبتیں آتی ہیں جس سے ان کی شان اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے مگر وہ ان مصیبتوں کو کشادہ پیشانی اور خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔

عزیز مصر کے تین قید خانے تھے۔

(۱) سِجْنُ الْقَتْلِ زمین میں چالیس گز گہرا کھدا ہوا تھا۔ جب بادشاہ کسی پر غصہ ہوکر قتل کرنا چاہتا تھا تو اس کو اوپر سے چھوڑ دیتا تھا وہ کچھ ایسا بنایا گیا تھا کہ تہہ تک قیدی پہونچتے پہونچتے مرجاتا تھا۔

(۲) سِجْنُ الْعَذَابِ یہ بھی زمین میں کھدا ہوا تھا۔ اس میں سانپ اور بچھو تھے اس قدر اندھیرا جس میں رات اور دن میں فرق نہیں کرسکتے تھے اس میں ڈال کر عذاب دیا جاتا تھا۔

(۳) سِجْنُ الْعَافِيَةِ وہ زمین کے اوپر تھا اور عزیز کے محل کے بازو۔ جب کسی پر معمولی غصہ کرتے تھے تو اس میں بھیجتے تھے۔ اسی قید خانۂ عافیہ میں یوسفؑ کو بھیجتے ہیں۔

مصر بھر میں آج یہ غل مچ گیا حکم یوسفؑ کو ہوا ہے قید کا
مرد و عورت سب کے سب رونے لگے آنسوؤں کے مصر میں دریا بہے
ساتھ اس کے ایک شہرت بھی ہوئی کل سواری قید خانہ جائے گی

دوسرے دن صبح ہی زلیخا اور عزیز کا حکم حضرت یوسفؑ کے نام پہونچا کہ آپ کو وزارت کے دربار سے قید خانہ میں بھیجنے کا حکم ہوا ہے۔ لہٰذا اٹھیے اور قید خانہ چلئے حکم حاکم تھا سپاہیوں نے مجبوراً یہ حکم سنایا۔ مگر ان کے بھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت یوسفؑ کھڑے ہوئے اور اپنے آپ کو ان سپاہیوں کے قبضے میں دے دیا۔ بسم اللہ کہہ کر ان کے ساتھ ہوگئے۔

زلیخا نے کہلا بھیجا یوسفؑ تم نے مجھے تھکا دیا۔ میری ساری آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ جس طرح تم نے مجھ کو عذاب میں رکھا تھا ایسا ہی اب میں تم کو عذاب میں رکھتی ہوں۔ ریشمی کپڑوں کی جگہ کمبل کا لباس پہننا پڑے گا جو تمہارے جسم کو کھا جائے گا۔ زیوروں کی جگہ بھاری بیڑیاں پاؤں میں ہوں گی۔ جو پاؤں کو زخمی کردیں گی۔ جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا کپڑے زیور اتار لیئے گئے۔ کمبل کا لباس پہنایا گیا۔ لوہے کی بیڑیاں ڈالی گئیں سپاہیوں کی حراست میں قید خانہ کی طرف چلے۔ حضرت یوسفؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے عرض کیا الٰہی! تو خوب جانتا ہے باپ کے جدائی کا غم گیا ہی نہیں بھائیوں کے ظلم سے وطن چھوٹا بے وطن ہوں۔ ایک تازہ مصیبت آئی ہے۔ اس ذلت اور اس حالت سے قید خانہ چلا ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام فوراً پہونچے۔ بہت کچھ تسلی دی اور فرمایا ''یوسف زلیخا راستہ پر کھڑی یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ کس طرح بے قرار ہوتے ہو کس کی سفارش لاتے ہو۔ خبر دار غمزدہ نہ رہنا۔ ہنستے ہوئے خوش خوش چلنا۔ آپ چلئے تو ہم آپ کے لئے قید خانہ کو باغ بناتے ہیں''۔ دو طرف مخلوق اس کثرت سے کھڑی تھی کہ کاندھے سے کاندھا مل رہا تھا حضرت یوسفؑ کی سواری وہاں سے گذری۔ ایک ایک کو مایوسانہ اپنی بھولی بھولی صورت دکھاتے ہوئے قید خانے جا رہے تھے۔ جب لوگوں نے آپ کو اس حال میں دیکھا تو کسی سے ضبط نہ ہوسکا۔ مخلوق اس قدر روئی

کی ہچکیاں بندھ گئیں، بازار میں ایک کہرام مچ گیا۔ ہر ایک زلیخا کو برا کہتا تھا۔ ہائے! ظالم تو نے یہ کیا کیا ہائے
یہی چاند کی صورت اس پر یہ ظلم۔ یہ وقت بھی حضرت یوسف کے لئے کیسا مبارک تھا۔ لکھوکھا فرشتے اور
جبرئیل یوسف کے جلو میں چل رہے تھے۔ آسمانوں کے دروازے بالکل کھلے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے
مسافر اور بے وطن قیدی کو نظر رحمت سے دیکھ رہا تھا۔ زلیخا بھی کھڑی یہ جلوس دیکھ رہی تھی۔ پکارنے والا پکار رہا
تھا ہذا غلام من کنعان و العزیز علیه غضبان یہ کنعانی غلام ہے اس پر عزیز مصر کا غصہ ہے۔
یوسفؑ اس کا جواب میں کہتے تھے ھذا خیر من غضب الرحمن یہ بہت بہتر ہے اللہ کے
غضب سے ومعصیت الدیان اللہ تعالیٰ اور اسکی نافرمانی سے ودخول النیران اور آگ میں جانے
سے اور وسرابیل القطِران گندھک کا لباس پہننے سے۔

حضرت یوسفؑ قید خانے کے دروازے پر پہونچے تو رونے لگے۔ حضرت جبرئیل نے پوچھا کیوں
روتے ہو یوسفؑ آپ فرماتے ہیں میں اسلئے روتا ہوں کہ قید خانہ میں کوئی پاک جگہ نہیں ہے کہ اس میں نماز
پڑھوں۔ جبرئیل نے فرمایا آپ قید خانہ میں جہاں چاہیں نماز پڑھیں۔ قید خانہ کے اندر باہر چالیس گز تک
زمین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پاک کردیا ہے۔ حضرت یوسفؑ قید خانہ میں داخل کئے گئے۔

چوں آن دل زندہ درزندان در آمد بجسم مردہ گوئی جان در آمد

جب وہ زندہ دل یوسفؑ قید خانے میں آئے ہیں۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ گویا مردہ جسم میں جان
آگئی ہے۔

بہ ہر جا یار گل رخسار گردد اگر گلخن بود گلزار گردد

جہاں کہیں پھول کے مانند رخسار والے کا گزر ہوتا ہے تو وہ اگر گھورا (گھڑ) ہوتو باغ بن جاتا ہے۔
تمام قیدیوں میں ایک عید ہوگئی۔ قیدیوں نے کہا چاند شہر سے غروب ہوکر قید خانہ میں نکل رہا ہے۔
زہے نصیب ہمارے! اور زہے قسمت ہمارے۔

الغرض یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں پہونچادیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد زلیخا کی طرف سے جوان آیا۔ قید خانہ کے داروغہ کو حکم پہونچایا کہ یہ قیدی نہیں ہمارا سرتاج ہے کسی مصلحت سے چند روز کیلئے قید کیا گیا ہے۔ اسکی خاطر و مدارات ایسی کرنا جیسے بادشاہوں کی کرتے ہیں۔ خبردار انکو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔ فوراً طوق و بیڑیاں نکال دی جائیں قیدیوں کا لباس اتاردو۔ شاہی لباس پہناؤ۔ پھر دوسرا جوان آیا کہ قید خانہ میں جو سب سے بہتر مکان ہو اسکو آراستہ کرو۔ فرش وغیرہ سے سجاؤ خوشبوؤں سے معطر کر کے اس میں یوسفؑ کو رکھو۔ ہر بات کی تعمیل کی گئی۔ اب حضرت یوسفؑ قید خانہ میں نہایت اطمینان و آرام سے ہیں بجز خدا کی یاد اور اس کی عبادت کے کوئی کام نہیں۔ کبھی قید خانہ کی ذلت کا خیال آتا ہے تو صبر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کی مکاری سے جو نجات ملی اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اب زلیخا کی حالت سنئے کہ اس نے پیارے یوسفؑ کو اپنے پاس سے جدا کر کے قید خانہ میں بھیجنے کو تو بھیج دیا مگر سمجھی کچھ تھی ہوا کچھ۔ اس کا خیال تھا کہ شاید یوسفؑ قید کی وجہ سے میرا کہا مانیں گے۔ مگر دیکھا کہ یوسفؑ تو اسی اپنے ہٹ پر ہیں تو سمجھی کہ پھر انکو قید میں رکھنے سے کیا فائدہ۔ اس لئے عزیز سے کہہ کر یوسفؑ کو قید سے بلانا چاہتی ہے تو عزیز مصر ٹالتا جاتا۔ یوسفؑ کو قید سے چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ زلیخا دیکھتی ہے کہ گھر یوسفؑ کے نہ ہونے سے اداس نظر آرہا ہے۔ محل ہے مگر اس کے لئے قید خانہ ہوگیا ہے۔ یوسفؑ کی جگہ دیکھتی ہے کہ سونی پڑی ہے۔ سر پیٹ لیتی ہے اور کہتی ہے ہائے میں نے جو کام کیا ہے وہ دنیا میں کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ لیا۔ اپنے ہاتھ سے میں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارلی۔ ہائے جدائی کے دن پھر آگئے۔

پیارے یوسفؑ پھر مجھے ترسانے لگے۔ پھر میرے دل کے زخموں پر نمک چھڑکنے لگے۔ ہاتھ ملتی اور کہتی ہائے اب میں کیا کروں۔ دیوانوں کی طرح کبھی جاتی حضرت یوسفؑ کے کپڑوں کو لیتی اور سونگھتی کبھی گریبان پر منہ رکھتی اور کہتی تم بڑے خوش نصیب ہو پیارے یوسفؑ کے ہاتھ تم میں تھے۔ کبھی دامن پر آنکھیں

ملتی اور کہتی مجھ سے تو تو ہی خوش نصیب ہے اے دامن۔ تجھے یوسفؑ کی قدم بوسی نصیب ہوئی اور میں محروم ہوں۔ کبھی دیواروں سے سر ٹکراتی۔ کبھی خود کو بنگلے سے نیچے گرانا چاہتی۔ اس لئے اس کی حفاظت کا ہر طرح انتظام کیا گیا تھا۔ دایہ طرح طرح سے صبر دلاتی رہتی تھی۔ جب رات ہوتی تو کہتی اے میرے یوسفؑ تمہارا بچھونا کس نے کیا ہوگا۔ تمہارے سرہانے کس نے تکیہ دیا ہوگا۔ تمہارے تلوے کون سہلا رہا ہوگا۔ اور زار زار روتی جب تاب نہ آتی تو مردانہ لباس پہن کر دایہ کو ساتھ لے کر قید خانہ پہونچتی دور سے کسی کونے میں کھڑی ہوکر حضرت یوسفؑ کو تکتی۔ دیکھتی کہ وہ کھڑے خدا کی عبادت میں ہیں۔ یہ بھی عجیب وقت ہے ادھر یوسفؑ اپنے حال میں ہیں خدائے تعالیٰ سے راز و نیاز ہورہا ہے۔ ادھر زلیخا اپنے حال میں ہے۔ دل ہی دل میں یوسفؑ سے راز و نیاز کررہی ہے۔ پیارے یوسفؑ تم نے میرے دل میں آگ لگائی مگر وصل کا چھینٹا نہ چھڑکا۔ کچھ تم کو مجھ پر رحم نہیں آیا۔ ہر وقت ایک نیا غم مجھ پر ڈالتے ہو۔ کیا کروں ہائے میری ماں نے مجھ کو نہ جنا ہوتا اگر جنا تھا تو انا نے دودھ نہ دیا ہوتا۔ روتے روتے بیخود ہوتی کچھ سنبھلتی تو گھر آتی رات اس طرح گزرتی جب دن ہوتا تو زلیخا پر دوسری مصیبت لاتا نہ قید خانہ جاسکتی اور نہ صبر کرسکتی۔ دل بہلاتی ہے تو یوں بہلاتی ہے قسم قسم کے کھانے خود اپنے ہاتھ سے پکانے بیٹھ جاتی۔ کسی باندی کے ساتھ حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجتی۔ حضرت یوسفؑ کچھ کھاتے باقی قیدیوں کو بانٹ دیتے۔ جو کھانا لے گئی تھی وہ واپس آتی تو اسکو چومتی کہ تو اسی پاؤں سے حضرت یوسفؑ کی طرف گئی تھی۔ میرے پاؤں سے تیرے پاؤں اچھے ہیں کبھی آنکھوں کو چومتی کہ انہیں آنکھوں سے تو نے میرے یوسفؑ کو دیکھا ہے۔ یوسفؑ تو دیکھتے نہیں، یوسفؑ کو دیکھی ہوئی آنکھ ہی کو چومتی ہوں کیا کروں۔ پھر پوچھتی کہ میرے یوسفؑ کا گلاب سا چہرہ کمھلایا ہوا ہوا تو نہیں ہے۔ یوسفؑ کچھ آزردہ تو نہیں تھے میرے پاس کے کھانے کھائے یا نہیں کبھی مجھ کو یاد کیا یا نہیں پھر زار زار روتی اور کہتی یوسفؑ میں تمہارے دیکھنے کے لائق نہیں ہوں۔ خیر جہاں تم ہو اس کے دیواروں کو ہی دیکھ کر دل بہلاتی ہوں۔ غرض رات ویسی گزارتی تھی اور دن ایسا۔ پھر حضرت یوسفؑ کی دھن میں ایسی محو رہتی تھی کہ کسی کی نہ آواز سنتی نہ

کسی کی بات سمجھتی بہت ہلانے کے بعد کچھ سُدھ میں آتی اور جواب دیتی۔ کہتی کیا کروں میرا دل میرے قیدی میں پھنسا ہوا ہے۔ مجھے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ ایک روز فصد لینے کی ضرورت ہوئی جب خون گرا تو یوسفؑ یوسفؑ لکھا جاتا تھا۔

دوستو! زلیخا ایک عذاب میں ہے اسکی جو یہ حالت ہے کیا وہ نئی حالت ہے؟ اگر نئی حالت ہے تو گھر میں اور بھی لوگ تھے یوسفؑ کی جدائی میں انکی ایسی حالت کیوں نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جو چیز اس وقت عذاب کی صورت میں ہے وہ پہلے ہی زلیخا میں چھپی ہوئی تھی۔ اب وہی چیز عذاب بن کر ظاہر ہوئی ہے۔ گھر کے دوسرے لوگوں میں وہ چیز نہیں تھی۔ اسلئے وہ عذاب میں بھی نہیں ہیں وہ کیا چیز ہے؟ یوسفؑ کا عشق۔ جب تک یوسفؑ پاس تھے نہیں جانتی تھی کہ وہ عشق عذاب ہے۔ اب یوسفؑ کے جدا ہوتے ہی اسی عشق نے عذاب بن کر بے چین کر رکھا ہے۔ وہی عشق راحت تھا اب وہی عشق عذاب ہے۔ اگر عشق نہ ہوتا تو یہ عذاب بھی نہ ہوتا۔

ایسا ہی عذاب قبر کچھ نئی چیز نہیں ہے۔ وہی چیز ہے جو زندگی میں دلوں میں چھپی ہوئی تھی۔ قبر میں وہی چیز عذاب بن کر ظاہر ہوگی۔ وہ کیا چیز ہے: ''دنیا کی محبت'' دنیا کی ہر چیز سے ایسا تعلق جو خدا کے تعلق کو دبا دے۔ جب تک وہ چیزیں پاس ہیں راحت معلوم ہوتی ہے جانتے بھی نہیں کہ انکا تعلق اور انکی محبت عذاب ہے۔ قبر میں یہ سب چیزیں جدا ہوتے ہی ان کا تعلق جو راحت تھا' عذاب بن جائے گا۔ جو تعلق دنیا میں راحت تھا قبر میں وہی تعلق عذاب ہوجائیگا۔

جیسے زلیخا جدائی میں چاہتی ہے کہ اپنے کو آگ میں ڈال دے یا بچھو کاٹے مگر یہ جدائی کی تکلیف سے چھوٹے۔ ایسے ہی قبر میں ہم چاہیں گے کہ تعلقات کے چھٹنے کی تکلیف کے بدلے بچھو کاٹے یا سانپ کاٹے مگر کسی طرح اس تکلیف سے چھوٹ جائیں۔ اس لئے کہ بچھو سانپ جسم کو کاٹتے ہیں اور یہ جان کے اندر زخم لگاتا ہے۔ اس لئے ہر شخص قبر کا عذاب یا قبر کی راحت اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ جو شخص دنیا میں کھپا ہوا ہے دنیا کے تعلقات میں ایسا پھنسا ہے کہ خدا یاد ہی نہیں آتا ہے تو یہی چیز قبر کا عذاب بن جائے گی۔ اسی لئے

رسول ﷺ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا هِیَ اَعْمَالُکُمْ تُرَدُّ اِلَیْکُمْ۔ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو تمہارے طرف عذاب بنکر لوٹ آتے ہیں۔ مدت دراز تک قبر کے عذاب میں رہنے کے بعد جب دنیا کو اور دنیا کے تعلقات کو بھول جائیں گے' خدائے تعالیٰ کی دوستی جو دبی ہوئی تھی ظاہر ہوجائے گی۔ اس وقت قبر کا عذاب اٹھ جائے گا۔ جیسے ایک شخص کو ایک عورت سے عشق ہے اور دوسری عورت سے معمولی محبت ہے جس عورت سے زیادہ محبت تھی وہ مرجائے تو ایک مدت اسکے جدائی میں تڑپتا رہے گا۔ پھر بھول جائے گا۔ دوسری عورت کی دبی محبت ظاہر ہوگی۔ بخلاف اسکے دنیا کی ہر چیز سے تعلقات ہیں۔ مگر سب کی محبت دبی ہوئی ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کی محبت غالب ہے تو مرتے ہی دبی محبت تو مٹ جائے گی۔ خدا کی غالب محبت ہی باقی رہے گی جو قبر میں راحت پہونچاتی رہے گی۔ جیسے کسی کا ایک جھونپڑا ہے اس سے اسکو محبت ہے مگر اس کو صوبہ داری کی خواہش ہے اس سے بے حد محبت ہے۔ بادشاہ نے بلاکر ہمیشہ کے واسطے صوبہ داری دیدی تو جھونپڑی کی محبت نکل جائے گی۔ صوبہ داری کے مزے میں جھونپڑی کے چھوٹنے کا کچھ رنج نہیں ہوگا۔ ایسا ہی دنیا کے چیزوں کا دبا ہوا تعلق ٹوٹنے کا کچھ رنج نہ ہوگا۔ ایسوں کو بالکل عذاب قبر نہ ہوگا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ سب کو دعویٰ ہے کہ ہم کو خدا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔ اسکی ایک کسوٹی ہے آپ خود پرکھ لیجئے کہ خدا کی محبت زیادہ ہے یا دنیا کی۔ کسوٹی یہ ہے کہ نفس ایک چیز کا حکم دے رہا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا حکم اس کے خلاف ہے۔ اب دیکھو دل کدھر جھکتا ہے۔ اگر نفس کے حکم کی طرف جھکتا ہے تو معلوم ہوا کہ دنیا کی محبت غالب ہے اگر خدائے تعالیٰ کے حکم کی طرف مائل ہے تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی محبت غالب ہے تو یہی محبت باقی رہ کر راحت پہونچائیگی۔ اسلیئے دوستو! خدا کے لئے سنبھلو توبہ کروتا کہ عذاب قبر سے چھوٹو۔

غرض زلیخا کو نہ دن چین ہے نہ رات آرام ہے آٹھوں پہر رونا ہے۔ آنسوؤں کے دریا بہانا ہے۔ زلیخا کا رونا برس دو برس کا رونا نہیں ہے۔ ابھی تو زلیخا کو ایک مدت دراز تک رونا ہے۔ حضرت یعقوب کی طرح زلیخا کو بھی رونے دیجئے۔ آیئے حضرت یوسفؑ کو دیکھیں وہ کیا کر رہے ہیں اور اب آگے کیا ہوتا ہے۔ یوسفؑ خدا کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں یا مخلوق کی خدمت اس طرح کرتے ہیں کہ اگر کوئی قیدی

بیمار ہوگیا تو اسکی تیمارداری کرتے۔اگر اور کوئی ضرورت ہے اور اسکے پورا کرنے کی قدرت ہے تو خود پوری کرتے ۔ ورنہ اس کیلئے داروغہ سے سفارش کرتے۔

ایک روز جبرئیل آئے اور اپنا لعاب حضرت یوسفؑ کے منہ میں ڈالدیا اس وقت سے آپ کو تعبیر خواب کا علم حاصل ہوا۔قیدی اپنا اپنا خواب بیان کرتے تو آپ تعبیر دیا کرتے۔سارا قید خانہ حضرت یوسفؑ کا گرویدہ ہوگیا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے ۔ کیا اچھی صورت ہے اور کیا اچھے اخلاق ہیں۔ ہم کو قید خانے سے نکلنا ناگوار ہے ۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کے کمالات ظاہر کرنے کیلئے قید خانے میں بھیجا گیا ہے ۔ یہیں سے آپ کی تعبیر خواب کی اطلاع عام طور پر لوگوں کو ہوگی۔ یہیں سے آپ کے عصمت کا ہر طرف شہرہ ہوگا۔

حضرت یوسفؑ کو غلام بنایا گیا اور قید کیا گیا۔اس لئے کہ جب آپ بادشاہ ہوں۔غلاموں پر اور قیدیوں پر رحم کھائیں بھائیوں کے ظلم اور حسد میں مبتلا کئے گئے تاکہ آپ کو برداشت کرنیکی عادت پڑے۔ بے وطن کئے گئے تاکہ بے وطن مسافروں پر رحم کریں۔

حدیث :- قیامت میں غلاموں کو اور نوکروں کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہماری عبادت سے تم کو کس چیز نے روکا تھا وہ کہیں گے الٰہی تو نے ہم کو تابعدار بنایا تھا۔اس لئے ہم سے تیری عبادت نہ ہوسکی۔ یوسف علیہ السلام کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا یوسفؑ بھی تو تابعدار تھے۔ ان سے تو عبادت ہوئی اور تم سے کیوں نہیں ہوئی؟ کچھ جواب نہ بنے گا۔پھر مال داروں کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم نے ہماری عبادت کیوں نہیں کی۔ وہ کہیں گے الٰہی تو نے ہم کو کثرت سے مال دیا تھا۔ مال کے دھندوں میں اور اسکے گھمنڈ میں ہم سے تیری عبادت نہ ہوسکی۔ حکم ہوگا سلیمان علیہ السلام کو لایا جائے پھر کہا جائے گا کہ یہ بھی تو مالدار تھے ان سے عبادت ہوئی اور تم سے کیوں نہیں ہوئی مالداروں سے جواب کچھ نہ بن پڑے گا۔

پھر بیمار کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا ہماری عبادت کیوں نہیں کی۔ وہ کہیں گے الٰہی تو نے ہم کو بیمار

کیا تھا۔ اس لئے ہم سے تیری عبادت نہ ہو سکی۔ حکم ہوگا ایوب علیہ السلام کو لایا جائے اور کہا جائے گا کہ باوجود اس قدر سخت بیمار ہونے کے ان سے عبادت ہوئی۔ تم سے کیوں نہیں ہوئی۔ کچھ جواب نہ بن پڑے گا۔

غرض اب آگے یہ قصہ اس طرح ہوا۔ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ یوسف علیہ السلام کے ساتھ اور دو جوان بھی قید خانے میں داخل ہوئے تھے۔ ایک ان میں بادشاہ مصر کا کھانا کھلانے والا تھا اور دوسرا شراب پلانے والا۔ ان کی نسبت یہ شبہ کیا گیا تھا کہ انہوں نے بادشاہ کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا دیا تھا۔ غرض اس شبہ میں دونوں کے دونوں قید خانے میں بھیجے گئے۔ ایک روز شراب پلانے والے نے خواب دیکھا اور حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ قَالَ اَحَدُهُمَا اِنِّيْ اَرٰنِيْ اَعْصِرُ خَمْرًا۔ حضور میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نہایت سرسبز باغ ہے۔ جس میں ایک انگور کا درخت ہے اس میں تین گچھے انگور کے لگے ہوئے ہیں اور خاص بادشاہ کے پینے کا کٹورا میرے ہاتھ میں ہے اور میں ان تینوں انگور کے گچھوں کا رس اس کٹورے میں نچوڑ کر بادشاہ کو دے رہا ہوں۔ بادشاہ پی رہا ہے۔

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْ اَرٰنِيْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ۔

کھانا کھلانے والے نے کہا میں نے یہ خواب دیکھا کہ میرے سر پر تین خوان روٹیوں کے ہیں۔ میرے سر پر شکاری پرندے منڈلا رہے ہیں اور اس خوان سے روٹیاں اچک اچک کر لیجاتے ہیں۔ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ یوسفؑ ہم کو خوابوں کی تعبیر بتاؤ اِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ہم کو تم نیک معلوم ہوتے ہو۔ اس لئے خواب نیک اور خیر خواہ سے پوچھنا چاہیے تعبیر ایک خواب کی اچھی نہیں تھی اس لئے آپ نے چاہا کہ توقف ہو اور مرنے والا شاید ایمان لا کر مرے۔ اسلئے پہلے مختصر سا وعظ فرماتے ہیں۔ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا حضرت یوسفؑ نے فرمایا بہت دیر تم کو انتظار نہیں کرنا پڑے گا جو کھانا تمہارے لئے آتا ہے وہ نہ آئے گا اور میں تم کو اسکی تعبیر بتا دوں گا اس کے آنے سے پہلے۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي یہ سحر و نجوم سے نہیں بتاتا ہوں بلکہ اس علم سے کہ مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

جنتیوں کی علامت یہ ہے کہ خود نیکوکار ہونا کافی نہیں سمجھتے بلکہ اوروں کو بھی جنتی بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔اصل ہمدردی یہی ہے۔

دوستو! کیا آپ اسکی ضرورت ہی نہیں سمجھتے ؟ بھلا اگر کوئی آپ کا دوست آپ کے سامنے زہر کھانے لگے تو کیا آپ اسکو نہیں روکیں گے ؟ یقیناً ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکادے کر زہر کو اس کے ہاتھ سے لے لیں گے۔ اگر تنہا قادر نہ ہونگے تو دوسروں کو امداد کیلئے بلالیں گے۔ پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ دین میں جو افعال ضرر دینے والے ہیں۔ان سے روکنے میں اس طرح کا اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ آپ دین کے ضرر کو ضرر نہیں سمجھتے۔انصاف سے کہیئے کیا کبھی بیوی بچوں کو نصیحت نہ کرنے پر ہم کو ندامت ہوئی ۔ یا کسی دوست کی وضع خلاف شریعت تھی تو کیا اسکو نصیحت نہ کرنے پر بھی ندامت ہوتی ہے۔کبھی نہیں بخلاف اسکے بیوی بچے دوست زہر پیتے اور آپ نہ روکتے تو کس قدر ندامت ہوتی۔اگر کسی کو اتفاقاً نصیحت کرتے ہیں تو اس طرح کہ گویا کسی نے لٹھ ماری۔

اطباء بخار میں کونین دیتے ہیں مگر اجنبی کو پانی میں گھول کر دیتے ہیں اگر نہ پیئے تو کہتے ہیں میری بلا سے میں کیا کروں؟ اور اپنے بیٹے کو کونین دیں تو اس وقت مٹھائی میں لپیٹ کر دیں۔ اس تدبیر سے گلے کے نیچے اس کو اتار دیتے ہیں۔ ایسا ہی امر بالمعروف کو حکمت کی مٹھائی میں لپیٹ کر دیجئے۔ خاصان خدا کا یہی مشورہ ہے۔ جب کبھی انکو موقع ملتا ہے تو نیک بات سمجھانے سے رکتے نہیں۔

یوسف علیہ السلام کا یہ دوسرا موقع ہے جو امر معروف کیلئے وعظ فرماتے ہیں۔

ایک نبی کا وعظ سنئے ناظرین جو نبی ابن نبی ہیں بالیقین

انسان کو اللہ تعالی نے ظلمت جہل میں پیدا کیا ہے۔ اس ظلمت سے باہر آنے کیلئے نور کی ضرورت ہے اس نور کی روشنی میں یہ سوچیئے کہ انسان کو کیا کرنا چاہیے اور کس طرف جانا چاہیے۔ دنیا کی طرف یا

آخرت کی طرف۔ اپنی طرف مشغول ہونا چاہئے یا خدا کی طرف۔

یہ نور پیغمبروں کا ہے جنکی روشنی میں اصلی کام کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَومٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ میں نے اس قوم کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ اسلئے کہ وہ خود اندھیرے میں ہیں دوسروں کو کیا روشنی میں لائیں گے۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ میں اپنے باپ دادا کے مذہب کا تابع ہوں جو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب ہیں ان کو نور نبوت ملا ہے۔ انکی روشنی میں اندھیرے سے باہر آسکتے ہیں۔

یہ ہے طریقہ نصیحت کا دوسروں کو نہیں کہتے بلکہ اپنے قصہ کے ضمن میں جو کچھ کہنا ہے کہہ رہے ہیں۔

مَاكَانَ لَنَا اَنْ نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۔

ہم کو سزاوار نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ یہ اعتقاد اللہ کا فضل ہے جو ہم پر ہے اور تمام آدمیوں پر ہے لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے۔ خدا کو چھوڑ کر اوروں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ اس نے مخلوق کے سروں پر آسمانوں کو بے ستون قائم کیا۔

وہی بغیر رہبر کے اور راستہ دکھانے والے کے پانی کو بہا لیجاتا ہے وہی ہوا کو چلاتا ہے۔ یہ سب اسکے خدا ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ آسمانوں کو دیکھنے سے اسکے زبردست خدا ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ سمندروں میں جہاز اور کشتیوں کو دیکھنے سے اسکی اعلیٰ درجہ کی کاریگری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ہوائیں اسکی برکات کو پھیلاتی ہیں۔ رعد کی کڑک اسکی عظمت ظاہر کرتی ہے۔ نہریں اور ندیاں اسکی میٹھی باتوں سے بنی ہیں۔ درخت اس کی صفت کا نمونہ ہیں۔ آفتاب اس کی ذات کا پرتو ہے۔

ارے او عاجز انسان! ارے او خاک کے پتلے' اے وہ نجس منی سے پیدا ہونے والے' ایسے زبردست

قدرت والے ' ایسے عظمت و جبروت والے کو چھوڑ کر دوسروں کو شریک بناتا ہے! تجھے شرم نہیں آتی ؟
دیکھ تو اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کرنے میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ تیرا رزق دینے میں کسی کو شریک
نہیں کیا۔ خود تجھے پیدا کیا۔ خود تجھ کو رزق دیتا ہے تو پھر تو اسکی عبادت میں اوروں کو کیوں شریک کرتا ہے کہ
کس کا کھاتا ' گاتا کس کا ہے۔ اے بے سمجھ انسان ذرا تو سمجھ کہ فرشتے افضل الموجودات ہیں آدم علیہ السلام
بنا کر آدم کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اس سے یہ ثابت کرایا کہ انسان سب سے افضل ہے یہ کسی کی عبادت کیلئے
نہیں یہ صرف اللہ کی عبادت کیلئے ہے۔ سب چیزیں سورج قمر حجر تمہارے خادم بن کر تمہاری خدمت میں لگے
ہوئے ہیں تو مخدوم ہوکر خادم کو سجدہ کرتا ہے اور اس کو پوجتا ہے۔ تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اے میرے قید
خانہ کے ساتھیوں ! بھلا جدا جدا کئی رب اچھے یا ایک اللہ زبردست۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ خدا کے سوا جن کو تم پوجتے ہو وہ چند نام
ہیں جو تم نے یا تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے اسکے استحقاق پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ جب
سب شریک مٹ گئے تو اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اب اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا
ہے۔ سب اس کے ہاتھوں میں ہے۔ ذرا سوچئے غور کیجئے زمین آسمان ' ہوا ' پانی ' دنیا کی ساری چیزوں کا
انسان محتاج ہے۔ انسان کی کوئی چیز محتاج نہیں۔ آدمی نہ ہو تو کسی چیز کا نقصان نہیں۔
ایک زمانہ ایسا گزر چکا ہے کہ آدمی نہیں تھا۔ زمین ' آسمان ' جھاڑ ' پتھر دوسرے حیوانات سب کچھ موجود
تھے لیکن ایسا کوئی زمانہ نہیں گزرا کہ انسان تو ہو اور کوئی چیز نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب چیزیں انسان کے
کام کی ہیں انسان کسی کے کام کا نہیں۔ اگر ایک چیز بھی کم ہو جائے تو انسان کی زندگی وبال ہو جائے۔
خلاصہ یہ ہے کہ انسان نہ ہو تو کسی چیز میں خلل نہیں پڑتا۔ اگر دنیا کی چیزوں میں ایک چیز بھی نہ ہو تو
انسان ہلاک ہو جائے گا۔ یا قریب ہلاکت کے پہونچ جائے گا تو معلوم ہوا کہ دنیا کی ساری چیزیں انسان کے

کام کی ہیں۔ انسان کسی مخلوق کے کام کا نہیں۔ تو پھر انسان کس کام کا ہے۔ بیکار تو نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ خالق کے کام کا ہے۔

ارے او غافل انسان ! اللہ تعالیٰ نے تجھکو اس واسطے بنایا ہے کہ مخلوق کا مخدوم ہو اور خدا کا خادم' ہائے افسوس او بے سمجھ انسان' تو نے یہ کیا کیا خالق کو چھوڑ کر مخلوق کا خادم ہوگیا۔ انسان تیری کیا الٹی سمجھ ہوگئی ہے۔ اللہ نے تجھ کو وزیر بنایا ۔ اپنا نائب بنایا۔ تو نے سب کچھ چھوڑ کر سائیس (گھوڑوں کی خدمت کرنے والا) اختیار کیا۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے ارے او !الٹی سمجھ کے انسان تو سب سے خدمت لینے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ تو یہ کیا کرر ہا ہے۔ دوسروں کی خدمت میں اپنے اوقات ضائع کرر ہا ہے۔ اوانسان تو عبادت کیلئے بنایا گیا ہے۔ اٹھ کمبختی مارے انسان خدا کی عبادت کر اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ

اسی واسطے اللہ تعالے نے حکم دیا ہے میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرے ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ یہ بالکل سچا دین ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ مگر بہت آدمی نہیں جانتے ہیں۔

یہ وعظ ختم ہوتے ہی وہ دونوں تعبیر پوچھنے والے اور دوسرے تمام قیدی مسلمان اور نیک ہوگئے اب انکے بعد خواب کی تعبیر فرماتے ہیں۔

الغرض جب حضرت یوسفؑ کے ساتھ دو قیدی اپنا اپنا خواب بیان کر چکے تو حضرت یوسفؑ نے تعبیر بتانے سے پہلے ایک مختصر سا وعظ فرمایا۔ اس کا ایسا اثر ہوا کہ کل قیدی مسلمان ہوگئے اس لئے اب حضرت یوسفؑ نے وعدہ کے موافق انکے خواب کی یہ تعبیر بیان کی یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا اے میرے قید خانے کے ساتھیو! جس نے خواب میں تین گچھے انگور کے نہایت بہتر دیکھے ہیں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے کی حالت پہلے سے زیادہ بہتر ہوگی۔ اور تین گچھوں سے یہ تعبیر ہے کہ تین دن کے بعد قید سے چھوٹ جائے گا۔ بادشاہ کے پیالے میں جو انگور نچوڑ رہا ہے اسکی تعبیر یہ ہے کہ پہلے عہدہ پر بحال ہوگا۔ حسب عادت بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ

الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ بات بات سے آپ کو پتہ لگے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کس قدر با اخلاق تھے یہ نہیں فرمایا کہ تو ساقی بنے گا اور تو پھانسی پائے گا۔

کسی کے عیب ایسے نہیں ظاہر کرنا چاہیے جس سے اسکو شرمندگی ہو۔

بلکہ فرماتے ہیں ایک تو اپنے عہدہ پر بحال ہوگا اور دوسرا جو خواب میں باورچی خانہ سے نکلا ہے وہ اپنی نوکری سے برطرف ہوجائے گا۔اور اسکے سر پر روٹیوں کے جو تین ٹوکرے ہیں۔ اسکی تعبیر یہ ہے کہ تین دن کے بعد قید خانہ سے نکالا جائے اور اس کے سر پر جو روٹیاں ہیں جسکو پرندے اچک کر لے جارہے ہیں'' اسکی تعبیر یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو سولی دی جائے گی۔ پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ جو سولی دیا جانے والا تھا وہ گھبرایا اور کہنے لگا میں نے تو کوئی خواب واب نہیں دیکھا تھا میں نے یوں ہی تمسخر سے کہا تھا آپ نے فرمایا۔

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِىْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ اب بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا جو جواب مل چکا ہے وہ ہوکر رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر ایک بار اگر باقاعدہ دی جائے تو بدل نہیں سکتی۔

تعبیر کے دن سے جب تیسرا دن ہوا۔ شاہی حکم سے چند سوار صبح ہی پہونچ کر دونوں قیدیوں کو نکال کر لے گئے۔ بادشاہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ ساقی بری ہوکر اپنے کام پر مقرر ہوا اور کھانا پکانے والے پر ثابت ہوا کہ اس نے بادشاہ کو زہر دیا تھا۔ اسلئے اسکو پھانسی کا حکم دیا گیا۔ عرصہ تک اسکی لاش لٹکی رہی جسکو چیل کوے نوچتے تھے اور کھاتے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے جیسی تعبیر دی تھی ہو بہو ویسی ہی پوری ہوئی جب دونوں قیدی قید خانہ سے چلے

وَقَالَ لِلَّذِىْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِىْ عِنْدَ رَبِّكَ

حضرت یوسفؑ نے ان دونوں میں سے اس سے فرمایا جسکی نسبت نجات کا گمان تھا کہ بھائی'' تم بادشاہ کے پاس جاتے ہو۔ اپنے عہدہ پر بحال ہوجاؤ گے تو ذرا ایک کام کرنا وہ یہ ہے کہ بادشاہ سے میری سفارش کرنا۔ میری مظلومی اور بے کسی کا ذکر کرنا اور کہنا کہ ایک مظلوم ایک زمانے سے بے وجہ قید ہے''۔ اب

اس شخص کی سنئے وہ قید خانہ سے نکل کر اپنے عہدہ پر بحال ہوگیا۔دنیا کی ہوا لگتے ہی یوسف علیہ السلام جیسی پاک ذات کی یاد نہ رہی۔ وہ آپ کی تعلیم' وہ آپ کے اخلاق وہ آپ کے احسانات سب یکبارگی بھول گیا۔ اس نے جھوٹے منہ سے بھی بادشاہ کے پاس ذکر نہ کیا۔اس کا کچھ تعجب نہیں یہ شخص بادشاہ کا شراب پلانے والا ہے خود بھی شراب کا عادی ہے۔

شراب پینا شیطانی کام ہے۔تمام دماغ کی قوتیں برباد ہوجاتی ہیں۔اخلاق کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔

اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَنسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ بادشاہ کے سامنے حضرت یوسفؑ کا ذکر کرنا شیطان نے بھلادیا۔

سنو صاحبو! بڑے بڑے قوی ہیکل جانور جیسے ہاتھی ۔اونٹ شیر ذرا سے چھوٹے قدوالے انسان سے ڈرتے ہیں۔ان پر انسان کا ایسا رعب چھاجاتا ہے کہ ہاتھی جیسا جانور انسان کے سامنے چوہے کی طرح ہوجاتا ہے۔آخر اسکی کیا وجہ ہے؟ اور لیجئے سیکڑوں جانوروں کے مندے کو ایک چرواہا اپنے حکم میں رکھتا ہے۔ایک جانور بھی اسکے خلاف نہیں کرسکتا۔آپ کو ایسی بہت سی نظیریں ملیں گے کہ ساری کائنات انسان سے ڈرتی رہتی ہے۔اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ انسان کو عقل جیسی چیز ملی ہے کہ کسی اور مخلوق کو یہ نہیں دی گئی۔اسلئے ساری کائنات انسان کے عقل کی تعظیم کرتی ہے۔سب عقل کی وجہ سے انسان کے مسخر اور تابعدار ہیں۔عقل ہی ہے جو گناہوں سے روکتی ہے۔اگر عقل کی کوئی نہ سنے تو یہ اور بات ہے عقل جیسی نایاب چیز کو کھونے والا نشہ ہے۔اسی لئے حدیث میں آیا ہے حضرت علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (سیندھی) شراب ام الخبائث ہیں نشہ چڑھنے کے بعد نہ ہونے والے گناہ انسان سے ہوتے ہیں۔

حکایت:۔ برصیصا ایک بڑا عابد تھا اس نے دوسو (200) برس تک خدا کی عبادت کی۔ ایک لمحہ کے لئے بھی گناہ کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہزار مرید تھے جو ہوا پر اڑا کرتے تھے۔فرشتوں کو بھی اس کی عبادت پر تعجب ہوتا تھا۔ایک روز شیطان کمبل پوش عابدوں کی صورت بنا کر آیا اور کہا میں بھی عابد ہوں۔تم ہم

مل کر عبادت الٰہی کیا کریں برصیصا نے کہا دو سو برس ہوئے عبادت کرتے ہوئے مگر یہ میری کیفیت نہیں ہوئی جو تمہاری ہے۔ اب تک کھانا پانی چھوڑنے کی قدرت نہیں شیطان نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ ہوا ہے جب وہ یاد آتا ہے بھوک پیاس نیند سب اڑ جاتی ہے۔ برصیصا نے کہا کہ مجھے اپنے جیسا بنالو۔ شیطان نے کہا کوئی گناہ کر کے توبہ کرلو تو ہر وقت دل پر چوٹ رہے گی۔ عبادت میں بڑا مزا آئے گا۔ برصیصا نے پوچھا کون سا گناہ کروں شیطان نے کہا زنا کرو۔ برصیصا نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ شیطان نے کہا کسی مسلمان کو جان سے مار ڈالو۔ برصیصا نے کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ شیطان نے کہا تھوڑی شراب پی لو برصیصا نے کہا شراب کہاں ملتی ہے؟ شیطان نے پتہ بتایا۔ وہاں جا کر دیکھا تو ایک نہایت خوبصورت عورت شراب بیچ رہی ہے۔ شراب پی لی۔ جب نشہ چڑھا اس عورت سے زنا کیا اس عورت کا خاوند آ گیا تو برصیصا نے اسکو قتل کردیا۔

شیطان نے آدمی بن کر حاکم کے پاس مخبری کی۔ برصیصا گرفتار ہوگیا۔ اسی کوڑے شراب کی حد اور سو درے زنا کی حد ماری گئی۔ قصاص میں سولی پر چڑھایا گیا۔ سولی کے وقت شیطان عابد کی صورت بنکر آیا۔ برصیصا نے کہا برے دوستوں کے مشورے پر چلنے والوں کو ایسی ہی سزا ملتی ہے۔ شیطان نے کہا میری ایک بات سنو تو سولی سے اتار سکتا ہوں۔ برصیصا نے کہا وہ کیا ہے؟ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کرو۔ برصیصا نے اشارہ سے شیطان کو سجدہ کیا۔ اس کو ادھر سولی ہوگئی۔ کفر پر خاتمہ ہوا۔ یہ سب خرابی نشہ کی ہے۔ زنا سے قتل سے شرک سے انکار کیا تھا۔ نشہ آنے کے بعد سب کچھ کیا۔ اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شراب ام الخبائث ہے۔

حکایت:- ابن ابی الدینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا ایک شخص پر گزر ہوا کہ اس کو نشہ چڑھا ہوا ہے۔ پیشاب کر رہا ہے۔ وضو کرنے والوں کی طرح پیشاب کو منہ پر ہاتھوں پر مل رہا ہے۔ یہ ہے پیسہ خرچ کر کے عقل کو کھونا۔

ترا رحماں ہمی گوید کہ ای مومن مخور بادہ ترا ترسا ہمی گوید کہ درصفرا مخور حلوہ

مسلمانو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (سیندھی) شراب نہ پینا اور کافر طبیب کہتا ہے کہ صفرے میں حلوہ نہ کھانا۔

نمی مانی ز ناپاکی برائے گفتۂ رحمان　　　بمانی شھد وشکر را برای گفتۂ ترسا

تم کیسے مسلمان ہو کہ اللہ کی منع کی ہوئی ناپاک چیز سے نہیں رکتے ہو۔ اور کافر طبیب کے منع کی ہوئی لذیذ چیز سے رک جاتے ہو۔

حکایت:- ایک شخص نشہ پی کر مست تھا۔ اس پر حضرت ابراھیم ادہمؒ کا گزر ہوا دیکھا کہ نشہ میں اسکو یہی سوجھا کہ اللہ اللہ کہہ کر کراہ رہا ہے۔ آپ وہاں ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ ہائے ایسا پاک نام نجس منہ سے نکل رہا ہے۔ پانی لے کر اس کا منہ دھونے لگے پھر چلے گئے۔ جب اس کا نشہ اترا تو اس سے لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم ادہمؒ تیرا منہ دھو رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔ یہ سنکر اس کے دل پر چوٹ لگی۔ کہا ہائے اب کیا پیتے توبہ کرلی۔ ابراھیمؒ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابراھیم تم نے ہمارے لئے اس کا منہ دھویا تو ہم نے تمہارے لئے اس کا دل دھو دیا کہ اس نے توبہ کرلی۔

غرض نشہ پینے اور پلانے والے سے کیا امید ہے کہ حضرت یوسفؑ کا ذکر بادشاہ سے کرے گا۔ اب ذرا قید خانہ کی سنئے حضرت یوسفؑ روزانہ اس انتظار میں ہیں کہ ساقی نے بادشاہ سے آج ذکر کیا ہوگا۔ آج مجھے رہائی ہوگی۔ مگر وہاں کہاں کا ذکر کیسی رہائی! بہت دن گزر گئے۔ رہائی کا شان وگمان نہیں۔ نئی بات یہ ہوئی کہ حضرت جبرئیل جو آیا کرتے تھے۔ اب ایک دم ان کا آنا موقوف ہوگیا۔ اس سے حضرت یوسفؑ بے چین ہوگئے۔ اب قید خانہ واقعی قید خانہ معلوم ہونے لگا۔ کیا بات ہے۔ کچھ عتاب تو نہیں ہے؟ ہاں ہاں عتاب ہے۔ دوستانہ شکوہ وشکایت ہے۔

جیسے اوروں کو کبیرہ گناہ پر عتاب ہوتا ہے۔ ایسا ہی خاصان خدا کو صغیرہ گناہ پر بھی عتاب ہوتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر گرفت ہوتی ہے جو خدا کے مقرب ہوتے ہیں ان پر اسباب کا راستہ بند کردیتا ہے۔ کسی کا ان پر احسان پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ انکو اپنے ہی دامن سے لپٹا لیتا ہے جو دامن سے ذرا دور رہو۔ اس پر عتاب فرماتا ہے۔

ایک روز قید خانہ میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت یوسفؑ نے بے قرار ہوکر کہا بھائی جبرئیل تم سے دل لگتا تھا۔ تم نے بھی آنا چھوڑ دیا۔ جبرئیل نے کہا سنو! یوسف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یوسفؑ تمہارے بھائی تم کو قتل کرنا چاہتے تھے ان سے تم کو کس نے بچایا؟ عرض کیا الٰہی تو نے بچایا۔ اچھا بولو باؤلی میں سے کس نے نکالا؟ الٰہی الٰہی تو نے نکالا۔ تمہاری عصمت کی کس نے حفاظت کی؟ زنا سے تم کو کس نے بچایا؟ الٰہی تو نے بچایا۔ یوسفؑ! جب ہم ہر وقت تمہاری مدد کرتے رہے تو کیا اب تم کو قید سے نہیں نکال سکتے تھے؟ یوسفؑ! تم نے مجھکو چھوڑ کر مخلوق سے کیوں مدد مانگی۔ قیدی سے کیوں کہا کہ بادشاہ سے سفارش کرے۔ ہم سے کیوں نہیں سوال کیا۔ یوسفؑ اپنے دادا ابراھیم کی کیوں پیروی نہیں کی؟ یاد نہیں کہ وہ غیر کی مدد لینے سے کیسے بچے تھے۔ جب آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو جبرئیل نے ان کو مدد دینا چاہی اور کہا کیا کچھ ضرورت ہے؟ مدد دوں۔ تو فرمایا تم سے نہیں۔ جبرئیل نے کہا: خیر خدا ہی سے سوال کیجئے تو کہا مجھ سے زیادہ وہ میری حالت سے واقف ہے۔

دوستو! یہ خدا کے مقرب بندوں کا طور طریق ہے مگر ہمارے لئے یہ ہے کہ اسباب تلاش کریں۔ لیکن اسباب پر بھروسہ نہ رکھیں۔ دل کا اطمینان اور بھروسہ اللہ ہی پر رہے جو مخلوق پر بھروسہ کرے گا وہ ناکامیاب رہے گا۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ۵۷ برس کی ہے۔ جب سے مجھے ہوش آیا ہے تب سے اب تک میرا تجربہ ہے کہ انسان کسی معاملہ میں خدا کے سوا کسی مخلوق پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ بلاء و محنت اور سختیوں میں پڑ جاتا ہے۔ جب بندہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور مخلوق میں سے کسی کی طرف اسکا دل رجوع نہیں ہوتا تو وہ کام اچھی طرح سے بنتا ہے۔ بہت تجربے کے بعد اب میرا دل اس بات پر مضبوط ہوگیا ہے۔ انسان کے لئے مصلحت یہ ہے کہ خدا کے فضل پر بھروسہ کرے اور کسی چیز پر بھروسہ نہ کرے۔

غرض یوسف علیہ السلام اس عتاب کو سن کر کانپنے لگے اپنے اس قصور پر اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ عرض کیا الٰہی الٰہی بہت مصیبتوں کی وجہ سے مجھ سے سہو ہوگیا۔ قیدی سے نہیں کہنا تھا کہہ دیا۔ آئندہ کبھی کسی وقت تجھ کو نہیں بھولوں گا' پھر کبھی ایسا نہ ہوگا۔

حکم ہوا گناہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا بھی اثر ہونا ضروری ہے۔

دوستو! خوب سونچو اس میں کچھ شک نہیں اس بات کا ہر شخص قائل ہے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان میں خدائے تعالیٰ نے ایک خاص اثر پیدا کیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہر چیز میں ایک اثر ہے۔ مثلاً بعض دواؤں کا اثر ہے کہ دست آتے ہیں اور بعض کے اثر سے قبض ہوتا ہے۔ بعض دافع بخار ہیں۔ گالی سے غصہ آنا تعریف سے بشاشت ہونا تجربہ کی بات ہے ان اثرات کا کسی کو انکار نہیں۔ اگر انکار ہے تو اس کا کہ گناہ کا اور خدا کی نافرمانی کا کچھ اثر نہیں!

بات یہ ہے کہ ہر چیز کے اثر کے اقرار سے نفس و شیطان کا کچھ ضرر نہیں اس لئے وہ مزاحم بھی نہیں بخلاف گناہ کے اثر کا کہ جہاں اقرار کیا ادھر خدا کی طرف کا راستہ کھلا۔ پھر نفس وشیطان کی کوئی نہیں سنتا۔ اس لئے مزاحم ہوتے ہیں۔ ورنہ ہر چیز کی طرح گناہ کا اور خدا کی نافرمانی کا بھی اثر ہے اور نیکی کا بھی اثر ہے۔ یہ نہیں کہ ان دونوں کا اثر ظاہر ہوکر رہتا ہے۔ جسکو قرآن وحدیث میں جگہ جگہ بیان فرمایا گیا ہے وہ کیا چیز ہے جس نے ابلیس جیسے عابد و زاہد کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا؟ یہی گناہ کا اثر ہے اور خدا کی نافرمانی کا اثر ہے کہ وہ ملعون ہوا۔ صورت بگاڑی گئی باطن تباہ ہوا رحمت کی جگہ لعنت نصیب ہوئی۔

نوح علیہ السلام کی اور دوسرے پیغمبروں کی قومیں کیوں برباد ہوئیں؟

یہی گناہ اور خدا کی نافرمانی سے۔ کفار اور ابلیس پر تو خدا کی نافرمانی نے اثر کیا۔ مگر خدا کے پاک بندوں پر بھی یہ نافرمانی اثر کرتی ہے۔ ڈاکٹر کا بیٹا زہر کھالے تو اس پر ایسا ہی زہر اثر کرے گا جیسے اوروں پر۔

آدم علیہ السلام نے جب گیہوں کھایا آپکے جسم مبارک سے جنتی کپڑے علحدہ ہوگئے۔ شرمگاہ ظاہر

ہوگئی۔ پتوں سے ڈھانپ لیا۔ مگر تاج اور سر بند علٰحدہ نہیں ہوئے۔ انکو شرم آئی کہ خدا کا خلیفہ ہے۔ انکی وہ عزت ہے کہ فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا۔ آج اگر ایسا ہوا تو کیا ہوا کل پھر مقبول ہوگا۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام آئے تاج سر سے اتارلیا اور سر پیچ پیشانی سے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم وحواء تم دونوں میرے پڑوس سے اترو۔ میرا نافرمان میرے پڑوس میں نہیں رہ سکتا۔ آدم علیہ السلام نے حواء علیہا السلام کی طرف روتے ہوئے متوجہ ہوکر کہا حواء! ''یہ پہلی نحوست ہے گناہ کی جو دوست کے پڑوس سے نکال رہی ہے''۔

الغرض یوسف علیہ السلام نے جب فرمایا۔ اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ

بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا۔ حکم ہوا: یوسفؑ تم کو شرم نہیں آئی مجھ جیسا مدد کرنے والا ہوتے ہوئے تم نے غیر سے مدد مانگی؟ میری عزت کی قسم تمہارا یہ گناہ اثر کئے بغیر نہیں رہے گا۔ اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ کے جتنے حروف ہیں اتنے سال تم کو قید میں رہنا پڑے گا۔ اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ کے بارہ حروف ہیں۔ بارہ برس تک تم کو قید میں رہنا پڑے گا۔ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ایک لفظ منہ سے نکلا اس کا یہ اثر ہوا کہ پانچ سال تو قید خانے میں گزرے تھے اور سات سال قید میں رہنا پڑا۔

دوستو! پاک لوگوں کا یہ حال ہے۔ ان کی لغزش اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی تو ہم جیسوں کے کبیرہ گناہ کیا اثر کریں گے۔

القصہ یہ سنکر حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ جبرئیل للہ یہ بتاؤ کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہے۔ جبرئیل نے کہا تم سے اللہ ناراض نہیں ہے۔ زہر کی طرح یہ لغزش ضرور اثر دکھائے گی۔ یوسفؑ نے فرمایا کہ اگر میرا اللہ مجھ سے راضی ہے تو مجھے اور سات برس قید خانے میں گزارنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

اس بارہ کے عدد میں کمال قوت وتاثیر ہے۔ بارہ امام۔ بارہ برج۔ بارہ اولیاء اللہ کے ہاتھ میں کل عالم کا انتظام ہے۔ بارہ ہزار فوج کمی کے سبب سے مغلوب نہ ہوگی۔ لاالہ الا اللہ کے بارہ حروف ہیں اور محمد رسول اللہ کے بھی بارہ ہی حروف ہیں۔ یوسف علیہ السلام بھی مع بھائیوں کے بارہ تھے۔ زمین اور آسمان

والوں کے کمالات یوسفؑ کو بارہ برس کے قید میں حاصل ہوئے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ حضرت یوسفؑ قید کی مصیبت سے نجات حاصل کریں۔ اب ایسے سامان بنتے ہیں جو کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ گزرے ہوں گے۔

سچ ہے بہت سی ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جن سے بچنے کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔ مگر غیب سے ایسے سامان بن جاتے ہیں کہ وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ جب حضرت یوسفؑ تدبیر کر رہے تھے اور پھنسے جا رہے تھے۔ جب سب سے تعلق ٹوٹ گیا۔ اس شرابی کا بھی خیال دل سے نکل گیا۔ چوطرف سے مایوسی ہو گئی۔ بجز خدا کے کسی کا سہارا اور کسی پر بھروسہ نہ رہا تو اب خدا کے فضل نے دستگیری کی۔

ادھر یوسف علیہ السلام سجدے میں خدائے تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ خَلِّصْنِیْ مِنَ السِّجْنِ الٰہی مجھے قید سے چھڑا۔ ادھر اسی وقت بادشاہ خواب دیکھتا ہے اور گھبرا کر خواب سے اٹھ کر دربار کرتا ہے۔ تمام کاہن نجومی حکماء جمع ہیں۔ ان کے سامنے اپنا خواب بیان کر رہا ہے۔ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ بادشاہ نے کہا آج رات میں نے خواب دیکھا ہے۔ سات موٹی تازہ گائیں ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ ہندوؤں کی طرح قدیم مصریوں میں گائے کی بڑی عزت تھی۔ گائے کو گائے کھاتے دیکھ کر بادشاہ گھبرا گیا۔ وَسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ اور دیکھا کہ سات سات ہرے بھٹے ہیں اور انکو سوکھے بھٹوں نے لپٹ کر اپنے اندر چھپا لیا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ۔

اے اہل دربار اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو جلدی بتاؤ۔ اس خواب سے میں سخت پریشان ہوں۔ اس زبردست خواب کی کوئی تعبیر انکی سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ درباری لیاقت تو کچھ نہ رکھتے تھے مگر پورے باتونی تھے۔ اپنی ناقابلیت کا تو اقرار نہیں کیا بلکہ بادشاہ کے خواب کو جھوٹا بتا دیا۔ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ سب نے مل کہا بادشاہ یہ پریشان خواب ہیں۔ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ہم کو پریشان خوابوں

کی تعبیر دینی نہیں آتی اسلئے کہ ایسے خواب تعبیر کے قابل نہیں ہوتے۔ بعض خواب ایسے ہی پُر اسرار ہوتے ہیں کہ انکی تعبیر دینا بجز لائق شخص کے مشکل ہے۔

حکایت:۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر طمانچہ مارا گھبرا کر ایک بزرگ سے کہا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ تیری کیا مجال ہے کہ تیرا ہاتھ پہونچ سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی کسی بات کے خلاف کر رہا ہے۔ کوئی حرام کبیرہ گناہ تجھ سے ہو رہا ہے۔ بہت سوچتا ہے کچھ خیال نہیں آتا ہے۔ اپنی بیوی سے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ تم نے قسم کھائی تھی اور مجھ سے کہا تھا کہ فلاں کے گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق بائن ہے۔ میں اس گھر کے دروازے پر سے جا رہی تھی مجھ کو قسم دے کر اس گھر والی نے بلایا۔ میں اس کے گھر میں گئی مگر میں نے اس کو تم سے چھپایا۔ اس لئے طلاق ہوگئی ہے۔ مجھ سے تم حرام کر رہے ہو۔ دونوں نے توبہ کئے اور پھر از سر نو نکاح کرلیا۔

الغرض جب بادشاہ نے اپنا خواب بیان کیا۔ اہل دربار اور بڑے بڑے تعبیر دینے والے بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے عاجز ہوگئے تو بادشاہ بہت متفکر ہوگیا۔ اس وقت بادشاہ کی حضوری میں ساقی بھی موجود تھا۔

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ۔

اب اسے ایک مدت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا پیغام یاد آیا تو اس نے کہا اَرْسِلُوْنِ حضور ذرا اگر مجھے قید خانے تک جانے کی اجازت ہو تو میں وہاں سے آکر حضور کے خواب کی تعبیر ہو بہو بیان کرتا ہوں۔ وہاں ایک باخدا بزرگ ہیں ہم دونوں قیدیوں کو ہمارے خواب کی جو تعبیر دی وہ ہو بہو ویسی ہی ہوئی یہ سنتے ہی بادشاہ نے اسے اجازت دی۔ اب ساقی نہایت نادم صورت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ منہ پر آستین رکھے ہوئے شرماتے ہوئے سامنے آیا کہا حضور مجھے بالکل یاد نہیں رہا میں بالکل بھول گیا تھا معاف فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ تم کیوں شرماتے ہو میرا اللہ مجھے نہیں بھولا ہے اور یہ بس ہے۔ معذرت کے بعد اس ساقی نے کہا ''یوسف علیہ السلام اے صدیق'' اللہ اکبر حضرت یوسف علیہ السلام میں وہ کیا خوبیاں

ہوں گی کہ پردیس میں ہیں۔اپنے نہیں غیر' متقی نہیں بلکہ فاسق تک آپ کی خوبیوں کے قائل ہیں۔آپ کو صدیق کہتے ہیں۔

صدیق وہ ہے جس کا ظاہر اور باطن یکساں ہو۔ اسکے دل میں نیکیوں کا ایسا جوش موجود ہوتا ہے جو کسی دباؤ سے نہیں دبتا اور کسی روک سے نہیں رکتا۔ وہ ایسے پکے ارادے کا ہوتا ہے کہ دنیا ادھر سے ادھر ہوجائے مگر اس کے ارادے کو کوئی پلٹ نہیں سکتا۔ وہ زندگی کو صرف اللہ کے لئے پسند کیا کرتا ہے۔ اس کا مقصود صرف رضائے حق ہوتا ہے۔ اسکی زبان پر سوائے سچ کے کبھی جھوٹ نہیں آتا۔ بات کرے گا سچی' وعدہ کرے گا سچا۔ نیت میں اسکے خلوص ہوتا ہے۔ اس کے احوال سچے مثلاً خوف خدا اس میں ہے تو اس خوف کے آثار بھی اس میں موجود ہوں گے۔ کانپتا ہوگا' لرزتا ہوگا' مارے ڈر کے چہرہ کا رنگ زرد ہوگا' بے قرار ہوگا۔ یہ نہیں کہ منہ سے تو کہتا ہے کہ مجھے خدا کا ڈر ہے۔ مگر کچھ بھی اس پر اثر نہیں' یہ جھوٹا ہے۔منہ سے نہ کہے مگر کہ معصیت سے بچنے کیلئے سب کچھ سہے مگر معصیت کو نہ اختیار کرے۔اسے صدیق کہتے ہیں۔

غرض وہ ساقی کہتا ہے۔ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ یوسفؑ اے صدق مجسم! اب ہم کو اس خواب کی تعبیر دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں انکو سات دبلی گائیں کھا اور سات بھٹے ہرے ہیں اور سات بھٹے سوکھے ہیں۔ سوکھے بھٹوں نے ہرے بھٹوں کو لپٹ کر انکو بھی سکھا دیا۔اسکی تعبیر فرمایئے تو جس نے مجھ کو بھیجا ہے ان لوگوں کے پاس واپس جاکر بیان کروں گا تاکہ وہ اس تعبیر کو معلوم کرلیں۔ اس وقت وہ لوگ تعبیر سننے کیلئے بے چین ہیں۔

اللہ اکبر کس قدر فضولیات سے بچتے ہیں کہ یہ نہیں پوچھتے کہ کس کا خواب ہے کس نے بھیجا ہے۔ بے کچھ دریافت کئے تعبیر شروع فرماتے ہیں۔ مخلوق کے ساتھ کس قدر ہمدردی ہے کہ تعبیر بیان فرماکر اس کے متعلق انتظام اور تدبیر بھی سکھاتے ہیں۔ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا حضرت یوسفؑ نے فرمایا

سات موٹی گائیں اور سات ہرے بھٹے ان دونوں کی تعبیر یہ ہے کہ سات سال سستا سماں اور بڑی خوشحالی رہے گی برابر کھیتی کروگے۔ بارش بہت اچھی ہوگی۔

اب تدبیر سکھاتے ہیں فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ مگر جس قدر غلہ پیدا ہوا اس میں سے صرف بقدر استعمال کھلہ کرو۔ باقی سب بھٹوں میں ہی رہنے دو۔ تاکہ گھن نہ لگ جائے۔ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ اس کے بعد قحط کا زمانہ آئے گا وہ بھی برابر سات سال تک رہے گا جو غلہ تم گذشتہ سالوں میں جمع کرچکے ہو وہ سب ان قحط کے برسوں میں کھاجاؤ گے۔ صرف بیج کے واسطے کچھ رہ جائے گا۔ اس لئے کہ ان برسوں میں بارش بالکل رک جائے گی۔ مطلق کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔

دبلے گائیوں سے اور سوکھے بھٹوں سے یہی قحط کے سال مراد ہیں جو پہلے سالوں کے اناج کو کھاجائیں گے۔ خواب یہیں ختم ہوگیا اور اسکی تعبیر بھی۔ پندرھویں سال کیا ہوگا خواب میں اس کا ذکر نہیں۔ تعبیر سننے والوں کی پریشانی دور ہونے کیلئے حضرت یوسفؑ اپنی طرف سے فرماتے ہیں۔ اس عبارت کے اشارے سے کہ سات سال قحط کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد قحط نہیں رہے گا۔ بلکہ سکال ہوجائے گا۔ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ پھر اسکے بعد ایک برس ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے واسطے خوب بارش ہوگی۔ کثرت سے اناج آئے گا۔ میوہ اور تیل نکلنے کی چیزیں بھی بہت ہوں گی جسکو لوگ نچوڑ نچوڑ کر مشروبات بنائیں گے۔ تیل نکالیں گے۔ غرض کہ پندرھویں سال قحط بالکل دور ہوجائیگا۔ یہ خوشحالی اور فارغ البالی کا سال ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت یوسفؑ نے تعبیر کے اس قاعدہ سے تعبیر کی ہو کہ خواب دیکھنے والے کے الفاظ سے تعبیر دینا چاہیے۔ جیسے سنبلات یعنے ستا جو بلا خیر بھی ہوتا ہے شر بھی۔ اسکے ساتھ خضر ہے جس میں خیر کے دو حروف ہیں۔ 'ضاد' سے ضوٗ جو بہتری کی علامت ہے۔ یعنی ستا بلا خیر کے ہوں گے۔ یابس سے مراد بائیس ہے یعنی ستا بلا' بائیس یعنے شر کے سال۔

غرض خواب کی تعبیر سنکر ساقی نے بادشاہ کے پاس جاکر یہ تعبیر سنائی۔ بادشاہ حیران رہ گیا۔ بہت خوش ہوا آپ کے علم وفن کا معتقد ہوگیا۔ چاہا کہ ایسی مبارک ذات سے خود باتیں کرے۔ اس لئے کہا وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهٖ بادشاہ نے مشتاق ہوکر کہا یوسفؑ کو قید خانہ سے نکالو اور جلدی میرے پاس لاؤ۔ یہ حکم ہوتے ہی ساقی اور بادشاہ کا خاص مصاحب حضرت یوسفؑ کو لانے کے لئے قید خانہ پہونچے اور حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ بادشاہ نے آپ کو یاد کیا ہے۔ اور نہایت عزت سے لانے کیلئے حکم دیا ہے۔ فَلَمَّا جَآءَ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اس کے جواب میں حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ تم اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ کو کچھ ان عورتوں کا حال بھی معلوم ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ میرا پروردگار تو ان عورتوں کے مکروفریب کو خوب جانتا ہے۔ مگر تم کو بھی تو معلوم ہونا چاہیے جب تک یہ بات اچھی طرح صاف نہ ہوجائے میں قید خانہ سے نہیں نکلوں گا۔

حضرت یوسفؑ کے اخلاق کو دیکھئے۔ زلیخا کے چونکہ آپ پر بہت حقوق ہیں۔ اسلئے اب بھی زلیخا کا نام نہیں لیتے ہیں بلکہ ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنھوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ اس احتیاط کو تو دیکھئے کہ حضرت یوسفؑ کو اسی ملک میں حکومت کرنا تھا آپ کی دیانت جن کو معلوم ہے۔ ورنہ بادشاہ کو اور دوسرے لوگوں کو کیا معلوم کہ آپ کیسے ہیں؟ آپ کی امانت اور دیانت میں شبہ رہتا۔ جب تک صاف نہ ہوجائے قید خانہ سے نکلنا مناسب نہ سمجھے اس لئے کہ رعایا کے حاکم سے بدظن رہنے سے بہت ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس صبر کو تو دیکھئے کہ بارہ سال رہے ہیں۔ بادشاہ بلارہا ہے نہایت مستقل مزاجی سے صبر کئے ہوئے ہیں۔ جب تک خیانت اور تہمت سے برات نہ ہوجائے قید سے نہیں نکلنا چاہتے۔

حدیث :- اور یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ ایسے جگہوں میں مت جاؤ کہ جہاں تم پر تہمت لگائی جائے۔ ہمیشہ اپنے کو تہمت سے پاک رکھو۔

حدیث :- اسی لئے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس کو خدا پر اور قیامت پر ایمان ہے تو وہ تہمت کے موقعوں سے بچے۔(یعنی جہاں جانے سے تہمت لگنے کا احتمال ہے)

حدیث :- ایک مرتبہ حضرت ﷺ اعتکاف میں تھے آپ کی بیویؓ چادر اوڑھے آپ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ آپ ان کو کچھ فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص وہاں سے گزرا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ میری بیوی ہے۔ کچھ خیال نہ کرنا تو اس نے کہا آپ کی نسبت یا رسول ﷺ؟ تو فرمایا شیطان ساتھ ہے شاید تو کچھ اور خیال کرے لہذا خود سے تہمت دور کرنے کیلئے تم سے کہہ رہا ہوں۔

حضرت یوسفؑ کا پیغام لے کر لوگ بادشاہ کے پاس پہونچے تو بادشاہ کو تحقیقات کرنا پڑا۔ ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کے پتہ سے وہ عورتیں بلائی گئیں ان سے معلوم ہوا کہ زلیخا کی دعوت میں یہ واقعہ ہوا۔ اس ضمن میں زلیخا کے بھی احوال ظاہر ہوئے۔ اس لئے زلیخا کو بھی بلانا پڑا۔ غرض سب عورتیں اور زلیخا دربار میں جمع ہوگئے ہیں۔ مخفی طور پر تمام قصہ سے بادشاہ واقف ہو چکا ہے۔ ان سب عورتوں سے بادشاہ پوچھتا ہے۔ وَقَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ جب تم نے یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا تو اس وقت کیا واقعہ پیش آیا۔ سب عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ عورتوں نے کہا حاشا و کلا ہم نے یوسفؑ میں کسی طرح کی برائی نہیں دیکھی بلکہ ہم نے انکو نہایت نیک نیت پایا ہے۔ صرف ایک زلیخا رہ گئی ہے۔ وہ چپ بیٹھی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اب زلیخا کا عشق وہ ناقص عشق نہیں رہا ہے۔ عشق کامل ہو گیا ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ خود کو بری ثابت کرنے کیلئے سارا الزام خاوند کے سامنے یوسفؑ پر رکھا گیا۔ زیب النساء بیگم نے کیا خوب کہا ہے۔

عشق تا خامست باشد بستۂ زنجیر شرم
پختہ کاران جنوں را کے حیا زنجیر پاست

عشق جب تک ناقص رہتا ہے تو شرم بھی رہتی ہے پھر جب عشق پختہ و کامل ہو گیا تو پھر کیسی حیا کہاں کی شرم۔

کمال عشق میں تو خود کی توہین ہو یا ذلت، اپنے معشوق یوسفؑ کا بری ہوجانا پسند ہے۔ اس لئے زلیخا کہتی ہے۔ قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَـقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ''اب رازِ عشق مجھ پر کھل گیا ہے۔ قصور میرا تھا میں نے یوسفؑ کو پھسلایا تھا۔

یوسفؑ بالکل سچے ہیں۔'' ایک اور بات ہے۔

دوستو! جب عشق کامل ہوتا ہے تو عاشق کا کچھ ارادہ ہی نہیں رہتا جو معشوق کا ارادہ وہ عاشق کا ارادہ۔ یہ مقام ہے تسلیم و رضا کا۔

اس وقت زلیخا اسی مقام میں ہے۔ زلیخا اپنی عزت پر یوسفؑ کی عزت کو مقدم رکھتی ہے جب دیکھتی ہے کہ اپنے معشوق یوسفؑ کی مرضی خود کو بری ثابت کرنے کی ہے تو خود بھی حضرت یوسفؑ کو بری کرتی ہے۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ایک اور بات بھی سننے کی ہے۔

انسان کی فطرت پاک و صاف واقع ہوئی ہے۔ جب کسی سے کوئی جرم کسی وجہ سے ہوجاتا ہے۔ اندر سے فطرت سلیمہ اسکو ملامت کرتی ہے یہ ملامت اندر سے اسقدر شدت سے ہوتی ہے کہ مجرم اس سے چھوٹنے کیلئے جرم کا اقرار کرتا ہے۔ گو اسکو قید یا مصیبت کی کیسی ہی تکلیف ہو اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے بہت سے ملزم قتل اور ڈکیتی جیسے سنگین مقدمات میں اقبال جرم کر لیتے ہیں۔

ایسا ہی اس وقت زلیخا کی فطرت سلیمہ اسکو ملامت کر رہی ہے کہ ہائے تونے یہ کیا کیا کہ ایسے پاکباز کو بدنام کر کے بارہ برس قید کی تکلیف میں ڈالا۔ اس کے اندر سے یہ ملامت اسے اس قدر شدت سے ہو رہی تھی کہ اس نے اپنی بدنامی کا کچھ خیال نہیں کیا۔ صاف صاف کہہ دیا۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ زلیخا نے یہ بھی دیکھا کہ یوسفؑ کو میرا کتنا خیال ہے کہ شہر کی عورتوں کا نام لیا میرا نام نہیں لیا۔ حالانکہ یہ فتنہ میری ذات سے اٹھا ہے۔ جب یوسفؑ کو میرا اتنا خیال ہے تو مجھکو بھی ان کا کچھ خیال ہونا چاہیے۔ اسلئے کہا اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ

دوستو ! اس سے بڑھکر بھی کوئی درجہ تقوے کا ہوگا جو حضرت یوسفؑ کو حاصل تھا۔ دشمن بھی ہیں تو اس کا اقرار کررہے ہیں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْخُصَمَآءُ

فضیلت وہ ہی ہے جس کے دشمن بھی قائل ہوں

بادشاہ نے کسی کو یوسفؑ کے پاس بھیجا اور یہ سارا قصہ معلوم کرایا اور یہ ظاہر کیا کہ تمام مصر نے جان لیا ہے کہ یوسفؑ تم پاک ہو اور اس تہمت سے بری ہو۔ تم آؤ تمہارے سامنے ان سب عورتوں کو سخت سزا دیتا ہوں۔ یوسفؑ نے کہلایا کہ آپ ہرگز کسی کو سزا مت دیجئے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کو سزا دیجائے۔ میری غرض صرف یہ تھی ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّي لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ کہ میں نے عزیز کی امانت میں اسکے غائبانہ میں خیانت نہیں کی۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

اگر میں خیانت کرتا تو میری ایسی براءت مشہور نہیں ہوتی۔ دیکھو زلیخا اور دوسری عورتوں نے اپنے خاوندوں کی خیانت کی تو اللہ نے ان کی خیانت کو ظاہر کر کے تمام شہر میں بدنام کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خیانت بہت بری صفت ہے اور امانت داری نہایت بہترین صفت ہے۔ افسوس امانت داری کی صفت مسلمانوں میں بہت کم ہوگئی ہے۔ خود مسلمانوں کو مسلمانوں پر بھروسہ نہیں رہا۔ اگر کوئی کہیں سفر کو جانے لگے گا کچھ رقم رکھنے کی ضرورت ہو تو کسی مسلمان پر بھروسہ نہیں کرے گا۔ کسی ہندو ساہوکار کے پاس رکھ کر جائے گا۔ اگر کسی مسلمان صاحب کے پاس رکھائے تو چٹ تو ضرور کریں گے یا پھر مکر جائیں گے۔ یا ستاستا کر دیں گے۔ حالانکہ امانت کا یہ حکم ہے کہ بعینہ وہی روپیہ دینا چاہیے اگر وہی روپیہ نہیں دیا بلکہ اپنے پاس سے دوسرا دیا تو بھی گنہگار ہوا اور اسکا نام ”امانت میں خیانت کرنے والا“ لکھا جائے گا۔

حدیث :- جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو ایک منادی نے ندا کی ہمیشہ کے گھر کو کون خریدتا

ہے۔ فرشتوں نے پوچھا اس کی قیمت کیا ہے حکم ہوا۔ امانت کو پورا پورا ادا کرنا۔ ساری مخلوق نے کہا ہم سے نہیں ہوسکتا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا میں اور میری اولاد خریدتی ہے جنت کو اور امانت ادا کرتی ہے۔ حکم ہوا کس بھروسہ پر؟ آدمؑ نے عرض کیا کہ آپ ہی کے بھروسہ پر۔ اگر تھک گیا تو آپ کے ہی دامن میں چھپونگا۔ آپ ہی کے پناہ میں آؤں گا۔ حکم ہوا ہماری پناہ لوگے تو ہم مدد کریں گے۔ ہم سے بے رخ رہو گے تو ہم بھی اپنی مدد اٹھالیں گے۔

اس اہتمام سے آپ کو امانت داری کا حکم دیا گیا۔

امانت اور خیانت بھی کئی قسم کے ہیں۔ ایک امانت تو یہ ہے کہ کوئی روپیہ یا کوئی مال رکھائے تو بجنسہ واپس کرے تو امانت دار ہے۔ ورنہ خائن ہے۔

اگر کوئی اپنی کسی چیز پر آپ کا بھروسہ کرے۔ اس کے بھروسہ کے موافق رہنا امانت ہے۔ اس کے خلاف رہنا خیانت ہے۔ جیسے عزیز مصر نے زلیخا کے لئے حضرت یوسفؑ پر بھروسہ کیا اور آپ اس کے موافق پورے اترے یہ امانت داری ہے۔

کوئی شخص اپنا راز آپ سے کہے تو اسکو چھپانا امانت داری ہے۔ لوگوں پر وہ راز ظاہر کردینا خیانت ہے۔

فرض سنتیں اور اعمال خدا کی امانت ہیں انکو ہمیشہ بموجب احکام بجالانا امانت ہے اور جس نے عمل ہی نہ کیا یا جیسا حکم ہے ویسا عمل نہیں کیا وہ خدا کی خیانت ہے۔

اعضاء و قوتیں بھی امانت الٰہی ہیں اللہ کی مرضی کے موافق انکو برتنا امانت داری ہے۔ اگر انکو خدا کی مرضی کے خلاف صرف کیا گیا تو یہ امانت الٰہی الٰہی میں خیانت ہے۔

اہل و عیال و مال بھی اللہ کی امانت ہیں۔ انکی وجہ سے خدا سے غافل ہوجانا اور انکو خدا کا راستہ نہ دکھانا اور مال مسرفانہ صرف کرنا یہ بھی خیانت ہے۔

تمام نوکر چاکر بھی امانت الٰہی ہیں ان سے کام لے کر انکو ماہوار نہ دینا یا اور کسی وجہ سے ستانا یہ بھی امانت الٰہی الٰہی میں خیانت ہے۔۔

حکومت اور قضائت اور فتویٰ لکھنا بھی امانت الٰہی ہے بموجب احکام عمل نہ کیا اور لوگوں کی حق تلفی کی تو یہ بھی امانت الٰہی میں خیانت ہے۔
مشورہ دینے والا امانت دار ہے قصداً مشورہ خراب دیا' حق کو چھپایا اور بری رائے دی یہ بھی خیانیت ہے۔
تول اور ناپ بھی امانت ہے۔ ناپ تول میں دغابازی کرنا خیانت ہے۔
دل بھی خدا کی امانت ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ پاک وصاف وستھرا دل تجھ کو امانت دیتے ہیں پھر ہم کو ایسا ہی واپس دینا۔ جب قبر میں رکھا جاتا ہے حکم ہوتا ہے کیوں بندے ہماری امانت میں خیانت کر کے لایا ہے۔ یا ویسا ہی لایا ہے جیسا کہ دیا گیا تھا؟ یعنی دنیا سے محبت کم اور اللہ سے زائد محبت کی ہے تو امانت دار ہے۔ اگر دنیا سے زیادہ اور اللہ سے محبت کم کی ہے تو خیانت کی ہے۔

بگو ہر دل کردہ اند امانت دار زدزدِ امانت حق رانگاہ دار و دلچسپ

تجھ کو دل جیسا گوہر دے کر امانت دار بنایا ہے یہ امانت حق ہے غافل نہ رہنا چوروں سے اسکی حفاظت کرنا یہ تو اللہ کی امانتیں ہیں اور ایک امانت رسول اللہ ﷺ کی ہے وہ اتباع سنت ہے۔ سنت کو چھوڑ کر بدعت پر عمل کرنا خیانت رسول ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ خیانت کرنے والا محروم ہوتا ہے۔

حکایت :- حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص اسم اعظم سیکھنے آیا۔ اٹھارہ مہینے خدمت میں رہا۔ ایک روز حضرت نے اسکو ایک برتن دیا جسکا منہ کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا اور فرمایا کہ فلاں شخص کو لیجا کر دو۔ وہ لے جا رہا تھا راستہ میں خیال آیا دیکھوں کیا چیز ہے منہ کھولتے ہی اندر سے چوہا نکل کر بھاگا اور کچھ نہیں تھا۔ وہ شخص غصہ میں بھرا آیا اور کہا حضرت کیا آپ مجھ سے دل لگی کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا دل لگی کی بات نہیں۔ ہم نے ایک چوہے پر تم کو آزمانا چاہا' جس نے چوہے میں خیانت کی جسطرح دیا گیا تھا اسی طرح نہیں پہونچایا اب تجھ پر کیا بھروسہ؟ اسم اعظم کی امانت تو کیسے سنبھالے گا۔ دیکھئے خیانت کرنے والا یوں محروم رہتا ہے اور امانت ادا کرنے والا دنیا میں بھی کامیاب رہتا ہے۔

حکایت:- ایک غریب شخص تھے انکی ایک نیک بخت عورت بھی تھی اس نے کہا کہ آج بچوں پر فاقہ ہے دیکھو کچھ کہیں سے لے آؤ۔ وہ غریب حرم میں پہونچے وہاں ہزار اشرفیوں کی تھیلی پڑی ہوئی ملی۔ گھر میں لے آئے بیوی نے کہا یہ پڑا ہوا مال ہے اسکو مشتہر کرنا ضروری ہے۔حرم میں واپس آئے کہ ایک شخص چیخ رہا ہے کہ یہاں سے اشرفیوں کی تھیلی کس نے اٹھائی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اٹھائی وہ شخص انکے پاس آیا اور نو ہزار اشرفیوں کی تھیلیاں اور لاکر دیں۔ اس نے کہا بھائی غریب سے ٹھٹا کیوں کرتے ہو۔ اس نے کہا میں ٹھٹا نہیں کررہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مجھے ایک امیر نے دس ہزار اشرفیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ حرم میں ایک تھیلی ڈال کر ندا کرو اگر اٹھانے والا واپس دے تو ساری اشرفیاں اس کو دے دو کہ وہ بڑا امانت دار ہے۔ اسکی برکت سے میری خیرات قبول ہوگی۔ اس لئے میں تجھکو اور نو ہزار اشرفیاں واپس دے رہا ہوں۔ یہ ہے امانت دار کے لئے دنیا کی بھلائی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ ۔

صاحبو! یوسف علیہ السلام کا قصہ شروع کرنے سے پہلے ایک ضروری مضمون بطور تمہید کے عرض کرتا ہوں اس آیت میں نفس کا ذکر آیا ہے اس لئے۔

نفس کو سمجھنا چاہیے وہ کیا چیز ہے انسان کے اندر ایک قوت ہے جو ہمیشہ شر اور برائی کا ارادہ اور خواہش کرتی ہے، اسکو نفس کہتے ہیں بخلاف اسکے روح ہمیشہ بھلائی کا ارادہ اور خیر کی خواہش کرتی ہے۔ بری جتنی صفتیں ہیں وہ سب اس نفس میں جمع ہیں۔شہوت ۔غضب ۔ شیطانیت یہ سب اسی نفس میں ہیں جب اس نفس کو بری صحبت ملتی ہے اور انسانوں میں کے شیطان اسکو بہکاتے رہتے ہیں تو اس نفس کی ساری توجہ لذات بدنیہ کی طرف رہتی ہے۔ اس طرح کھاتا ہے جیسے جانور کھاتے ہیں۔ بلکہ اسکی جانوروں سے بھی گری ہوئی حالت ہوتی ہے جانور اپنے مالک کو پہچانتے ہیں۔ یہ کمبخت نفس اپنے مالک کو بھی نہیں پہچانتا۔

دین کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ دین کی بات جب سامنے آئی تو بیل کی طرح بلید ہوجاتا ہے اگر سمجھا بھی تو اسکی الٹی سیدھی تاویلیں کر کے اڑانے کی فکر کرتا ہے۔ سور کی طرح حریص۔ کتے کی طرح خوشامدی

اونٹ کی طرح کینہ والا۔ چیتے کی طرح تکبر کرنے والا۔ لومڑی کی طرح مکار و حیلہ ساز ہو جاتا ہے۔

غرض وہ انسان نہیں رہتا ہے کبھی کسی جانور کی کیفیت میں ہوتا ہے اور کبھی کسی جانور کی

قلب، نفس اور روح کے بیچ میں ہے کبھی نفس سے متاثر ہوتا ہے اور کبھی روح سے۔ اسی لئے اسکو قلب کہتے ہیں کہ دل اس الٹ پلٹ میں رہتا ہے۔

حدیث:- حضرت علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دل مثل اس پر کے ہے جو کھلے میدان میں ہو اِدھر کی ہوا آتی ہے تو اسکو اُدھر اڑاتی ہے اور اُدھر کی ہوا آتی ہے تو اسکو اُدھر اڑاتی ہے۔ ایسے ہی قلب بھی کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا۔ اس واسطے کبھی متقی ہے تو کبھی فاسق۔ جیسے دھواں جب چڑھتا ہے تو چھت پر جمتا ہے مگر کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ پھر اور چڑھتا ہے اور جمتا ہے ایسے ہی ہوتے ہوتے چھت کو کالا کر دیتا ہے۔

ایسا ہی نفس کی برائیوں کا دھواں چڑھتے چڑھتے دل کو کالا بنا دیتا ہے۔ یہ تاریکی روح میں اور دل میں پردہ بن جاتی ہے اس وقت روح کا اثر بالکل بند ہونے سے دل اندھا ہو جاتا ہے۔ حق بات دکھتی نہیں۔ ایسے دل کی نظر میں آخرت کی قدر نہیں رہتی دنیا ہی مقصود ہو جاتی ہے۔ آخرت کی سختیاں اور دوزخ کے احوال اس کان سے سنتا ہے اور اُس کان سے نکال ڈالتا ہے۔ ایسے شخص کی عقل بھی آخرت کے معاملہ میں بیکار ہو جاتی ہے۔

اکیلی روح رہ جاتی ہے وہ ایسی ہو جاتی ہے۔ جیسے فولاد پر زنگ چڑھ گیا ہو۔ ایسی روح کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ ساری سلطنت نفس کی ہو جاتی ہے۔ طرح طرح کی برائیوں کا حکم کرتا جاتا ہے۔ روح تو بے بس ہے دل اور عقل تو نفس کے تابع ہیں اس لئے ہمیشہ برائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اسکو کہتے ہیں نفس امارہ اسکی ایسی مثال ہے جیسے اس حکایت کے بیلوں کی

حکایت:- تین بیل تھے ایک زرد دوسرا ابلق۔ تیسرا کالا۔ یہ تینوں ایک رمنہ پر قابض تھے۔ کسی جانور کو اس میں نہیں آنے دیتے تھے سب جانوروں نے مشورہ کیا کہ تدبیر سے یہ جنگل ان سے چھڑائیں۔

شیر نے کہا میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔ اس رمنہ کے پاس آیا تو تینوں بیلوں نے سینگ جھکا کر حملہ

کرنا چاہا تو شیر نے کہا سنو بھائیو! مجھے اپنے پاس رہنے دو۔ مجھ سے تم کو قوت ہوگی۔ غرض وہ راضی ہو گئے۔ چند روز کے بعد شیر نے پہلے پیلے اور ابلق بیل سے کہا ہم میں اور کالے بیل میں کچھ مناسبت نہیں۔ یہ نہ رہے تو پھر جنگل ہمارا ہی ہے۔ ان دونوں بیلوں نے کہا کیا جائے۔ شیر نے کہا'' تم چپ رہو اس کالے کی مذمت کرو میں انتظام کرلیتا ہوں''۔ دونوں بیلوں نے کہا: تیرا اختیار ہے تو جو چاہے کر۔ کالا بیل چر رہا تھا۔ شیر نے اس پر حملہ کیا تو اس نے اپنے ساتھ کے دونوں بیلوں کو مدد کیلئے پکارا۔ انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ شیر نے کالے بیل کو پھاڑ ڈالا اور کھالیا۔

چند روز کے بعد پیلے بیل سے کہا تجھ میں اور مجھ میں پوری مناسبت ہے اس ابلق کو کسی طرح نکال دیں تو پھر سارا رمنہ ہمارا ہی ہے۔ اس نے کہا اچھا تم کو اختیار ہے۔ شیر نے ابلق پر حملہ کیا۔ اس نے بھی اپنے ساتھی کو پکارا۔ اس نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ شیر ابلق بیل کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ چند روز کے بعد پیلے بیل سے کہا: تیار ہو جاؤ! اب تمہاری باری ہے اسلئے کہ تم میں اور مجھ میں کچھ مناسبت ہی نہیں۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو بہت یاد کیا اور بہت گڑگڑایا کچھ فائدہ نہ ہوا شیر نے اسکو بھی پھاڑا اور کھالیا۔ ایسا ہی نفس شیر ہے۔ عقل اور دل کو بیکار کردیتا ہے۔ پھر روح کو دبانا کونسی بڑی بات ہے۔ سارا جسم اسی کا ہے جس عضو سے جو کام چاہتا ہے لیتا ہے۔ اس لئے اسکو نفس امّارہ کہتے ہیں۔ اسی واسطے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔

اگر خدائے تعالیٰ کی عنایت ہوئی۔ کوئی نیک صحبت ملی یا کسی کی نصیحت کا اثر ہوا۔ ہدایت کا راستہ کھل گیا تو گو نفس کی طبیعت میں شر ہے۔ شر کا ارادہ کرتا ہے مگر پھر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ برائی کرتا ہے۔ پھر پچھتاتا ہے اور توبہ کرتا ہے اسکو نفس لوّامہ کہتے ہیں یہ بہت اچھی صفت ہے اسی سے نیکیوں کی بنیاد پڑتی ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔

کثرت ذکر اور خلاف نفس، شریعت کی پابندی سے روح کی نورانیت غالب آ کر دل کے ساتھ نفس کو

بھی منور کر دیتی ہے تو نفس گو اسکی طبیعت میں شر ہے مگر روح کی نورانیت غالب آنے سے صفات حمیدہ پیدا ہوجاتے ہیں جیسے عفت، تقویٰ، صبر وغیرہ۔ ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ہر واقعہ کو خدا ہی کے طرف سے سمجھ کر اس پر راضی ہوجاتا ہے۔ایسے نفس میں ایک سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔اس لئے اسکو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

ہم اس دنیا کے طلسم میں کچھ ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ کچھ خبر ہی نہیں کہ پہلو میں کونسا نفس لئے ہوئے ہیں۔

باش تا بندروئے بکشایند باش تاباتو درحدیث آیند
تاکہ آں را نشاندۂ بر در تاکہ آں را گرفتۂ دربر

ذرا ٹھہرو! پردہ اٹھنے دو تو معلوم ہوگا کہ جسکو بغل میں لینا تھا اسکو دروازے پر بٹھایا ہے اور جسکو دروازے پر بٹھانا تھا اسکو بغل میں لئے ہوئے ہو۔

ایسا ہی جو روح و دل کو باہر کر کے نفس کو اندر لئے ہوئے ہیں ٹھہرو ٹھہرو ایک وقت وہ آتا ہے کہ صحیح و تندرست تھے کوئی کہتا ہوا آتا ہے کہ فلاں صاحب بیمار ہوگئے۔کوئی دوا آپ کو معلوم ہو یا کوئی لائق حکیم کا پتہ ہو تو بتایئے۔لائق لائق ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج ہوتا رہا۔مگر بیماری بڑھتی جارہی ہے۔ پھر خبر آتی ہے کہ ان کی نازک حالت ہے وصیت بھی کردی ۔ مال سب ایک جگہ کر کے مقفل کر دیا۔توڑے بھی ڈالدیئے گئے۔ پھر خبر آتی ہے اب تو زبان بھی بند ہوگئی۔ پہچانت بھی نہیں رہی۔ایک ایک کو سامنے لے جاتے ہیں۔ یہ تمہارا بچہ ہے۔ یہ تمہاری بیوی ہیں کچھ بولو۔ کہاں کی بیوی کہاں کے بچے۔ سب سے تعلق ٹوٹنے کا وقت آیا ہے۔ پھر خبر آتی ہے کہ وہ صاحب ختم ہوگئے۔ وہ تو گئے مگر اپنے ساتھ کیا لے گئے۔کچھ نہیں سب یہیں رہ گیا۔نفس امّارہ لے گئے یا نفس مطمئنہ۔ اگر نفس امّارہ لئے گئے ہیں تو اسکے ساتھ سیاہ دل بھی ہے۔ خدا سے وحشت بھی ہے اگر نفس مطمئنہ لے گئے ہیں تو صفائی دل کی بھی ہے۔ذکر الٰہی سے انسیت بھی ہے اور خدا کی محبت بھی اور بار بار یہ خطاب بھی ہے۔

يَـٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ○ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف چل وہ تجھ سے راضی تو اس سے راضی

دوستو! دیکھو جو کچھ لینا ہے لے لو اور ایک بات سنو۔ جب تک زندہ رہو گو نفس کیسا ہی مطمئنہ ہو جائے ولی ہی نظر آئے پھر بھی اس سے بے فکر نہ ہونا چاہیے۔ اسکی یہ ساری ولایت مجبوری کی ہے اور اندر شرارت بھری ہوتی ہے۔

حکایت:- ایک شخص کا کسی پہاڑ پر گزر ہوا دیکھا کہ اژدہا پڑا ہوا ہے بالکل بے حس و حرکت ہے۔ ہلا جلا کر دیکھا تو کچھ بھی حرکت نہیں۔ سمجھا کہ مرا ہوا ہے۔ یہ خیال باندھا کہ اسکو شہر میں لے چلو کمال ظاہر ہوگا اس کو لایا اور بڑا فخر کرنے لگا میں نے اس کو اسطرح مارا یوں کیا اور یوں کیا۔ لوگ اسکی بہادری کی تعریف کرنے لگے۔ یہ قصہ صبح کے وقت کا ہے رفتہ رفتہ آفتاب اونچا ہوا۔ اس سانپ کو گرمی پہونچی۔ اس نے پکڑنے والے کو کاٹ لیا جسکی وجہ سے وہ ختم ہوگیا اسی طرح :-

اے شخص تو جو مغرور ہے کہ میرا نفس راہ پر آگیا ہے یاد رکھ اسکی مثال اس اژدھے کی طرح ہے جو سردی کی وجہ سے ٹھٹرا ہوا تھا اور واقع میں وہ زندہ تھا اسی طرح تیرا نفس جو گناہ کا سامان نہ ہونے سے نیک نظر آتا ہے اگر ابھی گناہ کا سامان ہو جائے تو پھر اسکو دیکھنا چاہیے کیسے رنگ لاتا ہے۔ بخلاف پیغمبروں کے کہ ان کا نفس ایسا مطمئنہ ہوتا ہے کہ پھر اسکے امارہ ہونے کی امید نہیں اسلئے کہ انکی روح کی نورانیت ایسی غالب آتی ہے کہ نفس کو بھی شر سوجھتا ہی نہیں۔ گو انکے بھی نفس میں شر ہے مگر ان کے نفس سے وہ شر ظاہر نہیں ہوسکتا اسی واسطے کہتے ہیں کہ پیغمبر معصوم ہیں۔

اسی بات کو حضرت یوسفؑ کس عمدگی سے ظاہر فرماتے ہیں وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِىٓ میں اپنے نفس کو بری اور پاک نہیں بتلاتا إِنَّ ٱلنَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِٱلسُّوٓءِ نفس تو ہر ایک کو بری ہی بات بتلاتا ہے إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىٓ مگر جس پر میرا رب رحم کرے وہ لوامہ ہوتا ہے یا مطمئنہ إِنَّ رَبِّى غَفُورٌ رَّحِيمٌ اگر نفس

امارہ سے لوامہ ہو جاتا ہے تو میرا رب مغفرت فرماتا ہے۔ اگر نفس مطمئنہ ہو گیا تو یہ محض اسکی عنایت و رحمت کا اثر ہے۔ اس لئے حضرت یوسف یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ:

انسان ہمیشہ اپنے عیبوں پر نظر رکھے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم کو اپنا عیب نظر نہیں آتا ہے۔ دوسرے کے عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں جب طاعون یا کوئی بیماری پھیلتی ہے تو کہتے ہیں کہ میاں! طاعون کیوں نہ ہو لوگوں کے اعمال تو دیکھئے کیا ہیں۔ اگر کسی نے بہت احتیاط کی تو کہتا ہے کہ اللہ رحم کرے۔ ہم لوگ کیسے کیسے اعمال میں مبتلا ہیں۔ اس سے بھی دوسرے ہی مراد ہوتے ہیں۔

کبھی کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ میرے اعمال خراب ہیں مجھ میں فلاں عیب ہے اس کے سبب سے یہ تباہی آرہی ہے۔ جب تعجب ہوتا ہے تو ہمیشہ دوسروں کے اعمال پر ہوتا ہے۔ غرض ہمارے سامنے دو فہرستیں ہوتی ہیں۔ ایک اپنے نیک اعمال کی اور ایک دوسروں کے برے اعمال کی۔

صاحبو! ہم لوگ ایک دوسرے کو ٹٹولیں اور غور و فکر کریں تو ہم کو خود معلوم ہوگا کہ ہمارے اندر کیا کیا برائیاں بھری ہوئی ہیں۔ پھر کیا منہ لے کر ہم اپنے کو پاک سمجھیں۔ ہمارا ہر وقت کا مشغلہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو پاک سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ جو بڑے بڑے اولیاء گزرے ہیں۔ ان کی نظر ہمیشہ اپنے عیبوں پر رہی ہے۔ اولیاء تو اولیاء پیغمبر بھی باوجود معصوم ہونے کے اپنے نفس کو پاک نہیں کہتے تھے۔

دیکھئے یوسف علیہ السلام کیا فرماتے ہیں۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ میں نفس کو پاک نہیں کہتا۔ وہ تو برائی کا حکم کرتا رہتا ہے۔ یہ کون فرمارہے ہیں یوسفؑ، کون یوسفؑ کہ جن کے پاک ہونے کی اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔ كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَالۡفَحۡشَآءَ ایسے ہی ہم ان سے برائی اور فحش دور کرتے رہتے ہیں اگر مخلوق کی گواہی چاہتے ہو تو وہ دودھ پیتے بچے کی گواہی کافی ہے۔ جس نے یوسفؑ کے پاک ہونے کی گواہی دی۔ اگر شہادت اس بچہ کی قبول نہیں تو خود زلیخا کی گواہی موجود ہے۔ وَلَقَدۡ رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ میں نے ہی یوسفؑ کو پھسلایا ہے۔ وہ ہمیشہ بچے

ہی رہے۔ اگر زلیخا کی بھی گواہی منظور نہیں تو مصر کی عورتوں کی گواہی موجود ہے انھوں نے کہا مَاعَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کوئی برائی کی ہو۔ اگر عورتوں کی گواہی بھی تمہارے پاس قابل قبول نہیں تو شیطان کی گواہی موجود ہے۔ اس نے کہا تھا۔ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ سب کو بہکاؤں گا مگر تیرے مخلص بندوں کو نہیں بہکا سکوں گا۔ یوسفؑ کے مخلص ہونے پر اللہ گواہ ہے اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ یوسفؑ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔ باوجود اس قدر تقدس و پاکی کے حضرت یوسفؑ یہ فرماتے ہیں۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ میں اپنے نفس کی براءت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ نفس تو برائی کا ہمیشہ حکم کرتا ہے لیکن ناشکری بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہتا ہوں اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔

دوستو! جب یوسف علیہ السلام باوجود اس تقدس و پاکی کے دعویٰ نہ کریں تو ہم آپ کس شمار میں ہیں تو یہ ہم کو سکھانے کے لئے فرماتے ہیں۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ غرض

آج تہمت کا ہوا قصہ تمام　　آج واقف ہوگئے سب خاص و عام
پاک ثابت ہوگئے یوسفؑ نبی　　کیا عنایت ان پر مولیٰ نے کی

مصر کا بادشاہ حضرت یوسفؑ کا مشتاق ہے۔ حکم دیا کہ حضرت یوسفؑ کو ہمارے دربار میں لاؤ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ان کو خاص اپنے کام کے لئے رکھوں گا۔ عزیز مصر کی ماتحتی سے نکال کر نائب سلطنت بناؤں گا۔ مگر اس طرح نہیں تمام شہر میں آئینہ بندی کرو تمام شہر کو طرح طرح کی زینتوں سے آراستہ کرو۔ جگہ جگہ کمانیں بناؤ ' قید خانہ سے ہمارے محل تک دو طرفہ فوج کھڑی رہے شاہی گھوڑا زیور سے آراستہ بھیجو۔ کئی رسالے آگے اور پیچھے رہیں' بادشاہ کے مصاحب نے خدمت میں حاضر ہوکر کہا حضور کو بادشاہ نے یاد فرمایا ہے خلعت فاخرہ پیش کیا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا ایک اور بات ہے جب تک وہ پوری نہ ہو میں قید خانہ سے نہیں نکلوگا۔ بادشاہ سے کہو ظلم سے جو قیدی قید ہیں ان کو بھی میرے ساتھ

قید سے چھوڑ دو۔ بادشاہ نے اس کی بھی اجازت دی۔

یوسف علیہ السلام شاہی خلعت پہن کر شاہی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آج پورے بارہ برس کے بعد قید خانہ سے قدم باہر نکال رہے ہیں۔ بڑی شان و شوکت سے جلوس آپ کا روانہ ہوا۔ دو طرفہ فوج سلامی اتار رہی ہے۔ ہر طرف خوش آمدید کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔

آج ہیں پھر محو حیرت خاص و عام   آج ہے مصر میں وہ اژدھام
آج پھر چرچا ہے گھر گھر آپ کا   آج پھر ہے عام منظر آپ کا
آج پھر بے چین ہے عالم تمام   آج پھر ہے مصر میں اک دھوم دھام

الغرض سواری آپ کی دربار شاہی تک پہونچی ہر شخص کے زبان پر ہے۔

آگئے آنکھوں کے تارے آگئے   آگئے یوسفؑ پیارے آگئے

بادشاہ نے چند قدم آگے بڑھ کر یوسف علیہ السلام کا خیر مقدم کیا۔ بادشاہ نے بغل گیر ہوکر اپنے بازو میں تخت پر بٹھایا۔ نہایت محبت سے باتیں کرنا شروع کیں فَلَمَّا كَلَّمَهُ جب بادشاہ نے آپ سے باتیں کیں تو باتوں سے آپ کا فضل وکمال ظاہر ہوا۔ آپ کی قابلیتؑ آپ کی اعلیٰ درجہ کی رائے ظاہر ہوتی۔ بادشاہ نے خوش ہوکر کہا قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ تم ہمارے نزدیک آج سے بڑے معزز اور معتبر ہو۔

خواب کی تعبیر کا ذکر آیا تو بادشاہ نے کہا اتنے بڑے قحط کا انتظام بڑا بھاری کام ہے یہ انتظام کس کے سپرد کیا جائے قَالَ اجْعَلْنِي عَلٰى خَزَائِنِ الْاَرْضِ حضرت یوسفؑ نے فرمایا ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردیجئے۔ میں ان کی حفاظت کروں گا۔ آمد و خرچ کا انتظام اور حساب کتاب کے طریقے سب سے میں واقف ہوں۔

دوستو! حضرت یوسفؑ یہ عزت دیکھ کر یہ نہیں فرماتے کہ مجھے کنعان کو واپس کیا جائے بلکہ یہیں کے اختیارات مانگتے ہیں۔ ایسا ہی جب مسلمان نیک ہو اور سکرات کے وقت وہ عزت دیکھے پھر دنیا کی طرف پلٹنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ کافر اور گنہگار جب وہاں کے سختیاں دیکھتا ہے تو کہتا ہے رِبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحاً (اے رب! مجھ کو دنیا کے طرف واپس کرتا کہ میں نیک عمل کر کے لوٹ آؤں)

مصر کے بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کے قید خانہ سے نکلتے وقت کیا کیا اعزاز اور احترام کیا ایسے ہی نیک مسلمان کے لئے دنیا قید خانہ ہے۔

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِیْنَ دنیا سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ طرح طرح کے اعزاز و احترام کرے گا۔ فرشتے مبارکباد کہتے ہوئے سامنے آئیں گے اور کہیں گے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ وَادْخُلُو الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُم تَعْمَلُوْنَ۔

اے بندے تم پر سلام ہو جاؤ جنت میں یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ درخواست مخلوق خدا پر شفقت کے لحاظ سے تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ مخلوق کی خدمت کریں۔ کوئی ایسا اہل نہیں تھا۔ ایسا انتظام کوئی دوسرا کر نہیں کرسکتا تھا۔ بادشاہ نے کہا آپ جیسا شخص مجھ کو مل نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے آپ کو عزیز مصر بنایا۔ وزیر مال کا کام بھی آپ ہی دیکھئے مجھ سے کسی چیز کے پوچھنے کی ضرورت نہیں نائب السلطنت بھی آپ ہی ہیں۔ پورے اختیارات آپ کو دیئے گئے میں برائے نام بادشاہ ہوں۔ دوستو! سمجھنے کی بات ہے حسن میں حضرتؑ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے جب کبھی آپ بے نقاب تشریف لائے تو جو دیکھتا عاشق و شیدا ہوجاتا۔ کمزور طبیعت کے لوگ بیہوش ہو ہوکر گر جاتے ۔ حسن یوسفؑ ضرب المثل ہے۔

حسن کی بھی دنیا میں بڑی قدر ہے مال و دولت اس کے سامنے بے حقیقت ہوتے ہیں۔ لیکن جو قدر خدا نے علم کو دی ہے اس کا پاسنگ بھی حسن کو نہیں ملا۔

لیجئے خود قرآن مجید اس کا شاہد ہے ۔ جب تک یوسف علیہ السلام کو علم کی خلعت نہیں ملی تھی حسن تو آپ کا مادری تھا۔ کیا قدر تھی کہیں تو کھوٹے درہموں کو بکے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ پھر قافلہ سالار نے اچھی قیمت سے بیچا۔ غرض باوجود اتنے حسن خداداد کے غلاموں کی طرح بکتے رہے۔ انتہا یہ کہ قید خانہ میں پہونچ گئے۔ اس جیل میں اللہ نے آپ کو تعبیر خواب کا علم دیا۔ جیل سے سیدھے مسند وزارت پر آئے۔ دوستو ! یوسف علیہ السلام کا قصہ سنانے کے پہلے ایک مختصر سی تمہید عرض کرنا ضروری ہے۔ سنئے ذرا دل لگا کر سنئے :-

صاحبو ! کارخانہ قدرت کو آپ نے دیکھا ہر چیز کس انتظام سے ہو رہی ہے کہیں بدنظمی نام کو نہیں۔ جب دیکھو جاڑے کی راتیں لانبی ہوتی ہیں۔ گرمیوں کی راتیں چھوٹی کبھی آپ نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ گرمیوں کی راتیں لانبی ہوں اور جاڑے کی چھوٹی ۔ تیر (مئی) کے مہینے میں گرمی رہے گی ۔ بارش کا آغاز مرگ سے ہوگا۔ غرض ہر چیز کے لئے تو ایک طریقہ مقرر ہے اس کے خلاف ہو نہیں سکتا۔ ایسا ہی عذاب د ثواب کا بھی ایک طریقہ مقرر ہے اس کے خلاف ہو نہیں سکتا۔

سنئے تین عالم ہیں۔ عالم دنیا ' عالم برزخ ' عالم آخرت

ہر کام نیک یا بد کرنے کے بعد اس کا رنگ روح پر اور دل پر جمتا ہے اور عالم برزخ میں چھپتا ہے۔ ہر ایک کام اپنی مناسب صورت میں عالم برزخ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی عالم برزخ کو قبر کہتے ہیں۔ ہر کام کی جو صورت بنتی ہے قیامت تک وہیں عالم برزخ میں رہتی ہے۔ پھر جب قیامت میں یہ دونوں عالم فنا ہو جائیں گے۔ کثافت کی چادر اتار کر سارا عالم لطیف و نورانی ہو جائے گا۔ عالم برزخ میں جس کام کی جو صورت بنی تھی وہ کامل طور پر قیامت میں ظاہر ہو جائے گی۔ تو ہر نیک و بدکام کے موجود ہونے کی تین حالتیں ہیں : (1) صدور (2) ظہور مثالی (3) ظہور حقیقی' اس کی مثال ایسی ہے جیسے ٹیپ ریکارڈ۔ جب آدمی بات کرتا ہے تو اس کے تین مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ بات منہ سے نکلی۔ دوسرا مرتبہ یہہ ہے کہ فوراً وہ الفاظ ٹیپ

ریکارڈ میں بند ہوگئے اور اس میں چھپ گئے۔ تیسرا مرتبہ یہہ ہے کہ جب بٹن دبادیا تو بعینہ وہی آواز ظاہر ہوتی ہے۔اس لئے منہ سے نکلنا عالم دنیا کی مثال ہے۔

کوئی شخص اس میں شک نہیں کرتا کہ الفاظ تو منہ سے نکلتے ہیں ٹیپ ریکارڈ میں بند ہوجاتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ نکالنے کے وقت وہی بات نکلے گی جو اول منہ سے نکلی تھی۔ اس کے خلاف نہ نکلے گی۔ اس طرح مسلمان کو اس میں شک نہیں کرنا چاہئے کہ جس وقت کوئی عمل نیک یا بد اس سے ہوتا ہے وہ عالم برزخ میں چھپ جاتا ہے اور قیامت میں اس کا پورا ظہور ہوگا کیوں کہ قدرت کے کارخانہ میں جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے اس کے خلاف بھی ہو نہیں سکتا۔ ایسا ہی نیک و بد عمل کا جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے اس کے خلاف بھی ہو نہیں سکتا اچھا ایک اور مثال سے سمجھئے درخت پیدا ہونے کے تین مدارج ہیں۔تخم ڈالنا' زمین سے پودے کا نکلنا' بڑا ہو کر پھل پھول لگنا۔

صاحبو! کیا خود بخود بغیر تخم کے درخت نکلتا ہے اور بغیر درخت کے پھل پھول لگ جاتا ہے؟ نہیں! صاحبو! یہ سب تخم ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ ایسا ہی عمل کرنا تخم ڈالنا ہے عالم برزخ میں چھپنا درخت نکلنا ہے۔ قیامت میں آثار کا کامل ظاہر ہونا پھول پھل لگنا ہے۔تخم میں پھول پھل پتے ڈالیاں سب موجود ہوتے ہیں۔ مگر نظر نہیں آتے۔ جب تخم زمین میں ڈالا گیا تو درخت اور پھول پتے وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں جو تخم میں نظر نہیں آتے تھے۔ ایسے ہی نیک و بد عمل میں سب کچھ عذاب و ثواب ہے مگر نظر نہیں آتا۔ قبر اور قیامت میں ظاہر ہوجائے گا جو تخم دیکھے اور درخت نہ دیکھے اس کو اعتبار نہ آئے گا اس تخم سے یہ درخت نکلتا ہے۔ ایسا ہی ہم کو اعمال کے نتیجہ کا جو قبر اور قیامت میں ہوگا چوں کہ دیکھا نہیں ہے ہرگز اعتبار نہیں آتا ہے تو جیسے اس شخص کو جو تخم دیکھے اور درخت نہ دیکھے اس شخص کا اعتبار کرنا چاہئے جس نے تخم اور درخت دونوں دیکھے ہیں۔ اور یہ کہتا ہے کہ اس تخم کا یہ درخت ہے۔ جیسے املی کا درخت اور اس کا تخم۔

سوچو ایسے ہی اعمال کا نتیجہ قبر و قیامت میں جو ہوگا پیغمبروں نے دیکھا ہے ان کا اعتبار کرنا چاہئے۔

تو صاحبو! جیسے دنیا کا کارخانہ غیر منظم نہیں' ایسا ہی آخرت کا کارخانہ بھی غیر منظم نہیں ہے کہ جس کو

چاہا پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا اور جس کو چاہا جنت میں بھیج دیا۔ یوں تو خدا کو اختیار ہے مگر اسکی اس طرح عادت نہیں بلکہ انسان کے جزاؔ و سزا کی یہ صورت ہے کہ جب انسان لباس جسمانی کو ایسی حالت میں اتارتا ہے کہ اس نے نیکیاں کر کے ملکوتیت کو غالب اور بہیمیت کو مغلوب کرلیا ہے تو لوہا جیسے مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے۔ ایسا ہی وہ علیین یعنی اچھے لوگوں کی طرف کھنچتا ہے اس کے اعمال جو عالم برزخ میں جمع ہیں۔ عمدہ صورتوں میں اس کے سامنے آتے ہیں اور وہ اعمال جنت کی ہوائیں اور خوشبو بن کر اس کو آرام پہونچاتے ہیں اور جو شخص کہ برائیاں کر کے ملکوتیت کو مغلوب اور بہیمیت کو غالب کررہا ہے۔ تو وہ سجین یعنی برے لوگوں میں کھچ کر جاتا ہے۔ اس کے اعمال جو عالم برزخ میں جمع ہیں سانپ' بچھو' گرز' آگ بنکر ایذا دیتے ہیں۔ وہ ان سے رنج اٹھاتا ہے۔ پھر قیامت میں پورا ظہور ہوکر نیک کو جنت میں اور بد کو دوزخ میں جانا ہوگا۔ جیسے عالم دنیا سے چیزیں عالم مثال میں چھپتی ہیں ایسا ہی ادھر آنے والی چیزیں عالم مثال میں رہتی ہیں۔ پھر اس عالم میں ظاہر ہوتی ہیں۔ جو برے اعمال اس عالم سے عالم برزخ میں چھپتے ہیں تو اصل تو قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ مگر اس کے آثار کسی قدر پھر اس عالم میں طاعون و وباء اور قحط و مغلوبیت وغیرہ عذاب بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔

یورپ کا سائنس داں کہتا ہے کہ بخارات یعنی پانی کے چھوٹے چھوٹے ذرات کشش آفتاب سے چڑھتے ہیں۔ زمہریر کی سردی سے جم کر بارش بن کر ٹپک پڑتے ہیں تو اس کو مان لیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہی برے بھلے اعمال عالم مثال میں چھپ کر کسی قدر پھر اس عالم میں قحط طاعون' وبا' مغلوبیت بن کر ظاہر ہوتے ہیں تو اس کو کیوں نہیں مانا جاتا؟

ایسے ہی نیک اعمال جو عالم برزخ میں چھپتے ہیں ان کا اثر کامل طور پر تو قیامت میں ظاہر ہوگا۔ مگر کسی قدر اس میں بھی الٹ کر ظاہر ہوتا ہے۔

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں کے مظالم ہوئے' مصر کی غلامی رہی قید کی زندگی گذاری ان طرح طرح کے مصیبتوں پر آپ نے صبر کیا۔ راضی برضائے الہٰی رہے۔ یہ نیکیاں عالم برزخ میں چھپیں اور یہ

تبدیل صورت اس عالم میں ان کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ عزت ملی، حکومت ملی، وزیر اعظم بنے، نائب السلطنت بنے، بادشاہ نے اپنی انگوٹھی ان کو پہنائی اپنا لباس دیا۔ سواری دی، ان کا شاہانہ جلوس نکالا۔ ان کا لقب جہاں پناہ رکھا۔ عام اعلان کیا گیا کہ یوسف کو اختیارات شاہی عطا کئے گئے۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ہم نے ایسے عجیب طور پر یوسف علیہ السلام کو ملک میں بااختیار بنادیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں ایسی آزادی جیسے بادشاہوں کو ہوتی ہے یا تو وہ وقت تھا کہ کنویں میں محبوس تھے پھر عزیز کی ماتحتی میں قید رہے، پھر قید خانہ میں بند رہے یا آج یہ خود مختاری اور آزادی عنایت ہوئی کہ تمام مصر میں حضرت یوسف ہی کی حکومت تھی جو چاہتے احکام نافذ کرتے۔

دنیا کا دستور ہی یہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی عادت اس طرح کی ہے کہ سختی کے بعد آرام دیا کرتا ہے۔ نو مہینہ بچہ رحم میں خون پیتا ہے۔ جب کہیں چاند جیسا ہوکر باہر آتا ہے۔ لعل پتھر میں ایک زمانہ تک آفتاب کی تپش کی سختی جھیلتا ہے تب کہیں نمول لاقیمت ہوکر نکلتا ہے۔

مسلمانو! اس سے تم کو سبق لینا چاہئے۔ گو کیسی ہی ناامیدی کی حالت ہو مگر تم کو ناامید نہ ہونا چاہئے۔ وہ جو غلامی سے نکال کر بادشاہت پر پہونچا سکتا ہے وہ جو فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے اس پر اعتماد رکھو مگر خود میں قابلیت پیدا کرو، شرک اور گناہوں سے بچو حضرت یوسفؑ کی طرح تقویٰ اور عصمت، صبر اور استقامت حاصل کرو اور حکومت کرنے کی صلاحیت پیدا کرو، پھر دیکھو وہ کارساز حقیقی کس طرح تمہاری مدد کرتا ہے۔

تمام ملک مصر میں خوشی کا عالم ہے۔ ہر ایک باغ باغ نظر آرہا ہے۔ دربار یوسفی سے نئے نئے احکام جاری ہورہے ہیں۔ تمام امور سلطنت میں آپ نے وہ اعلیٰ انتظام اور بندوست کئے کہ تمام دنیا میں آپ کی شہرت ہوگئی۔ بادشاہ کے خواب کی تعبیر ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔ اب یہاں سے وہ سات سال شروع ہوتے ہیں جن میں غلہ کثرت سے پیدا ہوگا تو آپ نے تمام زمینداروں اور کسانوں کے نام احکام صادر کئے کہ تمام

مصر کی زمین میں غلہ بویا جائے۔ زمین کا محاصل معاف کیا جاتا ہے۔ بجائے محاصل کے نصف غلہ خود ہی رکھیں اور نصف ہمارے پاس داخل کیا جائے۔ ادھر آپ نے بہت بڑے جنگل میں بڑے بڑے مکان بنوائے جس میں وہ غلہ جمع رہے گا اور قحط میں مخلوق کے کام آئے گا۔

سات سال میں خوب غلہ جمع ہوگیا اس انتظام سے آپ فارغ ہوکر سلطنت کے دوسرے کاموں کی اصلاح میں مشغول ہیں۔

(۱) ایک تو آپ کو سلطنت دی گئی۔

(۲) دوسری چیز نبوت دی گئی۔ نیکیاں عالم برزخ میں چھپتی ہیں۔ پھر الٹ کر ان کا اثر اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے۔

نبوت ان چیزوں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا کی رحمت ہے۔ نبوت نیکیوں کا دنیوی معاوضہ نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَآءُ جس کو چاہتے ہیں ہم اپنی رحمت یعنی نبوت عطا کرتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی قابل ذکر نیکی عفت و عصمت ہے کہ جس کو آپ نے کیسے کیسے نازک موقعوں پر بچایا ہے۔ یہ نیکی بھی عالم برزخ میں چھپی اور پھر جب الٹ کر دنیا میں آئی تو اس کا اثر دنیا میں یہ ہوا کہ زلیخا سے آپ کا نکاح کروادیا گیا اس کا واقعہ اس طرح ہوا۔

جب عزیز مصر وزارت سے علحدہ کیا گیا تو وہ اس صدمہ کی تاب نہ لاسکا چند روز میں مرگیا۔ اب غمزدہ زلیخا سخت حیران و پریشان ہے۔ وزارت جاتے ہی گھر پر اب کوئی نہ رہا۔ عزیز بھی مرگیا۔ گھر میں کوئی اولاد نہیں سب سے زیادہ یوسفؑ کی جدائی اس کی جان لے رہی ہے۔ زلیخا ہے اور یوسفؑ کا خیال ہے عشق اپنے زوروں پر ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا آپ نے قصہ سنا ہوگا۔ جب آپ کے پاس فرشتے آزمائش کے لئے آتے ہیں اللہ کہتے ہیں تو آدھا مال لٹاتے ہیں پھر اور نام لینے کی درخواست کرتے ہیں اس طرح نام اللہ کا لینے والوں کو کل مال دے دیتے ہیں۔

یہ عشق حقیقی تھا۔

عشق مجازی میں یہ ہی رنگ زلیخا پر جما ہے جو کوئی اس کے پاس آکر پیارے یوسفؑ کا نام لیتا ہے یا ان کا کچھ ذکر کرتا ہے تو مٹھیوں سے اشرفیاں اور جواہرات دیتی ہے جس سے یہ تھوڑے ہی دنوں میں مفلس ومحتاج ہوگئیں۔ رہنے کا محل تک لٹادیا جس راستہ سے حضرت یوسفؑ کا گزر ہوتا تھا وہاں ایک جھونپڑی ڈال کر پڑی ہے۔

معمولی مصیبتوں میں انسان بوڑھا ہوجاتا ہے طرح طرح کی مصیبتوں کے سوا یوسفؑ کی جدائی کی مصیت نے اس کو نہایت بوڑھی بنادیا۔ آنکھوں سے روتے روتے اندھی ہوگئیں کمر جھک گئی۔ بال سفید ہوگئے۔ دانت گر گئے سب کچھ ہوگیا مگر یوسفؑ کی محبت دل سے نہ گئی۔

ہر گہہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

''سب کچھ ہوگیا ہوں مگر جب معشوق کا نام لیتا ہوں نوجوان ہوجاتا ہوں''

ایک یہ محبت ہے اور ایک ہماری محبت خدا کے ساتھ ہے سب کچھ رکھ کر پھر اس سے کورے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت آگئی تو پھر دیکھئے دل میں کیا کیا بدگمانیاں آتی ہیں۔

ایک سنسان میدان ہے' ہوکا عالم ہے جہاں آدم نہ آدم زاد' ایک ٹوٹی سی جھونپڑی ہے زلیخا عزیز مصر کی بیگم رہتی ہے۔ حضرت یوسفؑ کی سواری جب اس طرف سے گزرتی ہے تو ان کے گھوڑے کے سموں کی آواز سے دل بہلاتی ہے۔ لوگوں سے کہتی ہے لوگو! مجھے راستہ کے کنارے لے چلو یوسفؑ نہ سہی ان کے گھوڑے کے سم کی گرد تو مجھ پر پڑے گی۔ اسی کو میں اپنا وصال سمجھوں گی بچوں کی شرارت مشہور ہے ان کو یہ شرارت سوجھتی تھی کہ جب فوج سامنے سے گذرتی تو بچے کہتے زلیخا یہ دیکھو یوسفؑ آئے وہ کہتی میں تو اندھی ہوں مگر دل محبت میں زندہ ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے اس میں میرا جاناں نہیں ہے''۔

جب یوسفؑ آتے تو بچے کہتے خدا جانے یوسف کب آئیں گے؟ زلیخا کہتی ارے مجھے دھوکا مت دو

میری جان یہ کیا ہے گزر رہا ہے۔ زلیخا گرتی پڑتی قریب سواری کے جانا چاہتی ہے تو نقیبوں اور چوبداروں سے ہٹو بڑھو دور ہو کی آواز سنتی ہے تو کہتی ارے ایک زمانے سے دور ہوں باوا اور کیا دور کرے گا لے خود ہی دور ہوتی ہوں یہ کہہ کر بے ہوش ہو کر گر جاتی ہے۔جبہ جسم پر ہے اور ایک رسی سے کمر بندھی ہوئی۔ ٹوٹی چھونپڑی میں ہے۔ آپ کچھ جانتے ہیں کہ یہ اندھی بوڑھی کون ہے؟ یہ وہ ہے جس نے یوسفؑ کو جواہرات میں تولا تھا' میں ان کے استقبال کے لئے ان کی راہ میں زر و جواہر نہیں بلکہ پلکیں بچھادی تھی۔ تمام مصر کو دلہن بنا کر ان کے سامنے آئی تھی۔ یہ وہی زلیخا ہے جو آج کس برے حال میں خراب و خستہ پڑی ہوئی یوسفؑ یوسفؑ کہہ کر ٹھنڈی سانس بھرتی ہے۔کوئی اس کا پرسان حال نہیں جو کوئی راستہ سے گذرتا تو زلیخا کی یہ حالت دیکھ کر رو دیتا۔

زلیخا آج تک اپنے پرانے مذہب پر ہے بت پرستی کرتی ہے۔ ہمیشہ اس پتھر سے یوسفؑ کو مانگتی ہے جب پتھر سے یوسفؑ کو مانگتے مانگتے عاجز ہوگئی۔ مگر پتھر کو کیا خبر؟" اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کھوئے" حضرت یوسفؑ کی صحبت نے اثر کیا توفیق الٰہی نے مدد کی' دیکھا کہ سارے اسباب منقطع ہوگئے ہیں۔ بجز خدا کے کوئی سہارا نہیں ہے۔ بت سے کہا جب تجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا تو پھر تو کس کام کا؟ "صنم کو توڑا اور صمد سے دل کو جوڑا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ منہ سے نکلا مسلمان ہوگئی اور عرض کیا الٰہی یا تو مجھے یوسفؑ سے ملا یا یوسفؑ کی محبت میرے دل سے نکال لے اور اپنی محبت دے۔ الٰہی وہ دن دکھا کہ مجھ کو یوسفؑ تلاش کریں اور میں یوسفؑ سے چھپوں' وہ مجھے منتیں کر کے بلائیں اور میں ان سے بھاگوں۔ وہ اپنا حسن و جمال مجھے دکھائیں۔ میں ان سے منہ پھیرلوں۔ الٰہی یوسفؑ مجھ کو دیکھیں اور میں تجھ کو دیکھوں ۔ زلیخا دعائیں مانگ رہی تھی۔ فرشتوں نے عرض کیا الٰہی اب تو زلیخا تیری ہوگئی ہے اس کی مراد پوری کر۔ حکم ہوا ملائکہ مجھے میری ذات کی قسم ہے دیکھو کل کیا ہوتا ہے۔

دوسرے دن حضرت یوسفؑ کی سواری بڑی شان سے مصر میں نکلی۔" زلیخا کے جھونپڑے کے پاس

ے گزری۔ زلیخا لکڑی لے کر سڑک کے کنارے کھڑی رہی اور کہنے لگی سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوكَ عَبِيْدًا بِالْمَعْصِيَةِ وَجَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوكاً عَلَى الطَّاعَةِ پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام بنایا گنہگاری کے سبب سے اور غلاموں کو بادشاہ بنایا اپنی طاقت اور تابعداری کے سبب سے۔

زلیخا ہمیشہ ایسی ہی آوازیں لگایا کرتی تھی۔ لیکن کون سنتا تھا آج زلیخا کا خدا حامی ہے۔ زلیخا کی یہ آواز حضرت یوسفؑ کے کان میں پہونچی۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا جلد دیکھو یہ کون فریاد کرتا ہے اس کو کیا تکلیف ہے۔ حضرت یوسفؑ کا غلام زلیخا کی جھونپڑی کی طرف دوڑا' دیکھا کہ ایک بڑھیا اندھی فریاد کرتی ہے۔ جا کر عرض کیا ایک اندھی عورت ہے وہ کچھ فریاد کرتی ہے فرمایا جاؤ پوچھو کیا مانگتی ہے۔ غلام گیا اور پوچھا بڑھیا جلد بتا تیری کیا حاجت ہے۔ زلیخا نے کہا تو کون ہے اس نے کہا حضرت یوسفؑ کا غلام ہوں۔ یہ سن کر زلیخا نے کہا ہٹ جا تجھ سے کیا کام ہے جس نے تجھے بھیجا ہے اس کو ہمارے پاس بھیج۔ غلام نے حضرت یوسفؑ سے عرض کیا حضور وہ عورت بڑی مغرور و متکبر ہے کہتی ہے کہ جا اُسے بھیج جس نے تجھے بھیجا ہے۔ غلام ادھر گیا ادھر زلیخا دعا کرنے لگی الٰہی بتوں میں تو اتنی بھی طاقت نہیں تھی یوسفؑ کے غلام کو میرے پاس لائیں۔ وہ یوسفؑ کو کہاں لا سکتے تھے۔ مگر کیا الٰہی تجھ میں اتنی طاقت نہیں جو یوسفؑ کو میرے پاس لائے۔ یہ سنتے ہی دریائے رحمت جوش میں آیا۔ حکم ہوا جبرئیل یوسفؑ سے کہو جاؤ اس بڑھیا کی مزاج پرسی کرو۔

حضرت یوسفؑ فوراً سواری سے اتر پڑے۔ زلیخا کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے فرمایا اے عورت تو کون ہے زلیخا نے کہا میں وہ ہوں جس نے تم کو جواہرات' سونا' چاندی خرچ کر کے مول لیا تھا۔ میں وہ ہوں کہ جب سے تم کو دیکھا کبھی رات کو سوئی نہیں' کبھی پیٹ بھر کھانا کھایا نہیں' افسوس تم اتنا جلد مجھے بھول گئے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم بلائے سے کبھی آئے نہ تم خود سے کبھی آئے۔ آج تم کو کسی نے بھیجا ہے یا تم اپنے آپ آئے ہو' حضرت یوسفؑ نے فرمایا آج مجھے رب العالمین نے بھیجا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جاؤ اس بڑھیا کا دل خوش کر کے آؤ' یہ سنتے ہی زلیخا کے دل میں عشق الٰہی کی پہلی بنیاد پڑی عرض کیا۔

اے تھوڑا لے کر بہت سا دے کر مالا مال کرنے والے خدا تیرا شکر ادا کرتی ہوں۔

ابھی تو لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ منہ سے نکالا ہے کہ یوسفؑ ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہیں، کھڑے کیا ہیں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تیری دلی تمنا کیا ہے؟ کفر کی حالت میں جواہر نگار محلوں میں نہ آئے اگر دھوکے سے لے گئی تو پیچھا چھڑ کر بھاگ گئے۔ آج جنگل ہے چٹیل میدان ہے جھونپڑی ہے۔ لیکن بت پرستی چھوڑ کر خدا پرست ہوئی ہوں۔ ابھی ابھی مسلمان ہوئی ہوں۔ یوسفؑ سامنے کھڑے ہیں۔ کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔

یوسفؑ نے پوچھا زلیخا! وہ تمہارا حسن وجمال اور مال و دولت کیا ہوے۔ زلیخا کہا جس نے تم کو قید خانہ سے نکال کر سلطنت دی۔ اسی نے میرا حسن وجمال اور مال لے لیا۔

حضرت یوسفؑ پوچھتے ہیں اچھا زلیخا بتاؤ تمہاری کیا آرزو ہے۔ زلیخا نے کہا تم پوچھتے ہو یا کوئی اور پوچھتا ہے۔ آپ نے فرمایا جلدی بتاؤ تمہاری تمنا کیا ہے۔ زلیخا کہنے لگی میری تمنا وہی ہے جو شروع سے تھی اور اب تک ہے آپ نے فرمایا زلیخا اب تو تم بوڑھی ہوگئی ہو تم اس قابل نہیں رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا یوسفؑ زلیخا کے طرف سے ہم کہتے ہیں وہ قابل نہیں تو کیا ہوا ہم تو قدرت والے ہیں اس کو قابل بنا سکتے ہیں۔ یوسفؑ معجزہ دکھاؤ جبرئیل نے زلیخا پر ہاتھ پھیرا آنکھیں روشن ہوئیں۔ کمر سیدھی ہوئی نئے سرے سے جوان بنی۔ یوسفؑ اس وقت (۳۰) سالہ ہیں اور زلیخا سترہ (۱۷) سالہ۔

زلیخا کے جوان ہونے میں وہمیوں کو شک میں رہنے دو۔ جن کو معجزہ اور کرامات کا انکار ہو تو وہ زلیخا کا جوان ہونا نہ مانیں۔ ہم تو جانتے ہیں جو خدا ایسی قدرت والا ہے جو سب کو جنت میں جوان کر کے بھیجے گا وہی قدرت والا ہے۔ جس نے زلیخا کو جوان کیا۔

یورپ میں جرمنی اور فرانس کے ڈاکٹر بندر کے غدود لگا کر بڈھے انسان کو جوان بنا رہے ہیں اس کا کسی کو انکار نہیں کسی پیغمبر کے معجزے اور خدا کی قدرت سے کوئی جوان ہوئی تو انکار ہے۔

آپ تو قائل رہیں کہ زلیخا جوان ہوگئی۔ حضرت یوسفؑ سے نکاح ہوگیا فرشتوں نے مبارک باد دی

حضرت یوسفؑ نے دلہن کے حجرہ کو طرح طرح سے آراستہ کیا جب رات ہوئی تنہائی میں حضرت یوسفؑ نے زلیخا سے کہا کیوں زلیخا وہ اچھا تھا کیا یہ؟

اس وقت خدا کا غضب ہوتا' مخلوق میں بدنامی' عزیز کے سامنے ندامت اوراب خدا کی عنایت ہے اور مخلوق مبارکباد دے رہی ہے۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ اب مجھے معاف کرو۔ تمہارا عشق مجازی' عشق حقیقی ہوگیا ہے اور حضرت یوسفؑ کے دل میں جائز محبت زلیخا کی پیدا ہوگئی ہے۔ زلیخا کے لئے عبادت خانہ بنادیا گیا تھا۔ وہ ادھر خدا کی عبادت کرتی ادھر حضرت یوسفؑ کی خدمت۔

ایک رات کو یوسفؑ نے چاہا کہ زلیخا ان کے پاس سے نہ جائے اور زلیخا مشتاق عبادت تھیں وہ انھیں آپ نے ان کو پکڑا وہ چھڑا کر بھاگیں تو یوسفؑ نے پیچھے سے کرتہ پکڑا۔ اس کشاکشی میں زلیخا کا کرتہ پھٹ گیا' جبرئیل وہیں تھے انھوں نے کہا یوسفؑ اس کرتے کے بدلہ یہ کرتہ ہوگیا۔ خانہ ہفتم میں اس نے تمہارا کرتہ پھاڑا تھا آج تم نے اس کا کرتہ پھاڑ دیا۔ یوسفؑ نے کہا کیا زلیخا تم وہ نہیں ہو جنھوں نے میرے لئے کیا کچھ نہ کیا تھا۔ زلیخا نے کہا یوسفؑ میں تمہاری ہوں مگر میرا دل وہ نہ رہا پہلے یوسفؑ کی طالب تھی اب یوسفؑ کے خالق کی طالب ہوں۔

صاحبو! انسانی زندگی پر آپ نے نظر ڈالی ہوگی انسان کی زندگی کی ابتدا ہوتی ہے بچپنے سے۔ بچپنے میں لذت ومزہ کسی چیز میں نہیں آتا اگر مزہ آتا ہے تو کھیل میں ۔ اگر بچہ سے کہا جائے کہ کھیلو مت ہم تمہارا ایک جوان عورت سے نکاح کردیتے ہیں' جماع میں بڑا مزہ آتا ہے ۔ بچہ کہے گا غلط اس میں کیا مزہ ہے؟ اگر مزہ ہے تو پتنگ میں' چینڈ ول میں' لٹھو میں ۔ جوان ہنستے ہیں کہ اس کو معلوم ہی نہیں اگر معلوم ہوگا کہ عورت میں کیا مزہ ہے تو سب کھیلوں کو آگ لگادے گا۔

جب جوان ہوا تو معلوم ہوا کہ عورت میں کیا مزہ ہے۔ اب اچھے کپڑے میں بھی مزہ آرہا ہے۔ اچھے کھانوں میں بھی مزہ آرہا ہے۔ بچپنے کے کھیلوں پر خود ہنستا ہے کہ لاحول ولاقوۃ میں نے اب تک بے کار عمر

ضائع کی۔ عورت کے، کپڑے کے، کھانے کے مزہ کے سامنے کھیل کا مزہ کچھ بھی نہیں۔ ان سب مزوں کو لذات حسی کہتے ہیں اس کے بعد ایک اور لذت ہے جس پر سے انسان کھانے پہننے کی لذتوں کو قربان کردیتا ہے وہ لذت حکومت کی ہے۔ یہ ڈگری ہوتو یہ عہدہ ملتا ہے۔ کھانا پینا نیند برباد کرکے حکومت کے لئے کوشش کرتا ہے حالاں کہ یہاں ایک خیالی لذت ہے۔ صرف خیال پر مزہ لے رہا ہے اس کو لذّت خیالی کہتے ہیں۔ یہاں تک تو نفس و شیطان ساتھ ہیں ان لذتوں کو پر لذت بناکر دکھاتے ہیں اس کے آگے ایک اور لذت ہے اس کو لذت قلبی کہتے ہیں۔ وہ خدا کے عشق و محبت کی لذت ہے جیسے بچہ عورت کی لذت سے انکار کرتا تھا ایسا ہی سب اس دل کی لذت سے انکار کرتے ہیں۔ جب بچہ جوان ہوا اور عورت کی لذت ملی تو اب کہتا ہے میری وہ سب پچھلی عمر ضائع گئی۔ ایسا ہی اس دل کی لذت سے انکار کرتے ہیں۔

اس دل کو اس لذت کا مزہ لگ جائے تو وہ بھی یہ ہی کہے گا کہ افسوس میں نے اپنی ساری عمر برباد کی۔

لذت حسی و خیالی چند روزہ لذت ہے لذت قلبی ابدالآباد کی لذت ہے۔

لذت حسی و خیالی میں طرح طرح کی مصیبتیں ہیں عورت ناموافق ہوئی گھر قید خانہ ہوگیا۔ حکومت میں بالادست حاکم کی طرف سے سختیاں وبال جان ہیں۔ غرض ایک مزہ کے ساتھ ہزارہا بدمزگیاں ہیں مگر دل کی لذت میں مزہ ہی مزہ ہے۔ بے مزگی نام کو نہیں۔ جیسے آب حیات ظلمات میں چھپا ہوا ہے۔ ایسا ہی دل کی لذت لذات حسی و خیالی میں چھپی ہوئی ہے۔ کوئی لذت حسی میں اٹک گیا ہے کوئی لذت خیالی میں۔

ایک زمانہ تک زلیخا بھی لذت حسّی اور لذت خیالی میں پھنسی رہی صرف لذت حسی ولذت خیالی کے پیچھے کس قدر بے شمار خزانہ اور کیسی اُٹھتی جوانی اور کیسا بے نظیر حسن خاک میں ملادیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ ناکام ہی رہی۔ ہائے یہ خزانہ یہ جوانی یہ حسن، لذت قلبی کے لئے لٹاتی تو کیا اچھا ہوتا۔ زلیخا اگر خدا تمہاری مدد نہ کرتا تو تم برباد ہوچکی تھیں۔ اس نے مدد کی تم کو لذت قلبی حاصل ہوگئی ہے کہ اب یوسفؑ تمہاری طرف متوجہ ہیں اور تم خدا کی طرف ہو۔

کیوں بی زلیخا تم سب لذتیں لے چکی ہو۔ تم بادشاہ کی بیٹی، وزیر کی بیوی اس سے بڑھ کر اور کیا حکومت ہوسکتی ہے۔ یہ خیالی لذت بھی تم لے چکی ہو حسّی لذت کا کیا پوچھنا۔ سب مزے تم کو حاصل تھے آخر میں قلبی لذت ملی۔ سچ بتاؤ کونسی لذت میں مزہ بڑھ کر ہے دریا و قطرہ کی بھی مناسبت نہیں۔ زمین و آسمان کی مثال بھی ٹھیک نہیں۔ عرش و فرش کا فرق کچھ نہیں لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اس کا جیسا کوئی نہیں۔

غرض یوسف و زلیخا علیہما السلام خوش ہیں خدا کی عبادت کرتے ہوئے زندگی بسر کررہے ہیں ان کے دولڑکے بھی پیدا ہوئے ہیں۔ ماں ویسی، باپ ویسے ان بچوں کے حسن کا کیا کہنا شمس و قمر تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ نیکوں کا اجر اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتے۔

عالم مثالی و برزخ سے جو اثرات الٹ کر آئے سو وہ یہ ہیں۔ مگر اعمال صالحہ کا اصل و کامل ظہور تو قیامت میں ہوگا۔ اس لئے فرماتا ہے۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔

آخرت کا اجر تو دنیا کے اجر سے مسلمان متقیوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔

الغرض اب تمام ملک مصر میں حضرت یوسفؑ ہی کی حکومت تھی۔ جو چاہتے احکام نافذ کرتے اور بی زلیخا جیسی فرشتہ صفت حور کی طرح خوبصورت نوجوان عورت آپ کے نکاح میں ہے لیکن یہ دراصل بہت ہی حقیر اور ادنیٰ ثواب ہے اور جو کچھ ان متقیوں کو ملنے والا ہے وہ تو مرنے کے بعد ہی ملے گا۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔

تقویٰ کرنے والوں کا آخرت کا اجر دنیا کی تمام نعمتوں سے بہت بہتر ہے۔ اس لئے کہ دنیا کے اجر کو بقا ہے فنا کے ساتھ۔ کہاں ہے ملک مصر اور کہاں ہیں زلیخا؟ آخرت کے اجر میں بقا ہے۔ فنا نام کو نہیں۔ دنیا میں جو اجر عطا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مشقتیں ہی مشقتیں ہیں۔ آخرت کے اجر میں عطا ہے پھر اس کے بعد مشقت نہیں۔

اسی واسطے کہا گیا ہے کہ اگر دنیا سونا ہوتی اور فانی۔ آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی تو آخرت دنیا سے

بہتر ہوتی چہ جائیکہ دنیا ٹھیکری ہے اور فانی اور آخرت سونا ہے اور باقی تو پھر آخرت کس طرح بہتر نہ ہوگی؟

حدیث :- ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جنت بنائے جانے کی کچھ کیفیت بیان فرمایئے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا جنت کی دیواریں ایک اینٹ سونے کی ایک اینٹ چاندی کی ہیں اس کا گارا مشک خالص کا اس میں بجائے گھانس کے زعفران ملی ہوئی ہے۔

جنت میں کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں جو اس میں داخل ہوگا طرح طرح کی نعمتوں میں ہمیشہ رہے گا' نہ مرے گا نہ بیمار ہوگا' نہ کپڑے پرانے ہوں گے نہ جوانی ڈھلے گی ۔ جیسے دنیا میں دن بدن حسن گھٹتا اور بڑھاپا آتا جاتا ہے ایسا ہی وہاں دن بدن حسن وجمال بڑھتا جاتا ہے۔نوجوان رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں چارقسم کے باغ اور چارقسم کے محل اور چارقسم کے پینے کی چیزیں اور چارقسم کی خلعتیں ہیں۔ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا ہمیشہ رہنے کے باغ جس میں وہ داخل ہوں گے۔ كَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا خَالِدِيۡنَ فِيۡهَا ان کو باغ فردوس ملیں گے اس میں اللہ کی طرف سے مہمانی ہوگی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَأۡوٰى ان کے لئے جنت ماوی ملے گی۔

لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِيۡمِ ان کے لئے نعمتوں کے باغ ہوں گے پہلا محل لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ان کے لئے جنت میں ہمیشہ رہنے کا محل ہوگا۔

وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ اَدۡخَلَنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ جنتی کہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے محل میں داخل کیا۔

اِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ لَهِىَ الۡحَيَوَانُ بے شک آخرت کا محل ہمیشہ کی زندگی کا محل ہے۔

پہلا شربت فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ جنت میں ایسے پانی کی نہریں ہوگی جو نہیں سڑنے والا ہے۔

وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ کبھی متغیر نہ ہوگا۔

وَأَنْهَرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے لذت ہی لذت ہے۔

وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى اور صاف کئے ہوئے شہد کی نہریں ہیں۔

پہلی خلعت عطا کی۔ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ نہیں منقطع ہونے والی عطا ہوگی۔

خلعت بقا کی خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

خلعت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ اللہ کی رضا مندی کی سب سے بڑی خلعت ۔

خلعت ملاقات الٰہی کی تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ اللہ کی ملاقات کے دن ان کی تحیۃ (یعنی ان کو تحفہ) سلام ہوگی۔ یہ ہے اجر آخرت کا۔

یہ ہے نمونہ جنت کی نعمتوں کا۔

دوستو! آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا یہ مفت ملنے کی چیزیں ہیں۔؟

حضرت یوسف علیہ السلام مفت بادشاہ نہیں بنائے گئے۔ بھائیوں نے ان کو باپ سے جدا کرکے کنویں میں گرایا۔ پھر کھوٹے داموں میں بکے' طرح طرح کی مصیبتوں سے سفر کی سختیوں سے' قید کی ذلت سے' حضرت یوسفؑ کی آزمائش کی گئی۔

حضرتؑ ان تمام بلاؤں کا مزہ چکھنے کے بعد مصر کے بادشاہ ہوئے۔

مسلمانوں! تم کو بھی مفت جنت نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرنا جنت کی اجرت ہے جب اس کی تابعداری کروگے خاندان سے' برادری سے' جدا ہونا پڑے گا' طرح طرح سے آزمائش کی جائے گی۔

جاڑوں کی نماز' گرمیوں کے روزے' احکام الٰہی کی پابندی ان سب سختیوں کا مزہ چکھنے کے بعد جنت کے بادشاہ بنائے جاؤ گے۔ یہ ہے جنت کی اجرت۔

دوستو! اگر جنت لینا ہوتو اٹھو خدا کی تابعداری کر کے جنت کی اجرت دو۔

حکایت:- ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز حمام میں جانا چاہا' حمام کے مالک نے آپ کو روکا کہ بغیر اجرت کے حمام میں نہیں جاسکتے۔ آپ رونے لگے اور فرمایا کہ شیطان کے گھر میں تو مجھے مفت نہیں جانے دیتے ہیں۔ نبیوں اور صدیقوں کے گھر میں کیسے بغیر اجرت کے جانے دیں گے۔

نبیوں اور صدیقوں کے گھر سے مراد اگر جنت ہے تو سچے نیک اعمال کی ضرورت ہے۔ یہ ہی اس کی اجرت ہے اور اس سے مراد دل ہے تو اس میں جانے کے لئے خدائے تعالیٰ سے سچا تعلق اور ایک خاص حال کی ضرورت ہے۔ یہ دونوں حاصل ہونے کے لئے بندگی کی ضرورت ہے جس میں بندہ پن نہیں ہوگا اس کے نزدیک آخرت دنیا سے بہتر نہیں ہوگی۔ اگر آخرت کو دنیا سے بہتر جانے گا تو سچا بندہ بننے کے لئے کوشش کرے گا۔ خدا کے احکام کا پابند ہوا گا۔ اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچے گا۔ شریعت کے موافق چلنا اور اپنی طبیعت کے خلاف کرنا یہی مجاہدہ ہے اس سے نفس کا زور ٹوٹتا ہے اس سے جنت ملتی ہے اسی سے اہل دل ہوتے ہیں۔

کیوں صاحبو! یاد نہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے جب طبیعت کے خلاف کیا نفس کو اس کی خواہشات سے روکے رکھا خدا کی رضا پر راضی رہے۔ کنویں اور قید خانہ کی سختیوں پر صبر کیا اور سچے بندہ بن کر پیش ہوئے تو دنیا میں خدائے تعالیٰ نے انہیں بادشاہ بنایا۔ سارا ملک مصر انہی کا ہوگیا۔ کنویں کی اور قید خانہ کی تنگی کے بدلہ میں یہ وسعت دی کہ سارا ملک مصر ان کا مسخر ہوگیا۔ جب وہ خدا کے سچے بندے بنے تو خدائے تعالیٰ نے سارے مصر والوں کو ان کے بندے اور غلام بنادیا۔ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے خیال سے زلیخا سے اپنی طبیعت کو روکا تو ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے زلیخا سے بھی نکاح کرادیا پھر آخرت میں جو کچھ دے گا وہ بہتر سے بہتر ہوگا۔

وَلَاَجْرُ الاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔

دوستو! اس آیت پر پھر ایک نظر ڈالئے آخرت کا اجر متقیوں کو دینے کا وعدہ ہے۔ اس لئے صاحبو متقی بنو۔

صاحبو! متقی وہ ہے کہ نفس کو اس کی خواہشات سے بچائے اور دل کو غفلت سے بچائے حلق کو حرام غذاؤں سے اور حرام مال سے بچائے اور اعضاء کو تمام گناہوں سے بچائے دوزخ کی دہشت سے ہمیشہ غمگین رہے اور رات دن خدا سے ڈرتا رہے۔ یہ ہے تقویٰ اگر جنت لینا ہو اور آخرت کے اجر کی خواہش ہو تو مخفی اور علانیہ آپ کو یہ تقویٰ اختیار کرنا ہوگا۔ مضبوط رسی سے تقویٰ کو تھام لو بہشت میں پہونچ جاؤ گے۔

جس نے تقویٰ چھوڑا اور گناہوں میں مبتلا ہوگیا وہ آخرت کے اجر سے محروم ہوگا۔ عالم برزخ میں وہ گناہ طرح طرح کے عذاب بن کر تکلیفیں پہنچائیں گے اور کبھی عالم برزخ سے پلٹ کر گناہوں کے اثرات وبا' طاعون' قحط' مغلوبی وغیرہ کی صورت میں مصیبتیں بن کر دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بالکل اس کی ایسی مثال ہے جیسے سائنس جاننے والے حکیم کہتے ہیں کہ ندی نالہ تالاب سمندر حوض چشمہ گیلی زمین پر آفتاب کی گرمی پڑتی ہے تو وہ پانی کو بھاپ بنا کر ہوا میں اڑا لے جاتی ہے۔ زمہریر میں سردی سے جم کر ہی پانی جو چڑھا تھا بارش بن کر پھر نیچے ٹپکتا ہے' ایسا جو گناہ یہاں سے عالم برزخ میں چڑھے تھے پھر وہ وبا' طاعون' قحط وغیرہ کی صورت میں مصیبتیں بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔ وہاں گئے ہوئے پانی کو زمہریر کی سردی ٹپکاتی ہے۔ یہاں سے گئے ہوئے گناہوں کو طاعون و قحط بنا کر خدا کی محبت ظاہر کرتی ہے کیوں؟ اس لئے:

اوکمند افگند ومارامی کشد   ازرہبطلان سوئے راہ می کشد

اللہ تعالیٰ کمند ڈال کر ہم کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تاکہ ہم اس کی نافرمانیوں کو چھوڑ کر اس کی طرف کھینچ کر آئیں۔

آن کمنداست چیست درد و ابتلا   قحط و بیماری و اندوہ و بلا

وہ کمند کیا ہے درد ہے اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا ہے قحط و بیماری اور غم اور بلائیں ہیں۔

جذب حق است آن نہ اندوہ و غمت آن جراحت نیست غیر مرہمت

اے الٹی سمجھ کے انسان تو جس کو غم اور مصیبت سمجھتا ہے وہ اللہ کی طرف سے کشش ہے اس ذریعہ سے وہ اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے جس کو تو زخم دینا سمجھتا ہے وہ عین مرہم ہے۔

ایں کشاکش از برائے جذب تست تا قبائے عشق آید بر تو چست

یہ مصیبتوں میں کشاکش تجھے اپنی طرف کھینچنے کیلئے ہے تاکہ عشق الٰہی کی قبا تیرے جسم پر ٹھیک بیٹھے۔

عاقلاں را زخم و بیماری و درد او بدرگاہِ خدا آورد فرد

یہ بیماری اور یہ درد اور یہ تکلیف عقلمندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔ آج کل بھی مسلمانوں پر سخت مصیبتیں آرہی ہیں تاکہ وہ پلٹی کھائیں اور خدا کی طرف رجوع کریں مگر افسوس مسلمان خدا سے اور دور ہوتے جارہے ہیں۔

انسان او غافل انسان! تجھے کچھ خبر ہے۔ تجھ پر کیا کیا انقلابات آرہے ہیں ہر چیز گراں ہے۔ بڑے بڑے قحط دیکھے ہوں گے مگر کبھی تم نے سکھال میں دکھال دیکھا نہ ہوگا۔ کبھی وبا کا دورہ ہوتا ہے اور کبھی طاعون کا تو کبھی انفلوئنزے کا، طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ وہ چلتے چلتے گرا مر گیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے مر گیا بھلا چنگا گھر سے نکلا راستہ میں مر گیا غرض اس وقت مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ گیا ہے لگاتار انقلاب چلے آرہے ہیں پھر کبھی کچھ خوش بھی کر دیتے ہیں۔

ہائے یہ غافل انسان تکلیف دینے کی اور راحت دینے کی غرض ہی نہیں سمجھتا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی اگر کسی نے سمجھایا تو اس کو بے پروائی سے سنا اور کبھی ہنسی میں اڑادیا۔ اس کی غرض خدا سے سن وہ فرماتا ہے لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ اس مصیبت و راحت کو خدا کی طرف سے سمجھ کر خدا کی طرف جھکیں اور عاجزی کریں۔

ہائے انسان، تیری غفلت کی حد ہوگئی۔ خدا کو بھولا اسباب کے پیچھے پڑ گیا۔ طاعون کیوں آتا ہے؟ چوہوں سے اور چوہوں کے پسوؤں سے، لگا چوہوں کو مارنے ارے چوہوں کو کیا مارتا ہے نفس کو مار۔ ایسا ہی

قحط وغیرہ مصیبتوں کو اسباب کے ہی طرف نسبت کرتا ہے۔ کبھی ان مصیبتوں کو خدا کی طرف سے سمجھ کر خدا کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ مانا کہ یہ مصیبتیں اسباب سے آتی ہیں۔ مگر اسباب تو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ طاعون چوہے کے پسوؤں سے آتا ہے۔ تو چوہوں میں پسو پیدا کرنا تو خدا کی طرف سے ہی ہے تو تجھ کو خدا ہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

ہماری مثال ایسی ہے کہ ایک بڑے کاغذ پر ایک خوش نویس کچھ لکھ رہا تھا۔ ایک چیونٹی آئی اور کہا صدقے قلم کے کیا اچھے حروف لکھ رہا ہے دوسری چیونٹی آئی اور کہا تو غلط کہتی ہے قلم میں کیا ہے اری دیکھ قلم جن انگلیوں میں ہے وہ قابل تعریف ہے جو ایسے حروف نکال رہا ہے۔

ایسے ہی سائنس جاننے والا اسباب سے سمجھتا ہے نجومی کہتا ہے غلط' تاروں کے اثر سے اسباب پیدا ہوتے ہیں اور اسباب سے سب کچھ ہورہا ہے تیسرا کہتا ہے دونوں غلط۔ تارے خدا کے ہاتھ میں ہیں ان میں اثر دینے والا بھی وہی ہے۔ بلکہ اسباب دو قسم کے ہیں۔ اسباب ظاہری' اسباب باطنی جیسے طاعون کا ظاہری سبب ہے چوہے' پسو' جراثیم' باطنی سبب زنا ہے۔ جب زنا کثرت سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ چوہوں میں جراثیم پیدا کرتا ہے جراثیم سے طاعون پھیلتا ہے۔

ایسا ہی قحط کا ظاہری سبب بارش نہ ہونا اور باطنی سبب کئی گناہ ہیں۔ جب وہ گناہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش روک دیتا ہے۔ قحط اور گرانی ہوجاتی ہے قحط اور گرانی جن گناہوں سے پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

حدیث:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آدمی محروم ہوجاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب سے جس کو وہ کرتا ہے۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مہاجرین پانچ باتیں ہیں اللہ تم کو ان سے بچائے۔

(۱) جب کسی قوم میں بے حیائی اور زنا ظاہر ہوتا ہے اور لوگ کھلم کھلا بے حیائی کے کام کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو طاعون میں مبتلا کرتا ہے اور ایسی بیماریاں دیتا ہے جو ان کے باپ داداؤں میں کبھی نہیں ہوئی تھیں۔

(۲) جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط سالی اور سخت مشقت میں مبتلا ہوتی ہے اور ان پر ظالم حاکم مقرر کیا جاتا ہے۔

(۳) جو قوم اللہ کا اور رسول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو ان کا دشمن بنا کر ان پر مسلط کرتا ہے۔

(۴) جو قوم اور ان کے حاکم اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ کرنا چھوڑ دیں تو ان کے آپس میں خانہ جنگی پیدا ہوگی۔

حدیث :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے انتقام لینا چاہتا ہے تو بچوں کو موت دیتا ہے، عورتوں کو بانجھ کرتا ہے، پھر ان پر انتقام اتارتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلق گناہ سے بچے کثرت سے مرتے ہیں۔

حدیث :- جب کسی قوم میں سود کا معاملہ ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے عقل سلیم چھین لیتا ہے۔

حدیث :- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے زنا اور سود جس بستی میں ہوتا ہے تو اس بستی میں اللہ تعالیٰ ہلاکت بھیجتا ہے۔ ہلاکت کی دو صورتیں ہیں۔ مال کا تلف ہونا جان کا تلف ہونا جو کہ قحط اور وبا میں ہوتا ہے۔

حدیث :- حضرت امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں زنا ہوگا وہ قحط میں مبتلا ہوگی۔ جو قوم رشوت لے گی تو ان پر رعب اور خوف غیر اقوام کا مسلط ہوگا۔

حدیث :- سال میں ایک رات وبا نازل ہوتی ہے جو برتن کھلا رہتا ہے اس میں داخل ہو جاتی ہے اس لئے ہمیشہ برتن ڈھکا رکھو۔ ان حدیثوں میں معلوم ہوا کہ قحط اور طاعون اور وبا اور غیر قوموں کے مسلط ہونے اور مظالم کرنے کے اسباب۔ کثرت بے حیائی، زنا، کم ناپنا تولنا، زکوٰۃ نہ دینا اور عام گناہوں کا بھی ہونا، سود کا لین دین، رات کو برتنوں کا کھلا رہنا ہیں۔

جب یہ گناہ عام برزخ میں جمع ہوکر پھر الٹ کر اس عالم میں آتے ہیں تو طاعون اور قحط ' وبا اور غیر قوموں کے ہاتھوں میں ذلیل ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

الغرض جب حضرت یوسفؑ کے زمانے میں سات سال کا قحط پڑا۔ بارش کا ایک قطرہ نہیں برسا۔ زمین سے ایک دانہ نہیں نکلا' لوگ پریشان ہوکر حضرت یوسفؑ کے پاس آئے۔

سال اول میں روپیہ اور اشرفیوں سے اناج مول لیا۔

دوسرے سال زیور اور جواہر دے کر۔

تیسرے سال جانور دے کر۔

چوتھے سال غلام باندی دے کر۔

چھٹے سال اولاد دے کر

ساتویں سال خود کو حضرت یوسفؑ کا غلام باندی بنا کر اناج مول لیا۔ اب کل ملک مصر خود یوسفؑ کا غلام تھا۔ تمام مصر والوں نے حضرت یوسفؑ کو غلام دیکھا تھا۔ خدا نے چاہا کہ سب کو حضرت یوسفؑ کا غلام بنادے تاکہ کوئی آئندہ بے ادبی کا لفظ نہ نکال سکے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ بچپنے میں حضرت یوسفؑ آئینہ دیکھ کر فرمائے تھے کہ اللہ رے حسن' اگر میں غلام ہوتا تو کوئی قیمت نہیں دے سکتا تو جب یوسفؑ نے دیکھا خود کھوٹے داموں کو بکے غلام ہوئے جب خدا پر نظر رکھی تو تمام ملک مصر غلام بن گیا۔ اس سے یہ سکھانا منظور ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنے کو حقیر سمجھے۔

حضرت یوسفؑ کا یہ حکم تھا کہ فی کس ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ اناج نہ دیا جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط کے زمانہ میں بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ وہ بھی ایک وقت۔

مصاحبوں نے عرض کیا حضور تمام مصر اور اس کے خزانے آپ کے قبضے میں ہیں پھر آپ کیوں فاقہ کشی کرتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا اگر میں پیٹ بھر کھاؤں گا تو پھر بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔ قحط کے

دفع کی تدبیر مجھ سے نہ ہوسکے گی ساتویں سال جب قحط ختم ہوگیا تو آپ نے سب کو آزاد کردیا۔ ان کی جائیدادیں ان کو واپس دے دیں ۔ پھر فرمایا کہ مجھے تمہارے مال و جائیداد کی اور تمہاری حاجت نہیں۔ میں نبی ہوں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں یہ سن کر تمام مسلمان ہوگئے۔

قحط کے زمانے میں اکثر آپ سامنے بیٹھ جاتے ۔ ہزارہا کا مجمع ہوتا تو کئی کئی روز تک لوگوں کو بھوک نہیں معلوم ہوتی تھی۔ مصر کی قحط سالی کا آغاز اور اس کا اختتام تو سن چکے ۔ اب ذرا کنعان کی قحط سالی اور اولاد یعقوب کی بدحالی سنئے۔

الغرض قحط کا پہلا سال ہے کنعان میں بھی قحط پڑا ہوا ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے جنگل میں ایک گھر بنالیا تھا۔ اس کا نام رکھا تھا بیت الاحزان جب سے یوسفؑ جدا ہوئے تھے یعقوب علیہ السلام اسی میں رہتے تھے۔ خدا کی یاد کرتے اور یوسفؑ کے غم میں روتے رہتے۔

قحط کا زمانہ ہے راستے والے جاتے ہوئے بیت الاحزان کے نیچے اترتے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتے اور کہتے کہ عزیز مصر کیا اخلاق والے ہیں کس قدر ہماری ہمدردی کی۔ یعقوبؑ سنتے اور دل میں کہتے کہ مصر میں تو نبی نہیں ہے پھر یہ نبیوں جیسے اخلاق کیسے! کاش مجھے قوت ہوتی تو میں مصر جاتا۔ شاید میرا یوسفؑ وہاں ہو' یہ نہیں معلوم تھا کہ آج عزیز مصر یوسفؑ ہی ہیں اور وہ بادشاہ وقت ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کے پاس ان کی اولاد آئی اور روتے ہوئے کہا کہ باوا چالیس برس سے آپ کو فقط رونا ہی ہے کبھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ہم سے بات نہیں کرتے ہمارے لئے کوئی دعا نہیں کرتے۔ کبھی ہم کو دیکھ کر مسکراتے نہیں۔ فرض کیجئے کہ ہم نے آپ کی نافرمانی کی ہے ۔ خیر ہوا گیا ہم تو اب آپ کے سامنے مضطر ہوکر آئے ہیں ہمارے قصور کو معاف کرو۔ ہم سخت قحط میں مبتلا ہیں۔ ہمارے لئے دعا کرو کہ رزق وسعت سے دیا جائے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں تم کو ایک شخص کا پتہ دیتا ہوں وہ عزیز مصر ہے۔ وہ بڑا کریم ہے۔ اس کی سخاوت اور عدل کا عالم میں ڈنکا بج رہا ہے۔ اس کے لبریز خزانے مخلوق پر بارش کی طرح

برس رہے ہیں۔اس سخت قحط میں اس کی رعایا خوب پیٹ بھر کر کھاتی پیتی ہے۔عرب وعجم سے لوگ کھینچ کر اس کی طرف جارہے ہیں۔ بہت سے لوگ واپس آکر میرے بیت الاحزان کے نیچے بیٹھ کر اس کے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کے پاس جاؤ اور اس کو میرا سلام کہو۔ یہ سن کر اولاد یعقوبؑ نے کہا ہم کیا لے جائیں عزیز کے دربار کے لائق تو کوئی چیز ہمارے پاس نہیں۔

صاحبو! ہم بھی اللہ عزیز کے پاس کیا لے جائیں گے کوئی اطاعت ہے جو اس کے دربار کے لائق ہو' کبھی ہم نے اس کے لائق قیام کیا یا خلوص کے ساتھ کبھی اس کو سجدہ کیا۔کبھی اس کو دل میں حاضر سمجھ کر ذکر کیا۔کبھی اس کے عہدوں کو پورا کیا' ایک دن بھی نیک بن کر زندگی بسر کی' کبھی خدا کی قضا پر راضی رہے۔کوئی ہم میں ایسا ہے کہ اس کے در سے کبھی نہ غائب ہوا ہو۔ ہم میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے خدا کے دوستوں کو دوست رکھا ہے ۔گنہگارو! اس کی طرف اس کی تابعداری کے قدم سے چلو۔ وَيۡـلَـكُـمۡ يَاأَهۡلَ الۡمَعَاصِيۡ يَوۡمَ يُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِي ہائے گنہگارو! وہ دن کیسا ہوگا جب پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچتے لایا جائے گا۔

اولاد یعقوبؑ نے کہا باوا ہم ننگے پاؤں محتاج' اس کے دربار کے لائق تو ہمارے پاس کوئی چیز نہیں' لوگ اس کے پاس جواہر' سونا' چاندی لاتے ہیں۔ ہم کیا منہ لے کر جائیں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے وہ کریم ہے۔تھوڑی چیز قبول کر کے کثرت سے عطا کرتا ہے۔

دوستو! ایسا ہی اللہ تعالیٰ کریم ہے۔تم شرماؤ مت' تھوڑی چیز لاؤ اس کے بدلے میں بہت سی عطا کرتا ہے۔تمہارا قیام تمہارا سجدہ گو کیسا ہی ہو وہ کریم اس کو قبول کرنے کو تیار ہے۔جس طرح بن پڑے تم اس کا ذکر کرو وہ کریم تمہارا ذکر کرتا ہے تم دل میں کرو وہ دل میں کرتا ہے تم مجمع میں کرو وہ تمہارے مجمع سے اچھے مجمع میں تمہارا ذکر کرتا ہے۔

دوستو! کچھ ہو کبھی اس کریم کے در کو نہ چھوڑنا' ہمیشہ خدا کے دوستوں سے تعلق رکھنا پھر دیکھو وہ کریم تم پر کیا کیا سرفرازیاں کرتا ہے۔

شرماؤ مت جیسی کچھ تمہاری اطاعت ہے اس کے دربار میں لاؤ وہ کریم ہے کبھی تم کو خالی ہاتھ نہیں بھیجے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کنعان میں بھی سخت قحط ہے یعقوبؑ کے بیٹے مصر جانے کے لئے باپ سے اجازت لے رہے ہیں۔ باپ اجازت دے رہے ہیں۔ مصر جانے کے متعلق باپ بیٹوں میں باتیں ہورہی ہیں۔ آخری بات' ہوئی تھی کہ اولاد یعقوبؑ نے کہا باوا بادشاہوں کا دربار ہے ہم کیا لے جائیں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹا گو وہ بادشاہ ہے مگر سنا ہے کہ وہ کریم ہے۔ کریم تھوڑی چیز لے کر بہت عطا کرتا ہے۔ تم بھی تھوڑا اون کچھ پنیر اور دوچار روپیہ پیش کردو۔ اولاد یعقوبؑ نے کہا باوا اگر وہ ہماری ان چیزوں کو قبول نہ کرے تو ہم کیا کریں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹا تم اپنا نسب پیش کرو اور کہو اے بادشاہ ہم یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ شاید وہ تم پر رحم کرے۔ اولاد یعقوبؑ نے کہا باوا نسب کو بھی نہ مانے تو؟ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اپنے فقر و فاقہ اور غربت کو پیش کرو شاید ان کو رحم آئے۔ تم کس کے سامنے جارہے ہو ذرا شاہی آداب کا لحاظ رکھنا۔

عافیت کی کچھ قیمت نہیں سمندر کا کوئی پڑوس نہیں' بادشاہ کا کوئی دوست نہیں۔

اولاد یعقوبؑ نے کہا باوا ہم کبھی بادشاہوں کے سامنے گئے نہیں کیسے جائیں کیا کریں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا سنو بیٹا میں بتاتا ہوں بغیر اجازت کے شاہ مصر کے سامنے نہیں جانا۔ سیدھے بائیں اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا۔ بادشاہوں کے سامنے اِدھر اُدھر دیکھنا بڑی بے ادبی ہے۔

اسی واسطے نماز میں سجدہ کی جگہ دیکھنا سنت ہے۔ جب نمازی اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیوں بندے مجھے چھوڑ کر جو تو اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کیا مجھ سے وہ بہتر ہے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا بیٹا جب سامنے جانا تو تعریف کے الفاظ کہنا۔ حکم دے تو بیٹھنا جب تک حکم نہ دے کھڑے رہنا۔ جب بیٹھو گے تو بغیر پوچھے اپنی طرف سے بات شروع نہ کرنا' بات کریں تو مختصر بات کرنا جتنا پوچھے اتنا جواب دینا۔ بہت دیر نہیں بیٹھنا' واپس ہوتے وقت پیٹھ پھیر کر واپس نہ ہونا تم میں اور بادشاہ میں جو باتیں ہوں وہ دربار سے باہر آکر کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

دوستو! حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کی یہ کیا حالت ہے کچھ سن رہے ہو ایک مخلوق کے سامنے جانے سے کس قدر ڈر رہے ہیں کیا ہم کو خالق کے سامنے جانے کا ڈر اتنا بھی ہے جتنا ان کو تھا؟

دوستو! ایک دن آتا ہے۔ کونسا دن؟ یَوْمُ الْحَسْرَةِ وَالنَّدَامَةِ حسرت وندامت کا دن یَوْمُ الْمحَاسَبَةِ رتی رتی کے حساب دینے کا دن یَوْمُ الْمَسْئَلَةِ جو کچھ کیا ہے ان سب کے بارے میں سوال ہونے کا دن یَوْمُ الْقَصَاصِ یہاں جس پر چاہو ظلم کرلو۔ آتا ہے ذرا ذرا بدلہ دلانے کا دن یَوْمُ الْعَذَابِ سزا بھگتنے کا دن یَوْمُ الْقَضَاءِ فیصلہ کا دن یَوْمُ الْبَلَاءِ دنیا بھر کی بلاؤں کا دن یَوْمُ الْبُكَاءِ رونے دھونے کا دن یَوْمُ الْفَزَعِ گھبراہٹ کا دن یَوْمَ تَشْخَصُ فِيهِ الْاَبْصَارُ ایسا دن ہوگا کہ مارے ہیبت کے دیدے کھلے کے کھلے رہ جائیں گے۔ یَوْمَ لَاتَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئاً وہ ایسا دن ہوگا جس میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ یَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وہ ایسا دن ہوگا جس میں بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ ماں باپ بچوں سے بچہ ماں باپ سے یَوْمَ لَايَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ وہ ایسا دن ہوگا جس میں نہ مال نفع دے گا نہ اولاد۔

ایسے بہت سے نام ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کیسی مایوسی کی جگہ ہے۔ اس دن کیا ہوگا۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ گنہگا رو! یہ دنیا نہیں جہاں بھلے برے مل کر رہتے تھے۔ یہاں ایسا نہیں ہوسکتا گنہگارو! نیکوں سے علحدہ ہوجاؤ پھر کیا ہوگا۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ موحد موحد کے ساتھ، ملحد ملحد کے ساتھ، فاسق فاسق کے ساتھ، ظالم ظالم کے ساتھ، سعید فرشتے کے ساتھ، شقی شیطان کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں گے۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ہائے اس وقت کی رسوائی نامۂ اعمال تل رہے ہیں چھپے چھپے اندر کے بھید ظاہر ہورہے ہیں۔

دوستو! اس وقت کیسا ہوگا، ترازو کھڑی کی گئی ہے۔ نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جارہے ہیں اور

ہم خدا کے سامنے کھڑے ہیں اور وہ فرمارہا ہے بندے پڑھ اپنے نامۂ اعمال کو۔ خود اپنے دل میں سوچ کیا کیا ہے کیا لینے آیا ہے؟

دوستو! ٹھہرو ٹھہرو وہ دن آتا ہے میدان حساب میں ٹکڑیوں کی ٹکڑیاں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اکیلے اکیلے کھڑے ہوں گے پھر ٹکڑیاں ٹکڑیاں کر کے نافرمانوں کو جہنم لے جائیں گے اور متقیوں کو جنت کی طرف مہمانوں کی طرح عزت سے لے جائیں گے۔

دوستو! امیدیں تو دور دور کی سوچ رہے ہو۔ حالاں کہ موت قریب ہے۔ توشہ تھوڑا ہے مسافت دور دراز ہے۔ آگ دہکتی ہوئی ہے پیشی کے لئے پکارنے والے جبرئیل ہیں۔ حاکم رب جلیل ہے۔ پکار ہورہی ہے۔ فلاں بن فلاں کہاں ہے بندے زبردست قدرت والے خدا کے سامنے کھڑے ہیں وہ فرمارہا ہے بندے میں نے تجھے اتنی عمر دی تیرے جسم کو تندرستی دی تھی۔ جوانی کن کاموں میں ختم کی؟ مال کس ذریعہ سے کمایا؟ کیا تجھے وہ راتیں یاد ہیں جب تو نے میری نافرمانی کر کے مجھ سے مقابلہ کیا تھا۔ منع کئے ہوئے کام کر کے کتنے دن گذارے کچھ یاد ہے۔ ہائے اس وقت کی ندامت کچھ نہ پوچھو کہ کیا ہوگی۔ جنت و دوزخ کے بیچ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے نہ مال نفع دے رہا ہے نہ دوست آشنا کام آرہے ہیں۔ دوزخ کے سخت گیر فرشتے پکڑنے کے لئے آرہے ہیں۔

بندہ گھبرایا ہوا کہہ رہا ہے الامان الامان کہاں کا امان' خدا کا جس پر غضب ہو کہیں اس کو بھی امان ملتی ہے۔ دوزخ کا حکم ہوگیا ہے رونے پلانے سے فرشتوں کو رحم آتا ہے؟ وہ سختی سے کھینچ رہے ہیں اور یہ کہہ رہا ہے اے میرے پروردگار کے فرشتو مجھے ذراسی مہلت دو کہ آگ میں جانیسےپہلے میں خود پر رولوں اس قدر روئے گا کہ آنسو ختم ہوجائیں گے۔ تو خون روئے گا پھر بھی رونا ختم نہیں ہوگا۔ ہائے یہ رونا اگر دنیا میں روتا تو نفع دیتا' وہاں رونے سے کیا فائدہ پھر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس آگ میں جس کی گرمی سخت ہے جس کی تہ گہری ہے جس کا پانی کھولتا ہوا پیپ ہے جس کا زیور لوہے کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں ہیں جس کا عذاب ہر روز نیا ہے۔

دوستو! اس دن سے ڈرو خدائے تعالیٰ کے سامنے کھڑے رہنے کو یاد رکھو دنیا ختم ہونے سے پہلے خدا کو راضی کرلو پھر ایسے کھڑے رہو گے جیسا کسی حاکم کے سامنے اس کا دوست کھڑا رہتا ہے اگر خدا کو ناراض کر کے چلو گے تو ایسے کھڑے رہو گے جیسا حاکم کے سامنے مجرم کھڑا رہتا ہے۔ وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ دھوکہ دینے والا شیطان کہیں تم کو دھوکہ نہ دیدے گناہوں کے بوجھ ہلکے کرو تم کو ایک دشوار گزار گھاٹی سے گذرنا ہے۔

اس گھاٹی سے وہی لوگ گذریں گے جن کے پاس کچھ بوجھ نہیں ہے۔

القصہ بن یامین جو حضرت یوسفؑ کے سگے بھائی تھے ان کو حضرت یعقوبؑ نے اپنے خدمت کے لئے رکھ لیا۔ باقی دس بیٹوں کو مصر جانے کی اجازت دیدی ان کے ساتھ دس اونٹ تھے اناج لانے کے اور ایک بن یامین کے نام کا زائد اونٹ بھی ہے اب یہ قافلہ منزل بہ منزل طئے کرتے ہوئے مصر چلا جارہا ہے۔

صاحبو! ذرا عبرت کی جگہ ہے جس کو کل کھوٹے داموں کو بیچا تھا۔ آج اسی کے دربار میں غلام بننے جارہے ہیں۔ اب مصر کی کیفیت سنئے حضرت یوسفؑ نے ایک عظیم الشان مکان بنوایا ہے وہاں کے ملازموں کو حکم ملا ہے کہ جو مسافر آئے اس کے جملہ حالات لکھ کر ہمارے سامنے پیش کردو۔ اس سے غرض یہ تھی کہ کنعان سے کوئی آئے تو ان کو اس کی خبر ملے۔

آخر وہ مبارک دن آیا کہ کنعان سے چلا ہوا قافلہ اس مکان میں آکر ٹھیرا۔ روزنامچہ دربار شاہی میں پہونچا اس کے پیشانی پر کنعانی قافلہ لکھ ہوا تھا جس کو دیکھتے ہی حضرت یوسفؑ بے چین ہوگئے' خوشی سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس میں بن یامین کے سوا سب بھائیوں کا نام لکھا دیکھا۔ وزیر اعظم نے پوچھا حضور روتے کیوں ہیں؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میرے بھائی آئے ہیں جنھوں نے مجھ کو باؤلی میں ڈالا اور بیچا تھا۔ اس وقت رونے کے دو وجوہات ہیں ایک تو اس شرم سے کہ میری وجہ سے یہ خدا کے نافرمان ہوئے۔ دوسرے ان کی فقر و فاقہ کی کیفیت سن کر میرا دل دکھتا ہے۔ وزیر نے آپ کے اس کرم سے تعجب کیا

کہ بھائیوں نے تو آپ سے ایسا برتاؤ کیا ہے۔ آپ حضور ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے تو فرمایا ان سے وہ برتاؤ کروں گا جو قرابت دار قرابتدار کے ساتھ کرتا ہے اور دوست دوست سے کرتا ہے۔ دربار سجایا گیا فوجیں دوطرفہ کھڑی تھیں غلام پیچھے ادب سے کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت یوسفؑ لباس فاخرہ پہنے ہوئے تخت زرین پر برآمد ہوئے۔ سامنے وزارت کی زرین کرسیاں رکھی ہوتی ہیں ایسے میں وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ حضرت یوسفؑ کے بھائی آئے اور یوسفؑ کے دربار میں داخل ہوئے۔ آج تک انھوں نے شاہی دربار نہیں دیکھا تھا۔ حضرت یوسفؑ کے دربار کی یہ شان وشوکت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ایک تو حضرت یوسفؑ کی اعلیٰ درجہ کی سمجھ تھی۔ دوسرے بھائیوں کو جوان چھوڑ آئے تھے اس لئے ان میں کچھ زیادہ تغیر نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی خیال تھا کہ قحط ہے ضرور وہ آئیں گے۔ دل ان کی طرف لگا ہوا تھا۔ روزنامچہ سے احوال بھی معلوم ہو چکے تھے۔ سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ کا یہ وعدہ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ جب باولی میں گرائے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک وقت وہ آئے گا کہ ان سب کو ہم تمہارے سامنے لائیں گے۔ اس حالت میں کہ وہ تم کو نہیں جانیں گے۔ آپ کو معلوم تھا کہ یہ وعدہ پورا ہوکر رہے گا۔ فَعَرَفَهُمْ اس لئے حضرت یوسفؑ نے تو بھائیوں کو پہچان لیا۔ بخلاف اس کے بھائیوں کو حضرت یوسفؑ بچپن میں چھوڑ آئے تھے۔ حضرت یوسفؑ میں بہت کچھ تغیر ہوگیا تھا اس لئے بھائی ان کو پہچان نہ سکے۔ وہ یہ سمجھے کہ اب تک یوسفؑ مرگئے ہوں گے۔ سامان ہی ایسے کردیئے گئے تھے کہ وہ مرجائیں۔ اس لئے ان کا خیال ہی نہیں تھا۔ اس لئے ذہن اُدھر گیا ہی نہیں کہ یوسفؑ ہیں۔ پھر بادشاہت ملنا کوئی معمولی چیز نہیں۔ بے وطن بے سہارا۔ سہارا کیسے ہوسکتا ہے مگر ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ خدا کے چاہنے کے بعد کیا چیز نہیں ہوسکتی۔ مگر بظاہر ایسا شخص جو باولی میں پھینک دیا گیا۔ پھر کھوٹے درہموں کو بیچ دیا گیا۔ کہیں بادشاہ ہوسکتا ہے پھر شاہی رعب داب نے ان کے ذہن کو ادھر آنے ہی نہیں دیا کہ یہ یوسف ہیں۔ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۔

اس لئے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو نہیں پہچانا۔

حضرت یوسفؑ نے دربار میں آنے سے پہلے ان کی خاطر و مدارات اچھی طرح سے کی تھی اس لئے وہ آپس میں باتیں کررہے تھے۔ ایک نے کہا تھا شاہ مصر ہماری اس قدر خاطر کیوں کررہا ہے۔ دوسرے نے کہا وہ سمجھا ہے کہ ہمارے پاس قیمتی تحفے ہیں۔ اس لئے خاطر ہورہی ہے۔ تیسرے نے کہا نہیں جی اس نے سنا ہے کہ ہمارے آباو اجداد پیغمبر ہیں۔ اس لئے خاطر کررہا ہے۔ چوتھے نے کہا نہیں ہماری صورتیں شریفوں کی ہیں یہ دیکھ کر وہ سمجھا ہے کہ ہم شریف لوگ ہیں۔ ان کی عزت کی جائے پانچویں نے کہا نہیں بھائی ہماری حالت پر رحم کر کے خاطر کررہا ہے۔ نامہ نگار نے یہ سب روزنامچہ میں لکھ کر پیش کردیا تھا۔ اس لئے مصلحت یہ تھی کہ ابھی خود کو چھپایا جائے۔ الغرض جب وہ لوگ دربار میں آئے تو حضرت یوسفؑ نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ انھوں نے کہا ہم شام سے آئے ہیں۔ کنعانی لوگ ہیں آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو ہم کو تو لگتا ہے شاید تم جاسوس ہو، کسی بادشاہ کے پاس سے ہمارے ملک کا حال دریافت کرنے آئے ہو۔ انھوں نے کہا نہیں حضور ہم ایک نبی کی اولاد ہیں ہمارے باپ کے بارہ بیٹے تھے ایک بیٹے کو ہمارے باپ بہت چاہتے تھے آپ نے فرمایا ایک بیٹے کو چاہنا اور دوسرے بیٹوں کو نہ چاہنا یہ شان صدیقوں کی نہیں۔ انھوں نے کہا نہیں حضور وہ بچہ ہی ایسا تھا جو اس کو دیکھتا اپنی جان سے زیادہ پیارا سمجھتا ہم اس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جب اس نے جھوٹا خواب کہا ہم اس کے دشمن ہوگئے۔ آپ نے فرمایا اس نے جھوٹا خواب کیا کہا تھا۔ انھوں نے کہا اس چھوٹے نے یہ کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ ہوگیا ہوں اور ہم سب بھائی اس کے سامنے غلاموں کی طرح کھڑے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تو کیا وہ بادشاہ ہوا؟ انھوں نے کہا ہاں ہوا جنت کا بادشاہ ہوا ہوگا۔ دنیا میں تو نہ ہوا بھیڑیا کھا گیا۔ آپ نے فرمایا اچھا تم کتنے بھائی تھے۔ انھوں نے کہا جی حضور ہم بارہ تھے۔ ایک تو مرگیا۔ جسکا نام یوسفؑ تھا۔ اس سے چھوٹا باپ کے پاس ہے جسکو انھوں نے اپنے مرے ہوئے بچے کے غم میں تسلی کے لئے رکھ لیا ہے۔ والد کو وہم ہوگیا ہے کہیں یوسفؑ کی طرح اسکو بھی بھیڑیا نہ کھاجائے اسلئے اسکو چھوڑتے ہی نہیں۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا تمہارے ملک کے عجیب بھیڑیئے ہیں کہ پیغمبرزادوں کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں۔ خیر ہمارا شبہ تو جب جائے گا جب تم دوبارہ آؤ گے تو بن یامین کو ضرور لانا۔ بہت خاطر ہوتی رہی۔ تکلف کے عمدہ عمدہ کھانے کھلاتے رہے۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جب حضرت یوسفؑ بھائیوں کا سامان تیار کرنے لگے تو ان کو ایک ایک اونٹ بوجھ اناج دے دیا۔ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ اور فرمایا اب کے آنے پر تم اپنے سوتیلے بھائی کو ضرور لانا بِأَخِيكُمْ نہ فرمانے میں بلاغت یہ ہے کہ ایسا کہنے میں بھائی معرفہ ہوجاتے تھے۔ بخلاف اس کے بِأَخٍ لَكُمْ کہنے سے بھائی سے نکارت رہی گویا یوسفؑ پہچانتے ہی نہیں ہیں پھر فرمایا ہمارے اطمینان کیلئے ایک بھائی کو یہاں چھوڑ جاؤ قرعہ ڈالا گیا شمعون کو چھوڑ دیا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو۔ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ تم نے دیکھا نہیں کہ میں پورا تول ناپ کردے رہا ہوں۔ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ اور میں کیسا اچھا مہمان نواز ہوں فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ اگر اپنے بھائی کو نہ لاؤ گے تو پھر میرے پاس نہ آنا تم کو میرے پاس سے غلہ نہیں ملیگا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جیسا ہم نے تم کو دل دیا تھا ایسا ہی صاف ستھرا دل نہ لاؤ گے تو ہمارے پاس سے تم کو کچھ نہ ملیگا۔

حدیث:- فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا، تمہارے لباس کو نہیں دیکھتا نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے"۔

دوستو! کچھ فکر ہے ہمارے پہلو میں تو ایسا دل نہیں، ہائے یہ دل تو رات دن غفلت میں ڈوبا ہوا ہے اس کی عمر قیل و قال میں گزر رہی ہے ہر وقت نئی نئی بیڑیوں میں جکڑا جاتا ہے۔ پھر بھی جب سوجھتی ہے۔ راستہ بھولا ہوا غفلت کی نیند میں ہے۔ غیر خدا کی محبت میں کچھ ایسا مست ہے کہ یہ نشہ ابھی اترا ہی نہیں کہ اور پیتا جاتا ہے۔ پھر آخرت کا ہوش آئے تو کس طرح آئے۔

کَمْ اُنَادِیْ وَ ھُولَا یُصْغِی التَّنَادِ   وَافـؤَادِیْ وَافـؤَادِیْ و افـؤَادِیْ

ہائے اے دل افسوس اے دل' میرے پیارے دل'میں کب تک تجھے پکاروں تو میری سنتا ہی نہیں' وہ دن کب آئیں گے کہ پلٹی کھائے گا اور سب کو چھوڑ کر ایک اللہ کا ہو جائے گا۔

یـا بھـائـی اتـخـذ قلبـا سواہُ   فھـو مـا معبـودہ الا ھـواہ

کیا کروں یہ دل تو اب کام کا نہ رہا اس نے تو خدا کو چھوڑ کر خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔اس دل کو تو آگ لگادو' خدا کے ڈھونڈھے سے پہلے کوئی اور ایسا دل ڈھونڈو جس میں خدا آسکے ۔اس کا معبود ہوتو خدا ہی ہو۔

قَالُوْ سَنُرَاوِدُعَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُوْنَ انہوں نے کہا ہمارا اپنے والد کی خدمت میں پہونچ کر سب سے پہلا کام یہی ہوگا کہ بن یامین کو یہاں لائیں۔

صاحبو! ابھی حضرت یعقوبؑ کا امتحان ختم نہیں ہوا ہے۔ یوسفؑ کی جدائی کے بعد بن یامین سے تسلی ہوتی تھی اب بن یامین کو چھڑایا جاتا ہے تاکہ خدا کے سوا کسی کی محبت دل میں نہ رہے۔ جس دن یہ ہوجائے گا اس دن سب مل جائینگے۔

خفیہ طور پر آپ نے نوکروں کو اشارہ کیا وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِی رِحَالِهِمْ وہ تمام ہدیہ تحفہ جو غلہ مول لینے کیلئے لائے ہیں ان کے غلہ میں چھپا کر رکھدو۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْآ اِلٰی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔

جب وہ گھر جائیں گے اپنی پونجی دیکھ کر واپس آئیں گے۔ غرض یوسف علیہ السلام کو ان کا دوبارہ آنا بھائی کو لانا منظور تھا۔ اس لئے کئی طرح کی تدبیر یں کیں۔اول تو وعدہ لیا کہ اگر واپسی میں بن یامین کو لاؤگے تو ان کو اناج ملیگا۔ وعید سنادی کہ اگر نہ لاؤ گے اناج نہیں ملے گا۔ تیسرے ایک بھائی کو روک لیا۔ قیمت واپس کردی کہ اسکو احسان سمجھ کر واپس آئیں گے۔ ممکن ہے کہ انکے پاس اور کوئی قیمت نہ ہو۔اسلئے پھر

نہ آسکیں جب یہ قیمت رہے گی تو واپس آئیں گے۔ چونکہ یہ خاندان نبوت سے ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع کے پاس مشتری کی یا مشتری کے پاس بائع کی کوئی چیز نکلے جب تک کہ یہ یقین نہ ہو کہ اس نے خوشی سے دیا ہے رکھ لینا جائز نہیں۔ اس لئے آگے کہتے ہیں۔ مَانَبْغِی هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا جب ناجائز سمجھیں گے تو ضرور واپس کرنے آئیں گے۔

غرض ان مصلحتوں سے قیمت گونیوں میں چھپا کر واپس کردی۔

القصہ یہ نو(9) بھائی منزل بہ منزل راستہ طئے کررہے ہیں۔ شاہ مصر کی خاطر اور اخلاق سے خوش ہوکر تمام راستہ تعریف کرتے ہوئے گھر واپس آرہے ہیں جب شہرت ہوئی کہ شاہ مصر نے انکی بہت خاطر کی ہے تو جس منزل میں اترتے تھے۔ بہت خاطر وعزت ہوتی تھی اور آپس میں کہتے تھے آتے وقت ہماری کوئی عزت نہیں کرتا تھا اب جاتے وقت کیوں ایسی عزت ہورہی ہے تو ایک دوسرے نے کہا یہ بادشاہ کے مقرب ہونے کا اثر ہے۔

دوستو! مخلوق کا جو مقرب ہو اس کا یہ اثر ہے تو خالق کے مقرب ہونے کا کیا کچھ اثر نہ ہوگا۔

حدیث :- اس لئے فرمایا رسول ﷺ نے اہل لیل تہجد گزار اجمل الناس ہوتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے اللہ سے خلوت کی ہے اسلئے اسکا نور ان کو ڈھانپ لیتا ہے۔

حدیث :- کل قیامت میں جب آئیں گے وہ لوگ جو راتوں کو نماز تہجد پڑھا کرتے ہیں تو وہ ایسے نورانی ہوں گے جیسے اندھیری رات میں چراغ۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے سگے بھائی بن یامین کو بلانے کیلئے بہترین تدبیر فرما کر اب بھائی کے منتظر ہیں۔

دوستو!

آج یہ دنیا ہے عبرت کی جگہ جس کو ہم سمجھے ہیں نعمت کی جگہ
قصۂ یوسف سے عبرت چاہیے بلکہ ہر شئے سے نصیحت چاہیے

مسلمانوں کو آخرت تو آخرت دنیاداری بھی نہیں آتی جو کام کریں گے بے تدبیری سے بے ڈھنگا۔ صاحبو! ذرا ہوشیاری سیکھو۔ حضرت یوسفؑ سے تدبیر کرنا سیکھو' دیکھو باتوں باتوں میں بھائیوں کو اس طرح مجبور کردیا کہ بغیر بن یامین کے لائے انھیں کچھ بن نہ پڑے۔آج عقلمندی اور تدبیر مسلمانوں میں نہ رہی پہلے کے معمولی مسلمان بھی اپنا کام نکالنے کے کیسی دور اندیشی اور کیسی تدبیر کیا کرتے تھے۔ مسلمانو! تمہاری بے تدبیری تم کو بدنام کررہی ہے۔ ہر کام تدبیر سے کیا کرو۔

القصہ حضرت یوسفؑ کے بھائی راستہ میں' کنعان کی طرف چلے جارہے ہیں۔ابلیس معہ اپنی ذریت کے انکو گمراہ کرنے ان کے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے آؤ دوستو تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھو میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں' انہوں نے اس کے پاس بیٹھنے کا ارادہ کیا ایک فرشتہ اترا اور کہا اے اولاد یعقوب! یہ ابلیس ہے اسکے کہنے سے جو ظلم یوسفؑ پر کرکے خدا کے نافرمان ہوچکے ہو وہ بس نہیں؟ اور اسکی صحبت میں بیٹھنا چاہتے ہو' فرشتہ یہ کہہ کر انکو کنعان کی طرف بھیج دیا۔اور ابلیس کو مارکر وہاں سے نکال دیا۔

جب یہ کنعان پہونچے اور حضرت یعقوب کے سامنے گئے تو آپ ہنسے بھی اور روئے بھی۔

اولاد یعقوب نے کہا باوا! ایک وقت میں ہنسنا اور رونا کیسا حضرت یعقوبؑ نے فرمایا مجھے تمہارے پاس سے نبی کی اور شیطان کی بو آرہی ہے۔ضرور تم کسی نبی کے پاس سے ہوکر آئے ہو۔شائد تم شیطان کے پاس بھی بیٹھے ہو'اس لئے نبی کی بو سے ہنسا اور شیطان کی بو سے رویا۔ یہ سنکر اولاد یعقوبؑ راستہ میں جو ابلیس کا واقعہ گزرا تھا اسکو سنایا۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا عجب مزاج واقع ہوا تھا۔غلہ لانے میں جو کامیابی ہوئی سفر جس خیر و عافیت سے پورا ہوا' حاکم نے جس عزت سے انکی مہمانداری کی اسکا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ پہلی بات جو گھر پہونچتے ہی باپ سے کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ باوا ہم کو تو غلہ ملنا بند ہوگیا۔

یہ نتیجہ ہے حرص کا جس کے آنے کے بعد ساری خوبیاں مٹ جاتی ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا پہلے تم وہاں کے حالت تو بیان کرو کیا کیا واقعات پیش آئے، تو صاحبزادوں نے مصر کی تمام کیفیت بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ مصر کے بادشاہ نے ہماری نہایت خاطر مدارات کی۔اس کے اخلاق ہمارے دل پر نقش ہوگئے ہیں۔ہمارا کوئی بھائی بھی ہوتو وہ ہماری ایسی عزت نہیں کرتا جیسی اس بادشاہ نے ہماری عزت کی ہے باوجو داتنے احسانات کے اس نے چلتے وقت کہا کہ اگر تم بن یامین کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو پھر میرے ملک میں ہرگز قدم نہ رکھنا اگر ان کو لاؤ گے تو تم کو مالا مال کردوں گا فَارۡسِلۡ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكۡتَلۡ اس لئے اگر پھر آپ کو غلہ لینا منظور ہے تو اس مرتبہ بن یامین کو ہمارے ساتھ ضرور روانہ کیجئے تا کہ ہم غلہ لے آسکیں۔آپ نے فرمایا اچھا یہ تو بتلاؤ کہ شمعون کہاں ہے۔انہوں نے کہا شمعون کو بادشاہ نے اس ضمانت پر رکھ لیا ہے ہم بن یامین کو ان کے دربار میں حاضر کرسکیں۔اس لئے ہم آپ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ ہمارے چھوٹے بھائی کو ہمارے ساتھ کردیں تو ہم شمعون کے ساتھ مالا مال ہوکر کنعان واپس ہوں گے اور بن یامین کے طرف سے آپ بےفکر رہیں ۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ہم ہر طرح سے انکی حفاظت کرلیں گے هَلۡ اٰمَنُكُمۡ عَلَيۡهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنۡتُكُمۡ عَلٰۤى اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ یعقوبؑ نے فرمایا بس رہنے دو میں بن یامین کے بارے میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کروں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی یوسفؑ کے بارے میں تمہارا اعتبار کرچکا ہوں؟ یوسف کیلئے بھی تم نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ کہا تھا۔جیسا یوسفؑ کے ساتھ کیا ویسا ہی بن یامین کے ساتھ کروگے فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا بن یامین اللہ کے سپرد ہے۔وہی سب سے بڑا نگہبان ہے تمہاری نگہبانی سے کیا ہوتا ہے۔ وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے میری محبت اور میری شفقت سے یوسفؑ کے لئے کیا ہوا جو بن یامین کیلئے ہوگا۔ یوسفؑ کے لئے تجربہ ہوچکا ہے اب مجھے تمہارا اعتبار نہیں اسلئے کہ:

دوستو! جھوٹ بری چیز ہے۔ آخرت کے عذاب کے سوا دنیا میں اعتبار جاتا رہتا ہے۔ اگر کبھی سچ کہے گا تو لوگ جھوٹ سمجھیں گے کبھی جھوٹ نہ کہنا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے اس کہنے سے نصیحت لو اور وہ حدیث یاد کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا۔ یعنی جس کام میں ایک بار دھوکا کھا گیا یا نقصان ہوگیا تو پھر دوبارہ وہ کام نہیں کرتا۔ غرض قرآن آپ کو سکھا رہا ہے کہ ہوشیاری سے زندگی بسر کرو۔ تیسری نصیحت یعقوب علیہ السلام کے اس کہنے سے یہ ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ ہر معاملہ میں اپنے کو اللہ کی حفاظت میں سونپ دے! خدا کے سوا کسی کی حفاظت کے لئے کسی سامان کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کے سوا اوروں کو سامان اور ذریعہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے اوروں کو حفاظت کرنا مشکل ہے اللہ کو حفاظت کرنا آسان ہے۔

حکایت:- ایک شخص کی بیوی نہایت خوبصورت تھی اسلئے اسکو بڑی حفاظت میں رکھتا تھا کہ پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔ ایسا انتظام کیا تھا کہ مرد تو کیا کوئی عورت یا بچہ بھی اسکے پاس نہ آسکے۔ جب باہر جاتا تو دروازہ پر کئی قفل ڈال کر جاتا۔ اس طرح ہمیشہ کی قید سے عورت تنگ ہوگئی تھی۔ ایک روز اس عورت نے خاوند سے کہا خدا اور رسول کے حکم کے موافق میری نگرانی رکھو۔ اس عذاب میں مجھ کو کب تک رکھو گے۔ عصمتِ زن و تربیت فرزند خدا کے ہاتھ ہے اگر عورت بدکار فاحشہ ہے تو کوئی اس کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ اگر عصمت والی نیک ہے تو چاند کے مانند بھی ہو تو کوئی اس کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہوگی۔ یہ عذاب مجھ پر سے اٹھالو' میری عصمت وعفت میری حفاظت کرنے والی بس ہے۔ غرض بہت سمجھایا کچھ اثر نہیں ہوا بلکہ اور حفاظت سختی سے کرنے لگا جب خاوند نہیں رہتا تو پڑوس والی ایک بڑھیا دروازہ کے پاس آتی یہ دروازہ کے دراز میں سے اس بڑھیا سے باتیں کرتی تھی۔ ایک روزہ وہ بڑھیا آئی تو اس سے کہا کہ وہ نوجوان جو پڑوس میں رہتا ہے اس کو میرا پیغام پہونچا دو کہ ایک مدت سے تم پر عاشق ہوں' تمہارے وصال کے لئے بے چین ہوں اس عورت کا حسن تو مشہور تھا۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس بڑھیا کے ذریعہ سے پیغام بھیجا کہ میں بھی تم پر عاشق ہوں مگر کیا

کروں تمہارا خاوند ایسا ظالم ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی تدبیر وصال کی تمہارے ہمارے ملنے کی نہیں ہوسکتی ہے۔ اس عورت نے پھر بول بھیجا کہ تمام محلّہ میں مشہور کردو کہ میں سفر کو جارہا ہوں اور ایک بڑا صندوق بناؤ میرے خاوند کے پاس آؤ اور کہو کہ میں سفر کو جارہا ہوں میرے پاس ایک صندوق قیمتی سامان سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کے سوا مجھے کسی پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ صندوق آپ کے گھر میں امانت رکھاؤں۔ اگر قبول فرمائیں تو مجھ پر بڑا احسان ہوگا۔ سفر کو جانے والا جس طرح رخصت ہوتا ہے اسی طرح میرے خاوند سے رخصت ہوکر جاؤ اور صندوق میں خود بیٹھ کر قفل ڈلوا دو اور اپنے غلام کے سر پر دے کر ہمارے گھر میں بھیجوا دو' پھر جب میرا خاوند باہر جائے تو صندوق میں سے نکلنا۔ جوان نے یہ تدبیر پسند کیا جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی عمل کیا۔ جب وہ صندوق اس عورت کے گھر میں پہونچا تو اس صندوق کے ساتھ اس کا خاوند بھی آکر ایک جگہ رکھنا چاہا تب وہ عورت سامنے آئی اور پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا صندوق ہے خاوند نے سب کیفیت بیان کی عورت نے کہا تم جانتے ہو کہ صندوق میں کیا ہے؟ خاوند نے کہا میں نہیں جانتا۔ تو عورت نے کہا عقل سے دور ہے کہ صندوق پر قفل لگا ہوا تم لاتے ہو نہیں جانتے کہ اس میں کیا ہے۔ کل صندوق والا کہے کہ اس صندوق میں جواہرات تھے' موتی تھے تو تم کہاں سے دو گے۔ غلام کو کھڑے رہنے دو' محلّہ والوں کو بلاؤ سب کے سامنے صندوق کھولو تا کہ کل اگر جھگڑا پڑے تو گواہ رہیں۔ مرد نے پسند کیا غلام کے اور محلّہ والوں کے سامنے صندوق کھولا گیا تو اس میں اس جوان کو دیکھا کہ اندر بیٹھا ہوا ہے۔ خاوند نے متحیر ہوکر اور غصہ میں بھر کر جوان پر حملہ کرنا چاہا تو عورت نے کہا جوان کا کچھ قصور نہیں یہ کام میرا ہے تم کو یہ دکھانا چاہتی تھی کہ نگرانی سے عورت عصمت والی نہیں ہوتی' خود عورت کو عصمت کا خیال ہونا چاہئے۔ اگر مجھے عصمت کا خیال نہ ہوتا تو اب کونسی چیز حرام کاری سے روکنے والی تھی۔ غیر مرد کو تم خود لاکر چھوڑے جارہے تھے۔ میں تمہارے حفاظت سے نہیں بچی ہوں بلکہ میں صرف اپنی عصمت سے بچی ہوں۔ یہ سن کر مرد نے اس عورت سے اس سختی کو اٹھالیا اور کہا فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا میری حفاظت بیکار ہے۔ میں نے خدا کی حفاظت میں تجھ کو دیا۔

غرض جب یعقوب علیہ السلام نے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عزت کی قسم جب تم مجھ پر بھروسہ کر کے میری حفاظت میں دے رہے ہو تو یوسفؑ اور بن یامین دونوں کو تم سے ملاؤں گا۔

القصہ یعقوبؑ نے فرمایا کہ بیٹا جب گونیاں کھولنا تو مجھے بلالینا میں اس پر برکت کی دعا کروں گا حکم کی تعمیل کی گئی اور گونیاں کھولتے وقت حضرت یعقوبؑ کو بلایا گیا۔ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ جب انھوں نے غلہ کی گونیاں کھولنی شروع کیں تو کیا دیکھتے ہیں تمام نقدی واپس کردی گئی ہے تو ان کو بن یامین کے لے جانے پر اصرار کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا۔ قَالُوْا يَاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ابا لیجئے اور ہم کو کیا چاہئے ہماری پونجی نقدی بھی تو ہم کو واپس کردی گئی ہے۔ ایسا کریم بادشاہ ہے اس سے زیادہ اور کس عنایت کا انتظار کریں۔ اب تو ہم کو ایسے بادشاہ کے پاس پھر جانا چاہئے۔ مگر ہم جانہیں سکتے جب تک کہ آپ بن یامین کو لے جانے کی اجازت نہ دیں۔ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا۔ اپنے گھر والوں کے واسطے اور غلہ لائینگے۔ وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور اپنے بھائی بن یامین کی خوب حفاظت کریں گے۔ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ بن یامین کے حصہ کا لائیں گے۔ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے ختم ہوجائے گا۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے مرجائیں گے۔ اس لئے آپ بن یامین کو لے جانے کی اجازت دیجئے۔

یعقوب علیہ السلام کو اس وقت خیال آیا اگر میں بن یامین کو نہیں اجازت دیتا ہوں تو تمام گھر بھوکوں مرجائے گا۔ یوسفؑ سے جیسی بھائیوں کو عداوت تھی ویسی ان کو بن یامین سے نہیں ہے۔ اس وقت بھائیوں کی شروع جوانی تھی بے سمجھ تھے۔ اب سمجھ دار ہیں یہ سب سوچ کر بن یامین کو اجازت دیتے ہیں ایک تدبیر کے ساتھ۔

اس لئے بطور تمہید کے تدبیر اور تقدیر کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں آجکل نوجوان نئی تعلیم کے اثر سے تقدیر کا بھی انکار کررہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقدیر کے ہی مسئلہ کے بدولت مسلمانوں کا تنزل ہورہا ہے۔

افسوس یہ کس قدر مشاہدہ کے خلاف ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعین تقدیر کے ماننے والے تھے انھوں نے ترقی کی جس کی نظیر آج نہیں مل سکتی۔ برسوں کا کام دنوں میں کر دکھایا۔ چند سال میں روئے زمین کے بادشاہ ہوگئے اور ہونا ہی چاہئے تھا۔ ترقی کا راز ہمت پر ہے۔ تقدیر کے قائل کے برابر تقدیر کے منکر کو ہمت نہیں ہوسکتی جہاں اسباب اور تدبیر بگڑی منکر تقدیر ہمت ہار دیتا ہے۔ معتقد تقدیر کی نظر خدا پر ہوتی ہے وہ ہمت نہیں ہارتا یہ اسباب بگڑے بگڑے مسبب الاسباب کوئی دوسرے اسباب کردے گا۔ اس لئے پریشان نہیں ہوتا۔ اسی واسطے تھوری سی فوج صحابہؓ کی ہزار ہا کا مقابلہ کرتی تھی۔ صرف مقابلہ ہی نہیں کرتی تھی بلکہ فتح کر کے آتی تھی۔ یہی تقدیر کے ماننے کا نتیجہ تھا جب کام بگڑتا ہے دونوں کا بگڑتا ہے تقدیر کے ماننے والے کا بھی تقدیر کے نہ ماننے والے کا بھی مگر دونوں کے دلوں پر نظر ڈالئے تقدیر کے ماننے والے کو راحت میں پائیں گے اور تقدیر کے منکر کو تکلیف میں۔ فرض کیجئے دو شخص ایسے ہوں کہ دنیا کی حیثیت سے دونوں برابر عقل، مزاج اور قوت سب یکساں، دونوں کو ایک ایک بیٹا بھی ہے۔ سب باتوں میں دونوں برابر ہیں لیکن ایک تقدیر کو مانتا ہے دوسرا انکار کرتا ہے۔ دونوں کے بیٹے مرگئے سبب یہ ہوا کہ بیماری کے علاج اور تشخیص میں غلطی ہوئی۔ صدمہ تو دونوں کو ہوگا بتلایئے جلد کس کا صدمہ ختم ہوگا۔

تقدیر کے قائل کو جلد راحت نصیب ہوگی کیوں کہ صدمہ پڑتے ہی اس کو خیال ہوگا مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے کبھی یہ سوچے گا۔ لَنْ يُّصِيبَنَا اِلَّا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ہم کو ہرگز نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر وہ ہی جو اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھی ہے خدا کو یہی منظور تھا۔ پھر خیال آئے گا فِعْلُ اَلْحِكِيْمِ لَا يَخْلُوْ عَنِ الْحِكْمَةِ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا شاید اس کی موت ہی میں کوئی مصلحت ہو اس طرح کے خیال آتے ہی صدمہ ختم ہوجائے گا۔

منکر تقدیر کو ساری عمر یہ غم لگا رہے گا افسوس میں نے فلاں تدبیر نہ کی ورنہ ضرور کامیاب ہوتا۔ لڑکا بچ جاتا کبھی کہے گا بد پرہیزی نہ ہوتی تو کبھی نہ مرتا۔ غرض ایسے پریشان کن خیالات عمر بھر پریشان رکھتے ہیں جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا۔ اب بتایئے راحت حاصل کرنا اچھا ہے یا نہیں؟ اگر راحت ضروری ہے تو تقدیر ماننے کے

سوا اور کونسی صورت ہے راحت ہونے کی؟ اور پریشانی دور ہونے کی؟ افسوس خدا اور رسول ﷺ نے کتنا سامان راحت کا کر دیا ہے۔ مگر ہم نے کچھ قدر نہ کی۔ تقدیر والا جہاں اسباب نہ ہوں وہاں مایوس نہ ہوگا۔ تدبیر والا مایوس ہوجائے گا۔ تدبیر کرنے والا سمجھا ہوا رہتا ہے جو کچھ ہوگا تدبیر سے ہوگا۔ اس لئے حلال وحرام کی کمائی میں تمیز نہیں کرے گا۔ اور تقدیر کا قائل جب وہ سمجھے ہوئے ہے کہ جو ملتا ہے خدا ہی کی طرف سے ملتا ہے خدا کو ناراض کر کے رزق ڈھونڈنے سے راضی کر کے رزق کیوں نہ ڈھونڈوں اگر جو کچھ ہوتا ہے تدبیر سے ہوتا ہے تو ایک ایسا شخص فرض کیجئے غریب آدمی تھا چند سال میں لکھ پتی ہوگیا ہم کہتے ہیں تقدیر سے ہوا اگر آپ کہیں تدبیر سے ہوا تو دوسرا آدمی اسی رائے تدبیر کا منتخب کیجئے مدت بھی دوگنی رکھیئے پہلے شخص کا کارنامہ بھی دیجئے ویسے ہی تدبیریں کر کے لکھ پتی ہوکر بتلائے۔ معلوم ہوا کہ تقدیر ہوتی ہے تو تدبیر بھی ساتھ دیتی ہے جب تقدیر میں نہیں تو ساری تدبیر بے کار۔ اگر آپ گہری نظر ڈالیں تو خود بخود تقدیر کا مسئلہ کھلتا ہے۔

رات دن آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ جب کوئی کام بنانا چاہتے ہیں تو کہاں کہاں سے اسباب پیدا ہوتے ہیں کس کس طرح سے بنتے ہیں اور جب نہیں چاہتے ہیں تو سارا بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔ سارے اسباب بے کار ہوجاتے ہیں۔ آگ جلایا کرتی ہے تو ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہیں جلایا۔ چھری کاٹتی ہے تو اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے کو کیوں نہیں کاٹی۔ پانی ڈبوتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں ڈبویا۔ ادھر ہوا عاد کو برباد کر رہی ادھر ہود علیہ السلام کی مسلمان امت پر کیوں اثر نہیں کیا۔ جیسے یہ تقدیر کا انکار کرنے والے توکل کو مٹانا چاہتے ہیں ویسے ہی بعض پرانے فیشن کے جن کو تحقیق نہیں تو تقدیر کو مان کر توکل کرتے ہیں اور تدبیر کا انکار کرتے ہیں اسی کو توکل سمجھتے ہیں۔ یہ توکل کو ایسا سمجھے ہیں جیسا کہ ایک شخص سمجھا تھا۔

حکایت:۔ ایک شخص نے وعظ میں سنا تھا کہ توکل کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے وہ سب چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں سڑک پر کنارے جا بیٹھا وہاں ایک کنواں بھی تھا مسافر آتے کنویں پر بیٹھ کر اس کی طرف پیٹھ کر کے کھانا کھاتے اور چلے جاتے یہ توکل میں ہے بول نہیں سکتا منہ تکتا رہ جاتا۔ اس طرح تین چار دن گذر گئے اب تو دم پر بنی ہے سمجھ گیا کہ میں مرتا ہوں بستی تک جانا ہی مشکل ہوگیا۔ اتفاق سے ایک شخص آیا وہ کھاپی

کر چلنے لگا تو یہ بوجہ توکل منہ سے کچھ کہہ نہیں سکا۔ آخر اونھ اونھ کرکے کھنکارنے لگا اس نے اس کی طرف مڑکر دیکھا رحم آگیا جو روٹیاں بچی تھیں اس کو دے گیا۔ یہ اس کو کھایا اور جب ذرا جان آئی تو بستی میں آیا۔ سیدھا مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور کہا واہ مولوی صاحب خوب وعظ کرتے ہیں آپ؟ آپ نے توکل کا تو بیان کیا مگر ایک بات بھول گئے بھلے کو مجھے تین فاقوں کے بعد وہ بات یاد آگئی ورنہ میں تو مرہی گیا تھا۔ آئندہ توکل کا وعظ کیجئے تو وہ بات ضرور بولئے۔ مولوی صاحب نے کہا وہ کیا بات ہے اس نے کہا یہ بات ہے کہ جب توکل کیا جاوے تو کھنکارنا بھی پڑتا ہے۔ جیسے وہ توکل کا منشا نہیں سمجھا ویسے ہی یہ لوگ بھی تدبیر کا انکار کرنے والے اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ کارخانہ اسباب کا بے کار نہیں ہے۔

عجیب مشکل مسئلہ ہے تدبیر اور اسباب پر بھروسہ کیا تو شرک اگر ترک کیا تو خلاف سنت۔ حضرت ﷺ نے بھی تدبیریں کیں۔ جنگ میں خندق کھدوائی' یوسف علیہ السلام نے بھی تدبیر کی۔ یعقوب علیہ السلام بھی اب ان آیتوں میں تدبیر کرتے ہیں مولانا نے عجیب انداز سے اس مسئلہ کو حل کیا ہے مگر کس طرح؟ اس طرح

خوشتر آں باشد کہ سر بولبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

بہت اچھا ہے معشوق کا راز دوسروں کے قصہ کے ضمن میں کہا جائے۔

حکایت:۔ کسی جنگل میں ہرن' خرگوش اس قسم کے جانور رہتے ہیں وہاں ایک شیر بھی تھا شیر سے وہ جانور سب تنگ تھے۔ کھانا تھوڑا' ستانا بہت سب نے مل کر شیر سے معاہدہ کیا ہم روز ایک جانور آپ کو پہنچایا کریں گے۔ آپ شکار کے لئے مت نکلا کرو' شیر نے کہا بشرطیکہ ایفاء وعدہ ہو' میں اس لئے احتیاط کرتا ہوں کہ کہیں تم مجھ کو دھوکا نہ کرو۔

نخچیر یعنی شکار ہونے والے جانوروں نے کہا آپ احتیاط کو چھوڑ دو تقدیر کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا ہے۔ توکل بہتر ہے' ورنہ اس سے لازم آتا ہے کہ تم خدا کے احکام سے مقابلہ کر رہے ہو اگر اس کا حکم جاری ہوجائے تو تمہاری احتیاط کیا کام دے گی جو کچھ دنیا میں ہورہا ہے سب کا کرنے والا وہی ہے کوئی پیدا

ہورہا ہے' کوئی مررہا ہے' کوئی زندہ ہے کسی کو رزق مل رہا ہے' مالدار بن رہا ہے' کوئی مفلس بھیک مانگ رہا ہے سب وہی کرنے والا ہے' کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں جب دل کی آنکھ کھلے تو تجھ کو معلوم ہوگا ذرہ ذرہ اس کے حکم کا مسخر ہے اس لئے اگر خوف بھی ہوتو اسی سے ہو اور امید بھی ہوتو اسی سے ہو' ٹیکا بھی ہوتو اسی پر ہو' بھروسہ بھی ہوتو اسی پر ہو' شیر نے کہا بات تو سچ کہی تم نے' اسباب و تدبیر کرنا بھی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسرے پیغمبروں کی سنت ہے۔

گفت پیغمبر بہ آوازِ بلند ۔۔۔ با توکّل زانوئے اشتر بہ بند

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ فرمایا ہے اونٹ کا زانو باندھ کر توکل کر۔

رمز الکاسب حبیب اللہ شنو ۔۔۔ از توکل درسبب کاہل مشو

الکاسب حبیب اللہ کو نہ بھولو ۔۔۔ توکل کرکے سبب کو نہ چھوڑو

نخچیروں نے کہا طبیب دیکھتا ہے کہ بیمار دوا نہیں پیتا تو وہ دوا کو غذا کی صورت میں بناکے دیتا ہے۔ حضور بھی بہت بڑے طبیب روحانی تھے لوگوں میں قوت و ہمت نہیں۔ اسباب و تدبیر کے ضمن میں تقدیر پر عمل کروایا ہے تو کب تک دوا کو غذا کی صورت میں پئے گا چھوڑ تدبیر۔ توکل کر بہت سے تدبیر کرنے والوں کے لئے تدبیر ہی ان کے لئے وبال جان بن گئی۔

ایک شخص دشمن سے بھاگ کر گھر میں آیا اور دروازہ بند کیا پھر دیکھتا کیا ہے کہ دشمن خود گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ ذرا فرعون کی تدبیر کو دیکھو لاکھوں لڑکے قتل کروا ڈالے جس کی تلاش تھی وہ خود گھر میں ہے۔ سب تدبیر لاحاصل ہے۔ تدبیر کو چھوڑ دو تو پھر وہ خود تمہاری تدبیر کرتا ہے۔ دیکھو بچہ جب خود تدبیر نہیں کرتا' نہ ہاتھ سے پکڑ سکتا نہ پاؤں سے چل سکتا ہے تو باپ کندھے پر اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے جب بچہ اپنی تدبیر آپ کرتا ہے تو باپ بھی چھوڑ دیتا ہے کہ وہ خود چلے پھر جتنی تدبیر چھوڑو گے خدائے تعالیٰ اتنا ہی تمہارا کفیل ہوگا۔

حکایت:۔ ایک بزرگ مفلس ہوگئے بیوی سے کہا جو کچھ گھر میں ہے خیرات کردو۔ بیوی نے سب

خیرات کر دیا۔ تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ کسی نے پکارا حضرت کے واسطے ہدیہ آیا ہے تمام گھر گیہوں سے بھر گیا آپ نے پوچھا گھر میں کیا کچھ باقی ہے۔ بی بی نے کہاں ہاں چکی ہے اس خیال سے کہ شاید ضرورت پڑنے پر ایسی چکی نہ ملے فرمایا اگر چکی خیرات کرتی تو آٹا آتا۔ چکی رکھی تھی اس لئے ایسی چیز آئی جس کے واسطے تم پیس پیس کر تھکوگی۔

شیر نے کہا بام پر بے زینہ کے نہیں چڑھتے ہیں۔ ایسا ہی مقاصد تک بے اسباب و بے تدبیر کے نہیں جاسکتے۔ اگر کسی کا مالک کدالی دے اور زمین بتائے اور منہ سے کچھ نہ کہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمین کھودنے کا حکم دے رہا ہے۔ ایسا ہی ہاتھ پاؤں دیئے نفع ونقصان سونچنے کی قوت دی اس کا مطلب یہ ہے کہ تدبیر کرو

نخچیروں نے کہا غلام کو جب کوئی خریدتا ہے اس کے کھانے پینے کا ذمہ دار خود وہ ہوتا ہے غلام کو سوائے خدمت مولیٰ کے دوسری تدبیر کرنا حماقت ہے' جو درخت بوتا ہے وہی پانی بھی دیتا ہے' کیڑے لگیں تو مارتا ہے کیا تیرا پیدا کرنے والا تجھ کو بیکار چھوڑ دے گا؟ جب کوئی تیرا بوجھ اٹھا رہا ہے تو تُو کیوں اپنے اوپر بوجھ لادلیتا ہے ماں کے پیٹ کے اندھیرے میں کچھ تدبیر کی تھی؟ ہوش سنبھالنے تک بھی کچھ تدبیر کی تھی جواب تدبیر کرنے کو نکلا ہے۔ بڑی بڑی تدبریں کیں لوگوں نے۔ ایسی تدبیریں ان کے ہلاکت کا باعث ہوگئیں۔

حکایت:۔ دربارِ سلیمان علیہ السلام میں ایک شخص کو عزرائیل علیہ السلام نے گھور گھور کر دیکھا اس نے گھبرا کر عزرائیل علیہ السلام کے جانے کے بعد عرض کیا کہ مجھے ہند پہنچا دیجئے' حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا ہی کیا دوسرے دن عزرائیل علیہ السلام آئے۔ گھورنے کی وجہ حضرت سلیمانؑ نے دریافت کی۔ انھوں نے کہا اس کی روح ہند میں نکالنے کا حکم ہوا تھا۔ اور وہ ابھی یہیں تھا۔ اس لئے میں تعجب سے گھور رہا تھا حضرت سلیمانؑ نے فرمایا وہ ہند میں پہنچادیا گیا تو عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا حکم کے موافق ہند میں ہی روح اس کی نکال لی گئی۔ دیکھا آپ نے تدبیر کیا کام آئی تقدیر سے بھاگ کر تدبیر میں ہی پھنس گیا۔

حکایت:- ایک بزرگ کا انتقال ہوگیا ان کا فرزند مفلس ہوکر پریشان ہوگیا۔ باپ کے خلیفہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ میری سفارش حاکم شہر کے پاس کرکے کچھ صورت روزگار کی نکالئے ان بزرگ نے سر جھکا کر فرمایا میرے اختیار میں نہیں ہے کہ شام کو صبح کردوں میں کہاں تم کہاں' جب تم عراق کے حاکم بنائے جاوگے۔

اس لڑکے کے سمجھ میں نہیں آیا۔ غصہ ہوکر اُٹھ گیا سال دو سال کے بعد بادشاہ کے بچہ کے لئے استاد کی ضرورت پڑی۔ کسی نے اس لڑکے کا پتہ دے کر اس کو فوراً رکھا دیا۔ بیس پچیس سال کے بعد بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ یہ ہی شاہزادہ جو شاگرد تھا وہ بادشاہ ہوگیا۔ اس وقت ان بزرگ کا انتقال ہوگیا۔ شاگرد نے عراق کا حاکم اسی اپنے استاد کو بنایا جب وہ سمجھا کہ والد کے خلیفہ صاحب کا یہ مطلب تھا کہ اس وقت تیری تقدیر میں کچھ نہیں۔ آئندہ ہونے والی بات کو اس وقت کردینا میرے اختیار سے باہر ہے یہ ایسا ہے جیسے شام کو صبح کرنا۔

غرض یہ دونوں دلائل پیش کررہے تھے شیر تدبیر کو نخچیر تقدیر کو۔ کسی طرف فیصلہ نہیں ہورہا تھا۔ وہاں ایک اور عقلمند جانور تھا اس کو حکم بنایا گیا تو اس نے کہا دونوں سچ کہتے ہیں مگر اصل مطلب تک کوئی نہیں پہنچا۔

فیصلہ یہ ہے کہ بعض اعمال جوارح (اعضاء) کے ہیں اور بعض اعمال قلب کے۔ توکل جوارح کا فعل نہیں ہے بلکہ قلب کا فعل ہے ہاں تدبیر جوارح کا فعل ہے تدبیر جوارح سے کرو۔ توکل قلب سے اسی لئے جس نے تدبیر چھوڑ دی ہے مگر دل غافل ہے خدا پر بھروسہ نہیں وہ متوکل نہیں اور جو تدبیر کررہا ہے مگر اس کو تدبیر پر بھروسہ نہیں ہے۔

بھروسہ خدا پر ہے اور اسی پر خوب اطمینان ہے اگر کام بگڑ بھی جاتے ہیں اور تدبیر بے کار جاتی ہے پھر بھی اس کے اطمینان میں خلل نہیں آتا ہے تو وہ متوکل ہے۔

اس لئے تدبیر کریں مگر تدبیر کو یوں نہ سمجھیں کہ سرخ جھنڈی ہے اس کے دکھانے سے ریل رک جاتی

ہے۔ نادان سمجھتا ہے کہ سرخ جھنڈی میں ریل کے روکنے کا اثر ہے۔ عقلمند سمجھتا ہے کہ ریل روکنے والا کوئی اور ہے۔ جھنڈی ضرور علامت ہے مگر ریل روکنے والا کوئی اور ہے یہی سمجھتے ہیں جھنڈی تدبیر ہے۔ باقی اصل کرنے والا کوئی اور ہے۔ تدبیر بے کار ہونے کے وقت جیسا اللہ کا خیال آتا ہے ویسا ہی تدبیر کے وقت بھی اللہ ہی پر بھروسہ رہے۔ اہل مقدمہ کسی کو وکیل بنا کر غافل نہیں ہوجاتا ہے۔ کچھ نہ کچھ کوشش کرتا ہے ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے ایسا ہی خدا پر بھروسہ کرکے تدبیر کریں۔ صرف تدبیر اور اسباب پر بھروسہ نہ ہو۔ تدبیر بھی کرے تو یہی سمجھ کر کہ خدا کا حکم ہے۔ خدا کا حکم سمجھ کر تدبیر کرنا بھی عبادت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ظاہرہ تدبیر پر عمل کرنا عبادت ہے دل سے اس پر بھروسہ نہ کرکے تقدیر پر بھروسہ کرنا توکل ہے اور یہ بھی عبادت ہے۔

اس لئے یعقوب علیہ السلام تدبیر فرماتے ہیں قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اس وقت تک ہرگز بن یامین کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے۔ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ہاں اگر تم سب گھر ہی جاؤ اور سب پر مصیبت آئے تو مجبوری ہے۔ یہ شفقت پدری تھی جو استثناء کیے مگر ایسا نہ ہو جیسا کہ سب سلامت رہے اور یوسفؑ کو کھپا دیا۔ ایسا اب نہ کرنا' اولاد یعقوبؑ نے قسم کھائی یہ تدبیر تھی مگر تدبیر پر بھروسہ نہیں بھروسہ تقدیر پر ہے اور اللہ پر ہے اس لئے فرمایا۔ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اس کا پورا کرنا اللہ پر ہے وہی وکیل ہے۔ چلتے وقت یعقوب علیہ السلام ایک اور تدبیر کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ

میرے بیٹو! جب مصر میں پہنچو تو سب کے سب ایک دروازے سے شہر کے مت جانا بلکہ علحدہ علحدہ

دروازوں سے جانا، ایک شخص کے بارہ بیٹے ہیں سن کر لوگ نظر لگائیں گے یہ تدبیر تھی۔ اس پر بھی بھروسہ نہیں اب تقدیر اور خدا پر بھروسہ ہوتا ہے دیکھئے۔ وَمَآ اُغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ یہ تدبیر ہے کرو مگر اس پر بھروسہ مت کرو۔ خدا کے حکم کو کوئی تم پر سے ٹال نہیں سکتا اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے۔ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ یہ ظاہری تدبیر پر بھروسہ نہیں۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے وَعَلَیۡہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ سب کو یہ ہی چاہئے کہ ظاہری تدبیر کرے مگر تدبیر پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ بھروسہ اللہ پر کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے فرزند پھر دوبارہ مصر کو غلہ لانے جا رہے ہیں۔ شاہ مصر سے بن یامین کو لانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے باپ کے سامنے بن یامین کو واپس لانے کی قسمیں کھا کر ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت یعقوبؑ نے اجازت دے کر یہ نصیحت کی تھی کہ گیارہ بھائی سب کے سب حسین خوبصورت قوی ہیکل پہلوان ایک ساتھ چلیں تو خوف ہے کہ نظر لگ جائے۔ اس لئے شہر میں ایک دروازہ سے مت جانا بلکہ الگ الگ دروازوں سے شہر میں داخل ہونا یہ میری تدبیر ہے باقی جو تمہاری تقدیر میں ہے اس کو ٹال نہیں سکتا۔ خدا کا جو حکم ہے ہو کر رہتا ہے میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں سب کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اس کے ضمن میں تدبیر و تقدیر کا مسئلہ بھی حل ہو گیا اب نظر لگنے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نظر لگنا ثابت ہے۔ واقعی نظر لگتی ہے۔

حدیث :- حدیث شریف میں آیا ہے کہ نظر انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں پہونچاتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ نظر لگنا کیا بات ہے۔ نظر کیوں لگتی ہے؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز کو دیکھتا ہے اور وہ چیز اس کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو دل کو اس سے تعلق ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ دل کا تعلق اپنے سوا اور کسی چیز سے ہو اس لئے اس چیز کو متغیر کر دیتا ہے تا کہ دل کو اس سے تعلق نہ رہے اور بعضوں نے فرمایا ہے گناہ کا اثر ضرور ہوتا ہے جیسے گناہ کا اثر خود اس شخص پر ہوتا ہے ایسا ہی اوروں پر بھی ہوتا

ہے۔ مثلاً زنا سے وبا و طاعون، کم ناپنے کم تولنے سے، زکوٰۃ نہ دینے سے بارش نہیں ہوتی، قحط و گرانی ہوتی ہے۔ جب نظر لگانے والا کسی چیز کو دیکھتا ہے اور وہ چیز اس کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو اس کو چاہئے تھا کہ اللہ کی طرف رجوع کرتا اس کو خدا کی قدرت کا نمونہ سمجھتا اور منہ سے ماشاء اللہ ولاقوۃ الا باللہ کہتا تو اس کے نظر کرنے کا کچھ اثر نہ ہوتا ایسا نہ کیا بلکہ خدا کو بھولا ہوا غفلت سے اس چیز کو دیکھا تو یہ اس کی آنکھ کا گناہ ہوا۔ ہر گناہ کا اثر ضروری ہے۔ اس گناہ کا یہ اثر ہوا کہ اس چیز کو نقصان پہنچا یہ وجوہ ہیں نظر لگنے کے اور نظر کس طرح لگا کرتی ہے اس کو بعض نے کہا ہے کوئی چیز کسی چیز میں اثر کرنے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ جسم والی ہو جیسے زہر جسم دار چیز ہے وہ اثر کرتا ہے یا آگ جسم دار ہے اثر کرتی ہے ایسے ہی نفسانی اثرات ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک لانبا تختہ چار انگل لیجئے اور اس کو زمین پر رکھیئے تو انسان اس پر سے آسانی سے چلا جائے گا۔ وہی تختہ دو اونچی دیواروں کے بیچ میں رکھا جائے تو اس پر سے نہیں چل سکے گا اگر چلے گا تو گر جائے گا۔ اگرچہ کسی چیز نے نہ دھکا دیا نہ ڈھکیلا پھر جو گرا تو وہ نفس کے اثرات ہیں۔

ایسے ہی کسی شخص سے ایذا پہنچی دو چار دن ہوگئے۔ پھر یکایک خیال آیا تو فوراً غصہ آجاتا ہے۔ مزاج گرم ہوجاتا ہے۔ چہرہ پر بھی اس کا اثر آجاتا ہے۔ یہ جو تغیر بدن میں آگیا تو کوئی جسم والی چیز سے نہیں آیا بلکہ اندرونی نفس کا اثر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اندر نفس میں یہ قابلیت ہے کہ بدن کو متغیر کرے ایسا ہی بعض نفس دوسرے کو بھی متغیر کرتے ہیں۔ جب جب اس چیز کو دیکھے اور پسند آئے اور اچھا معلوم ہو یہ ہی نظر لگنا ہے۔

حکایت:۔ ایک وقت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان پر جہاد کے لئے آئے تھے ایک شہر کو فتح کرنا تھا جب اس شہر پر حملہ کا ارادہ کرتے تو بیمار ہوجاتے۔ جاسوس بھیج کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں ایک جماعت گوسائیوں کی ہے۔ مراقب ہوکر بیمار کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو آپ بیمار ہوجاتے ہیں۔ سلطان نے حکم دیا کہ زور زور سے باجے بجاؤ تا کہ گوسائیں اس پریشانی سے توجہ نہ کرسکیں سلطان محمود بیمار نہ ہوئے اور وہ شہر فتح کرلیا۔ صرف ان گوسائیوں کے نفس کا اثر تھا کہ بیمار کردیتا تھا۔ دیکھیئے نفس کا کہاں تک اثر ہوتا ہے۔

حکایت:- ایک عورت اپنے خاوند پر عاشق تھی۔ اس کا نام بدر الدین تھا وہ مرگیا رات کو بدر نکلا مارے غم کے وہ بدر کو نہ دیکھ سکی اور کہنے لگی اے بدر تیرا ہم نام تو مرگیا میں تجھ کو دیکھ نہیں سکتی۔ کاش تجھے گرہن لگ جاتا۔ یہ کہنا تھا کہ چاند کو گرہن لگ گیا۔ یہ کوئی جسم والی چیز نہیں بلکہ اندرونی نفس کا اثر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اندر نفس میں یہ قابلیت ہے کہ دوسرے جسم کو متغیر کرے اسی واسطے گوسائیوں نے سلطان کو' عورت نے چاند کو متغیر کردیا۔ ایسا ہی نظر لگانے والے کے نفس کا اثر ہے کہ جس کو نظر لگتی ہے اس کو خراب کردیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نظر لگانے والے کا فقط خیال اثر کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ نہیں بلکہ ایک لطیف چیز جو نہیں دکھتی ہے نظر لگانے والے کے آنکھ سے نکل کر جس چیز کو نظر لگتی ہے اس سے مل جاکر اس کو ہلاک کرتی یا خراب کرتی ہے۔ جیسے بعض سانپ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی نگاہ انسان کی نگاہ سے ملی تو انسان فوراً مرجاتا ہے یا بھینس کی نگاہ سے ملے تو وہ مرجاتی ہے کیوں کہ سانپ کی آنکھ سے ایک غیر محسوس زہر نکل کر انسان کے یا بھینس کی آنکھ سے ہوتے ہوئے جسم کو ہلاک کردیتا ہے۔ ایسا ہی نظر لگانے والے کی آنکھ سے زہر نکلا جس کو نظر لگتی ہے اس کو ہلاک یا خراب کردیتا ہے۔

بعض کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں صرف سننے سے وہ زہر منتقل ہوجاتا ہے۔ جیسے اندھے کی نظر' اسی طرح لگتی ہے جیسے بچھو سانپ کاٹنے کے بعد اگر ان کو مار ڈالا جائے تو ان کے زہر کا اثر کم ہوجاتا ہے۔ اگر بچھو سانپ زندہ رہے تو کاٹی ہوئی جگہ سے مناسبت ہوجاتی ہے تو وہ زہر ڈالتے رہتے ہیں وہ ہوا میں ملکر تکلیف بڑھاتا رہتا ہے۔ بعینہ یہ ہی حال نظر لگانے والے کا ہے دیکھنے یا سننے سے برابر زہر پہنچتا ہے اور ہلاک یا خراب کردیتا ہے۔

یہ نظر جیسے انسانوں کی لگتی ہے ایسا ہی جن کی بھی لگتی ہے جنات کی نظر برچھی سے زیادہ اثر کرتی ہے۔

نظر نہ لگنے کے لئے ۔

علاج :-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچہ کو دیکھا تو فرمایا اس کے تھوڑی کے گڑھے میں

کالک لگادو، نظر کی تیزی کم ہوکر اثر ظاہر نہیں ہوگا۔

اصلی علاج یہ ہے کہ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو اور خوف ہو نظر لگنے کا تو نظر لگانے والا کہے مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ انشاء اللہ تعالیٰ نظر نہیں لگے گی۔

ہر شخص اس کی عادت رکھے اور جب نظر لگ جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اگر وہ معلوم ہو تو اس کے وضو کا پانی کسی برتن میں لے کر اس پانی سے جس کو نظر لگی ہے غسل کرائیں۔ نظر دور ہونے کے لئے دعاؤں کا بھی خاص اثر ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ﷺ پر یہ دعا پڑھی تھی۔ بِسمَ اللّٰهِ اَرقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيئٍ يُؤْذِيكَ وَمِنْ كُلِّ عَينٍ وَحَاسِدٍ۔

امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے لئے حضرت ﷺ نے یہ دعا پڑھی تھی۔

اُعِيذُكَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَينٍ لَّامَّةٍ نظر دفع ہونے کے لئے یہ آیت سورہ نون کے آخر کی بہت زود اثر ہے۔ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ اِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی جب بچھونے پر بیٹھتے سونے کے لئے ہر رات کو تو دو ہاتھ ملاتے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر ہاتھ پر پھونک کر جہاں تک ہاتھ پہنچے تمام جسم پر ملتے سر اور منہ کی طرف سے شروع کرتے، تین یا سات مرتبہ ایسا کر کے سوجاتے (اس کی وجہ سے نظر جادو اور بہت سی بیماریوں سے اللہ تعالیٰ امن میں رکھتا)۔

حیواۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ دنیا کے عجائبات سے یہ ایک ہے کہ اُلو دن کو نہیں نکلتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں سب جانوروں میں زیادہ خوبصورت ہوں اگر دن کو نکلوں گا تو نظر لگے گی اس واسطے رات کو نکلتا ہے۔

غرض قافلہ تیار ہوا بن یامین کے رخصت کی گھڑی آگئی حضرت یعقوبؑ نے بن یامین کو غسل کرایا۔ اچھے کپڑے پہنائے، اپنا متبرک عمامہ سر پر باندھا، اپنے ہاتھ کا عصا ان کے ہاتھ میں دیا اور شجر فراق تک رخصت کرنے آئے شجر فراق کے نیچے پیارے یوسفؑ کو رخصت کرنے کا سارا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔ آج بن یامین کے ساتھ ساتھ یوسفؑ کے فراق کا غم تازہ ہوگیا۔ آپ بہت روئے اور فرمایا۔

آج کیا فرقت ہے بن یامین کی ۔۔۔ یاد تازہ ہوگئی یوسفؑ تری
یوسف دو غم نہ جھیلے جائیں گے ۔۔۔ ہاتھ دھو بیٹھوں نہ بن یامین سے
آہ دو کا ہجر اور دو کا الم ۔۔۔ کس طرح سے یہ سہا جائے گا غم
تجھ کو سونپا تھا یہودا کو پسر ۔۔۔ اس کو سونپا ہے خدا کو سر بسر
دی یہودا نے دغا اے نو نہال ۔۔۔ غم نہ دے گا مجھ کو ربِ ذوالجلال

پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

کب تلک مجھ پر رہے گا امتحان ۔۔۔ کب تلک یوں میں رہوں گا نوحہ خواں
آزمائش کب تلک ہوگی مری ۔۔۔ عمر میری اب تو آخر ہوگئی
مجھ کو ہے امید تیری ذات سے ۔۔۔ مجھ کو تو دکھلائے گا بچے مرے

سب بچے چلے حضرت یعقوبؑ دور تک ان کو دیکھتے رہے جب وہ نگاہوں سے چھپ گئے تو آپ بہت غمگین ہوکر بیت الاحزان کی طرف واپس ہوئے یہ دسوں فرزند منزل بہ منزل طئے کرتے ہوئے شہر مصر کے قریب پہنچے ان کے آنے کی خبر سن کر شمعون بھی آگئے۔

باپ کے حکم کے موافق ایک ایک دروازے سے دو دو بھائی گئے۔ بن یامین مصر کے لئے نئے تھے اس کا انھوں نے کچھ خیال نہیں کیا اکیلے ان کو ایک دروازے سے بھیج دیا۔ بن یامین محض نئے اجنبی مسافر تنہا دروازے پر کھڑے ہیں، حیران ہیں کہ کدھر جاؤں کس سے پوچھوں زبان نئی کنعانی زبان سے مصر میں کوئی

واقف نہیں راستہ پوچھتے ہیں کوئی سمجھتا نہیں۔ جبرئیل کو حکم ہوا کہ ہمارے بندے بن یامین کی پریشانی یوسفؑ سے کہد و اور کہو یوسفؑ اٹھو بھیس بدل کر اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر بن یامین کو راہ دکھلاؤ۔ یوسف علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کر کے بن یامین کے قریب آ کر عبرانی زبان میں پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے؟ کس کو پوچھتے ہو بن یامین اپنی زبان والا شخص ملنے سے بہت خوش ہوئے بادشاہ کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بن یامین سے یوسفؑ نے کہا میں تمہارے ساتھ چل کر راستہ دکھاتا ہوں یہ کہہ کر آپ کے ہاتھ خالی ہیں اپنے ہاتھ سے یاقوت کا کنگن اتار کر ان کو پہنایا۔ بن یامین نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ میں کیا کروں؟ یوسف علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا یہ قیمتی چیز ہے اس کو ہاتھ میں پہنا کرتے ہیں۔ جب بھائی نظر آنے لگے تو حصرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں جاؤ مجھے اجازت دو میں رخصت ہوتا ہوں۔ بن یامین نے کہا تم کو چھوڑنا میرا دل نہیں چاہتا یوسفؑ نے فرمایا میں بھی اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کا غلام ہوں بغیر اس کے حکم کے تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ یوسف علیہ السلام چلے گئے بن یامین اپنے بھائیوں سے مل گئے۔ بھائیوں نے کہا کہ بن یامین آج بہت خوش ہو کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا ایک اونٹ سوار نے مجھ کو راستہ بتایا اور یہ کنگن مجھ کو دیا۔ ایک ایک لیتا دیکھتا شمعون نے جو لیا تو خود پہن لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس سے وہ کنگن غائب ہوگیا۔ شمعون نے کہا وہ کنگن کہاں غائب ہوگیا تو بن یامین نے کہا یہ دیکھو میرے پاس ہے پھر شمعون نے دوبارہ لے کر پہنا پھر وہ غائب ہوگیا ہر ایک بھائی وہ کنگن لے کر پہنتا مگر کوئی اس کو اپنے پاس نہ رکھ سکا۔

دوستو! یوسف علیہ السلام کا دیا ہوا کنگن تو بھائی نہ لے سکے کیا خدا کا دیا ہوا ایمان شیطان چھین سکتا ہے؟ مگر کب جب نیک اعمال سے ایمان کو قوت دی گئی ہو' اگر برے اعمال سے ایمان ناتوان ہوگیا ہے تو اس کا سنبھلنا اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی لادو تو وہ ایسا آدمی لائے جو لنگڑا' لولا' اندھا' بہرا تمام بیماریاں اس میں۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل ایک چار پائی پر لٹا کر لایا۔ آپ فرمائیں گے دوست یہ کیا لائے ہو وہ کہے

گا۔ آپ نے آدمی لانے کے لئے کہا تھا یہ لایا ہوں آپ ہنسیں گے اور فرمائیں گے ہاں آدمی تو ہے اس کے قاتل کو قصاص ہوگا، مگر یہ میرے کس کام کا ہے۔

دوستو ! ایسا ہی گنہگار کا ایمان گنہگار کے کام کا نہیں رہتا۔

صاحبو ! خدا کے لئے سنبھلو نیک اعمال کر کے ایمان کو ایسا قوی بناؤ کہ شیطان ہزار لینا چاہے وہ اس کے ہاتھ نہ آئے۔ جیسے بن یامین کا کنگن ان کے بھائیوں کے ہاتھ نہ آیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَاكَانَ يُغْنِىْ عَنْهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضٰهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ جب مصر پہنچ کر جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا اسی طرح شہر کے اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہوگیا۔ باقی ان کے باپ کو ان سے یہ تدبیر بتلا کر خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا بلکہ یعقوب علیہ السلام کے جی میں درجۂ تدبیر میں ایک ارمان آیا تھا جس کو انھوں نے ظاہر کردیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا وہ علم کے خلاف تدبیر کو اعتقاداً موثر حقیقی کب سمجھ سکتے تھے صرف ان کو عملاً ایک تدبیر بتلانا تھا جو مشروع و محمود ہے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے بلکہ جہل سے تدبیر کو موثر حقیقی سمجھ کر اعتقاد کرلیتے ہیں۔

القصہ دربار شاہی ہے حضرت یوسفؑ تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے ہیں' ان کی یاد ہوئی۔ جب سب بھائی دربار میں گئے تو نگاہ نیچی ہے جسم پر لرزہ ہے بہت تعظیم سے سلام عرض کیا۔ جواب سلام کا ملا بہت رعب سے حضرت یوسفؑ نے جو بادشاہ تھے پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ مہمانوں نے عرض کیا حضور ہم کنعان سے آئے ہیں۔ ہم پہلے بھی دربار میں حاضر ہوئے تھے۔ ہم بھوکے پیاسوں پر بہت سرفرازی ہوئی تھی۔ ہمارے چھوٹے بھائی بن یامین کو حاضر کرنے کا حکم ہوا تھا۔ وہ حاضر کیا گیا ہے۔ پھر بادشاہ نے دریافت کیا تمہارے والد کیسے ہیں؟ تو انھوں نے کہا حضور ان کی بہت نازک حالت ہے۔ عرصہ ہوا ان کے ایک یوسفؑ

نام فرزند کو بھیڑیا کھا گیا تھا اس کی جدائی میں روتے روتے اندھے ہوگئے ہیں۔ اب یہ دوسرے بھائی بن یامین کی جدائی کی ان کو برداشت نہ ہوگی بے حد روتا ہوا ہم ان کو چھوڑ آئے ہیں۔ حکم ہوا بیٹھ جاؤ سب بیٹھ گئے۔ پھر بڑے بھائی یہودا نے فوراً کھڑے ہوکر ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور! کچھ عرض کرنا ہے حکم ہوا کہو کیا کہتے ہو عرض کیا حضور ہم پہلی مرتبہ جو نذر لائے تھے وہ سرکاری خدمت گاروں کی سہو سے ہمارے سامان میں باندھ دیا گیا ہم دوبارہ لائے ہیں حضور اس کو قبول فرمائیں۔ حکم ہوا اچھا ہم کو منظور ہے ہم وہ تم کو بخشتے ہیں۔ ہم تمہاری اس دیانت داری سے بہت خوش ہوئے تم نے جو وعدہ پورا کیا بن یامین کو ساتھ لائے۔ اس کی وجہ سے ہم تم سے بہت راضی ہوئے دربار برخواست ہوا خاصہ کا حکم دیا گیا اب ان کو ایسے مکان میں لے گئے جہاں دیواروں پر' چھتوں پر تمام تصویریں ہیں۔ یوسف علیہ السلام اپنے محل میں گئے ان گیارہ بھائیوں کو اس تصویر والے مکان میں لے گئے یہ غور سے دیکھ رہے ہیں۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ یعقوب علیہ السلام شجر فراق کے نیچے اپنے بچوں کو لیے کھڑے ہیں اور یوسف علیہ السلام کو رخصت کر رہے ہیں۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ دسوں بھائی یوسفؑ کے کپڑے اتار رہے ہیں' کہیں یہ تصویر ہے کہ یوسفؑ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کھینچ رہے ہیں' کہیں یہ تصویر ہے کہ پھول سے رخساروں پر زور زور سے طمانچے مار رہے ہیں' کہیں یہ تصویر ہے کہ چھری تیز کر کے یوسفؑ کے ذبح کا ارادہ ہے۔ کہیں یہ تصویر ہے کہ یوسفؑ کو باندھ کر کنویں میں ڈال رہے ہیں۔ یوسفؑ ایک ایک بھائی کے ٹانگوں سے لپٹ جاتے ہیں اور سب کے سب لاتیں اور طمانچہ مار رہے ہیں اور کہیں یہ تصویر ہے کہ یوسفؑ کو کنویں میں چھوڑ رہے ہیں اور بیچ میں سے رسی کاٹ رہے ہیں' کہیں یہ تصویر ہے کہ قافلہ سالار کے ہاتھ یوسفؑ کو غلام بنا کر بیچ رہے ہیں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر اشاروں میں یہ کہہ رہے کہ ہمارے یہ سارے کرتب کیسے معلوم ہوگئے۔ تھر تھر کانپ رہے ہیں ہوش باختہ ہیں' رنگ فق ہوگیا ہے۔ زبان بند ہے سونچ رہے ہیں کہ کہیں یوسفؑ نے بادشاہ سے کہہ دیا تو نہیں ہے۔ کیا آفت آتی ہے معلوم نہیں ہم سے کیا انتقام لیا جاتا ہے۔ اس وقت ان کی ندامت اور ہیبت وخوف کچھ نہ پوچھیئے حالانکہ یوسفؑ انجان ہیں۔

دوستو! وہ وقت کیسا ہوگا۔ دنیا میں جس جانور کی صفت غالب تھی وہی جانور بنے ہوئے نظر آئیں گے۔ کوئی کتا ہے تو کوئی بندر اور کوئی بلی' قیامت کا دن ہے گناہ کی حیثیت کھل رہی ہے حرام پیسہ کھانے والے گُو کھاتے نظر آئیں گے' بے نمازی سور کی صورت میں دکھائی دیں گے' بیوپار میں دغا دھوکہ دینے والے کے منہ سے پیپ وخون بہہ رہا ہوگا' منہ سے آگ جھڑ رہی ہوگی' زانی اوندھے منہ ہیں شرمگاہوں سے پیپ ولہو بہتا ہوا ہے ایسی بدبو آتی ہے کہ اہل محشر سب تنگ ہیں نشہ باز اس حالت میں ہوں گے کہ دانت مثل سینگ کے ہونٹ سینے پر لٹکے ہوئے زبان پیٹ اور پیٹھ ران پر پڑے ہوئے' غیبت کرنے والے مردار گوشت کھاتے نظر آئیں گے۔ پھر یہ رسوائی چھپی ہوئی نہیں' سب کے سامنے ہوگی' ہائے اس طرح گناہ دکھائے جارہے ہیں کہاں؟ اس حاکم کے سامنے جو زبردست قدرت والا شہنشاہ ہے جو چاہے وہ کرلے اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں' ہائے اس وقت کی ندامت' ہیبت ودہشت رسوائی کچھ نہ پوچھئے! اے وہ شخص جس کے سارے کام برے ہیں۔ برے اعمال سے دل سیاہ ہوگیا ہے کہ کثرت سے لغزشیں ہیں۔ ہمیشہ غفلت میں ہے' کچھ خبر ہے تجھے کون کھلاتا پلاتا ہے؟ تجھے کس نے قوت گویائی عطا کی؟ نجس منی کے قطرے سے کس نے یہ صورت زیبا دی؟ اب کون حفاظت کررہا ہے؟ ماں کے پیٹ میں کون حفاظت کرتا تھا' ماں کے پیٹ سے نکلے تو دل کے وفادار' امانت دار' جب چلے تھے دیانت داری کا وعدہ کرکے چلے تھے۔ یہاں آئے تو رات دن خیانت میں مبتلا ہیں پھر آپ کی حالت یہ ہے کہ ایک مچھر سے اپنے کو نہیں بچاسکتے پھر کیا منہ لے کر اللہ کے خلاف کرتے ہو۔ اگر ایسے وقت یوسفؑ بھائیوں سے پوچھتے تو ان سے کچھ جواب نہ بن پڑتا ایسے ہی اللہ کے سامنے کیا عذر پیش کروگے۔ بوڑھا بڑھاپے پر' جوان جوانی پر روئے گا' ہائے ہم نے کچھ نہ کیا۔ وہ کیا جو نہ کرنا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ برادران یوسفؑ ایسے مکان میں بٹھائے گئے ہیں کہ انھوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی ان سب واقعات کی تصویریں اس میں کھینچی ہوئی تھیں' یہ دیکھ کر سب بھائی ہیبت و دہشت سے کانپ رہے تھے ایسے میں کھانا آیا مگر ان میں کوئی کھا نہ سکا۔ حکم ہوا کیوں نہیں کھاتے عرض کیا حضور اس مکان میں ہم سے نہیں کھایا جاتا حکم ہوا دوسرے مکان میں دسترخوان بچھایا جائے۔ اور یہ بھی حکم ہوا کہ

ایک ایک خوان پر دو دو بھائی بیٹھیں پانچ خوان پر دس بھائی بیٹھ گئے بن یامین اکیلے رہ گئے اور رونے لگے۔

شاہ مصر نے پوچھا اے کنعانی جوان تجھ کو کیا ہوا' کیوں رورہا ہے' بن یامین نے کہا حضور ایک خوان پر دو دو بھائی بیٹھے ہیں' میں تنہا رہ گیا ہوں' اگر میرے بھائی یوسفؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے ساتھ بیٹھتے۔ ہائے یوسفؑ تیری یاد مجھے رلا رہی ہے ۔

یوسف تجھ کو کہاں سے پاؤں میں خوانِ نعمت پر کہاں سے لاؤں میں
کاش ہوتا آج میرے پاس تو پوری ہوتی میرے دل کی آرزو

شاہ مصر نے فرمایا اے کنعانی مہمانو ! بن یامین کے رونے سے ہمارا دل بھر آیا اگر تمہاری مرضی ہوتو ہم بن یامین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک بھائی نے کھڑے ہوکر تخت شاہی کو بوسہ دیا' ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور ہمارے کہاں نصیب کہاں مصر کا بادشاہ ہمارے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ بیٹھائے! گو ان کا دل نہیں چاہتا تھا کہ یہ عزت بن یامین کو ملے شاہی رعب سے کچھ نہیں کرسکے خوشی سے اجازت دی۔ جب رات ہوئی دو دو بھائی کو ایک ایک کمرے میں اتارے بن یامین اکیلے رہ گئے ان کو اپنے کمرے میں بلایا۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یامین کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اس تدبیر سے بن یامین ساتھ تنہائی کا موقع نکل آیا۔ باتوں باتوں میں حضرت یوسفؑ نے بن یامین سے پوچھا کیا بن یامین تمہاری شادی ہوگئی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں حضور ہوگئی ہے کتنے بچے ہیں۔ حضور تین بچے ہیں ان کے نام کیا ہیں تو کہا ایک کا نام ذئب (بھیڑیا) ہے حضرت یوسفؑ نے فرمایا تم نبی کی اولاد ہوکر اپنی اولاد کا یہ نام کیسے رکھا ہے۔ انہوں نے کہا میرے بھائی یوسف کو ذئب کھا گیا اسلئے میں نے اپنے بچے کا نام ذئب رکھا ہے۔ جب میں اس کو پکاروں گا تو میرا بھائی یوسفؑ یاد آئے گا یہ کہہ کر بن یامین بہت روئے حضرت یوسفؑ نے فرمایا دوسرے بچہ کا نام کیا ہے تو انھوں نے کہا اس کا نام دم (خون) ہے آپ نے فرمایا یہ کیسا نام؟ تو انھوں نے کہا میرے ان دس بھائیوں نے یوسفؑ بھائی کا قمیص لاکر بتایا تھا جو ان کے دم میں

لت پت تھا۔ اس لئے بچہ کا نام دم رکھا ہے جب بچہ کو پکارتا ہوں یہ نام لے کر تو یوسفؑ یاد آتے رہیں یہ کہہ کر بہت روئے ادھر حضرت یوسفؑ بھی زار و قطار رو رہے تھے۔ اچھا تیسرے کا نام کیا ہے انھوں نے کہا یوسفؑ ہے۔ اگرچہ بھائی یوسفؑ تو مرگئے ان کی یادگار میں اپنے بچہ کا نام یوسف رکھا تا کہ بچہ کو پکارنے سے بھائی یوسف یاد آتے رہیں۔ یہ کہہ کر اتنا روئے کہ قریب بے ہوش ہونے کے ہوگئے۔ حضرت یوسفؑ نے دل میں کہا الٰہی میرے غم میں بھائی کا یہ حال ہے تو بوڑھے باپ کا کیا حال ہوگا؟ اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنِی وَ بَیْنَہٗ قَبْلَ فِرَاقِ الدُّنْیَا الٰہی دنیا سے جانے کے پہلے مجھے میرے باپ سے ملا۔ بن یامین کی یہ حالت تھی کہ حضرت یوسفؑ کو گھور گھور کر دیکھتے ۔ جب یوسفؑ ان کو دیکھتے تو رعب شاہی سے نیچی نگاہ کر لیتے۔ اپنے دل میں طرح طرح کی باتیں کرتے کبھی کہتے مصر کا بادشاہ میرا بھائی یوسفؑ معلوم ہوتا ہے۔ پھر کہتے یوسفؑ کہاں مصر کا بادشاہ کہا' پھر کہتے یہ ہاتھ یہ صورت یہ حسن' یوسفؑ ایسے ہی تھے۔ پھر یقین سے کہتے یہ ہی ہیں اس کے بعد امید و ناامیدی سے رونے لگے۔

حضرت یوسفؑ فرماتے بن یامین یہ کیسی بے قراری ہے کیا دیکھ کر تم اس طرح رونے لگے بن یامین نے عرض کیا حضور کیا عرض کروں میرے بھائی یوسفؑ ہو بہو آپ ہی کی طرح تھے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا تمہارے بھائی یوسفؑ مرگئے ہیں ان کے بدلے میں تمہارا بھائی بنتا ہوں بن یامین نے کہا حضور کس کی تقدیر ہے جو آپ جیسا بادشاہ اس کا بھائی بنے مگر آپ کو میرے باپ یعقوب اور میری ماں راحیل نے نہیں جنا ہے۔ منہ بولے بھائی ہوئے تو کیا۔ یہ سن کر حضرت یوسف بہت روئے کھڑے ہو کر بن یامین کو گلے لگالیا۔ قَالَ اِنِّیٓ اَنَا اَخُوْکَ اور کہا بے شک میں ہی تمہارا بھائی ہوں ۔

دیکھ یوسفؑ کی طرف دل شاد کر — میں ہی یوسفؑ ہوں ترا جانِ پدر
غم و الم سب دل سے اپنے دور کر — ہجر کی آتش سبھی کافور کر
ہوگئے رخصت سبھی فرقت کے دن — آگئے صد شکر بس راحت کے دن

بن یامین یہ سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔

دوستو! بن یامین یوسفؑ سے ایک زمانے سے جدا تھے اب ملے ہیں تو کچھ ایسی لذت ملی کہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ مخلوق کے دیدار میں یہ لذت ہے تو خالق کے دیدار میں کیا لذت ہوگی۔ ذرا اس دیدار کی لذت موسیٰؑ سے پوچھو کہ باوجود قرب اور بار نبوت اٹھانے کے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ذرا کوہِ طور سے پوچھو جس پر تجلی ہوئی تھی ہائے اس بیچارے پہاڑ کو وہ لذت ملی کہ برداشت نہ ہو سکی، ٹکڑے ہو گیا۔

دوستو! تم کو اب بھی دیدار دکھا کر یہ لذت دینا چاہتے ہیں مگر ایسے حجاب پڑے ہوئے ہیں جو ہم کو دیدار سے روکتے ہیں ایک جسمانی ہے۔ یعنی یہ بدن اور دوسرا خواہشات نفسانی پردہ بنے ہوئے ہیں اس لئے دیدار نہیں ہو سکتا۔

موت کے بعد یہ سب چھوٹ جاتے ہیں، حجاب اٹھ جاتے ہیں، دیدار نصیب ہوتا ہے، تو موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جو دیکھا تھا آپ کو وہ قبر میں اور قیامت میں دکھتا ہے مگر کب جب دوسرا حجاب ظلمانی جو مرنے کے بعد بھی نہیں اُٹھتا ہے اس کو زندگی میں اٹھا کر چلو۔ وہ حجاب ظلمانی اٹھتا ہے اللہ کی اطاعت کر کے، اس کی محبت پیدا کرنے سے، اگر کسی نے یہ حجاب ظلمانی دنیا میں نہیں اٹھایا تو مرنے کے بعد دیدار نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ یہ حجاب ظلمانی اٹھانے کے لئے دوزخ میں ڈالا جائے۔ ہزار ہا برس جلنے کے بعد یہ حجاب ظلمانی اٹھ جائے گا تو دیدار دکھانے کے لائق بنے گا۔

مسلمانو! جو دیدار مرتے ہی دکھتا ہے اس کو گناہ کر کے ہزار ہا برس پیچھے کرنا کس قدر نادانی ہے۔ اس لئے فرماتا ہے اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ بے شک وہ لوگ اپنے پروردگار کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ بخلاف اس کے جس نے دنیا میں خدا کی تابعداری کر کے اس کی محبت پیدا کر کے حجاب ظلمانی اٹھایا ہے تو صرف حجاب جسمانی باقی رہ جاتا ہے۔ مرنے سے یہ بھی اٹھ جاتا ہے۔ دیدار ہوتا ہے وہ لذت ملتی ہے کہ جب قیامت میں قبر سے اٹھایا جائے گا تو کہے گا کس مزہ میں تھا اتنا جلد ہائے مجھے کس نے

جگادیا؟ پھر قیامت میں اس حالت میں آئیں گے کہ حجاب ظلمانی اٹھا ہوا رہے گا اس لئے ان کی شان میں آیا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (اس دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ہشاش بشاش اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے) اس لذت کے سامنے ان کو نہ جنت کی پرواہ ہوگی نہ حوروں کی۔ جنت کو خودتمنا ہوگی' حوروں کو خود آرزو ہوگی کہ ہمارے طرف بھی کچھ متوجہ ہوں۔ جب جنت کا اور حوروں کا انتظار حد سے بڑھ جائے گا تو خدائے تعالیٰ ان سے وعدہ کرکے جنت میں ان کو بھیجے گا۔ وقتاً فوقتاً ان کو دیدار ہوتا رہے گا۔

غرض جب ہوش آیا تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا میرے پیارے بھائی کچھ باوا کی کیفیت سناؤ ان کا کیا حال ہے؟ بن یامین نے روتے ہوئے کہا بھائی کیا کہوں تمہارے واسطے روتے روتے باوا کی آنکھیں چلی گئی ہیں۔ اب بھی ان کو آرزو ہے تو یہ ہے کہ تم سے ملاقات ہو' حضرت یوسفؑ نے فرمایا اچھا میری بہن کا کیا حال ہے۔ بن یامین نے کہا بھائی وہ بھی تمہارے لئے بہت بے چین ہے ہر روز راستہ پر جاکر بیٹھتی ہے اور ہرگزرنے والے سے تمہارا پتہ پوچھتی ہے اور روتی ہے۔ یہ سب واقعات سن کر حضرت یوسفؑ بہت روئے اور فرمایا یہ سب بلا بھائیوں کی لائی ہوئی ہے مگر میرا دل ان سے بالکل صاف ہے میرے دل میں ان کی طرف سے کچھ عداوت نہیں ہے۔

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تم بھی اپنا دل صاف کرلو۔ ان باتوں کا رنج مت کرو جو سلوک سوتیلے بھائی تمہارے ہمارے ساتھ کیا کرتے تھے۔

دوستو یہ ہیں صدیقوں کی باتیں۔

جب انسان کا بس نہیں چلتا تو مجبور ہوکر غصہ کو دباتا ہے تو وہ غصہ اندر ہی اندر کینہ بنتا ہے۔ پھر کینہ سے حسد پیدا ہوتا ہے' مخالف کو تکلیف پہنچنے سے خوشی ہوتی ہے' بات کرنا سلام کرنا چھوڑ دیتا ہے' اس کو حقارت سے دیکھتا ہے غیبت کرتا ہے۔ اس کے اندر کے بھیدوں کو ظاہر کرتا ہے۔ خود ایذا پہنچاتا ہے اور لوگوں کو ایذا دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ کم سے کم اس کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو روک دیتا ہے۔ یہ وقت ہے اپنے کو

سنبھالنے کا۔ مخالف کے ساتھ نیک سلوک نہ کرے تو برائی بھی نہ کرے اور صدیق اس کے ساتھ برائی تو کیا کرتے طرح طرح سے نیکی اور سلوک کیا کرتے ہیں۔

اس لئے حضرت یوسفؑ سمجھاتے ہیں کہ بن یا مین میں بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں تم بھی ان سے اپنا دل صاف رکھو۔

اس آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بن یامین کو خوف ہوا کہ باپ کی توجہ حضرت یوسفؑ کی طرف زیادہ ہونے سے بھائیوں نے حسد کر کے ان پر اس قدر مصیبت ڈھائی اب بادشاہ کی توجہ مجھ پر ہے حسد کر کے معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا مصیبت ڈالتے ہیں۔ اس لئے حضرت یوسفؑ بن یامین کو اس سے اطمینان دلاتے ہیں فرماتے ہیں فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اللہ نے ہم کو اور تم کو ملا دیا ہے۔ اب بھائیوں کے حسد سے ڈرو مت مگر اب بھی بالکل راز میں رکھو کسی پر ظاہر مت کرو کہ میں یوسفؑ ہوں انجان بنے رہو اس سے حضرت یوسفؑ یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ:

بہت سے کام راز میں رکھنے سے بنتے ہیں۔ لوگوں میں ظاہر کرنے سے بگڑ جاتے ہیں اور یہ معلوم کرادیا ہے کہ حاسدوں کو کامیابی نہیں ہوتی کامیابی ان کو ہوتی ہے جو دل میں حسد اور کینہ نہیں رکھتے ہیں۔ دیکھو اولاد یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے حسد کر کے بھائی بھائی کو باپ بیٹے کو جدا کرنا چاہا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا کر بھائی سے بھائی کو ملا دیا۔ عنقریب باپ بیٹے کو بھی ملائے گا۔

پھر دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ بن یامین یوسف علیہ السلام کے پاس رہ جائیں اگر بلاوجہ روک لیا جائے تو ناحق جھگڑا ہوگا یا راز کھل جائے گا۔

ادھر باپ کو بھی پریشانی ہوگی کہ بلاسبب کیوں روک لئے گئے۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا ایک تدبیر تو ہے فرمایا مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے بن یامین نے کہا کچھ پروا نہیں۔ بن یامین کو روک لینے کی تدبیر سوچ لی گئی۔

ادھر بڑے بھائی نے سب بھائیوں کو جمع کر کے کہا آپ لوگ نہایت آرام سے بادشاہی نعمتیں کھا رہے ہیں' کچھ بوڑھے باپ کی اور ننھے ننھے بچوں کی بھی فکر ہے؟ کچھ خیال ہے کہ ان پر کیا گذر رہی ہوگی؟ یہ سن کر سب کا دل مصر سے اچاٹ ہوگیا۔ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر رخصت ہونے کی اجازت لی گئی' روانگی کی تاریخ مقرر ہوگئی غلہ اور روپیہ پیسہ لادا جانے لگا۔

بادشاہ کے ایک راز دار خدمت گار نے نظر بچا کر پوشیدہ طور پر بادشاہ کے حکم سے ایک جڑاؤ پانی پینے کا کٹورا بن یامین کے سامان میں چھپادیا۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِ هِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ اَخِيْهِ۔

یعنی جب سامان مکمل ہوگیا تو بن یامین کے سامان میں ایک کٹورا رکھ دیا گیا۔ بن یامین اور دوسرے بھائی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوگئے۔ مصر سے کنعان کی طرف قافلہ روانہ ہوگیا۔ میل دو میل گئے ہوں گے کہ پیچھے سے سواروں کا ایک رسالہ پہنچا۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ افسر رسالہ نے پکارا قافلہ والو تم چور ہو' ٹھہرو اور دربار شاہی تک ہمارے ساتھ واپس چلو یہ سن کر قافلہ والوں کے ہوش اڑ گئے۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ تلاش کرنے والوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے جس کی چوری کا ہم پر شبہ کر رہے ہو' وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ جو اس کا پتہ لگا کر حاضر کرے گا اس کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ انعام ملے گا میں اس کے دلانے کا ذمہ دار ہوں قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ۔

یہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم تم کو معلوم ہے کہ ہم فساد پھیلانے والے لوگ نہیں ہیں ہم چور نہیں ہیں۔ ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے تم کو یاد ہوگا کہ پہلے آنے میں جو نذر ہم لائے تھے وہ شاہی ملازموں کی سہو سے ہمارے اسباب میں آگئی جس کو ہم نے دوبارہ آنے پر واپس لاکر سرکار میں پہنچادیا ہم ایسے دیانت دار ہیں۔ پھر کیسے

چوری کر سکتے ہیں۔ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ انھوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے تو چوری کی کیا سزا قَالُوْا جَزَاؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ انھوں نے کہا ہماری شریعت یعقوبؑ میں اس کی سزا یہ ہے کہ چوری کا مال جس کے اسباب میں نکلے تو وہ شخص مال والے کا غلام ایک سال کے لئے بن کر رہے اور کہیں نہ جاسکے یہ تدبیر ہے کہ بھائیوں کے منہ سے یہ اقرار کرالیا گیا کہ چور کو گرفتار کرلو ہم چوروں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ یہ قافلہ جس عزت سے گیا تھا اب ذلت سے پھر مصر واپس ہورہا ہے۔

غرض وہ قافلہ واپس لایا گیا بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ قافلہ حاضر ہے حکم ہوا تفتیش کی جائے۔ سب سے پہلے بن یامین کی تلاشی لینے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں راز فاش نہ ہوجائے اس لئے پہلے سوتیلے بھائیوں کی تلاشی کا حکم ہوا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِيْهِ یعنی اپنے بھائی بن یامین کی تلاشی، لینے سے پہلے دوسرے بھائیوں کی تلاشی شروع کی جب ان بھائیوں کے سامان میں سے کٹورا برآمد نہ ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا اب ہم کو اطمینان ہوگیا۔

تمہاری طرف چوری کا شبہ نہیں رہا' تلاشی موقوف کی جائے دس بھائیوں نے عرض کیا حضور یہ نہیں ہوسکتا ہم کو ہماری امانت داری پر زعم ہے' ہم تو پوری جھڑتی (تلاشی) دیئے بغیر نہیں رہیں گے تاکہ آپ کو بالکل شبہ نہ رہے۔ حکم ہوا کہ گیارہویں مہمان کی بھی تلاشی لی جائے۔ حکم ہوتے ہی بن یامین کے سامان کی تلاشی ہونے لگی۔ تھوڑی دیر میں سب کے سامنے بن یامین کے سامان میں سے بادشاہ کا کٹورا نکل آیا۔ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ بن یامین کے سامان میں سے وہ کٹورا برآمد ہوگیا۔ سب بھائیوں نے مارے شرم کے سر نیچا کرلیا۔ زبان کاٹنے لگے اور عبرانی زبان میں بن یامین کو گالیاں دینے لگے اور کہا بن یامین تو نے یہ کیا غضب کیا۔ اولاد یعقوبؑ کا بھرم کھودیا۔ ہماری عزت و آبرو کو خاک میں ملادیا۔

اس تدبیر سے کوئی شخص نبی معصوم یعنی حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ اعتراض نہ کرے کہ یہ کیا مکرو

فریب کی چال چلی گئی ہے۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہی یوسفؑ کو یہ تدبیر بتائی تھی کیوں؟ اسلئے کہ ہمارا اصول ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔

یہ وہی اولاد یعقوبؑ ہیں جنھوں نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے یوسفؑ کو کس مکاری سے حاصل کیا تھا۔ زبان سے تو یہ کہدیا تھا اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم یوسفؑ کی پوری پوری حفاظت کریں گے' اور دل میں یوسف علیہ السلام کا قتل کرنا یا دور پھینک دینا ٹھان لیا تھا۔ باپ سے مکر کیا یوسفؑ کو سخت تکلیف میں ڈالا حضرت یوسفؑ اس سے راضی نہیں تھے۔

حضرت یعقوبؑ کی شریعت میں اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔

بخلاف اس کے ان کے اس مکر کا بدلہ ایسے ہی مکر کے ذریعہ سے دے کر ان کے قبضہ سے بن یامین کو نکالا جو شریعت یعقوب میں جائز ہے اور یہاں بن یامین بھی اس عمل سے راضی ہیں اسلئے یہ صورت جواز کی ہے۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ اور اللہ تعالی کا مکر بہترین بدلہ دینے والا ہے مَاكَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ یہ تدبیر نہ بتائی جاتی تو مصر کے قانون سے حضرت یوسفؑ اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے۔

مصر کا قانون یہ تھا کہ چور کو چرائی ہوئی چیز کا دگنا جرمانہ کیا جائے کوڑے مار کر شہر سے نکالا جائے اس قانون سے بن یامین کو نہیں روک سکتے تھے۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ہاں اگر اللہ کو منظور ہوتو بہت سی باتیں ممکن تھیں نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم جس کو چاہتے ہیں تدبیر میں اس کے درجہ بلند کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تدبیریں سکھاتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ہم نے علم والے سے بڑھکر مکر یوسفؑ کو سکھایا۔

القصہ جب وہ شاہی کٹورا بن یامین کے اسباب میں سے نکلا تو بادشاہ نے کہا تم پیغمبر زادے ہو مگر یہ کیا تمہاری حرکات ہیں۔ قَالُوْآ اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ انہوں نے کہا حضور یہ بن یامین بدنام کنندہ ہے پردیس میں ہم کو اس نے رسوا کیا۔ اس کا کیا قصور ہے اس کی ماں کا قصور ہے جو اولاد جنی چور؛ اس کا ایک بھائی یوسفؑ وہ بھی چور تھا یہ بھی چور۔ یہ اور ہماری ماں علحدہ ہے ہم اس طریقہ پر نہیں ہیں۔

حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ماں کے مرنے کے بعد پھوپی پرورش کرتی تھیں۔ جب ذرا ہوشیار ہوئے تو یعقوب علیہ السلام ان کو اپنے گھر لیجانا چاہتے تھے وہ یوسفؑ کو بہت چاہتی تھیں۔ انہوں نے یوسفؑ کو روکنا چاہا اس لئے یوسفؑ کی کمر میں خود پٹکا باندھ کر مشہور کیا کہ میرا پٹکا گم ہوگیا ہے۔ تلاشی لینے پر یوسفؑ کی کمر سے نکلا۔ حضرت یعقوبؑ کے شرعی قانون کے موافق یوسفؑ کو پھوپی کے پاس رہنا پڑا۔ بھائیوں نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور دوسرا واقعہ یہ ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام نے بچپنے میں اپنے نانا کو دیکھا کہ وہ بت کی پوجا کرتے ہیں، حضرت یوسفؑ اس بت کو اٹھا کر لے گئے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے گھڑ پر پھینک دیا۔

دوستو! دیکھا آپ نے حسد کیسی بری بلا ہے! اتنا زمانہ دراز بھی ہوگیا۔ حضرت یوسفؑ کو طرح طرح کی ایذا بھی دے چکے مگر ابھی دل ٹھنڈا نہیں ہوا ہے۔ کینہ سے اور حسد سے دل صاف نہیں ہوا۔ انسان خود ہی کوشش کر کے حسد کو دل سے نکالے ورنہ کتنی ہی مدت گذرے حسد دل سے نہیں نکلتا۔

جب بھائیوں سے ''اس کا بھائی یوسف بھی چور تھا اور یہ بھی چور ہے'' کہا یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے برداشت کیا جو بہتان لگایا گیا تھا۔ اس کو سنکر صبر کیا ورنہ حضرت یوسفؑ حاکم ہیں قدرت والے ہیں اور یہ ذلیل ہوکر سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ جو چاہتے سزا دے سکتے تھے مگر آپ نے کچھ نہ کہا انجان ہوگئے۔

فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ حضرت یوسفؑ اس بات کا جواب دینا چاہتے تھے مگر نہ دیا بلکہ دل میں چھپائے رکھا اور زبان سے بھائیوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔ صرف اتنا فرمایا قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا تم بڑے شریر لوگ ہو۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ خدا جانے یوسف نے کیا کیا تھا اور کیسا تھا۔

یہ کہہ کر حضرت یوسف نے بن یامین کو روک لیا۔ شاہی ملازم بن یامین کو جب گرفتار کر کے لے چلے تو اس وقت تمام بھائیوں نے رو دیا۔

عراس میں لکھا ہے کہ جب کوئی تدبیر نہ چلی تو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو غصہ آیا۔ ان کے خاندان کا یہ اثر تھا کہ جب یہ غصہ ہوتے تو کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہ کرسکتی۔ روبیل کو غصہ آیا اور کہا اے بادشاہ خدا کی قسم اگر اب تم ہمارے بھائی بن یامین کو نہیں چھوڑو گے تو ایک چیخ میں مصر کی تمام حاملہ عورتوں کے حمل گرادوں گا مارے غصہ کے تمام بدن کے بال کھڑے ہوگئے۔ حضرت یوسفؑ جانتے تھے کہ ان کے غصہ کا اتارنا آسان ہے۔ انہیں کے خاندان سے کوئی ان کو ہاتھ لگادے تو غصہ اتر جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے بچہ کو اشارہ کیا وہ قریب گیا اور ہاتھ لگایا غصہ اتر گیا۔ روبیل نے کہا بے شک اولاد یعقوبؑ سے یہاں کوئی ہے۔ غرض جس بات پر گھمنڈ تھا وہ بھی نہ رہا تو بادشاہ مصر کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں۔ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ جب بن یامین روک لئے گے اور کچھ بس نہ چلا تو خوشامد کرنے لگے۔ حضور بن یامین کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے جن کی عمر ۱۲۵ برس کی ہے۔ بڑی شان والے بزرگ ہیں۔ ان کی ناخوشی سے ڈریئے وہ بن یامین کو بہت چاہتے ہیں۔ ان کے غم میں خدا جانے ان کا کیا حال ہوٗ اس لئے ایسا کیجئے کہ بن یامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے۔ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ آپ کی ہمیشہ احسان کرنے کی عادت ہے اب بھی اتنا احسان کیجئے۔

باپ کی حالت سن کر حضرت یوسفؑ کا دل بھر آیا۔ بن یامین کو چھوڑ دینا چاہا مگر مجبور تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ نہیں بن یامین کو مصر میں ہی رہنے دو۔ ہماری قدرت کا تماشہ خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہو۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ایسی بے انصافی کی بات سے خدا بچائے چور کو چھوڑ کر ناحق دوسرے کو پکڑلیں اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ اگر ہم ایسا کریں تو ظالم ٹھہریں گے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ ظاہر تو معلوم یہی ہے کہ مجرم کو چھوڑ کر غیر مجرم کو پکڑنا اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔ باطن میں یہ ظلم ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ بن یامین

کو روکنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہورہا ہے۔ اگر میں بن یامین کے سواء دوسرے کو انکی جگہ میں رکھ لوں تو وحی کے خلاف ہونے کیوجہ سے ظالم ٹھہروں گا۔

ایسا ہی اولیاء اللہ کو بھی اپنے الہام کا خلاف کرنا ظلم ہے۔ اسی واسطے جو واردات ان کے دل پر آتا ہے اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔ کسی معاملے میں جب تک حکم نہ دیا جائے یا خبر نہ دی جائے نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں نہ وہ کام کرتے ہیں۔

حکایت:۔ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک مریدنی تھی اس کا بچہ استاد کے پاس پڑھتا تھا۔ استاد نے اس کو پن چکی پر بھیجا۔ بچہ وہاں پانی میں اترا اور ڈوب گیا۔ استاد نے حضرت سری سقطیؒ کو اس کی خبر کی تو حضرت اس کی ماں کے پاس جو حضرت کی مریدنی تھی گئے اور کچھ صبر کے فضائل بیان کئے اور کچھ راضی برضا رہنے کی فضیلت سنائی۔ مریدنی نے کہا پیرومرشد اس سے آپ کی کیا غرض ہے؟ کیا ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تیرا بیٹا ڈوب گیا ہے اس نے کہا میرا بیٹا ؟ آپ نے فرمایا ہاں مریدنی نے کہا کہ نہیں پیرومرشد اللہ تعالیٰ تو ایسا نہیں کرے گا۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے پھر صبر و رضا کی رغبت دلانے لگے۔ اس نے کہا نہیں پیرومرشد چلو میں وہاں چلتی ہوں۔ کھڑی رہی سب اس کے ساتھ چلے نہر پر پہنچی اور کہی کہاں ڈوبا۔ لوگوں نے کہا یہاں اس لڑکے کا نام محمد تھا اس عورت نے وہاں کھڑے ہوکر پکارا اے بیٹا محمد، اس نے کہا لبیک۔ اماں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑلیا اور باہر لائی، گھر کے طرف لے چلی۔

حضرت سری سقطیؒ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت جنیدؒ نے کہا یہ راز مجھے معلوم ہے بات یہ کہ یہ خدا کی پوری تابعدار ہے خدا کی بات سنتی ہے اسلئے خدا بھی اس کی بات سنتا ہے جو یہ کہے اس کو پورا کرتا ہے کوئی واقعہ جب تک اسکو خبر نہ کرے ظاہر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی اس کو خبر نہ کی ہے اس واسطے اس نے انکار کیا اور کہا میرے پروردگار نے تو ایسا نہیں کیا اور اب

ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے، تابعداری کے سوا جب تک کہ حلال غذا نہ کھاوے ایسا شخص وسوسہ اور الہام میں فرق نہ کرسکے گا۔ ظلم کئی طرح کا ہوتا ہے۔ بری صحبت میں بیٹھنا بھی ظلم ہے، کسی کی حق تلفی کرنا بھی ظلم ہے۔ خدا کے احکام کے خلاف کرنا بھی ظلم ہے۔ جو کسی پر ظلم کرے اور گناہوں میں مبتلا ہووے۔ دوستو! اس کا تدارک یہ ہے کہ جلد توبہ اور استغفار کرے۔

حضرت سہیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے سے محبت ہوتی ہے تو اسکی نظروں میں گناہ بہت بڑا نظر آتا ہے، توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا سے انسیت بڑھتی جاتی ہے۔ جس بندے پر خدا کا غضب ہوتا ہے۔ کیسا ہی گناہ ہو اس کو چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کوئی نصیحت کرے تو نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ دوستو! اس حالت سے اللہ بچاوے، خدا کیلئے سنبھلو، ڈرو، کانپو، ہر گناہ سے توبہ کرو۔ آج کل خدا کا غضب بہت زور پر ہے۔ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا

حضرت یوسفؑ کے اس جواب سے وہ نہایت مایوس ہوئے آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ والد سے جاکر کیا کہیں۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ سب سے بڑے بھائی نے کہا ہم کس منہ سے اپنے باپ کے پاس جائیں تمہیں معلوم ہے کہ روانگی کے وقت والد قسمیں دے دے کر پکا قول لے چکے ہیں کہ تم بن یامین کو اپنے ہمراہ لانا۔ ہاں سب کے سب کوئی مصیبت میں مبتلا ہوں تو اور بات ہے۔

ہم سب پر تو مصیبت نہیں آئی ہے صرف بن یامین گرفتار ہوگئے والد کو جاکر کیا جواب دوگے۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ ایک مرتبہ یوسفؑ کے معاملہ میں اِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوْنَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہہ کر تم ان کو دھوکا دے چکے ہو، پھر یوسفؑ کے ساتھ جو کچھ کرچکے ہو وہ اب تک ان کو یاد ہے۔ پرانی شرمندگی کیا کم ہے جو ایک نئی شرمندگی لے کر ان کے سامنے جاویں۔ فَلَنْ

اَبۡرَحَ الۡاَرۡضَ حَتّٰی یَاۡذَنَ لِیۡۤ اَبِیۡ میں تو یہاں سے نہیں جاتا جب تک کہ باپ کا حکم نہ ہو اَوۡ یَحۡکُمَ اللّٰہُ لِیۡ یا اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت نکالے کہ بن یامین کی خلاصی ہوجائے وَھُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ میں خوب سمجھتا ہوں کہ وہ ہر آڑے وقت کیلئے سب سے بہتر تدبیر نکالتا ہے اور بندوں کی مشکلیں آسان کرتا ہے۔

غرض یا تو بن یامین کو لے کر جاؤں گا یا باپ کا بلاوا آنے کے بعد کنعان کا ارادہ کروں گا۔ یوں تو تمہارے ساتھ نہیں چلتا۔ اسلئے مجھ کو تو چھوڑو اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡکُمۡ فَقُوۡلُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ تم واپس والد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو آپ کے صاحبزادے چوری کر کے گرفتار ہوگئے ہیں وَمَا شَہِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَمَا کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ ہم وہی بیان کرتے ہیں جو ہم جانتے ہیں قول دیتے وقت غیب کی کیا خبر تھی کہ یہ چوری کریں گے اور پکڑے جائیں گے۔ ورنہ ہم قول نہ دیتے وَسۡـَٔلِ الۡقَرۡیَۃَ الَّتِیۡ کُنَّا فِیۡہَا وَالۡعِیۡرَ الَّتِیۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِیۡہَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ہمارے کہنے کا یقین نہ ہو تو اس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم تھے اور اس قافلے والوں سے پوچھئے جس میں ہم شامل ہوکر یہاں آئے ہیں یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ اس مشورہ کے موافق اپنے بڑے بھائی یہودا کو مصر میں چھوڑ کر باقی دوسرے بھائی کنعان کی طرف چلے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی غرض یہ تھی کہ بغیر راز فاش ہونے کے بن یامین کو اپنے پاس روک لیں۔ دونوں بھائیوں کے مشورے سے یہ طئے ہوا کہ چوری کے الزام سے بن یامین کو روک لیا جائے۔ بن یامین اس طرح مصر میں رہ گئے۔ بڑا بھائی اس شرم سے کہ باپ کو کیا منہ دکھائے وہ بھی خود مصر میں رہ گیا باقی ۹ بھائی مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب یہ لوگ کنعان پہنچے تو سب سے پہلے بیت الاحزان یعنی حضرت یعقوبؑ کی کوٹھری میں گئے۔ حضرت یعقوبؑ کو دکھتا نہیں تھا۔ فرزندوں کی آواز سن کر کھڑے ہوگئے پہلی بات یہی کہی کہ بن یامین کہاں ہیں وہ میرے کھوئے ہوئے یوسفؑ کی نشانی ہے اسے لاؤ میرے گلے لگاؤ۔

حضرت یعقوبؑ آپ کو خبر نہیں کہ یوسفؑ تو کھوئے ہوئے تھے ہی بن یامین بھی آپ سے چھن گئے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے کھڑے ہیں کسی فرزند کی ہمت نہیں ہوتی کہ بن یامین کی گرفتاری کا حال سنائے پھر خود ہی فرمایا چپ کیوں ہو؟ کیا اس کو بھی کھوآئے؟ کیا اسے بھی بھیڑیا کھا گیا؟ سچ بتاؤ تم نے اسے کیا کیا؟ جرأت کر کے فرزندوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بن یامین پر چوری ثابت ہوئی۔ ہماری شریعت کے موافق مصر کے بادشاہ نے ایک سال کے لئے بن یامین کو روک لیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کو فرزندوں کے کہنے کا بالکل یقین نہیں آیا۔ آپ یہی سمجھے کہ یوسفؑ کی طرح بن یامین کو بھی انہوں نے ضائع کردیا ہے۔ صرف میرے اطمینان دلانے کیلئے ایک سال تک روک لئے جانے کا بہانہ کرتے ہیں حقیقت میں یہ جھوٹے ہیں۔

دوستو! حضرت سعدیؒ نے سچ فرمایا ہے جھوٹ کی مثال زخم کے مانند ہے زخم درست بھی ہوجاتا ہے تو بھی نشان باقی رہتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یعقوبؑ ایک مرتبہ یوسفؑ کے بارے میں تجربہ کر چکے تھے۔اب اگر وہ سچ بھی کہہ رہے ہیں تو حضرت یعقوبؑ کو ان پر اعتبار نہیں آتا ہے انکا بیان سن کر وہی جواب دیا جو یوسفؑ کو بھیڑیا کھاجانے کی خبر سن کر دیا تھا قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْراً بن یامین چوری میں نہیں گرفتار ہوئے ہیں بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ خیر اچھا میں صبر ہی کروں گا۔ایسا صبر جس میں مخلوق کی طرف شکایت کا نام نہوگا۔

کاملوں کی یہ شان ہوتی ہے۔ اتنا بھاری صدمہ اور پھر بھی خیال آتا ہے صبر جمیل کا اسلئے کہ جب ہم یہ سمجھیں کہ یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے مصیبت بھی ادھر سے ہی ہے۔دکھ بھی ادھر ہی سے ہے اور وہ مالک ہے، مالک کا تصرف مملوک میں ناگوار نہیں ہوتا۔دیکھئے آپ کے پاس بہت سے جانور ہوں کبھی تو ان کو آپ اپنے گھر کے دروازہ پر باندھتے ہیں اور کبھی جنگل میں مکان بنا کر کھیت کے پاس باندھتے ہیں۔ بھلا جانور کو

کچھ حق ہے اعتراض کا مجھے یہاں کیوں باندھا وہاں کیوں نہ باندھا کچھ حق نہیں کیوں کہ آپ مالک ہیں۔ مالک کو ہر طرح کا حق ہے۔

یا اللہ! آپ کو تو اس برائے نام ملک کی وجہ ایسا اختیار ہو' خدائے تعالیٰ کو ایسا اختیار کیوں نہ ہو' غضب کی بات ہے پھر اللہ تعالیٰ مالک ہونے کے ساتھ رحیم بھی ہے۔ جو مالک مہربان ہوتا ہے۔ وہ جو برتاؤ بھی کرے اس میں سب غلام راضی رہتے ہیں کیوں کہ اس کا برتاؤ رحم سے خالی نہیں ہوتا۔ پھر وہ حکیم بھی ہے۔

یہی ایک صفت بندہ کا رنج وغم دور کرنے کیلئے کافی تھی۔ دیکھئے ڈاکٹر نشتر لگاتا ہے مگر اس سے کوئی ناراض نہیں ہوتا بلکہ شکریہ ادا کرتے ہیں اور فیس دیتے ہیں۔

جب حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصیبت ہمارے سر پر ڈالی جائے تو ہم کو سمجھنا چاہیے کہ یہ کسی باطنی دنبل کیلئے نشتر ہے۔ سب سے زیادہ یہ ہے کہ وہ محبوب بھی ہے محبوب کو عاشق کے امتحان کا ہر وقت حق حاصل ہوتا ہے۔ اب تو آپ کو مصیبتوں میں لذت ملنی چاہے۔ اسکو مثال سے یوں سمجھئے کہ آپ کے بدن میں ایک دشمن نے چٹکی لی تو آپ جھلا جائیں گے اور محبوب نے چٹکی لی تو آپ اپنے سے زیادہ خوش نصیب کسی کو نہ سمجھیں گے جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی طلب میں کتنی بھی ذلت اٹھانی پڑے سب گوارا ہوتی ہے بلکہ جب دیکھتے ہیں کہ اس کے تصرف سے ہے تو بالکل ناگوار نہیں معلوم ہوتا ہے۔

صاحبو! محبت الٰہی پیدا کرو۔ پھر سب مصیبتیں آسان ہیں

آب کم جو تشنگی آور بدست ——— تا بجو شد آب از بالا و پست

صاحبو: پانی مت ڈھونڈو' پیاس پیدا کرو' پھر دیکھو پانی تمہارے اطراف ابلنے لگے گا

تشنگان گر آب جویند از جہاں ——— آب ہم جوید بعالم تشنگاں

کیوں کہ پیاسے جیسے پانی ڈھونڈتے ہیں ایسا ہی پانی بھی پیاسوں کو ڈھونڈتا ہے۔

جب ہم اللہ تعالیٰ کو محبوب بنائیں گے اللہ تعالیٰ بھی ہم کو محبوب بنائے گا۔ پھر مصیبت مصیبت نہیں معلوم ہوگی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ یہ سب مشینیں ہیں جو کسی کے چلانے سے چل رہی ہیں۔ بغیر اس کے محض

بیکار ہیں جس نے اصل چلانے والے کو نہ دیکھا ہو وہ سمجھ رہا ہے کہ یہی آٹا پیستی ہیں مگر اہل معرفت سمجھتے ہیں کہ ان کی رفتار عارضی ہے اصل میں یہہ اپنی رفتار وغیرہ کی محتاج ہیں۔

ماہمہ شیراں ولے شیر علم حملہ شان از باد باشد دمبدم

ہم سب شیر ہیں مگر کون سے شیر: علم کے پھریرے پر کے تصویری شیر ہیں ہوا کی وجہ سے حملہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حملہ شان پیدا ونا پیداست آنچہ نا پیداست ہرگز کم مباد

ان تصویروں کا حملہ تو دکھائی دیتا ہے مگر ہوا دکھائی نہیں دیتی ہے۔ نہیں دکھنے والی چیز کبھی کم نہ ہو اسی سے حملہ کی بقا ہے۔

جب سب ادھر ہی سے ہے اور وہ مالک ہے رحیم ہے محبوب ہے تو اپنے سارے کام اسی پر سونپو، جیسے بچہ اپنے کام ماں پر سونپتا ہے اور امید رکھتا ہے تو ماں سے ہی رکھتا ہے۔

اس لئے حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيْعًا مجھ کو اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو یعنی یوسفؑ اور بن یامین اور بڑے بھائی ان تینوں کو مجھ تک پہنچائے گا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ کیوں کہ اس کو سب کی خبر ہے کہ وہ کہاں اور کس کس حال میں ہیں (الحکیم) وہ بڑی حکمت والا ہے جب وہ ملانا چاہے گا تو ہزاروں تدبیریں کر کے مجھ سے لاکر ملائے گا۔

دوستو! کیوں یہ ایسا ہی ہے نا کہ جیسے بچہ ماں سے امید کرتا ہے کیسے ہی واقعات ہوں مگر ماں سے جو اسکو امید ہوتی ہے وہ کم نہیں ہوتی۔

ایسے ہی حضرت یعقوبؑ کو تازہ بہ تازہ مصیبتیں، مایوس کرنے والے واقعات خدا سے جو امید ہے اس کو نہ کم کرسکے نہ مٹا سکے۔

کاملین کی یہ شان ہے کہ مصیبت بڑھ رہی ہے مگر ان کو جو بھروسہ اور امید اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس میں

ذرا فرق نہیں آتا۔ کس استقلال سے فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لائے گا۔ ایک ہم ہیں کہ ذرا سا ہماری مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو ہم اللہ سے ناامید ہوجاتے ہیں ذراسی مصیبت میں بعض تو زبان سے اور بعض زبان سے نہیں دل میں خدا کی طرف سے بُرے بُرے خیال لاتے ہیں اور بدظن ہوجاتے ہیں۔

ہم کو حضرت یعقوبؑ سے سبق لینا چاہیے مصیبتوں میں صبر کریں اور ہمیشہ اللہ کی رحمت کے امیدوار رہیں۔

چونکہ اولاد سے رنج پر رنج پہونچے تھے یہ جواب سن کر اولاد کی طرف سے منہ پھیرلیا۔

اس نئے غم سے حضرت یوسفؑ کا پرانا غم تازہ ہوگیا۔ یوسفؑ کو یاد کر کے فرمایا وَ قَالَ یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ ہائے یوسف افسوس۔

نبی آخر زماں کے امتیو! تم کیسے خوش نصیب ہو، مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا تم کو سکھایا اور امت تو امت تو پیغمبروں کو بھی یہ نہیں سکھایا۔ اگر یہ سکھاتا تو حضرت یعقوبؑ یٰٓاَسَفٰی نہیں فرماتے بلکہ اِنَّا لِلّٰہِ فرماتے سبحان اللہ کیا تعلیم ہے! حکم ہوتا ہے جب یہ امر ثابت ہوچکا کہ ہم سب اللہ کی ملک ہیں اگر مالک اپنی چیز میں تغیر و تبدل کرے۔ اپنی ایک مملوک کو دوسری مملوک چیز سے جدا کردے تو اس کو حق ہے کوئی اس پر اعتراض نہیں کرسکتا جیسے ابھی میں نے جانوروں کی مثال دی ہے۔ اگر یہ مضمون دل میں خوب مضبوط جم جائے گا تو کسی مصیبت سے دل میں رنج اور حسرت کا نام ونشان نہیں رہ سکتا دیکھئے یہ ہے تعلیم اسلامی کہ بقراط اور سقراط جہاں بھر کے فلاسفر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی مدعی ہو تو بتلائے کہ اس کے سوا کونسی تدبیر ہے کہ جس سے انسان کو تسلی حاصل ہو۔

اس قدر جملہ بھی مصیبت کا اثر دور کرنے کیلئے کافی تھا وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر مضمون کو پورا کردیا، اگر تم کو بہت ہی بے قراری ہے اور وہ ہی شئے تمہاری مطلوب ہے اس کے بغیر تم کو چین ہی نہیں آتا تو تم اپنے نفس سے کہو وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم سب اسی کی طرف جانے والے ہیں اگر تلف ہوگئی ہے تو

نیز آگے پیچھے کا فرق ہے وہاں مل لیں گے۔ اس پر آپ یہ شبہ کریں گے کہ انبیاء بھی تو مصیبت میں روئے ہیں۔ حضرت یعقوب اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں۔

حدیث :- رسول اللہ ﷺ کے جب صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہو رہا تھا حضرت ﷺ کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا رحمت کی وجہ سے ہے۔ کپڑے پھاڑ؟ منھ اور سینہ پر مارنا 'پکار کر رونا' زبان سے یا دل سے خدا کی شکایت کرنا یہ منع ہے۔ پھر حضرت کے آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا۔ اِنَّ الْعَيْنَ تَدمَعُ وَ الْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَانَقُولُ اِلَّامَايُرْضِیُ رَبَّنَا وَاَنَا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنٌ آنکھیں رو رہی ہیں دل غمگین ہیں ہم نہیں کہیں گے مگر وہی جس سے ہمار پروردگار راضی رہے۔ اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی میں غمگین ہیں بتلایئے تو یہ پیغمبر حضرات کیوں روئے؟ سنیے ہمارے رونے میں اور ان حضرات کے رونے میں بہت فرق ہے ہم محض اس چیز کی یاد میں روتے ہیں وہ حضرات دیکھتے ہیں کہ اس وقت اللہ کو ہمارا رونا ہی مطلوب ہے تا کہ ہماری محتاجی کا اظہار ہو۔ اسلئے روتے ہیں۔ تمہاری محبوب چیز کا لینا یا دور کرنا خود دلیل ہے اس کی کہ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت سے تم کو رلانا چاہتے ہیں۔ سو روؤ اس وقت نہ رونا بے ادبی ہے۔ اگر آپ نہ روئے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس مصیبت کے راز کو نہیں سمجھے ہیں۔

صاحبو! خدا کے سامنے روؤ تا کہ خدا کے سامنے تمہاری عاجزی ظاہر ہو۔ پیغمبر اور اولیاء اللہ اس راز کو سمجھ گئے ہیں اس لئے وہ روئے ہیں

کیں تضرع رابر حق قدر ہاست کاں بہا کا نجاست زاری را کجاست

یہ تمہارے رونے کی اللہ کے پاس بڑی قدر ہے تمہارے رونے کی جو قیمت کہ وہاں ہے پھر اور کہاں ہے۔

گرتو خواہی کز بلا جاں وخری جان خود را تضرع آوری

اگر تو چاہتا ہے کہ بلا اور مصیبت سے اپنی قدر بڑھائے تو خوب رو۔ اسی سے اللہ کے پاس تیری قدر بڑھتی ہے۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریاں اوست اے خوشا آں دل کہ آں بریاں اوست

کیا اچھی ہے وہ آنکھ جو اللہ کے لئے رورہی ہے کیا اچھا ہے وہ دل جو اللہ کے عشق میں بھنا جارہا ہے۔پس جو مصیبت میں اسکے رلانے سے روتے ہیں وہ بھی گریاں اوست میں داخل ہیں جو نہ روئے اور ضبط کر کے پتھر سابنا رہے اسنے اللہ کی مراد کو پورا نہ کیا۔

حکایت:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ بیمار ہوئے کسی نے پوچھا حضرت کیسی طبیعت ہے فرمایا اچھی نہیں بیمار ہوں، پھر کسی نے پوچھا حضرت آپ تو بڑے عارف ہیں، آپ بھی جزع کرتے ہیں۔فرمایا دیوانے ہوگئے ہو؟ کیا میں اپنے خدا کے سامنے بہادر بنوں؟ وہ تو میرا ضعف ظاہر کرے اور میں قوت ظاہر کروں۔

حکایت:۔ ایک بزرگ رورہے تھے کسی نے پوچھا آپ کیوں رورہے ہیں فرمایا بھوک لگ رہی ہے۔ اس شخص نے کہا حضرت بھوک سے روتے ہیں فرمایا اللہ ہمارے رونے ہی کے لئے بھوک لگادیں تو ہم کیوں نہ روئیں مگر ایسا رونا نہیں جس رونے کی مشق عورتوں کو ہوتی ہے جب کہیں تعزیت وغیرہ میں جاتی ہیں تو گاڑی میں اچھی خاصی ہوتی ہیں اور اس سے اترتے ہی ہوہو کرنا شروع کردیتی ہیں غرض اس نیت سے مصیبت میں بے ساختہ جوش سے بغیر آواز کے رونا منع نہیں ہے۔

القصہ حضرت یعقوبؑ کارونا یوں تو ہمیشہ کا رونا تھا مگر اب نہ یوسفؑ رہے، یوسفؑ کی تسلی جو بن یامین سے ہوتی تھی، نہ وہ رہے۔ رونے کا جوش ہوا تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے اس حالت کو اللہ اس طرح فرماتا ہے وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ آنکھوں میں آنسو بھر جانے سے آنکھیں سفید دکھنے لگیں یا اس کا یہ مطلب ہے جب سے یوسفؑ جدا ہوئے ہیں چالیس برس کا زمانہ گزرا مگر کبھی آنکھ کا آنسو سوکھا نہیں۔ وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ روتے روتے غم سے آنکھیں سفید ہوگئیں۔

حدیث:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل جو شخص کہ اس کی آنکھیں جائیں اندھا ہوجائے اس کا کیا بدلہ

ہے؟ جبرئیل نے عرض کیا سُبحَانَكَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا آپ پاک ہیں ہم کو اتنا ہی علم ہے جتنا کہ آپ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو جبرئیل اس کا بدلہ میرا دیدار ہے اور ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔

حدیث :- سب سے پہلے دیدار اندھے کو ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آنکھیں جانا دیدار کا سبب ہے۔

ایسا ہی حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں کا جانا حضرت یوسفؑ کے دیدار کا سبب بنتا ہے یوسف کی ملاقات کا زمانہ قریب آگیا ہے روتے روتے اندھے ہوگئے۔

فَهُوَ كَظِيمٌ پھر بھی رنج وغم کو دل ہی دل میں چھپائے رکھا۔ حضرت یعقوبؑ کی جو تصویر کھینچا ہے اس سے بہتر نہیں بیان ہوسکتا۔

جو شخص منہ سے کچھ کہہ لیتا ہے تو اس کا رنج ہلکا ہوجاتا ہے مگر جس کا غم اندر ہی گھٹتا رہتا ہے۔ جیسے حضرت یعقوبؑ کا غم، ان کے دل پر کیا صدمہ ہوا ہوگا یہ غم کی انتہائی حالت ہے ۔اللہ تعالیٰ اس آیت میں حضرت یعقوبؑ کے غم کی جو تصویر کھینچا ہے ۔اس سے بہتر نہیں بیان ہوسکتا ہے۔

انسان کے شریف اعضاء تین ہیں : زبان، آنکھ، دل

حضرت یعقوبؑ کے یہ تینوں اعضاء انتہائی غم میں ڈوبے ہوئے تھے زبان سے یا اسفی یعنی ہائے یوسف فرمارہے تھے۔ وَابيَضَّتْ عَيْنٰهُ روتے روتے آنکھیں سفید ہوگئیں تھیں فَهُوَ كَظِيمٌ دل میں بے انتہا غم بھرا ہوا تھا مگر آپ اس کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔

اب جو منہ سے يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوسُفَ نکلا تو فرزندوں کو یوسفؑ کا نام لینا ناگوار ہوا۔ ان کو تو یہ امید تھی کہ یوسف علحدہ ہونے کے بعد یہ باپ کے پیارے ہوجائیں گے۔ مگر اب اتنی مدت ہونے کے بعد بھی یوسفؑ ہی کا نام لیتے سنا دل میں تو وہ اس کو برا سمجھے مگر بظاہر باپ کو تسلی دیتے ہیں کچھ عجیب لٹھ طبیعت واقع ہوئی ہے ذرا اس تسلی کے الفاظ کو دیکھئے قَالُوا تَاللّٰهِ تَفتَؤُا تَذكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ

حَرَضًا اَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ بیٹوں نے کہا باوا خدا کی قسم تم یوسفؑ یوسفؑ ہی کرتے رہوگے۔ یہاں تک کہ گھل گھل کر سخت بیمار ہو جاؤ گے یا مر جاؤ گے۔

سبحان اللہ یعقوبؑ کیا جواب دیتے ہیں۔ جواب سننے سے پہلے ذرا بچہ کی حالت کو دیکھئے کہ ماں کے ساتھ کیا ہوتی ہے۔ ماں کے سوا وہ کسی کو پہچانتا ہی نہیں ادھر بادشاہ ادھر ماں ہے تو ماں کی طرف ہی لپکے گا گھبراہٹ میں ماں ہی کی طرف جائے گا اسی کو پکارے گا۔ بھروسہ ہے تو ماں ہی پر ہے۔ خیال ہے تو ماں ہی کا ہے۔ ہر حالت میں ماں کا ہی دامن پکڑے ہوئے ہے کبھی چھوڑتا ہی نہیں ماں سامنے نہوادر کوئی مصیبت آئے پہلے اسکی زبان پر اماں ہوگا پہلا خیال دل میں ماں ہی کا ہوگا ماں نظر آئی وہ اس سے لپٹ گیا جب چلے گا تو اسی کی طرف چلے گا۔ بچہ کی یہ محبت خالی نہیں جاتی اگر بچہ کھیل میں ہو اور بہت دیر ہوگئی ہو تو خود ماں اسکو ڈھونڈھتی ہوئی نکلتی ہے۔ کھیل میں اگرچہ ماں کو نہ لپٹے ماں اسکو لپٹا لیتی ہے۔ اگر دودھ نہ مانگے تو وہ خود دودھ دیتی ہے۔

دوستو! کیا ہم بچہ سے بھی گئے گذرے ہوگئے کم سے کم بچہ کی طرح تو بنیں مصیبتوں اور بلاؤں میں پکاریں تو اللہ ہی کو پکاریں۔ بھروسہ ہو تو اسی پر ہو جو خیال ہو تو اسی کا ہو پھر دیکھو کس طرح مدد آتی ہے۔ کس طرح وہ تم کو لپٹا لیتا ہے۔ دیکھئے ماں بچہ کو مارتی ہے تو وہ روتا ضرور ہے۔ لیکن رو کر پھر ماں ہی کو لپٹ جاتا ہے۔ ایسے ہی مصیبت وبلا میں اسی کو رو کر دکھائیں اور پھر اسی کی طرف رجوع کریں۔ اس لئے بیٹوں کو حضرت یعقوبؑ جواب دیتے ہیں۔ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّي وَحُزْنِي اِلَى اللّٰهِ بث وہ غم جو ظاہر ہونے لگے حزن وہ غم جو دل میں چھپا ہوا ہو۔

حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں تمہارے یا کسی اور کے سامنے تو شکایت نہیں کرتا ہوں جو تم تسلی دینا چاہتے ہو میں تو اپنے کھلے اور چھپے رنج وغم کی شکایت اپنے خدا کے سامنے کرتا ہوں جیسے بچہ اماں کے سامنے کرتا ہے۔ عاشق کی یہی شان ہے کہ وہ اپنا دکھڑا اپنے معشوق کے سامنے روتا ہے گڑگڑاتا ہے اسی میں اس کو

مزہ آتا ہے۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ان باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے جب وہ رلانا چاہتے ہیں تو رونا ہی چاہیے مگر اسی کو دکھانے کیلئے نہ کہ اوروں کو۔ تم کو کیا خبر ہے مجھے معلوم ہے رنج و غم اسی لئے دیتے ہیں کہ انسان سب سے ٹوٹ پھوٹ کر اپنے اللہ کا ہو جائے اسی واسطے میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور میرے چچا اسمٰعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے دیا گیا اور مجھے یہ غم دیا جس میں جل رہا ہوں اس سے غرض یہ ہے کہ سب سے چھڑا کر اپنا کر لیوے اسی واسطے تو میں نے تم سے منہ پھیر لیا اگر تمہارے سامنے شکایت ہوتی تو تمہاری طرف متوجہ رہتا۔ پھر تم مجھے کیوں تسلی دیتے ہو۔ غرض یہ ہے کہ میرے رنج و غم کا راز تم کو معلوم نہیں ہے وہ مجھ کو معلوم ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ کاملین کی حالت کا اندازہ عام لوگ نہیں کر سکتے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

کاملین کا قیاس خود پر مت کر اگرچہ شیر اور شیر (دودھ) لکھنے میں ایک طرح کے ہیں مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد　　　کم کسے از اہل حق آگاہ شد

جملہ عالم اس سبب سے گمراہ ہوا ہے کہ کاملین کی کسی کو خبر نہیں۔

گفت اینک ما بشر ایشان بشرؒ　　　ما و ایشان بستۂ خوابیم و خور

کاملین کو سمجھے تو یہ سمجھے کہ ہم بھی آدمی وہ بھی آدمی ہم کو بھی کھانے اور سونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسا ہی ان کو بھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر حال خاصان خدا کا اور عام لوگوں کا یکساں ہوتا ہے اسلئے انکو پہچان نہیں سکتے۔ اسی واسطے یعقوب علیہ السلام کے فرزند یہ سمجھ کر کہ ان کا رونا اپنے جیسا رونا ہے ان کو تسلی دینے لگے حالانکہ ان کے رونے میں اور حضرت یعقوب کے رونے میں بہت فرق تھا جس کو کسی قدر میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ عوام کی مصیبت ان کا جیل خانہ ہے اور خاصان خدا کی مصیبت زخم کا نشتر ہے وہ سمجھتے ہوئے کہ

درد از یار است درماں نیز ہم　　دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم

درد بھی دوست کی طرف سے ہے اور علاج بھی' دل و جاں اس پر فدا ہوں اسی لئے اس کے بھروسہ پر کچھ تدبیر بھی کر لیتے ہیں۔

مصر کے بادشاہ کو یہ خط لکھ کر بھیجتے ہیں' یہ خط ہے یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراھیم کی طرف سے بادشاہ مصر کو لکھا جا رہا ہے۔

امابعد' ہمارا گھر ابتلاو امتحان کا گھر ہے۔ ہمارے دادا ابراہیم آگ میں ڈالے گئے پھر اللہ نے آگ ان پر گلزار کر دی چچا کے گلے پر ہاتھ پاؤں باندھ کر چھری پھیری گئی جن کا فدیہ بہشتی بکرے سے ہوا اور میں یوسف کے فراق میں مبتلا کیا گیا جس کے متعلق کہا جاتا ہے اسکو بھیڑیا کھا گیا اس پر طرہ یہ کہ اس کا حقیقی بھائی بن یامین جو میرے غمگین دل کی تسکین تھا تیری قید میں ہے ایسے وقت کہ میرے آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتا ہے اور کمر جھک گئی ہے میرے بچہ کو قید کر کے مجھے بے چین کر دیا ہے۔اے بادشاہ تیرا گمان ہے کہ میرا بیٹا چور ہے یاد رکھ کہ ہم ایسے خاندان کے لوگ ہیں کہ نہ چوری کرتے ہیں اور نہ کوئی ہماری نسل سے چور ہوتا ہے۔ اے بادشاہ اگر تو میرے بچہ کو میرے پاس نہ بھیج دیگا تو ایسی بددعا کروں گا کہ جس کا اثر تیری ساتویں پشت تک پہونچے گا۔

جب یہ خط یوسف علیہ السلام کو پہنچا اور آپ نے خط کا عنوان دیکھا ایسے بے خود ہوئے کہ ضبط نہ کر سکے تخت سے اتر کر خلوت میں اتنا روئے کہ بے ہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو خط پڑھا اور یہ جواب لکھ بھیجا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ سَمِعْتُ ذِكْرَ آبَاءِكَ الْكِرَامِ اِصْبِرْ كَمَا صَبَرُوْا وَاظْفُرْ كَمَا ظَفَرُوْا وَالسَّلَامُ میں نے آپکے بزرگ باپ دادا کے بارے میں سنا' صبر کرو جیسا کہ انہوں نے صبر کیا اور فتحیاب ہو

جیسے کہ وہ فتح یاب ہوئے ۔قاصد کو خلعت وانعام اور یہ جواب دے کر واپس کیا۔

حضرت یعقوبؑ نے یہ جواب دیکھتے ہی فرمایا یہ باتیں پیغمبروں کی ہیں۔ پہلے ہی میں شاہ مصر کے اقوال و افعال سن چکا ہوں ۔ممکن ہے کہ شاہ مصر میرا یوسفؑ ہو پھر اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز ملک الموت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو اس سے آپ نے فرمایا کیا آپ میری قبض روح کیلئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔حضرت میں آپکی ملاقات کیلئے آیا ہوں اور آپ کو تسلی دینے کیلئے آیا ہوں یہ سنکر یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت لِلّٰہ مجھے یہ بتاؤ کہ کیاتم نے میرے یوسفؑ کی جان نکالی ہے ؟ ملک الموت نے جواب دیا نہیں۔ابھی وہ زندہ ہیں۔ بڑی شوکت اور عزت کی زندگی بسر کرر ہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ بے چین ہوگئے۔ پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ میرا یوسفؑ کس جگہ ہے ۔ ملک الموت نے کہا مجھے یہ ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہاں اتنا کہنے کی اجازت ہے کہ جدائی کے دن ختم ہوچکے' صبر کی حد ہوگئی۔ اب قریب میں آپ یوسفؑ سے ملنے والے ہیں۔ اس واقعہ سے بھی پہلے خیال کی تائید ہوئی یہ بھی یاد تھا کہ یوسف علیہ السلام کا خواب سچا ہے(بغیر یہ تعبیر پوری ہونے کے وہ نہیں مرسکتے۔باپ ماں گیارہ بچوں کا سجدہ)اسکی تعبیر بتاتی ہے کہ وہ بادشاہت پر پہونچیں گے۔

اسلئے ممکن ہے کہ بادشاہ مصر میرا یوسفؑ ہی ہو' یہ بھی سنا کہ بن یامین پر چوری کا الزام لگایا گیا ہے وہ گرفتار ہوگئے ہیں مگر بادشاہ نے ان کو نہ کچھ ایذادی نہ مارا' بلکہ عزت سے رکھا۔کہیں چور سے ایسا معاملہ کیا کرتے ہیں اس سے بھی سمجھے کہ شاید بادشاہ مصر یوسفؑ ہی ہوں۔غرض اس وقت ایسے قرینے موجود ہوئے ہیں کہ جس کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ یوسف کو بھیڑیا کھا جانے کا اور بن یامین کے چوری میں پکڑے جانے کا خیال دل سے نکالو' عقل و ہوش سے کام لے کر یوسفؑ کو اور یوسفؑ کے بھائی کو مصر میں ہی تلاش کرو جاؤ۔ فرزندوں نے پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ کہہ کر کہا کہ بادا بن یامین کے لئے تو

لئے تو ہم کوشش کرتے ہیں یوسفؑ تو مرگئیکیا مردوں کو کوئی ڈھونڈا کرتا ہے! زمانہ ہوگیا یوسفؑ کوتو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایاوَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ مجھے جومعلوم ہے وہ تم کونہیں معلوم، جاؤ مصر میں ڈھونڈو وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔

رحمت الٰہی سے مایوس نہ بنو۔ اِنَّهٗ لَايَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ رحمت الٰہی سے مایوس ہونا کافروں کا کام ہے تم رحمت سے کیسے مایوس ہورہے ہیں۔

جب خدائے تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھتے ہیں ہر چیز کا اس کوعلم ہے وہ کریم ہے بخیل نہیں ہے تو کسی حال میں اللہ سے ناامیدنہیں ہونا چاہئے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ معرفہ کی تکرار سے ایک ہی چیز مراد ہوتی ہے۔ اور نکرہ کی تکرار سے علحدہ چیز اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے ہماری بڑی بڑی نعمتوں کو دیکھ کر ہمارے فضل پر بھروسہ رکھو۔ اگر کوئی تنگی اور مصیبت ظلم اور گناہ کا بدلہ نہ ہوتو ایک تنگی کے بدلہ دو آسانیاں ہیں۔ مع سے اشارہ ہے کہ بہت جلد آسانی ہوتی ہے۔ گھبراؤ مت تنگی کے ساتھ تو یہ آسانی ہے دلوں کا مصقلہ اور جلا ہوتا ہے جس کے سبب سے یسر آخرت یعنی ثواب آخرت حاصل ہوتا ہے دنیا کا یسر علحدہ ہے۔ جیسے روزہ دار کو دو فرحتیں ہوتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری فرحت دیدار الٰہی کے وقت اس لئے حضرت ﷺ نے فرمایا ایک دنیا کی تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوتی ہے تم کو ہرگزنا امید نہ ہونا چاہئے۔

حکایت:۔ ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی' موسیٰؑ! میرے ایک دوست (میرے ولی) کا انتقال ہوگیا ہے اس کو غسل دو' موسیٰ علیہ السلام اس مرد کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مشہور گنہگار ہے لوگوں نے اس کو گھوڑ پر ڈال دیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الٰہی تجھ کو معلوم ہے اس کی نسبت لوگوں کا کیا خیال ہے۔ لوگ اس کو کیا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰؑ اس نے مرنے سے

پہلے تین چیزوں کی شفاعت پیش کی۔ اگر سارے گنہگاران تینوں چیزوں کی شفاعت پیش کریں گے تو میں سب کے گناہ بخش دوں گا۔

(۱) اول یہ کہا کہ پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ میں نے گناہ کیئے شیطان کے بہکانے سے مگر دل سے ان کو بُرا سمجھتا ہوں۔

(۲) اگرچہ گنہگاروں کے ساتھ رہ کر گناہ کیئے ہیں لیکن صالحوں کے ساتھ اور تیرے نیک بندوں کے ساتھ بیٹھنا مجھے بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔

(۳) اگر میرے پاس نیک شخص کا کام بھی ہو اور گنہگار کا کام بھی تو پہلے نیک کا کام پورا کردیتا ہوں۔ الٰہی اگر تو میرے گناہوں کو معاف کرے گا پیغمبر خوش ہوں گے اور اولیاء اللہ خوش ہوں گے اور تیرا دشمن شیطان غمگین ہوگا۔

اگر مجھے عذاب دے گا تو شیطان تیرا دشمن خوش ہوگا پیغمبر اور اولیاء غمگین ہوں گے۔

الٰہی دوستوں کی خوشی اگر تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے دشمنوں کی خوشی سے تو تو مجھ پر رحم کر اور میرے سب گناہوں کو معاف کر۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس پر نزول رحمت کیا اور اس کے گناہوں کو معاف کردیا۔ میں غفور و رحیم ہوں جو گناہوں کا اقرار کرلیتا ہے آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو میں اس پر بے حد رحمت نازل کرتا ہوں۔ اس لئے دوستو! اللہ تعالیٰ سے ناامیدمت ہو' وہ دنیا کی سختیوں کو بھی دور کرے گا۔ توبہ کرلو گے تو آخرت کی سختیوں کو بھی دور کرے گا۔

دوستو! یوسف علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوکر چالیس برس ہوگئے ہیں۔ مگر حضرت یعقوبؑ مایوس نہیں ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ جاؤ یوسفؑ کو ڈھونڈو۔

ہائے افسوس میرے دوستو' تم دل سے کیسے مایوس ہوگئے ہو' اٹھو تم بھی دل کو ڈھونڈو حضرت یوسفؑ کی طرح تمہارا دل گم نہیں ہوگیا ہے بلکہ سخت بیمار ہوگیا ہے اس لئے تمہارے ہاتھ نہیں آتا۔ یہ بیمار دل کب تک پہلو میں لیے رہو گے دیکھو بیماری بڑھ رہی ہے۔ بیماری کا انجام موت ہے۔ اگر دل مرگیا تو اس مردہ

دل کو لے کر کیا کرو گے۔ آخرت کی سعادت تو زندہ دلی کے ساتھ ہے زندہ دلی کو قلب سلیم کہتے ہیں اسی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ جہاں مال ہی کام آئے گا نہ اولاد وہاں وہ دل کام آئے گا جو دل کہ بیماریوں سے صحیح و سالم ہے۔

ہائے دل تو نے کسی بیمار کو دیکھا ہی نہیں تجھے کیا خبر کہ بیماری میں کیا کیا کرتے ہیں اور تو بیمار کیا کر رہا ہے۔ فرض کرو کہ دنیا کا ایک خودمختار بادشاہ ہے اپنی ساری خواہشات کو پورا کرسکتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی لذت نہیں جس کو وہ حاصل نہ کرسکے اتفاق سے ہوگیا وہ بیمار۔ سچ بتا اے دل اب وہ کیا کرے گا طبیبوں کو بلائے گا دوا سازوں کو جمع کرے گا کڑوی سے کڑوی دوا کو گو وہ کیسی ہی ناگوار ہو خوشی سے پیئے گا۔ ساری لذتوں کو خیرباد کہہ کر صرف طبیب کی بتائی ہوئی چیزوں کو استعمال کرے گا اس سے گو وہ لاغر ہوتا جائے گا مگر دن بدن اس کی بیماری میں گھٹاؤ ہونا شروع ہوگا اور صحت ہوتی جائے گی اس اثناء میں اگر اس کا نفس پرہیز توڑنا چاہئے گا تو شروع بیماری کے درد اور تکلیفیں پیش نظر ہوں گی، موت آنکھوں کے سامنے پھر یگی، شماتت اعداء کا خیال آئے گا تو نفس کو ملامت کرے گا اور ہرگز پرہیز نہ توڑے گا۔ شفا کا خیال، بدن کی صحت، آرام و راحت کی زندگی، کڑوی سے کڑوی دوا پینے کے لئے ابھارتے رہیں گے۔ لذتوں کا چھوڑنا، ناگوار چیزوں پر صبر کرنا، اس کو آسان معلوم ہوگا۔ دیکھ اے دل ! بیمار اس طرح بیماری کا علاج کیا کرتے ہیں کیا تو نے بھی کبھی طبیب روحانی کو نبض دکھائی اور کبھی علماء ربانی سے مشورہ لیا۔ ان کی بتائی ہوئی کڑوی دوا کبھی استعمال کیا؟ کیا تجھ کو بھی کبھی پرہیز کا خیال آیا۔ جب یہ کچھ بھی نہ کیا تو سچ بتا پھر تیری بیماری جائے تو کس طرح جائے؟ کیا سچ مچ مردہ دل ہی کہلانا چاہتا ہے؟ کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے گا۔ چل اٹھ اب علاج میں سستی نہ کر۔

الغرض باپ کے حکم کی تعمیل کے لئے اولاد یعقوبؑ تیسری مرتبہ پھر مصر جانے کی تیاری کر رہی ہے۔ کچھ غریبانہ تحفہ کچھ اون اور گھی وغیرہ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ بن یامین کا تو پتہ معلوم ہے پہلے انہی کو لانے کی تدبیر کرنا چاہیئے بادشاہ سے بن یامین کو مانگ لیں۔ یوسفؑ جو بے پتہ

ہیں ان کو پھیر ڈھونڈ لیں گے غلہ کی ضرورت تھی اسی بہانے سے بادشاہ کے سامنے گئے فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ کہنے لگے حضور ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے ہم محتاج ہیں اہل وعیال بہت ہیں آمدنی بہت کم ہے۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ اس قدر نادار ہیں کہ حضور کے دربار میں ایسے تحفے لائے ہیں جس کو کوئی قبول نہ کرے حضور ہم غریب آدمی ہیں نکمی چیز لائے ہیں۔ آپ اس کا خیال نہ کیجئے فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ پورا غلہ دیجئے وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ہمارا کچھ استحقاق نہیں خیرات سمجھ کر دیجئے إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ بے شک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔

آخرت میں تو خیرات کا بدلہ ملے گا مگر دنیا میں بھی خیرات کا بدلہ ملتا ہے لیکن خالص نیت ہو خدا ہی کے لئے خیرات کرے اور نہایت خوشی سے خیرات کرے دل پر بار نہ ہو۔

دوستو! نیت کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔

حکایت:۔ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ شکار کے لئے نکلے تھے سب بچھڑ گئے۔ اپنی سلطنت میں کسی کھیت پر گذر ہوا۔ دیکھا کہ اس میں نیشکر لگے ہوئے ہیں جو آپ کے واسطے لائے گئے اس میں خوب رس تھا بہت خوش ہوئے یکا یک دل میں خیال آیا کہ ہمارے مال کے عہدہ دار کس قدر نالائق ہیں محصول بہت کم رکھا ہے آئندہ سال سے اس کا محصول بڑھادوں گا۔ جہاں اترے تھے وہاں تھوڑی دیر لیٹ گئے۔ اُٹھ کر پھر اور نیشکر منگائے۔ نیشکر اسی طرح کے تھے مگر رس بہت کم جس نیشکر کو دیکھتے ہیں رس کم اس کا سبب دریافت کیا گیا تو ایک تجربہ کار بوڑھے نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی ہے۔ ظلم کرنے کی نیت کی ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا سلطان نے اپنے دل میں توبہ کرلی جو محصول بڑھانے کا خیال پیدا ہوا تھا اس سے باز آگئے تھوڑی دیر کے بعد پھر جو نیشکر چوسے تو خوب رس تھا جیسے کہ پہلے تھا۔

دوستو! یہ ہے نیت کا اثر ہر کام میں نیت دُرست رکھو۔

حکایت:- ایک شخص نے جنگل میں دیکھا کہ کتا پیاسا ہے مارے پیاس کے اس کا دم نکل رہا ہے۔ اس نے ٹوپی کو ڈول بنایا اور شملہ کو رسی' پانی کھینچ کر کتے کو پلایا اس کی جان بچ گئی۔ اس زمانے کے پیغمبر کو حکم ہوا جاؤ اس شخص سے کہو ہم تیرے تمام گناہ کو معاف کر دئے۔ تیری یہ خیرات ہم کو بہت پسند آئی۔

کسے با کسے نیکوئی گم نہ کرد　　　کجا گم شود خیر بانیک مرد

کسی کے ساتھ بھی نیکی کرنا ضائع نہیں ہوتا ہے تو بھلا نیک شخص کے ساتھ نیکی کرنا کیسے ضائع ہوگا۔ کتے کے ساتھ جس نے نیکی کی تھی وہ ضائع نہیں ہوئی ہائے کیا انسانوں کے ساتھ جو نیکی کی جائے وہ ضائع ہوگی۔ نیت درست ہو تو دنیا میں بھی آپ کو اس کا پھل ملے گا۔

پھر خیرات کے بھی اقسام ہیں کسی محتاج ضرورت مند کو دینا صدقہ جاریہ کرنا یعنی ایسی چیز بنانے کے لئے خیرات دینا کہ وہ باقی رہے' جب تک وہ چیز باقی رہے گی اس کو ثواب ملتا رہے گا جیسے پل بنانا' باولی کھود کر وقف کرنا' مسجد بنانا' مسجد کی تعمیر کرنا۔

دوستو! ہم مر جائیں گے مگر جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی ثواب ملتا ہی رہے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ سینکڑوں روپیہ ہی دیئے جائیں۔

جس سے جو ہو سکے وہ دے اسکا بھی ثواب ملتا رہے گا۔

گردت دربیابان نہ باشد چہے　　　چراغے بنہ در زیارت گہے

اگر جنگل میں کنواں نہ کھود سکے تو خیر لوگوں کے آمد و رفت کی جگہ پر چراغ ہی لگا دے۔

بہ قنطار زر بخش کردن زگنج　　　نہ باشد چو قیراطے از دست رنج

خزانے سے مال کا ڈھیر خیرات کرنے کا ویسا ثواب نہیں ہے جیسا مشقت سے کمائے ہوئے ایک آنہ کی خیرات کا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مالدار تھیلوں سے روپیہ دے اور ایک غریب اپنی مشقت کی کمائی میں سے جو کچھ بھی دے تو یہ ضائع نہیں جائے گا۔

برد ہر کسے بار خورد زور — گرانست پائے ملخ پیش مور

ہر شخص اپنی قوت کے موافق بوجھ اٹھاتا ہے۔ چیونٹی کو ٹڈے کا پاؤں بہت ہے۔ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دین کی خدمت کیلئے چندہ ہورہا تھا مالدار سینکڑوں روپے لارہے تھے ایک شخص دو سیر گیہوں لایا۔ لوگ ہنسنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہنسنے کی کیا بات ہے تم نے اپنی حیثیت کے موافق دیا اور اس نے اپنی حیثیت کے موافق اسکی غریبی کی وجہ سے سب سے پہلے اس کی خیرات مقبول ہوئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے روپیوں کا ڈھیر لگادیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اس کو نیچے اوپر کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے عثمانؓ آئندہ جو کچھ بھی کرے معاف ہے پھر خیرات مال کی جیسی ہوتی ہے ایسے ہی اور طرح کی بھی خیرات ہوتی ہے کسی نے کوئی اچھی بات کہی مثلاً خود بھی نیک کام میں چندہ دیا اور دوسروں کو بھی چندہ دینے کی ترغیب دلائی یہ اس کی نیک بات بھی خیرات ہے۔ دو شخصوں میں انصاف کرنا یا کسی کی مدد کرنا بھی خیرات ہے، کلمہ شریف کا ذکر کرنا، مسجد کے طرف نماز کے لئے جانا بھی خیرات ہے، راستہ سے ایذا دینے والی چیز دور کرنا بھی خیرات ہے جتنے نوافل ہیں خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا اور کچھ ہو یہ سب خیرات ہیں۔

صاحبو! آپ دیکھ رہے ہیں یوسف علیہ السلام کے بھائی کس قدر عاجزی کررہے ہیں۔

حکایت:۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا بایزید ہمارے پاس خزانے اعمال سے بھرے ہوئے ہیں۔ اجی ہمارے سامنے عاجزی کرنا گڑگڑانا، ترسنا لاؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حقیر تحفہ لاکر پھر عاجزی کی ہے۔ اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کے سامنے نیک اعمال لاکر پھر عاجزی کرو اسی عاجزی سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اس سے وصال ہوتا ہے اسی واسطے حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں۔

چار چیز آوردہ ام شاہ کہ درگنج تو نیست   نیستی و حاجت و عجز و نیاز آوردہ ام

اے اللہ ایسی چار چیز لایا ہوں جو وہ آپ کے خزانے میں نہیں ہیں فنا اور حاجت مندی اور عاجزی اور محتاجی۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے عاجزی سے جو تقریر کی وہ بہت درد انگیز تھی یوسف علیہ السلام جیسے نرم دل کے لئے یہ تقریر دل ہلا دینے والی تھی۔ ادھر نور قلب سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اب مجھ کو ڈھونڈھنے کے لئے آئے ہیں اور حکم بھی آ گیا تھا کہ اب جدائی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ سے رہا نہ گیا۔ بے اختیار چاہا کہ ان کو معلوم کرا دوں کہ میں یوسفؑ ہوں۔ اپنے ظاہر کرنے کیلئے تمہید اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کیوں جی ہم سنتے ہیں کہ تمہارا کوئی بھائی یوسف نامی تھا تم نے اسکے ساتھ برا برتاؤ کیا۔ طرح طرح کی اذیتیں دیں اور چند کھوٹے پیسوں میں بیچ دیا کیا یہ سچ ہے؟ انھوں نے کہا حضور بالکل غلط ہے۔ یوسفؑ تو ہمارا بڑا پیارا بھائی تھا۔ ہم نے ہمیشہ اس کو آرام سے رکھا تھا۔ اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ افسوس ہے کہ ہم کو اس کے بدلہ بھیڑیئے نے نہ کھایا وہ مر گیا ہے ہم جیتے ہیں۔ لوگ ہم پر بہتان لگاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے ایک دستاویز ان کے ہاتھ میں دی اور فرمایا یہ عبرانی زبان میں ہے۔ پڑھو اس کا کیا مضمون ہے سناؤ۔ یہ وہ دستاویز تھا کہ جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے بیچا تھا تو خریدنے والے کو اسطرح لکھ کر دیا تھا کہ ہم نے اپنے زرخرید غلام یوسفؑ کو اس کے عیبوں اور برے اخلاق کے ساتھ مالک کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس دستاویز کو پڑھتے ہی رنگ فق ہو گیا مارے شرمندگی کے سر نیچا ہو گیا ہاتھ پاؤں میں لرزہ تھا' زبان میں لکنت تھی۔

دل میں کہہ رہے تھے کاش زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں سما جائیں۔ دبی زبان سے کہنے لگے کہ یہ ہمارا لکھا ہوا دستاویز نہیں ہے تو حضرت یوسفؑ نے اس ناپ کو ہاتھ میں لیا جو گونی میں چھپایا گیا تھا تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا تھا۔ ایسا وہ ناپ کہنے لگا کہ ان اولاد یعقوبؑ نے ظلم کر کے یوسفؑ اور یعقوبؑ میں جدائی ڈال دی۔ یوسفؑ کے ساتھ کا توشہ کتے کو ڈال دیا پانی زمین پر

پھینک دیا' یوسفؑ کو بھوکا پیاسا لے چلے طمانچے مارے طرح طرح کی ایذا دے کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے ایک بھائی نے ان کو چھڑایا پھر آخر کنویں میں ڈال دیا جب کسی نے نکالا تو پھر کھوٹے دام کو بیچ دیا۔

دوستو! ذرا سوچو اس وقت ان کی حالت کیا ہوگی ہائے مخلوق کے سامنے شرمندہ ہونے کا یہ حال ہے گنہگاروں کا اور نافرمانوں کا' اللہ کے سامنے کیا حال ہوگا جب نامۂ اعمال ان کے ہاتھ میں دے کر کہا جائے گا کہ اس کو پڑھو اور اپنا حساب آپ کرلو۔ اس وقت گنہگار نافرمان شرمندگی سے پسینہ میں ڈوب جائیں گے۔ ہائے ہماری خرابی ہم کہاں بھاگ جائیں۔ دبتے دبتے انکار کریں گے اور کہیں گے کہ یہ ہمارا نامۂ اعمال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ارے بُرے بندے نامۂ اعمال کا انکار کرتا ہے گواہوں کو کیا کرے گا۔ دو فرشتے لکھنے والے گواہ ہیں' زمانہ گواہ ہے' جگہ گواہ ہے' لوح وقلم گواہ ہیں' تیرے ہاتھ پیر گواہ ہیں' حکم ہوگا لے جاؤ دوزخ میں۔

ایسا ہی حضرت یوسفؑ نے فرمایا مقدمہ ثابت ہے مشکیں باندھ کر لے جاؤ اور ان سب کی گردن اُڑا دو فوراً پولیس نے پکڑلیا۔ مشکیاں باندھ کر لے چلی تھوڑی دور جاکر مڑکر بادشاہ کو دیکھنے لگے۔

قیامت میں بھی عجیب عجیب واقعات ہوں گے ایک شخص کے لئے حکم ہوگا کہ اس کو لے جاؤ دوزخ میں' فوراً فرشتے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے چلیں گے وہ مڑمڑ کر دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کیا دیکھتا ہے عرض کرے گا الٰہی مجھے تجھ سے یہ امید نہیں تھی۔ حکم ہوگا پھر کیا امید تھی عرض کرے گا تیری رحمت پر بھروسہ تھا' گناہوں کی مغفرت کی امید تھی حکم ہوگا' تجھ کو جو ہم سے امید تھی جا اس کو پورا کرتے ہیں مغفرت ہوجائے گی۔

ایسا ہی اولاد یعقوبؑ بھی مڑمڑ کر دیکھ رہے تھے حضرت یوسفؑ نے ان سے پوچھا کیا دیکھتے ہو عرض کیا ہم کو آپ کے اخلاق سے یہ امید نہیں تھی حضور ایک بیٹے کی جدائی میں ہمارے باپ کا یہ حال ہوا۔ اندھے ہوگئے جب سب بیٹے قتل ہوجائیں گے اور وہ اس کو سنیں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ یہ ہمارا سامان ان کے پاس بھیج دیجئے اور ہمارا آخری سلام پہونچا دیجئے۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ ہنس دیئے اور فرمایا قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ سچ کہو' یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ

تم نے کیا برتاؤ کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا بھلے برے کی کچھ سوچ سمجھ نہ تھی یہ سن کر حضرت یوسفؑ کے بھائی چکرائے کہ عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا واسطہ۔ سونچنے لگے کیا سچ مچ یوسف بادشاہ مصر ہوگئے ہیں)۔ اس وقت ان کی وہ حالت ہوگئی جو ہر انسان پر گذرتی ہے۔ آپ ذرا خوب سونچئے جب ہم ایک زمانہ دراز کے بعد کسی شخص کو ایسی حالت میں دیکھتے ہیں جو اس کی پہلی حالت سے بالکل مختلف ہے تو اس کو فوراً نہیں پہچان سکتے گو وہ ہمارے ساتھ ایک مدرسہ میں ایک جماعت میں برسوں پڑھتا رہا ہو۔ یا ایک ہی جگہ نوکر رہا ہو لیکن پچھلے زمانہ کی باتوں کا سلسلہ شروع ہوتے ہی وہ بھول دور ہونے لگتی ہے۔ دماغ پرانی باتوں کو سونچنے لگتا ہے۔ یکایک ایسا ہوشیار ہوجاتا ہے کہ گویا وہ اب تک خواب میں تھا چھوٹی چھوٹی باتیں یاد آنے لگتی ہیں۔ ان کو باپ کا قول یاد آگیا کہ فرماتے ہیں عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا اللہ ان سب کو میرے پاس لائے گا۔ یہ بھی یاد آیا کہ باپ نے فرمایا تھا کہ مصر میں ہی یوسفؑ اور یوسفؑ کے بھائی کو ڈھونڈو اور یہ بھی سونچنے لگے کہ بادشاہ مصر معمولی اخلاق کا حاکم نہیں ہے۔ اس کا عدل اس کی رعایا پروری' اس کی مسافرنوازی' اس کا برتاؤ' اس کی گفتگو دنیا کے بادشاہوں کے جیسی نہیں ہے ہو نہ ہو یہ یوسفؑ ہی ہوں۔

یہ خیال آیا کہ ہمارے اہل وعیال کی مصیبت اور باپ کی سن کر جیسے کوئی قریب کا رشتہ دار بے چین ہوجاتا ہے یہ اسی طرح بے چین ہوجاتے تھے یہ کیا بات ہے؟

یوسفؑ سے واقف' یوسفؑ کے سگے بھائی سے واقف جو قصور ہم کئے ہیں وہ سب یقین سے ہم ہی پر لگاتے ہیں پھر ہماری طرف سے معذرت بھی کرتے ہیں اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ جو قصور ہوا وہ جہالت سے ہوا وہ برا بھلا سوچنے کا زمانہ نہیں تھا اس طرح کی کئی باتیں یاد آنے لگیں ان کو یقین ہونے لگا کہ یہ بادشاہ یوسفؑ ہیں۔ زیادہ تحقیق کے لئے کہنے لگے۔ قَالُوْا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ حضور کیا سچ مچ آپ ہی یوسفؑ ہیں۔ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِىْ ہاں میں یوسف ہوں اور یہہ بن یامین میرے بھائی ہیں۔ یہ اس لئے بڑھادیا کہ وہ خوش ہوجائیں جن کو ڈھونڈھنے نکلے تھے وہ ایک جگہ ہی مل گئے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ہم پر اللہ

تعالیٰ نے بڑا احسان کیا۔ ہم کو اول صبر اور تقویٰ کی توفیق دی پھر اس کی برکت سے ہم کو اس مرتبہ پر پہونچایا۔

اِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے ایسے نیک کام کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ اجر ضائع نہیں کرتا۔ لوگ ترقی کی تدبیریں سوچتے ہیں اور تنزل ہوتا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے ترقی کی جو تدبیریں بتائی ہیں وہ آزمائی ہوئی تدبیریں ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس تدبیر پر عمل کیا۔ اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کی تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنا اور مصیبتوں پر صبر کرنا اور مخلوق پر احسان کرنا یہ تدبیر ہے ترقی کی۔

پیغمبروں کو خدا کیا تعلیم فرماتا ہے ترقی کی تدبیر تو سکھانا تھا اگر یوں کہتے دیکھو میں نے تقویٰ اور صبر کیا اور مخلوق پر احسان کیا تو اللہ نے مجھے یہ رتبہ دیا تو اس میں فخر نکلتا خودستائی ہوتی اس لئے وہ طرزِ کلام کو بدل دیتے ہیں جس میں تواضع اور عاجزی بھی نکلے اور تدبیر بھی سکھادیں۔ یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے تقویٰ اور صبر کی توفیق دی جس کی وجہ سے میں ترقی کرکے اس درجہ پر پہنچا۔ ایسا ہی بھائیوں سے فرماتے ہیں اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ میرے ساتھ جو کچھ تم نے برا برتاؤ کیا' وہ جہالت سے کیا' اس وقت تم کو برُے بھلے کی تمیز نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے جملہ میں حضرت یوسفؑ نے گناہ کا فلسفہ بیان کیا ہے۔

تمام گناہ جہالت سے بھلے برے کو نہ سونچنے سے ہوتے ہیں۔ انسان جب بھلے برے کو سونچنے لگے تو اس سے گناہ چھوٹتے جائیں گے' نیکیوں کی ترغیب ہوگی' درجات بلند ہوتے جائیں گے ماشاء اللہ پیغمبروں کی تعلیم ایسی ہی ہوتی ہے۔

جب حضرت یوسفؑ نے اپنے کو ظاہر کردیا اور بھائیوں کو یہ معلوم ہوا کہ مصر کے بادشاہ یوسف علیہ السلام ہوگئے ہیں۔ اس وقت ہم انہیں کے دربار میں کھڑے ہیں تو انھوں نے حضرت یوسفؑ کو جو ایذائیں دی ہیں اور جو برا برتاؤ کیا تھا وہ سب یاد آرہا ہے۔ سروں کو جھکائے ہوئے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں' نادم ہیں' پشیمان ہیں' بطور معذرت کہہ رہے ہیں۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا

لَخٰطِئِیْنَ خدا کی قسم کچھ شک نہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت دی ہے اور آپ اس کے لائق تھے اور ہم نے جو کچھ کیا بے شک ہم اس میں خطاوار ہیں ہم نے جو کچھ کیا اس کو مت دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر احسان کیا ہے اس کو دیکھئے لِلّٰہ ہمارے قصور کو معاف کر دو' یہ کہہ کر سب بھائی تخت شاہی کی طرف بڑھے چاہا کہ یوسفؑ کے پاؤں پر گریں۔ حضرت یوسفؑ کی شاندار زندگی کا یہ دوسرا نظارہ ہے ایک دفعہ تو بی زلیخا نے سر دربار اپنی خطا اور حضرت یوسفؑ کی عصمت کا اقرار کیا تھا اور آج وہی حسد کے مارے ہوئے جان کے دشمن بھائی سر دربار اپنی خطا اور قصور کا اور یوسف علیہ السلام کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں۔ بے شک خدا کا وہ وعدہ پورا ہوا جو کنویں میں یوسفؑ کے ساتھ کیا تھا۔

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اے یوسفؑ آپ ان کو خبر دیں گے ان کے تمام ان حرکات کی اس حالت میں کہ وہ بے خبر ہوں گے ان کی یہ عاجزانہ حالت حضرت یوسفؑ سے نہیں دیکھی گئی فوراً تخت شاہی سے اتر کر ایک ایک کو گلے سے لگالیا اور فرمایا قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ان حرکات یاد کر کے کبھی پریشان مت ہو بے فکر رہو' میرا دل صاف ہوگیا میں کبھی تم کو ملامت نہیں کروں گا میں کبھی تمہارے سامنے ان پچھلے واقعات کا ذکر نہیں آنے دوں گا۔

دوستو! ایسا ہی بندۂ گنہگار جب پلٹی کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' توبہ کرتا ہے اور کہتا کہ الٰہی میں تیرا بھاگا ہوا غلام ہوں' دربدر پھرا اب تیرے در پر آیا ہوں جو نہیں کرنا تھا کیا۔ میرے اللہ میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا' اب آپ وہ کرو جو آپ کے سزاوار ہے۔ حکم ہوتا ہے بندے گناہوں پر ہٹ کرنے سے ہم کو غصہ آتا ہے جب تو نے گناہوں کو چھوڑ کر آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو فکر مت کر ہم تجھ سے صاف ہوگئے ہیں۔ اگر تو نے زمین بھر کے بھی گناہ کیا ہے میں آسمان بھر کے رحمت کرنے کو تیار ہوں۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کبھی تجھ کو گناہوں پر ملامت نہیں کروں گا' نامۂ اعمال سے گناہ دھوڈالوں گا۔ فرشتوں کو بھلادوں گا کہ تیرے گناہ ان کو یاد ہی نہ رہیں میدانِ قیامت میں توبہ کئے ہوئے گنہگار سے

حساب یسیر ہوگا۔ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا قیامت میں آسان اور تھوڑا حساب لیا جائے گا صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حساب یسیر کیا ہے؟ تو فرمایا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے جس طرح معاملہ کیا ہے۔ ایسا ہی خدائے تعالیٰ توبہ کرنے والے بندے سے کرے گا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے سرسری طور پر فرمایا۔ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ کچھ جانتے ہو کہ تم نے یوسفؑ کے ساتھ کیا کیا۔ جب وہ نادم ہوئے تو فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کبھی تم کو ملامت نہیں کروں گا ایسے ہی اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ حِيْنَ خَالَفْتُمْ اَمْرِیَ کچھ جانتے ہو کہ تم میرے احکام کے خلاف کر کے کیا کیا کئے جب بندہ نادم ہوکر سر جھکائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ آج تم کو کچھ ڈر نہیں کبھی تم غمگین نہیں ہوں گے۔ یہ ہے حساب یسیر یوسف علیہ السلام کریم تھے اپنے ایذا دینے والے کے بارے میں فرمایا۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ خداوندتعالیٰ بھی کریم ہیں اپنے نافرمانوں سے فرمائے گا۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔

خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کریم ہیں جب تک آپ نبی نہیں ہوئے تھے خدا کی طرف لوگوں کو بلانے کا حکم نہیں ہوا تھا آپ کے اخلاق کی وجہ سے سب آپ کو چاہتے تھے آپ کو محمد امین کہتے تھے۔ جب آپ نبی ہوئے اور خدا کی طرف بلانے لگے کعبہ کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنتے ہی کافروں کے دل میں آگ لگ گئی ہر طرف سے عداوت کے شعلے اٹھنے لگے۔ ہرایک جوان اپنی تلوار پر آپ کو شہید کرنے کے لئے باڑ رکھنے لگا' ہرایک زبان سے آپ کو گالیاں ملنے لگیں۔ ہرایک دماغ آپ کو ہلاک کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا' ہرایک آنکھ آپ کو غصہ سے دیکھنے لگی ہرایک مجمع میں آپ کو دفع کرنے کے لئے مشورے ہونے لگے۔ ہرایک ہاتھ آپ کے مارنے کے لئے زمین سے پتھر

اٹھانے لگا' حضرت ﷺ نے بہت سے پتھر کھائے مگر کبھی منہ موڑ کر نہ دیکھا کہ کس دشمن نے یہ پتھر مارا جب واپس آتے اور پیروں سے موزہ نکالتے تو موزے پانی کے ڈول کی طرح حضرت ﷺ کے جسم مبارک کے خون سے بھرے ہوتے' پنڈلیاں اور پیٹھ (پشت) مبارک زخمی ہوتی غرض آپ ﷺ کی ایک جان اور لاکھوں قاتل ہی قاتل تھے' زہر دیا گیا ' جادو کیا گیا' طرح طرح سے آپ پر ظلم کیا گیا جو جو اذیتیں آپ لوگوں کے ذہن میں آتی نہیں وہ سب آپ کو دی گئیں' آخر وطن سے نکالے گئے اس کا بدلہ یہ تھا کہ جس دن آپ نے مکہ معظمہ فتح کیا ہے ان سب جانی دشمنوں کو قتل کرادیں اس دن آپ کا جاہ و جلال ایسا تھا کہ اگر آپ چاہتے تو ایک شخص نہ بچتا' اسی واسطے ان دشمنوں نے آپ سے کہا حضور آج آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تمہارے قصور معاف کئے اب کسی طرح کا تم سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ یہ ہیں اخلاق جب دشمن اپنے قابو میں آجائے تو پھر اس کے قصوروں کو معاف کرنا۔ یہ ہے اعلیٰ درجہ کا کام۔ یوسف علیہ السلام کے کرم و اخلاق کو دیکھئے کہ اپنے جانی دشمن بھائیوں کو عزت کے ساتھ علحدہ شاہی محل میں رکھا ہے قسم قسم کے کھانے' طرح طرح کے میوے اپنے ساتھ لے کر کھاتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ سے بھائیوں نے کہا آپ کے احسانات ہم پر بہت کچھ ہوئے ہیں حالاں کہ ہم آپ کے قصوروار ہیں اپنے ساتھ کھانے کے لئے آپ ہم کو بلاتے ہیں یہ بھی آپ کا احسان ہے لیکن ہم آپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں' شرم کے مارے ہم کو آپ کے سامنے آنا مصیبت معلوم ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں نہیں نہیں بھائی ایسا ہرگز نہ کہو مجھ پر تمہارا احسان ہے اس لئے کہ گو میں مصر کا بادشاہ ہوں' حاکم وقت ہوں' تمام مصر کے لوگ میرے غلام ہیں' مگر وہ مجھ کو سابقہ نظر سے دیکھتے ہیں کہتے ہیں۔ سُبْحَانَ مَنْ بَلَّغَ عَبْدًا بِيْعَ بِعِشْرِيْنَ دِرْهَمًا مَا بَلَّغَ پاک ہے وہ ذات جس نے ایک غلام کو جو مصر میں آکر ہماری آنکھوں کے سامنے نیلام ہوا ہمارا بادشاہ بنایا' تمہارے آنے سے میرا خاندان' خاندانِ نبوت ہونا ظاہر

ہوگیا اور وہ غلامی کا دھبہ میرے دامن سے صاف ہوگیا۔ یہ آپ کا کیا کچھ کم احسان ہے کس طرح سے دشمن کے دل کی کدورت کو صاف کرتے ہیں۔ یہ ہیں سچے مسلمانوں کے اوصاف ۔ آئندہ یہ طریقہ رہا کہ حضرت یوسفؑ سے جب کوئی شخص پوچھا کہ آپ کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرماتے۔

مجھ سے یہ نہ پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ میرے اللہ نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔

ایک دن حضرت یوسفؑ کے ساتھ کھیلا ہوا ایک دوست آپ کے پاس اس وقت آیا جب کہ آپ مصر میں بادشاہت کررہے ہیں بے تکلفی سے حضرت یوسفؑ سے کہا آپ کو وہ بھی یاد ہے کہ ایک وقت غلامی کی حالت میں آپ کے گلے میں زنجیر پڑی تھی۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر شیر کے گلے میں زنجیر ڈالی جائے تو کیا شیر کی بہادری میں فرق آئے گا کہا نہیں فرمایا اسی طرح یوسفؑ کے گلے میں زنجیر کا پڑنا یوسفؑ کے کمالات کو کم نہیں کرتا' اس دوست نے کہا کہ آپ ایک دن کنویں میں پڑے تھے جواب میں فرمایا چاند کے اطراف اکثر مرتبہ ہالہ پڑتا ہے اور چاند اس گھیرے میں گھر جاتا ہے تو کیا وہ گھیرا چاند کے حسن وکمال میں فرق لاسکتا ہے کہا کچھ نہیں ۔ اسی طرح یوسفؑ کا کنویں کے اندر رہنا یوسفؑ کے کمالات کو کم نہیں کرسکتا۔
دوست نے کہا کہ آپ کی مصر میں قیمت ہوئی اور آپ بیچے گئے فرمایا ایسا ہونا چاہئے تھا کہ دنیا کو معلوم ہوجائے کہ یوسفؑ جیسے حسین کی بھی قیمت ہے اگر قیمت ہے تو وہی ایک ذات ہے جس کی بڑی شان ہے۔

اس کی کوئی شئے قیمت نہیں ہوسکتی' ہائے وہ مولیٰ سب کا بدلہ ہے مگر اس کا بدل کوئی نہیں۔ ماں مرجائے وہ کام دے گا' باپ مرجائے وہ کام دے گا' وہ اکیلا جہاں بھر کا کام دیتا ہے مگر اس کی جگہ کوئی کام نہیں دے سکتا۔

دوست نے کہا آپ قید خانہ میں رہے جواب میں فرمایا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں قید رہتا ہے کیا اس سے بچہ کا کچھ نقصان ہوتا ہے بلکہ پیٹ میں قید رہنا ترقی اور حیات کا باعث ہوتا ہے۔

اسی طرح یوسفؑ کا مصر کے قید خانہ میں رہنا باعث ہوا یوسفؑ کی ترقی کا۔ بادشاہت قید خانہ سے ملی۔ ان باتوں کے بعد آپ نے فرمایا کہ دوست میرے لئے کیا لائے ہو'اس وقت اس دوست کے پاس کوئی

چیز یوسفؑ کے قابل نہ تھی ایک آئینہ نکال کر حضرت یوسفؑ کے سامنے رکھ دیا۔ جمال یوسف کا اس آئینہ میں چمکارا پڑا' اور یوسفؑ کے حسن سے آئینہ کا حسن دوبالا ہوگیا۔

یہ تحفہ لے کر حضرت یوسفؑ اپنے دوست سے بہت خوش ہوئے۔

مسلمانو! اسی طرح جب قیامت میں اللہ اپنے بندوں سے تحفہ طلب فرمائے گا تو توبہ سے دل کو پاک کیا ہوا مسلمان اپنے دل کو جو آئینہ کی طرح نور ایمان سے روشن ہوگا پیش کرے گا۔ مومن کے دل میں جب اللہ کا جلوہ نظر آئے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ پھر تو نور ہی نور ہوجائے گا۔ جیسے کہ آئینہ کو سورج کے سامنے رکھا جائے تو سورج کے جلوہ سے آئینہ کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے۔

غرض کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرما کر حضرت یوسفؑ نے اپنا حق معاف کردیا۔ بھائیوں سے حق العبادیوں معاف ہوا۔ اب حقوق اللہ رہے۔ اس کیلئے انہوں نے توبہ کرلی۔ حقوق اللہ بھی نہ رہے اس لئے فرمایا يَغْفِرُ اللّٰهِ لَكُمْ وَ هُوَاَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔

کیسا ہی گنہگار ہو جب توبہ کرے تو وہ معاف فرمادیتا ہے اسلئے کہ وہ ارحم الراحمین سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے کہ اوروں کا رحم اس کے کرنے کے بعد ہوتا ہے وہ رحم نہ کرے تو کوئی رحم نہیں کرتا۔ کیوں نہ ہو اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں۔ اس میں ایک حصہ مخلوق میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اسلئے ماں بچہ پر رحم کرتی ہے ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو پھر اللہ کے رحم کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

بآہے بسوزد جہانے گناہ باشکے بشوید دو دن سیاہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا یہ نمونہ ہے کہ ایک آہ سے بے گنتی گناہوں کو جلادیتا ہے اور آنسوؤں سے دل کی سیاہی کو دھودیتا ہے۔

بدرماندۂ تخت شاہی دہد بدرماندگان ہر چہ خواہی دہد

عاجز کو تخت شاہی دیتا ہے' بے بس بے سہاروں کو جو چاہتا ہے وہ دیتا ہے۔

حدیث :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندے تجھ سے مجھ کو اس قدر محبت ہے اس قدر تجھ پر رحم آتا ہے کہ جب
تو تلملا کر مجھ کو پکارتا ہے الٰہی ! اس وقت میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں اگر یہ میرا کلام سننے کی تاب رکھتا تو
میں فوراً لبیک کہتا کہ اے میرے بندے میں تیرے پاس ہوں گھبرامت اب بھی کہتا ہوں گو یہ نہ سنے۔ اس
ے یہ نہ سمجھنا کہ پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے بندے تیرے عمل ہی سے ہم کو تجھ پر رحم آتا ہے تیرے عمل ہی
ے ہم کو تجھ پر غصہ آتا ہے ۔ ہم تجھ پر تیری ماں سے زیادہ مہربان ہیں۔ بے شک ماں کو بچہ سے بہت محبت
ے مگر بچہ کو بھی ماں کے ساتھ کیا کچھ کم محبت ہے۔ ہزار بیٹھے ہوں بچہ ماں کو دیکھتے ہی ماں کی طرف لپکتا ہے
کیا بچہ کا ماں سے ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے جیسا کہ تیرا ہمارے ساتھ ہے؟ بندے تجھ کو جو اعمال کی تکلیف دیا ہوں
تو اس پر عمل کر کے میری ہی طرف آ۔ شیطان کی نہ سن' اسی سے میری محبت اور رحمت تجھ سے زیادہ ہوگی ۔

اعمال نہ کر کے اللہ کی رحمت کا طالب ہوتا ہے ایسا ہی ہے کہ جو بچہ ہونے کا امیدوار ہو اور وہ نکاح
ی نہ کرے یا نکاح کرے اور جماع نہ کرے تو لوگ اس کو احمق کہیں گے۔ ایسا ہی وہ بھی احمق ہے جو نیک
اعمال نہ کرے' گناہ نہ چھوڑے اور رحمت کا امیدوار رہے۔ آئندہ کیلئے تو نیک اعمال کر کے ہماری رحمت کو کھینچ
لے اور گذشتہ کیلئے توبہ کر کے اس طرح گڑگڑا۔

نہ یوسف کہ چنداں بلا دید دبند چو حکمش رواں گشت و قدرش بلند

یوسف نے کیا کیا بلائیں و مصیبتیں دیکھیں قید ہوئے کونسی تکلیف تھی جو نہ اٹھائی جب کہیں حکومت ملی ۔ مرتبہ ملا۔

گنہ عفو کرد آل یعقوب را کہ معنی بود صورت خوب را

تو اپنے بھائیوں کے تمام قصوروں کو معاف کردیئے کیوں نہ ہو ظاہری حسن وصورت کے ساتھ باطنی
حسن سیرت بھی ہوا کرتا ہے۔

بکردار بد شاں مقید نہ کرد بضاعات مزجات شان رد نہ کرد

ان کی بدکرداری کے بدلہ میں ان کو مقید نہیں کیا۔ ان کے کھوٹے سرمایہ کو واپس نہیں کیا۔

زلطفت ہمیں چشم داریم نیز دریں بے بضاعت بہ بخش اے عزیز

اے اللہ ! ہم آپ کی مہربانیوں سے ایسی ہی امید رکھتے ہیں۔ ہمارے بے سرمایہ ہونے کو نہ دیکھئے۔ ہمارے تمام گناہوں کو معاف کردیجئے۔

بضاعت نیاوردیم الاامید خدایازعفوم مکن نا امید

ہم آپ کے دربار میں سرمایہ نہیں لائے ہاں امید لائے ہیں۔ اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف نہ کر کے ناامید نہ کیجئے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خودکو ظاہر کر کے بھائیوں کو بتادیا کہ شاہ مصرؑ میں یوسفؑ ہی ہوں اور بہت خاطر اور عزت سے بھائیوں کی مہمانداری کررہے ہیں اوران کے تمام قصوروں کو معاف کردیا ہے۔ صرف ایک مرتبہ برسبیل تذکرہ اپنے والد کی کیفیت پوچھی تو بھائیوں نے کہا ان کی حالت نہ پوچھئے جب آپ کا خون آلودہ کرتا انکو دکھایا گیا تو انہوں نے اس کرتہ کو اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ہمیشہ اس خون بھرے کرتہ کو آنکھوں پر رکھتے تھے اور روتے تھے آخر روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں یہ سنکر حضرت یوسفؑ بہت روئے اور افسوس کیا اور فرمایا اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا اپنا قمیص دیا کہ اس کو لے جاؤ۔ فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا اس کرتہ کو باوا کے چہرہ پر ڈال دو آنکھیں روشن ہوجائیں گی اور وہ دیکھنے لگیں گے وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ تم اپنے کل خاندان اور بیوی بچوں کو لے کر میرے پاس چلے آؤ وَلَمَّا فَصَلَتِ الۡعِيۡرُ ادھر قافلہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ لئے ہوئے مصر سے باہر نکلا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہنا شروع کیا۔ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّىۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ۔

اگرتم مجھ کو یہ نہ سمجھو کہ بڑھاپے میں بہک گیا ہوں تو میں ایک بات کہتا ہوں کہ مجھے اس وقت یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔

دوستو! ذرا غور کرو، ایک وقت وہ تھا کہ حضرت یوسفؑ گھر کے پاس کنعان کے کنویں میں ہیں،

یعقوب علیہ السلام کو اس کا کچھ علم نہیں ہے اور ایک وقت یہ ہے کہ ابھی کرتہ دس دن کے راستہ پر ہے اور یعقوب علیہ السلام گھر میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے، حضرت سعدیؒ خوب فرماتے ہیں۔

یکے پرسید ازآں گم کردہ فرزند　　　کہ ای روشن گہر پیر خرد مند

حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی نے پوچھا اے روشن دل عقلمند پیر و مرشد۔

زمصرش بوئے پیراہن شنیدی　　　چرادرچاہ کنعانش نہ دیدی

مصر سے تو حضرت یوسفؑ کے پیراہن کی بو آپ نے سونگھ لی، کنعان کے کنویں میں پاس کے پاس کیوں ان کو نہ دیکھا۔

بگفت احوال ما برق جہانست　　　دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

آپ نے فرمایا ہمارا حال کوندنے والی بجلی کی طرح ہے، کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ۔

گہے برطارم اعلیٰ نشنیم　　　گہے بر پشت پائے خود نہبینم

کبھی بلند بالا خانہ پر بیٹھتا ہوں، کبھی اپنے پاؤں کی پیٹھ تک سے بے خبر رہتا ہوں۔

صاحبو! یہ روح کی ناک ہے جو دس دن کے راستہ سے سونگھ رہی ہے اسی کو مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔

آں شنیدی داستان با یزید　　　زحال بوالحسن پیشین چہ دید

حضرت بایزیدؒ کی داستان کیا تم نے سنا نہیں حضرت ابوالحسنؒ کی حالت کی پیشین گوئی کرتے ہوئے انہوں نے کیا فرمایا۔

روزے آں سلطان تقویٰ میگذشت　　　بامریداں جانب صحرا ودشت

ایک دن حضرت بایزیدؒ جو متقیوں کے سلطان تھے اپنے مریدوں کے ساتھ جنگل کی طرف گذر رہے تھے، آپ کورے کی طرف سے خوشبو آئی آپ مست ہو کر مشتاقانہ نالہ کرنے لگے ایک مرید نے جرأت کر کے

پوچھا حضرت پر اس وقت جو حال طاری ہوا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

گفت بوئے بوالعجب آمد بہ من ہمچناں کہ مرنبیؐ را از یمن

حضرت نے فرمایا کیا کہوں عجیب بو مجھ کو آرہی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن سے آئی تھی۔

کہ محمدؐ گفت بردست صبا ازیمن می آیدم بوئے خدا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا ایک اللہ والے کی بو یمن کے طرف سے لا رہی ہے۔

از اویس و از قرن بوئے عجب مرنبی رامست کردو پر طرب

وہ کون اللہ والا تھا وہ اویسؓ قرنی تھے ان کی عجب بُو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مست بنا دیا تھا۔

گفت زیں سو بوے یارے می رسد اندریں دہ شہر یارے می رسد

حضرت بایزیدؒ نے فرمایا اس طرف سے ایک اللہ کے دوست کی بو آرہی ہے اس گاؤں میں تصوف کے سلطنت کا بادشاہ آنے والا ہے۔

بعد چندیں سال می زاید شہے می زند بر آسمانہا خر گہے

کئی سال کے بعد یہاں اولیاء اللہ کا بادشاہ پیدا ہونے والا ہے۔ اس کی شان کیا پوچھتے ہو آسمانوں پر ڈیرہ لگا ہوا ہوگا۔ وہ مرتبہ میں مجھ سے زائد ہوں گے لوگوں نے کہا ان کا نام کیا ہوگا۔ فرمایا ان کا نام ابوالحسنؒ ہوگا۔ ان کا حلیہ یہ ہے کہ بال ایسے ہوں گے۔ ان کا قد ان کا رنگ' ان کی شکل ان کے اخلاق ایسے ہوں گے یہ ہے روح کی آنکھ۔

ساریہؓ سپہ سالار کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی منزل دور سے دیکھ رہے ہیں اور وہ حضرت عمرؓ کی آواز سنتے ہیں یہ ہے روح کی آنکھ اور کان۔

غرض انسان ایک لطیف جوہر ہے۔ اس کے حواس میں ایسی قوتیں ہیں مگر جسم کی کثافت نے اسکے حواس کو گھٹا دیا ہے' جب جسم کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے تو کنعان کے کنویں کی خبر نہیں ہوتی' اور جب روح کا غلبہ ہوتا ہے تو دس منزل سے یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو آجاتی ہے۔ اسی واسطے جو مسلمان نیک ہے۔

جب وہ قبر سے نکلے گا تو پانچسو برس کی مسافت سے جنت کی خوشبو سونگھے گا۔ جسم کے آثار کو دبانے اور روح کی لطافت کو بڑھانے کیلئے نماز، زکواۃ، حج، روزہ، تراویح اور دوسرے احکام مقرر کئے گئے ہیں۔

ان ریاضتوں سے کم سے کم روح ایسی رہے جیسے آگ راکھ کے اندر کہ راکھ، مٹی اور آگ دکھنے لگی مرتے ہی روح اپنی اصلی لطافت پر آجائے گی۔ روزہ نماز ادانہ کرنے سے روح جسم میں ایسی رہتی ہے جیسے کوئلہ راکھ میں۔ راکھ ہٹتے ہی سیاہ کوئلہ رہ جاتا ہے۔ مرتے ہی روح پر ظلمت چھاتی رہتی ہے، وہی عذاب کا سبب ہوتا ہے۔

صاحبو! اس واقعہ سے ایک اور بات معلوم ہوئی کہ تقدیر پلٹی ہوئی ہوتی ہے اور خدا کو منظور نہیں ہوتا ہے تو سہل چیز بھی مشکل بن جاتی ہے۔ پاس کے کنویں میں ہیں خبر نہیں اور جب زمانہ اقبال کا ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ چاہتا ہے تو مشکل سے مشکل چیز آسان ہوجاتی ہے۔ دس منزل سے خوشبو آرہی ہے۔

جب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔

قَالُوْ اتَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِی ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ خدمت کیلئے جو بیٹے رہ گئے تھے انہوں نے باپ سے یہ سنکر کہا ابا جان تم تو وہی پرانی محبت میں بے سدھ ہو۔ جب سوجھتی ہے وہی یوسفؑ کی۔ بھلا یوسفؑ اب کہاں، اس کو تو زمانہ ہوا بھیڑیئے نے کھالیا ہے۔

مدتیں گزریں زمانہ ہوگیا قصہ یوسفؑ پرانا ہوگیا

اس کا جواب حضرت یعقوبؑ نے کچھ نہیں دیا، جب وقت آئے گا اس وقت جواب دیں گے۔ مصر سے کرتہ بھیجنے کے وقت مشورہ ہوا کہ اس کو کونسا بھائی لے جائے جو بھائی خون بھرا کرتہ لے گیا تھا اس نے کہا وہ کرتا لے جاکر باپ کو رنج دیا ہوں اب یہ خوش کرنے والا کرتہ بھی میں ہی لے جاؤں گا۔

بن یامین پیدا ہونے سے پہلے یعقوب علیہ السلام کے پاس ایک باندی تھی جب بن یامین پیدا ہوئے اوران کے ماں کا انتقال ہوگیا تو بن یامین کو اس باندی کا دودھ پلانے لگے۔ کل دودھ بن یامین کو ملنے کیلئے

گھر میں جو لوگ تھے' انہوں نے اس باندی کے بچہ کو بیچ دیا۔ باندی نے روکر کہا مجھ میں اور میرے بچہ میں جنھوں نے جدائی ڈالی ہے۔ ان میں اور انکے چہیتوں میں بھی اے خدا تو جدائی ڈال۔غیب سے آواز آئی تو غمگیں مت ہو' تیری دعا قبول ہوگئی ہے۔ ان میں اور جن کو وہ چاہتے ہیں اس میں جدائی ڈالدی جائے گی۔ جب تک تیرا بچہ تجھے نہ ملے وہ ان کونہیں ملے گا۔غرض یوسفؑ جدا کردئے گئے اور وہ باندی کا بچہ بکتے ہوئے مصر میں آیا یوسف علیہ السلام نے اس کوخریدلیا یہ نہیں معلوم تھا کہ یہی باندی کا بچہ ہے۔ اس غلام کوقمیص لیجانے والے بھائی کے ساتھ کردیا۔جب یہ دونوں کرتا لیکر کنعان میں پہنچتے ہیں اس وقت حضرت یعقوبؑ کے فرزند کسی وجہ سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے اور غلام بستی میں گیا' دیکھا کہ وہاں کے کنویں پر ایک عورت کپڑے دھورہی ہے۔اس نے اس سے کہا حضرت یعقوبؑ کا گھر کدھر ہے۔ اس عورت نے کہا تجھے یعقوبؑ سے کیا کام وہ کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کسی کی بات نہیں سنتے' کسی کی طرف دیکھتے نہیں کسی کی ضرورت کو پورا کرتے نہیں وہ ایک غمزدہ مرد ہیں۔ رات دن ان کو رونا ہے۔ غلام نے کہا کس قدر تم نے بات کو طول دیا ہے۔کہو ان کا ٹھکانا کہاں ہے؟ میں یوسفؑ کے پاس سے آیا ہوں' وہ عورت چلا اٹھی اور کہا اے الٰہی کیا تیرا یہی وعدہ تھا' اس غلام نے کہا تیرا کیا واقعہ ہے۔اس نے اپنا قصہ بیان کیا۔ اس غلام نے نام اور کیفیت پوچھی اس نے پتہ بتادیا تو اس غلام نے کہا اماں میں ہی تمہارا بیٹا ہوں۔ اللہ کسی سے وعدہ خلافی نہیں کرتا' وہ بہت خوش ہوئی سینہ سے لگالیا ایسے ایسے میں حضرت یعقوبؑ کے بیٹے بھی آئے یہ سب مل کر گھر کو گئے۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا وہی لڑکا جس نے بکری کے خون میں یوسف علیہ السلام کا کرتہ رنگ کر یعقوب علیہ السلام کو لاکردیا تھا اور یہ کہا تھا یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کھالیا ہے۔اس وقت وہی خوشخبری لانے والا بن کر یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے آیا اور وہ کرتہ حضرت یعقوبؑ کے چہرہ پر پڑنا ہی تھا کہ فوراً آنکھیں کھل گئیں جس طرح پہلے دیکھتے تھے ویسے ہی دیکھنے لگے۔

صاحبو! لباس کی صحبت کا یہ اثر ہے تو لباس والے کی صحبت کا کیا اثر ہوگا۔اس کو خود سمجھ لیجئے۔اس

آیت سے اولیاء اللہ کی اور نیکوں کی صحبت کا مفید ہونا معلوم ہوا۔ نئی تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے اور پرانے لوگوں میں وہابی لوگ اولیاء اللہ کے لباس کی برکت کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان کا خیال غلط ہے اولیاء اللہ کے لباس کی برکت کا انکار نہیں ہوسکتا مشاہدہ سے بھی برکت ثابت ہے۔

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ انہوں نے اسکو اپنے کفن کے واسطے رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ اسکو میرے کفن میں شریک کرنا۔

حدیث :- ایک مرتبہ حضرت ﷺ نے اپنے سر کے بال تقسیم فرمائے تھے جس کو حضرات صحابہؓ نے بڑے ادب اور اہتمام سے محفوظ رکھا تھا۔

حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کے لباس میں برکت ہے یہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ تابوت سکینہ کس کو نہیں معلوم۔

حکایت :- ایک صاحب کا تجربہ ہے ان کو ایک بزرگ نے چھینٹ کا جبہ دیا تھا۔ فرماتے ہیں میں اس کو پہنتا تو جب تک بدن پر رہتا کسی گناہ صغیرہ و کبیرہ کا وسوسہ تک نہ آتا تھا' پہلے تو میں اس کو اتفاقی امر سمجھا لیکن جب بار بار پہننے کے بعد یقین ہوگیا کہ یہ اس لباس کی برکت ہے۔

یوسف علیہ السلام کے قمیص لانے والے کو بشیر فرمایا' کیوں کہ وہ لقاء محبوب یعنی لقاء یوسف علیہ السلام کی بشارت سنانے والا تھا یا صحت جسمانی کا مژدہ سنانے والا تھا کہ اب نابینائی کا زمانہ ختم ہوگیا' بینائی کا وقت آگیا۔ یہ بھی سوچئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو لقاء محبوب حقیقی کی مسرت منانے والے ہیں اور جو دل کی بینائی کی خوشخبری لانے والے ہیں انکا کیا مرتبہ ہوگا۔ بیشک آپ اس نام کے زیادہ مستحق ہیں اس لئے کہ آپ کلام الٰہی لانے والے ہیں۔ جو قمیص یوسفؑ سے بدرجہ بڑھکر ہے۔ آپ لقاء الٰہی کا مژدہ سناتے ہیں۔ اس سے بڑھکر کوئی مسرت نہیں ہوسکتی اسلئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بشیر ہے۔

اگر کوئی کہے آپ کا نام نذیر بھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا نام نذیر ہونا بھی بشیر ہونا ہے۔ جیسے طبیب ڈراتا ہے کہ دیکھو فلاں فلاں چیز نہ کھانا ورنہ بہت ضرر ہوگا تو وہ درحقیقت ڈراتا نہیں بلکہ صحت کی خوشخبری سناتا ہے کہ اگر تم ان چیزوں سے پرہیز رکھو گے تو بہت جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ اسی طرح جن امور سے حضور نے ڈرایا ہے۔ وہاں اصل میں ڈرانا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ جنت کی خوشخبری سناتا ہے کہ اگر ان کاموں سے بچتے رہو گے تو جنت میں بے کھٹکے پہنچ جاؤ گے۔ پس حقیقت میں آپ کا ڈرانا بھی خوشخبری سنانا ہے۔

اس کی تائید سورۂ رحمٰن سے ہوتی ہے۔ نعمتوں کے ذکر کے بعد فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ فرمایا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ عذابوں اور مصیبتوں کے بعد بھی فبای آلآءِ ربکما تُکَذِّبَانْ کہنے کا کیا موقع ہے۔

سو بات یہ ہے کہ مصیبت اور عذاب کا بیان کرنا بھی نعمت ہے۔ اگر نہیں بیان کیا جاتا تو ان سے بچنے کا اہتمام نہیں ہوتا' اس لئے وہ بھی نعمت ہے۔ ان کاموں سے بچتے رہو اگر جنت میں جانا چاہتے ہو۔ بشیر حضرت یعقوبؑ کے پاس لباس ظاہری لایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس لباس تقویٰ لائے ہیں جو رگ رگ میں اثر کر جاتا ہے۔ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ لباس تقویٰ وہ چیز ہے جس کے بدولت قمیص یوسفی میں بھی برکت آ گئی۔ قمیص یوسفی سے ظاہری آنکھیں روشن ہوئیں' لباس تقویٰ سے دل کی آنکھیں بینا ہوتی ہیں۔ ظاہری آنکھ کے اندھا ہونے سے صرف دنیا کا کسی قدر نقصان ہے' آخرت کا کچھ نقصان نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں کے اندھا ہونے سے جنت ملتی ہے پہلے سب سے اندھوں کو دیدار خدا ہوگا۔ بخلاف اس کے دل کی آنکھ جاتی رہے تو جہنم کا سامنا ہوگا۔ پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کے نائب اس قاصد سے بڑھے ہوئے ہیں جو قمیص لایا تھا۔ کیوں کہ اس نے تو صرف دنیا کا نفع پہنچایا کہ آنکھیں کھل گئیں اور حضرت رسول اللہ ﷺ لباس تقویٰ لائے ہیں جس کے ذریعہ سے دل کو بینا کرتے ہیں جو جہنم سے بچنے اور جنت میں جانے کا سبب بنتا ہے۔

اس آیت میں ایک اور نکتہ ہے سنو صاحبو! اس آیت سے معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام سے یعقوبؑ کو فیض پہونچا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ چھوٹے سے بھی بڑے کو فیض ہوسکتا ہے۔ مشائخ اور مرشد ناز نہ کریں کہ ہم سے ہی فیض پہنچتا ہے۔ بعض دفعہ مرید سے بھی مرشد کو فیض پہنچتا ہے جسکی اس کو خبر نہیں ہوتی جیسے استاد کو بعض دفعہ شاگرد سے فیض ہوجاتا ہے۔ بعض طلباء ایسا سوال کرتے ہیں جس کی طرف استاد کو کبھی التفات نہیں ہوتا۔ شاگرد کے سوال کی برکت سے استاد کے دل پر جواب وارد ہوتا ہے' تو یہ جواب دراصل شاگرد کی کشش سے وارد ہوا ہے۔ بعض مقام کی تقریر صحیح استاد کے ذہن میں نہیں ہوتی شاگرد کے عبارت پڑھنے سے اور ترجمہ کرنے سے استاد کے دل پر صحیح تقریر ظاہر ہوتی ہے مگر حقیقت میں یہ استاد کا فیض ہے کہ یہ استعداد استاد ہی کے برکت سے ہے۔ اس لئے شاگرد کو اور مرید کو ناز نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ مجھکو یہ استعداد کہاں حاصل تھی' یہ سب استاد اور مرشد کی برکت ہے' اس تقریر سے اس اعتراض کا جواب بھی ہوگیا جو اکثر کیا جاتا ہے وہ اعتراض یہ ہیکہ بعض دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رائے دی تھی اور حضرت ﷺ کی رائے ان کے خلاف ہوئی تھی مگر وحی حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق ہی آئی تھی اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ حضرت ﷺ سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کی رائے بھی رسول اللہ ﷺ کا ہی فیض تھا جیسے شاگرد کو استاد سے پہونچتا ہے اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مشرف نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ میں یہ استعداد نہیں پیدا ہوتی۔ رہی یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ کے رائے میں آئی تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ میں ایک شان کا غلبہ تھا جیسے سختی کرنا کفار پر اس شان کے مناسب فوراً دل پر خدا کی مرضی کے موافق رائے آگئی' حضرت جامع کمالات تھے آپ میں سختی بھی تھی اور نرمی ورحمت بھی اس لئے اس طرف جلد ذہن نہیں گیا جس طرف حضرت عمرؓ کا گیا۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ قمیص یوسفؑ میں خوشبو کا کمال وصف تھا اس سے معلوم ہوا کہ کاملین میں بھی کمالات ہونا ضروری ہے۔ جس بزرگ میں کمال ہو اسکو لگو لپٹو جس میں کمالات نہوں اس سے الگ رہو وہ کمال کیا ہے

مولانا فرماتے ہیں کار مرداں روشنی

کارمرداں روشنی و گرمی است   کاردوناں حیلہ و بے شرمی است

روشنی سے مراد معرفت ہے گرمی سے مراد عشق ہے، یعنی کامل کے اندر معرفت کی روشنی اور عشق کی گرمی ہوتی ہے اور ناقص کے پاس حیلہ ومکر اور بیہودہ دعوؤں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ عارف کی شناخت یہ ہے کہ اس کے بیان سے تسلی واطمینان ہو،

کامل کی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھ کر دل خود بخود خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، بشرطیکہ یہ بیٹھنے والا معتقد نہ ہوتو کم سے کم خالی الذہن ہو دشمنی اور حسد رکھنے والا نہ ہو، کرامت دیکھنے کی ضرورت نہیں کرامت سے واصل الی اللہ نہیں ہوتا واصل الی اللہ معرفت اور عشق سے ہوتا ہے۔

ہاں یہ بات دیکھنے کی ہے کہ وہ متقی پرہیزگار ہو، کیوں کہ فاسق واصل الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ وَاصِلُ اِلَی الشَّیْطَانُ ہوتا ہے وہ آپ کو وَاصِلُ اِلَی اللّٰہ کیسے بنادے گا؟

بعض لوگ بے نمازی شرابی اور کبابی آدمیوں کے معتقد ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکا ظاہر گوخراب ہے مگر ان کے دل میں خدا ہے' صاحبو! اگر دل میں خدا ہوتا تو اس کے اثر سے ظاہر میں تقویٰ و پرہیز گاری بھی ضروری ہوتی ۔اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔

گرانارے میخری خنداں بخر   کہ دہد خندش زدانہ اوخبر

جب انار خریدو تو کھلا ہوا خریدو، جس کے سب دانے نظر آرہے ہوں' اس کے اندر کا حال تم کو خریدنے کے پہلے معلوم ہوجائے گا۔ بندانار نہ خریدو کہیں اندر سے کچا نہ نکلے۔

حکایت:۔ سڑک پر ایک شخص ننگا مادرزاد مجذوب بنا ہوا بیٹھا تھا لوگ اس کے معتقد اطراف گھیرے ہوئے کھڑے تھے اور وہ پیشاب کی جگہ دکھا کر کہہ رہا ہے کہ یہ الف ہے۔ لوگ ادب سے کھڑے سن رہے ہیں اس طرف سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا گذر ہوا۔اسکو ایسا بکتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: مرید کو کہ

پیچھے سے اس کو ایک لات مار' اور کہہ کہ الف کے نیچے بھی کہیں دو نقطے ہوتے ہیں۔

غرض حضرت یوسفؑ کے کرتہ سے یعقوب علیہ السلام کے آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دوستو! ایک وہ کرتا تھا کہ جس کو دیکھ کر یعقوب علیہ السلام کے آنکھوں میں دنیا اندھیری ہوگئی اور ایک یہ کرتا ہے جس کے منہ پر ڈالنے سے آنکھ کا نور لوٹ آیا۔

تیسرے کرتے کو بھی یاد کیجئے کہ زلیخا کے تہمت لگانے کے موقع پر سچ اور جھوٹ کا معیار مقرر ہوا تھا۔

دوستو! ایک اور کرتہ ہے جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو رہا تھا۔اس وقت صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا جبہّ شریف کس کو دیں' آپ نے فرمایا۔اویس قرنیؒ کو دینا۔ بعد وفات کے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کوفہ میں آئے اور دریافت کیا اویس قرنیؒ کو کوئی پہچانتا ہے۔لوگوں نے کہا وہ بھیک یا آدمی ہے! ایک دیوانہ ہے۔مخلوق سے بھاگتا رہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ ہیں کہاں' لوگوں نے کہا فلاں جنگل میں ہیں اونٹ چراتے ہیں۔ سوکھی روٹی کھاتے ہیں آبادی میں نہیں آتے کسی کے ساتھ ملکر نہیں بیٹھتے غم وخوشی ان کے پاس یکساں ہیں' دونوں حضرات اس جنگل میں گئے جہاں وہ رہتے تھے دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں' ان کے اونٹوں کو فرشتے چرا رہے ہیں' نماز کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب سلام کا دیا۔ان دونوں حضرات نے ان سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے کہا خدا کا بندہ پھر ان دونوں حضرات نے کہا ہم سب خدا کے بندے ہیں آپ کا خاص نام کیا ہے تو انہوں نے کہا اویسؒ ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جو جو علامتیں بتائی تھیں وہ سب ان میں پائی گئیں تب ان دونوں حضرات نے ان کا ہاتھ چوم کر کہا حضرت ﷺ کی وصیت ہے کہ یہ جبہّ آپ کو دیدیا جائے اور سلام کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کہ اس جبہّ کو پہن کر میری امت کیلئے دعا کرو' انہوں نے کہا اس کرتہ کے اہل آپ لوگ ہیں ان حضرات نے فرمایا نہیں آپ کے لئے وصیت ہے آپ ہی پہنیں۔

اویسؒ نے کہا عمرؓ دیکھو جی وہ کوئی اور شخص ہوں گے۔ان دونوں حضرات نے کہا آپ ہی ہیں۔ ساری علامتیں آپ میں پائی جاتی ہیں تو اویسؒ نے فرمایا اچھا وہ کرتہ مجھے دو تا کہ میں دعا کروں' آپ لوگ

یہیں رہو، خود دور ایک غار میں گئے زمین پر منہ رکھ کر کہتے تھے الٰہی یہ کرتا نہیں پہنوں گا۔ جب تک تو رسول اللہ ﷺ کی امت کو نہ بخشے رسول اللہ ﷺ اور عمرؓ اور علیؓ اپنا اپنا کام کر چکے، اب آپ کا کام بخشنا باقی رہ گیا۔ آواز آئی بخشے ہیں، عرض کیا نہیں کل بخش دیجئے لکھوکھا کی بخشش کا وعدہ لے رہے تھے مگر راضی نہیں ہو رہے تھے۔ وہ دونوں حضرات بہت دیر انتظار کر کے جہاں اویسؒ تھے وہاں پہوچے ان کو دیکھ کر اویسؒ نے فرمایا اگر آپ اور تھوڑا توقف کرتے تو کل امت کو بخشوا لیتا یہ کہہ کر چلے آئے۔

غرض حضرت یعقوبؑ خوش ہیں اور مصر میں حضرت یعقوبؑ کی آمد آمد کی خبر گشت لگا رہی ہے۔ ہر شخص کی زبان پر ہے۔

آمد آمد ہے یہاں یعقوبؑ کی آمد آمد ہے یہاں محبوب کی

دوستو! ذرا غور سے پھر سنو کہ جب حضرت یوسفؑ کو اپنے والد کے نابینا ہونے کا حال معلوم ہوا تو اپنا کرتہ بھیج دیا کہ یہ ان کے منہ پر ڈال دو، آنکھ روشن ہو جائیں گی۔ کرتہ مصر سے نکلتے ہی دس منزل دور اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مجھ کو تو یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے تو جو اولاد آپ کے پاس تھی وہ کہنے لگی آپ بوڑھے ہونے کی وجہ سے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کا حلم تھا کہ اسوقت کچھ جواب نہیں دیا۔ جب وہ کرتہ آ گیا منہ پر ڈالنے سے بینائی عود کر آئی اور آپ دیکھنے لگے تو اب جواب دیتے ہیں وہ بھی کس اخلاق کے ساتھ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اسی لئے تم کو یوسفؑ کی تلاش کیلئے بھیجا تھا۔ یوسفؑ کی خوشبو کی خبر دی تھی، خواہ مخواہ تم مجھ کو جھٹلا رہے تھے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ بی زلیخا کو جب انکار کی کوئی صورت نہ رہی تو اس نے سر دربار اقبال جرم کیا کہ یوسفؑ معصوم ہیں۔ میری خطا ہے میں نے ان کو پھسلایا۔ ایسے ہی اب فرزندان یعقوبؑ کو بھی انکار کی کوئی صورت نہ رہی تو انہوں نے بھی اقبال جرم کر لیا اور کہا قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ

اے ہمارے باپ خدا سے ہمارے لئے گناہوں کی مغفرت کی دعا کیجئے۔ بے شک ہم خطا وار ہیں۔فرزندان یعقوبؑ کے اندازِ بیان کو دیکھئے ان کے ذمہ حقوق اللہ بھی اور حقوق العباد بھی تھے۔صرف خدا کا ہی قصور نہیں کیا ہے بلکہ باپ کو بھی تکلیف دی اسلئے ایسا جامع لفظ اختیار کیا کہ دونوں حقوق اس میں آجائیں' باپ سے کہتے ہیں کہ ابا ہمارے گناہوں کے کی مغفرت کی دعا کیجئے۔ بندوں کا حق بندے ہی معاف کریں خداتعالیٰ معاف نہیں کرتا اسلئے جب تک حضرت یعقوب معاف نہ کریں وہ خدا سے ان کے مغفرت کی دعا نہیں کر سکتے تھے اسلئے ضرور ہے کہ یعقوب علیہ السلام اپنا قصور معاف کر کے خدا سے ان کے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت یعقوب بھی اس کو سمجھ گئے آپ نے فرمایا قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا بے شک وہ غفور ورحیم ہے۔اسی وقت ان کے مغفرت کی دعا نہ کر کے آئندہ دعا کرنے کا وعدہ اسلئے کیا کہ میں اپنا حق تو معاف کرتا ہوں' یوسفؑ کو جو تم نے ایذا دی ہے اس کو میں کیا کروں گا وہ تو یوسف ہی کو معاف کرنا چاہیے۔ جب یوسفؑ سے ملوں گا وہ اپنا حق معاف کریں گے تو خدا سے خدا کا حق معاف کرنے کی دعا کروں گا۔ وہ غفور رحیم ہے۔ بندے اپنا حق معاف کرنے کے بعد وہ بھی اپنا حق معاف کردے گا۔

دوستو! آپ کچھ سن رہے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام پیغمبر وقت ہیں۔ گھر کی بات ہے کہ ایک بیٹے کا حق جو ایک بیٹے پر ہے' حضرت یعقوبؑ اس کو معاف نہیں کر سکتے ہیں اور حضرت یوسفؑ کے معاف کئے بغیر مغفرت کی دعا نہیں کر رہے ہیں تو ہم جو دنیا بھر کے حقوق العباد لئے جا رہے ہیں ہمارا حشر کیا ہوگا۔

جب یعقوب علیہ السلام کے منہ پر حضرت یوسفؑ کا کرتہ ڈالا گیا اس کے اثر سے بینائی عود کر آئی۔ یعقوب علیہ السلام دیکھنے لگے۔ کرتہ لانے والے سے آپ نے پوچھا یوسفؑ کیسے ہیں۔ وہ بولا مصر کے بادشاہ ہیں آپ نے فرمایا بادشاہت لے کر میں کیا کروں؟ ارے یہ بتا کہ دین کیا ہے کہا کہ مسلمان ہیں' باپ دادا کے طریقہ پر ہیں۔حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اب اللہ کی نعمت پوری ہوئی۔

دوستو! یہ ہے اللہ والوں کی علامت' پہلے دینداری دیکھتے ہیں اور پھر دنیا جیسے غافل دنیا کی نعمت پر خوش ہوتے ہیں۔ ایسے اللہ والے آخرت کی نعمت پر خوش ہوتے ہیں اور اسی کو پوری نعمت سمجھتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کا عجیب واقعہ ہے گھر سے نکالے جاتے ہیں خواب دیکھ کر پھر خواب کی تعبیر دیکر قید سے نکلتے ہیں اور پھر خواب کی ہی تعبیر دیکھ کر بادشاہ بنتے ہیں۔

کرتہ ہی نے باپ کو غم میں مبتلا کیا' کرتہ ہی نے باپ کے غم کو دور کیا' کرتہ ہی سے عصمت ثابت ہوئی زلیخا عاشق ہوئی آنکھیں کھوئیں' حضرت یعقوبؑ نے بھی ان کے عشق میں آنکھیں کھوئیں۔ زلیخا کی بھی وصال کے پہلے آنکھیں روشن ہوگئیں اور حضرت یعقوبؑ کی بھی وصال کے پہلے آنکھیں روشن ہوگئیں' پھر اس کرتہ لانے والے نے یوسف علیہ السلام کا خط دیا۔ حضرت یعقوب اس خط کو محبت سے چومنے لگے اور فرمایا خدا تیرا شکر ہے مجھ کو آنکھیں دیں کہ میں اپنے پیارے بیٹے کا خط دیکھ رہا ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے خط میں لکھا تھا۔ باوا میں خود آپ کے پاس حاضر ہوتا۔ ارادہ کیا تھا کہ خود حاضر ہوکر ملاقات کروں کیا کروں مجھکو اللہ کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ آپ معہ خاندان کے میرے پاس تشریف لائیں۔ فَيَكُونَ لَكَ فَرْحَتَانِ۔

آپ کو دو خوشیاں ہوں گی۔ فَرْحَةُ لِّقَاءِ وَ فُرْحَةُ الْعَطَاءِ ایک ملاقات کی خوشی دوسری جو کچھ مجھ کو خدا نے سلطنت وغیرہ دی ہے اس کے دیکھنے کی خوشی ایسے ہی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

حدیث :- لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ روزہ دار کو دو خوشیاں ہوں گے' ایک فرحت افطار کے وقت' دوسری فرحت اللہ کے دیدار کے وقت ۔

غرض یوسفؑ نے اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ باوا یہاں مصر میں قبطی کافر میری رعایا ہیں۔ ان کے سامنے آپ کی محتاجی ظاہر ہوگی تو وہ آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے میں چاہتا ہوں کہ آپ زیب و زینت کے ساتھ تشریف لائیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ مسلمانوں کی شان یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے عاجزی اور ذلت سے پیش آتے ہیں اور کافروں پر عزت ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کے اور آپکے خاندان کے مردوں کے لئے علحدہ کپڑے بھیجتا ہوں۔ قیمتی گھوڑے اور اونٹ زرین زین کسے ہوئے اور ہر سواری کے ساتھ کئی غلام بھیج رہا ہوں اس طرح تشریف لایئے تاکہ کافروں کو ہنسنے کا موقع نہ ملے۔

دوستو! سن رہے ہو' ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا معاملہ مسلمانوں سے ہوگا۔ جب مسلمان قبر سے نکلے گا تو بہترین سواری نہایت آراستہ قبر کے کنارے دیکھے گا اور اس سواری کے ساتھ ایک فرشتہ جنتی کپڑوں کا جوڑا لئے ہوئے کھڑا ہوگا اور یہ کہے گا اے مسلمان اے خدا کے دوست لو یہ کپڑوں کا جوڑا پہنو اور اس سواری پر سوار ہوکر چلو' تاکہ تمہارے دشمن کافر اس طرح تم پر نہ ہنسیں کہ مسلمانوں کو مسلمانی سے کیا ملا۔ یہ بھی ننگے ہیں اور ہم بھی ننگے۔ مسلمان نہیں بلکہ کافر ننگے رہیں گے۔ مسلمانوں تم کپڑے پہنے رہو۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَایَسْتَوٗنَ کیا مومن کافروں کی طرح رہیں گے؟ نہیں! دونوں برابر نہیں رہ سکتے۔

آپ کو یاد ہوگا یعقوب علیہ السلام کے فرزند یعقوب علیہ السلام کو مسلسل حضرت یوسفؑ کے ہلاک ہونے کا یقین دلاتے رہے مگر حضرت یعقوب ہمیشہ ان کے باتوں کو رد ہی کرتے رہے۔ یوسفؑ کی جدائی کو امتحان سمجھتے رہے اور اس امتحان کی مدت میں کبھی کسی مخلوق کے سامنے شکوہ نہیں کیا ہمیشہ اللہ کی رضا پر راضی رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے بھروسہ کو پورا کیا ایک زمانے کے بچھڑے ہوئے یوسفؑ اب ملتے ہیں یکایک ملاقات ہوتی تو بے انتہا خوشی سے حضرت یعقوب زندہ رہتے؟ اس لئے خوشبو پہنچائی گئی۔ پھر کرتہ آیا پھر اب مصر جاتے ہیں۔ کنعان میں دھوم مچی ہے۔

ہر طرف جوش مسرت ہے عیاں ہر طرف مسرور ہیں پیروجواں
ہر طرف چھایا ہوا ہے اک سرور ہر جگہ ہر سمت ہر نزدیک ودور

مصر جانے کی تیاریاں ہورہی ہیں' سامان باندھے جارہے ہیں کوئی غسل کررہا ہے کوئی کپڑے بدل رہا ہے' بہو بیٹے پوترے کل خاندان یعقوب علیہ السلام کا بہتر (۷۲) مرد وعورت ہیں یعقوب علیہ السلام کے انہی بارہ بیٹوں کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ انہی کی اولاد میں موسیٰ علیہ السلام ہوئے۔

جب موسیٰ فرعون کو ڈوبا کر اور مصر سے نکل کر شام کے ملک کو جارہے تھے تو ان (۷۲) تن کے چھ لاکھ پانچسو چھیانوے مرد ہوگئے تھے۔ بچوں اور بڈھوں کو چھوڑا کر' یہ بہتر مرد وعورت کا قافلہ تیار ہوگیا۔ کوچ کا حکم مل گیا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اے بیت الاحزان اب تجھ سے رخصت اب دوست سے دوست ملتا ہے۔

حضرت یعقوب اپنے خاندان کو لئے منزل بہ منزل طئے کرتے ہوئے مصر کو چلے جارہے ہیں۔ ادھر یوسف علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ باپ مصر آرہے ہیں۔

صبا زدوست پیامے بسوئے ما آورد بہمد مان کہن دوستی بجا آورد

صبا ہمارے پاس دوست کا پیام لائی ہے' پرانے دوستوں کے ساتھ حق و دوستی ادا کی ہے۔

برائے چشم ضعیف آمد گرفتہ ما زخاک مقدم محبوب توتیا آورد

ہماری کمزور بیمار آنکھ کیلئے محبوب کے خاک قدم کا سرمہ لائی ہے۔

مصر کی آراستگی مہینوں پہلے ہورہی تھی' آخری اور استقبال کی تیاری زوروشور سے ہونے لگی۔ گلی کوچہ تمام راستے بڑے چھوٹے بازار شاہی ساز و سامان سے آراستہ کئے جارہے ہیں تمام محلات قلعے تمام مکانات باغات گلزار بنائے جارہے ہیں محل کے غلام باندی عورتیں عمدہ عمدہ لباس پہن رہی ہیں۔ جب سب تیاریاں پوری ہوچکیں تو فوج کے نام حکم ہوا کہ اتنے پیدل پلٹن اور اتنے رسالے تین منزل آگے استقبال کے لئے جائیں سلامی اتار کر مصر تک لائیں اور مصر کے باہر بھی تیاریاں ہورہی ہیں۔ بڑے بڑے عالیشان ڈیرے کھڑے کئے گئے ہیں طرح سے آراستگی کی جارہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام تمام ارکان سلطنت کے ساتھ شہر کے باہر آگئے ہیں۔ جدھر نظر جاتی ہے ادھر باقاعدہ فوج سلامی کیلئے کھڑی ہے۔ جب یعقوب علیہ

السلام کا مبارک قافلہ قریب مصر کے آیا فوراً سلامی اتاری گئی۔ حضرت یعقوبؑ نے دیکھا کہ جدھر نظر جاتی ہے وہاں تک طرح طرح کے لباس میں فوج نظر آتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ تعجب کرنے لگے۔ جبرئیل علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا آپ اس لشکراور اس تجمل سے تعجب کررہے ہیں۔ ذرا سراوپر اٹھایئے۔ آپ نے اوپر دیکھاتو جیسے زمین انسانی فوج سے بھری ہے ویسے ہی اوپر فرشے کثرت سے گھرے کھڑے ہوئے ہیں۔ زمین والوں کی طرح آسمان والے خوشیاں منارہے ہیں۔ حضرت یعقوب کے غم میں بھی شریک تھے اب خوشی میں بھی شریک ہیں جیسے جیسے قریب ہورہے ہیں ادھر یعقوبؑ کا ادھر یوسفؑ کا اشتیاق بڑھ رہا ہے۔ یہ انتظار کے چند منٹ کاٹنا دونوں کومشکل ہورہا ہے۔

راہ نزدیک وبماندم سخت دیر　　سیر گشتم زیں سواری سیرسیر

راستہ تھوڑا ہے مگر میں اس کو بہت دور سمجھ رہاہوں میں اس سواری سے تنگ آگیا ہوں۔

اب حضرت یعقوبؑ یوسفؑ سے بالکل قریب آگئے ہیں۔

ہوگیا وہ وقت وہ ساعت عجیب　　آگیا وہ وقت وہ موقع نصیب
آج اس میدان میں ہوتا ہے کیا　　ہے گماں ہر اک کو شادی مرگ کا

بے اختیار حضرت یعقوبؑ کے منہ سے نکلتا ہے۔

السلام ائے یوسف ماہ مبیں　　السلام اے شاہ عماری نشیں
السلام ائے گود کے پالے مرے　　السلام اے چاند کے ہالے میرے
السلام ائے راحت جان حزیں　　السلام اے عزت دنیا و دیں
چہ جورہا کہ کشید ندبلبلاں ازوے　　ببوئے آنکہ دگر نو بہار باز آید

بلبلوں نے اس کے کیسے کیسے ظلم سہے ہیں اس امید سے کہ پھر بہار نو آتی ہے۔

اب حضرت یوسفؑ کے دل میں کہاں تاب رہی بے چین ہوکر آگے بڑھتے ہیں حضرت یعقوبؑ بڑھاپے سے ناتواں تھے کسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلاکرتے تھے اب کچھ ایسی طاقت آگئی ہے یوسفؑ کو دوڑکر آتے ہوئے دیکھ کرنوجوانوں کی طرح آپ بھی دوڑتے ہیں

یوسفؑ و یعقوبؑ دونوں مل گئے ۔۔۔ گویا تھے مدت کے یہ بچھڑے ہوئے
اس طرح دونوں گلے سے یہ ملے ۔۔۔ شمع پر پروانہ جوں آکر گرے
ہوگیا چاروں طرف سے اک ہجوم ۔۔۔ مچ رہی ہے وصل یعقوبی کی دھوم

دونوں باپ بیٹے گلے مل رہے ہیں' دونوں اس قدر رو رہے ہیں کہ ان کے رونے کو دیکھکر در و دیوار' اپنا پرایا سب رو رہا۔ادھر فرشتے رو رہے ہیں تسبیح پڑھ رہے ہیں' گھوڑے ہنہنا رہے ہیں۔ فوجی باجے بج رہے ہیں گویا قیامت قائم ہے۔

چہ خوش حالیست روے دوست دیدن ۔۔۔ پس از عمرے بیک دیگر رسیدن

دوستوں سے ملنے کا ایک زمانے کے بعد ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کا کیسا خوشی کا وقت ہے۔

بکارم دل زمانے آرمیدن ۔۔۔ بہم گفتن سخن ازہم شنیدن

اس وقت کی خوشی کو کچھ نہ پوچھئے جو دل کے مقصد کے موافق ایسا زمانہ گزار رہا ہے کہ کوئی باتیں کر رہا ہے اور کوئی سن رہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا باوا' میرے لئے آپ اتنا کیوں روئے آپ کو تو معلوم ہے کہ اگر دنیا میں نہ ملتے تو خیر قیامت میں تو ملتے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا ہاں بیٹا مجھے معلوم ہے مگر میں یہ ڈر رہا تھا کہ تم بچپنے سے گھر سے نکلے تھے۔ اگر تم بے دین ہوگئے ہوتے تو پھر مجھ میں اور تم میں ملاقات نہ ہوتی یہی فکر مجھے گھلا رہی تھی۔

دوستو! خاتمہ بالخیر ہونا بڑی نعمت ہے' پیغمبر بھی اسکی فکر کرتے تھے۔

عروسی بود نوبت ماتمت ۔۔۔ اگر نیک روزی بود خاتمت

اگر تیرا خاتمہ بالخیر ہوجائے تو وہ مرنے کا دن نہیں ہے بلکہ وہ خوشی کا دن ہے۔ یہ بھی عجیب وقت ہے باپ بیٹے گلے مل کر روتے روتے بے سدھ ہو رہے ہیں۔ تمام انسان اس خوشی سے خوش ہو رہے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ موجود ہیں۔ چو طرف سے حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کو بے حد مبارک بادیں دے رہے ہیں۔ان دونوں باپ بیٹے کی محبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں الٰہی ایسی

محبت دنیا میں کسی کو کسی سے نہ ہوگی جیسے یعقوبؑ کو یوسفؑ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل! امت احمد کے ایک ایک شخص سے مجھ کو ستر حصہ محبت بڑھکر اس محبت سے ہے۔اس محبت الہی کا یہ اثر ہے کہ اس امت کے دل میں بھی اللہ کی محبت کے ذرات موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مصر کے باہر حضرت یوسفؑ استقبال کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ کنعان سے حضرت یعقوبؑ کی سواری پہنچی' دونوں باپ بیٹے ملے۔ایک دوسرے کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ تو یوسف علیہ السلام باپ کو اور سوتیلی ماں کو بہت عزت اور تعظیم کے ساتھ اپنے خاص شاہی ڈیرے میں لئے گئے اس سے معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں کا درجہ بھی مثل سگی ماں کے ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ سات برس کا قحط پڑا ہوا ہے' مصر کی رعایا حضرت یوسفؑ سے اپنا کل سامان اور جائداد بیچ کر غلہ خریدتے رہے۔ جب کچھ نہ رہا تو کل رعایا مرد اور عورتیں سب کے سب اپنے کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ بیچ دیا۔ سب رعایا غلام باندی ہوگئے۔حضرت یوسفؑ نے باپ کے آنے کی خوشی میں پہلا حکم یہ دیا کہ اے مصر والو! تم سب میرے غلام ہو' میرے باپ کے آنے کی خوشی میں میں نے تم سب کو آزاد کردیا۔

دوستو! یعقوب علیہ السلام کے سبب سے حضرت یوسفؑ اپنی کل رعایا کو آزاد کرتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ رمضان شریف کے سبب سے کل روزہ داروں کو دوزخ سے آزاد کردے تو کیا تعجب ہے' اس واسطے کہ یعقوب علیہ السلام کی جو عزت یوسف علیہ السلام کے پاس ہے اس سے کہیں زیادہ عزت رمضان کی اللہ کے پاس ہے۔اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے۔هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ آخِرُهٗ عِتْقٌ مِنَ النِّيْرَانِ رمضان' مبارک مہینہ ہے کہ جس کا پہلا دہا رحمت ہے اور دوسرا دہا مغفرة اور تیسرے دہے میں دوزخ سے آزادی ہوتی ہے۔

رمضان شریف کا پہلا حصہ رحمت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بغیر اللہ کی توفیق کے کوئی عمل نہیں ہوسکتا۔

روزہ رکھنے، تراویح پڑھنے اور قرآن پڑھنے اور سننے کی توفیق نہ دیتے تو کیا کرتے یہ اللہ کی رحمت ہے کہ شروع رمضان سے ہی ان عبادتوں کی توفیق عطا فرمائی۔ اس لئے پہلا دہا رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ نیکیوں سے برائیاں معاف ہوجاتی ہیں تو جب اول رمضان میں توفیق ہوجانے کی وجہ سے نیکیاں شروع کیں تو گناہ معاف ہونے لگے۔ جب ان نیکیوں کی وجہ سے گناہ معاف ہوگئے تو وسط رمضان مغفرت کا ہوا۔ گناہ معاف ہوجانا یہی دوزخ سے بچاتا ہے اس لئے ارشاد ہوا۔ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِنَ النِّیْرَانُ۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ جن کو روزے تراویح نصیب نہیں ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے کوئی ایسا برا کام ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ نہیں چاہتا ہے کہ وہ روزے رکھیں۔ تراویح پڑھیں جس کی وجہ سے ان کی مغفرت ہوجائے دوزخ سے آزادی مل جائے۔

دوستو! بہت خوفناک بات ہے، جلد توبہ کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزے رکھے تراویح پڑھی قرآن سنا اور پڑھا وہ اپنے ان اعمال پر ناز نہ کریں اور کچھ اپنا کمال نہ سمجھیں، جب تک کوئی بات دل میں نہیں ہوتی، آدمی کچھ نہیں کرسکتا اور یہ خدا کے اختیار میں ہے۔ آخر کیا بات تھی ابوجہل نہایت سمجھدار آدمی تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دور کے رشتہ کا چچا تھا، تیرہ برس حضرت ﷺ کی صحبت میں رہا مگر مسلمان ہونا نصیب نہ ہوا، وہی حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ دور دراز ملک حبش کے رہنے والے کچھ بڑے عقلمند بھی نہیں سمجھے جاتے تھے نہ پہلے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر ہوئی تھی، کافر کے پھندے میں پھنس گئے غلام بنائے گئے اس لئے کوئی موقع تحقیقات کا نہیں ملتا تھا۔ پھر تکلیف کا یہ عالم جلتی ریت میں ڈالتے، تپتا پتھر سینہ پر رکھ دیتے، یہ سب کچھ تھا مگر زبان سے احد، احد ہی نکلتا، آخر کیا بات تھی۔ پس یہی وجہ تھی کہ ابوجہل کو توفیق نہیں دی گئی اور حضرت بلالؓ کو توفیق دی گئی۔

حسنؒ زبصرہ بلال از حبش صہیبؓ از روم　　زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیت

حسنؒ بصرہ کے رہنے والے، بلالؓ حبش کے اور صہیبؓ روم کے، یہ تو مشرف بہ اسلام ہوں اور خاص

مکہ کا رہنے والا ابوجہل کافر ہی رہے۔ کیسی تعجب کی بات ہے روزہ دار کی' جب تک اُدھر سے کچھ مدد نہ ہو کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تم کو کچھ غرور نہیں ہونا چاہئے ہاں اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اللہ نے مدد کی اور توفیق دی کہ ہم نے روزے رکھے' تراویح پڑھی ' قرآن سنا۔

غرض حضرت یوسفؑ نے باپ کے ساتھ بات چیت سے فارغ ہوکر ان سے کہا وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ اب آپ سب شہر مصر میں چلیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں امن وچین سے رہیے۔ مصر کے بادشاہ ظالم ہوتے تھے ان کی بغیر اجازت کے کوئی مصر میں آ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے حضرت یوسفؑ تسلی دیتے ہیں کہ باوا اب مصر میری سلطنت ہے۔ آپ سب کو کچھ خوف نہیں کرنا چاہئے۔ قحط کی بھی کچھ فکر نہیں' ہر طرح امن وچین رہے گا۔ شہر میں چلیئے یوسف علیہ السلام اللہ کے حکم سے خود پہلے شہر میں آئے اور دربار کیا۔ دربار کی سجاوٹ اور خوبصورتی دیکھنے کے قابل تھی' جہاں دربار ہورہا ہے وہ ایک عالیشان محل ہے اس میں شہ نشین ہے اس پر تخت کے دو طرف فوج کھڑی ہے پیچھے خدمت گار کمر بستہ کھڑے ہیں' تمام وزراء تخت کے نیچے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یوسف علیہ السلام رعب داب کے ساتھ تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کی سوتیلی ماں اور گیارہ کے گیارہ بھائی دربار میں آئے یہاں کا قانون یہ تھا کہ کوئی ہو' ہر ایک کے لئے ضروری تھا کہ بادشاہ کو سجدہ کریں' ایک تو اس قانون کی پابندی سے دوسرے شاہی رعب و داب کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام' یوسف علیہ السلام کی سوتیلی ماں اور گیارہ بھائی وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا سب حضرت یوسفؑ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اس موقع پر امام بیضاوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سجدہ پہلے ادا کیا گیا۔ پھر والدین کو تخت پر بٹھایا گیا۔ قرآن میں تخت پر بٹھانے کو مقدم اور سجدہ کرنے کے واقعہ کو جملہ حالیہ بنا کر موخر لانے میں بلاغت یہ ہے کہ والدین کی تعظیم حضرت یوسفؑ کے پاس اصل مقصد ہے سجدہ بلحاظ اس وقت کے رواج کے ضمنی طور پر ادا کیا گیا ہے۔ آہ! یہ سماں دیکھتے ہی یوسف علیہ السلام کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے بچپن کا خواب اور اس کی تعبیر کا نقشہ ان کی آنکھوں میں بس گیا۔

وَقَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا کہنے لگے ابا یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا۔

اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ چاند اور آفتاب اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کرتے ہیں۔ میرے رب نے اس خواب کو سچا کیا' چاند سے مراد سوتیلی ماں' آفتاب سے مراد باپ یعقوب علیہ السلام اور گیارہ تاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں۔ جو اب سب کے سب سجدہ کئے ہیں۔ اب خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

دوستو! یہ ہی سماں بھائیوں کے پیش نظر تھا۔ اس ذلت سے بچنے کے لئے بھائیوں نے کیا نہ کیا' جو ظلم نہ کرنا تھا کیا' یہ ان کو خبر نہیں تھی کہ خدا کا اراداہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ بہت سی تدبیریں کیں مگر تقدیر کے سامنے کچھ نہ چل سکا۔

اب رہا یہ شبہ کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں' پھر کیسے یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے سجدہ کررہے ہیں اور یوسف علیہ السلام کیسا سجدہ لے رہے ہیں اس کا سرسری جواب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں کوئی ایسی شریعت نہیں تھی جس میں تفصیلی احکام ہوں' پہلی شریعت جو دنیا میں پائی جاتی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کئی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو شریعت موسیٰؑ کے بعد منع کردی گئی۔ جیسے دو بہنوں سے ایک شخص کا نکاح کرنا منع نہیں تھا۔ خود یعقوب علیہ السلام نے دو بہنوں سے نکاح کیا تھا بعد میں توریت جب موسیٰ پر اتری تو دو بہنوں کا ایک شخص سے نکاح کرنا منع کیا گیا۔ ایسے ہی یعقوبؑ کے زمانے تک سجدۂ شکرانہ جائز تھا۔ پیغمبروں کا خواب وحی ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے خواب سے اس کی اجازت پائی جارہی تھی یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد جو کررہی ہے وہ صرف خدا کے حکم سے کررہی ہے اگر خدا کا حکم نہ ہوتا تو خود یوسف علیہ السلام کو گوارا نہیں ہوتا کہ باپ ان کو سجدہ کریں۔

حضرت یعقوبؑ کو ناگوار نہیں ہوا۔ اس لئے کہ کوئی شخص کسی کو اپنے سے بہتر دیکھ کر اگر خوش ہوتا ہے تو وہ ماں باپ ہیں ظاہری اور باطنی کتنی ہی ترقی اولاد کو ہو مگر ماں باپ کو کبھی اس پر حسد نہیں ہوگا۔ وہ اس ترقی سے خوش ہوں گے۔ اس لئے حضرت یعقوبؑ کو ناگوار نہیں ہوا مگر اب امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہے کہ کسی قسم کا سجدہ ہو' خدا ہی کو کیا جائے خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔

پہلے جو سجدہ جائز تھا اب اسی کا اس امت میں ناجائز ہونا ایسا ہے جیسے یونانی طبیب اصول طب میں متفق ہوتے ہیں۔ انگریزی ڈاکٹر اصول ڈاکٹری میں متفق ہوتے ہیں۔ پھر بھی اشخاص کے اختلاف' بیماریوں کے اختلاف' زمانہ کے اختلاف سے تجویز نسخے میں اختلاف پڑ جاتا ہے ایسا ہی پیغمبر طبیب روحانی ہیں امتوں کے اختلاف سے احکام میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔

بلحاظ موسم اور بلحاظ مزاج مریض کو کبھی کچھ بتلاتے ہیں اور کبھی کچھ۔ ایسا ہی پیغمبروں نے بھی اپنی اپنی امتوں کے لحاظ سے احکام مختلف بتلائے ہیں۔ بعض حکیموں اور ڈاکٹروں میں دور اندیشی زیادہ ہوتی ہے اس لئے بھی احکام بدل جاتے ہیں۔

اب یہ سمجھئے کہ مخلوقات میں جو کچھ ہے وہ خدا کی عطا ہے کل کائنات' میں اللہ کے کمال کا ظہور ہے' لینے والے کی قابلیت سے وہ کہیں کم اور کہیں زیادہ ہے۔ جیسے نور' آفتاب کا تو برابر گر رہا مگر کوئی چیز زیادہ چمکتی ہے اور کوئی چیز کم' آئینوں میں بھی آتشی آئینہ میں حرارت زیادہ آتی ہے جیسے آفتاب کے ظہور میں قابلیت کے لحاظ سے فرق ہے ایسے ہی صفات خدا کے اخذ کرنے میں بلحاظ قابلیت فرق ہے۔ تمام کائنات سے زیادہ اللہ کی صفت قدرت کا ظہور فرشتوں میں زیادہ ہے۔ صفت علم و فہم کا ظہور انسان میں بڑھ کر ہے اور کوئی کسی کا خلیفہ ہوتا ہے وہ اس کے ذاتی احوال میں نہیں ہوتا ہے۔ جیسے کھانا' پینا' پیشاب پاخانہ' صحت و مرض میں کوئی کسی کا خلیفہ نہیں ہوتا۔ جو امور کہ دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے حکومت اور ہدایت بیع و شریٰ اس میں خلافت ہوتی ہے' یہ معاملات بغیر علم کے نہیں ہوتے' غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمادات اور نباتات اور حیوانات میں تو خلافت کے قابل علم و شعور نہیں ہے۔ تین گروہ ہیں کہ جن میں علم ہونے کی وجہ سے خلافت

کے مستحق ہیں۔ فرشتے' جنات اور انسان۔ ملائکہ اور جنات میں زور اور قدرت کے افسانہ بہت سنے' عرش اعظم کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ نفخ صور سے عالم کا برباد ہونا اور قائم ہونا بھی سن چکے ہو' انسان نے علم میں جو ترقی کی وہ ملائکہ اور جنات نے نہیں کی۔

سب سے زیادہ علم ہونے کی وجہ ایک اور بھی ہے' ملائکہ کو کوئی حاجت نہیں' کسی چیز کے محتاج نہیں' جمادات صرف موجود کے محتاج ہیں اور کسی چیز کے محتاج نہیں' نباتات موجد کے سوا زمین کے' پانی کے' ہوا کے حرارت آفتاب کے محتاج ہیں' حیوانات ان سب چیزوں کے محتاج ہو کر خورد نوش کے بھی محتاج ہیں' جنات میں قوت پرواز وقوت حمل اثقال ہونے سے ان کو بھی احتیاج کم ہے' انسان سب چیزوں کا محتاج ہے۔ عالم کی ہر چیز کا محتاج ہے' اس لئے انسان کو ہر چیز کا علم ہونا ضروری ہوا' جن کو کام ہی نہ پڑے ان کو اس چیز کے علم کی ضرورت نہیں اس لئے انسان علم میں نمبر اول ہے مانا کہ فرشتوں میں کمال عبادت ہے۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ فرشتے کبھی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ انسان شورہ پشت سرکش ہے مگر اس کو کیا کیجئے فرشتوں کی عبادت کمال اطاعت ہے لیکن عبادت خالق کی صفت نہیں ہے مخلوق کی صفت ہے اور علم خدا کی صفت اولیٰ ہے' خلافت کے لئے ضرور ہے کہ جس کا خلیفہ ہو اس کا کمال اس میں ہو۔ یہ ہی وجہ ہے مکتبوں میں اور مدرسوں میں' خانقاہوں میں' اکھاڑوں میں وہی شخص خلیفہ ہوتا ہے جس میں اُستاد اور پیر کے کمالات سب سے زیادہ ہوں کمال عبادت خدا کی صفت نہیں' علم خدا کی صفت ہے' انسان میں علم سب بڑھا ہوا ہے اس لئے انسان خلیفۂ خدا ہونے کا مستحق ہے اور کوئی مخلوق خلیفۂ خدا ہونے کی مستحق نہیں۔

بادشاہ کے جو آداب ہیں وہ خلیفہ کے لئے بجالانا ضروری ہے خاص کر ان کے ذمہ جن پر بغاوت کی تہمت لگی ہو اور خلیفہ ہونے کے لئے جنھوں نے رخنہ اندازی کی ہو' ان کو آداب شاہی بجالانا چاہئے' آدم علیہ السلام کی نسبت فرشتوں نے اعتراض کیا تھا اور یوسفؑ کی نسبت بھائیوں کو اعتراض تھا اس لئے سجدہ جو

خدا کے آداب میں سے ہے فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو اور بھائیوں سے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کروایا تاکہ یہ معلوم ہو کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ آدم کو ہر چیز کا نام سکھایا' آدم مظہر علم ہے اور وہ ہمارا خلیفہ ہے۔ اس لئے فرمایا انی اعلم مالا تعلمون میں خوب جانتا ہوں اس کو جو تم نہیں جانتے۔ ایسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام علم میں کچھ اور ہی چیز تھے کَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ایسے ہی برگزیدہ کرے گا تم کو اللہ تعالیٰ اور سکھائے گا تعبیر خواب کی فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے۔ ذَالِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِىْ رَبِّىْ (یہ اس قسم سے ہے جو سکھایا مجھ کو میرے پروردگار نے) فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنَاهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (جب وہ بھری جوانی کو پہونچے' دیا ہم نے ان کو علم و حکمت) حضرت یوسفؑ کی شان میں ہے۔ یوسفؑ علم میں زاید ہونے سے مستحق خلافت خدا تھے۔ اس لئے ان کو سجدہ کروایا' بخلاف بتوں کے ان میں کچھ علم و شعور نہیں' اس لئے ان میں لیاقت خلافت نہیں' اس لئے وہ مستحق سجدہ نہیں بخلاف کعبہ کے' وہ مسجود الیہ ہے اس لئے کہ ہم کعبہ نہ بھی ہو تو ادھر سجدہ کریں گے' بت مسجود الیہ نہیں ہو سکتے۔ اسلئے کہ بت نہ ہو تو بت پرست ادھر سجدہ نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سجدے دو قسم کے ہیں۔ سجدۂ عبادت' سجدۂ خلافت' سجدۂ عبادت میں مسجود بالذات ہوتا ہے۔

سجدۂ آدم و سجدۂ یوسفؑ' سجدۂ عبادت نہیں تھا' سجدۂ خلافت تھا۔ اب رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ علم تھا اور سب کو علم آپ ہی سے حاصل ہوا۔ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (سکھائی آپ کو وہ چیز جو آپ نہیں جانتے تھے اس کو بھی دیکھئے اور عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ اور سکھایا آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ سکھائی گئی آپ کو تعبیر خواب کی) ذرا سوچئے وہاں تمہ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً ہے آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے

یہاں تتمہ عَلَّمَنِی رَبِّی (سکھایا مجھ کو میرے پروردگار نے) کو بھی سوچئے تو معلوم ہوگا کہ آپ کا علم سب سے بڑھا ہوا ہے علم میں آپ خلیفہ اوّل اللہ کے ہیں اسی واسطے فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ تو چاہئے تھا کہ جیسے آدمؑ مسجود ملائکہ ہوئے' یوسفؑ مسجود برادران ہوئے تو ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجود و خلائق ہوں' جواب اس کا یہ ہے کہ سجدۂ خلافت حق خلیفہ ہے نہ حق خدا' جو خواہ مخواہ خلیفہ کے ذمہ ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ العالمین ہیں۔ آپ کو تجربہ سابق سے معلوم ہوا تھا کہ سجدۂ غیر کے بدولت کم فہموں نے عابد کو معبود' مخلوق کو خالق سمجھ لیا تھا آپ نے رحمت عالم ہونے کی وجہ سے اپنا یہ حق نہ لیا تاکہ مخلوق کچھ کا کچھ سمجھ کر عذاب میں مبتلا نہ ہو۔

اور پھر بار بار اللہ کا آپ کو عبد پکارنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں کمال عبدیت تھی۔ یہ ظاہری مساوات بھی آپ کو پسند نہیں آئی بے شک آپ مستحق سجدۂ خلافت تھے مگر آپ نے اس کو قبول نہیں کیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے والد یا اُستاد یا پیر اپنے برابر بیٹھنے کو کہے اور وہ بوجہ ادب کے قبول نہ کرے یہ نافرمانی ہزار فرماں برداری سے بہتر ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ملائکہ کی رخنہ اندازی اور برادران یوسفؑ کی سرکشی سے سجدۂ ملائکہ اور سجدۂ یوسف ضروری معلوم ہوا تاکہ ہمسری سے جو انکار ہو رہا تھا اس کا جواب ہو جائے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہمسر تھا ہی نہیں۔ یہاں سجدہ کا حکم دینا گویا ہمسر مان لینا تھا۔ اس لئے حکم نہیں دیا گیا۔

سجدۂ آدمؑ و یوسفؑ سے چھپے ہوئے مرتبہ کو ظاہر کرنا مقصود تھا جو چیز آفتاب کی طرح روشن ہے اس کو ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آفتاب کو دکھانے کے لئے چراغ نہیں روشن کرتے جس کی فضیلت کی دھوم ہو' پھر اس کی فضیلت کا اعلان ایسا ہے جیسے حسن یوسفؑ کے لئے منادی کرائی جائے آدم علیہ السلام اور ملائکہ

میں فرق تھا تو ایسا تھا جیسے اہل قلم و اہل سیف میں ہوتا ہے۔ ہر ایک میں ایک جزوی فضیلت ہے اس لئے ہر ایک کو عہدۂ گورنری کی امید ہے۔

حضرت یوسفؑ اور برادران یوسفؑ میں اگر فرق ہے تو ایسا باہم شاہزادوں میں ہوتا ہے ہر کسی کو آرزو ولی عہد ہونے کی ہوتی ہے اس لئے باہم بغض وحسد ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے سوا اوروں میں جو فرق ہے وہ ایسا ہے جیسے بادشاہ کے محبوب اور بادشاہ کے خادم میں ہوتا ہے کسی کو خیال ہمسری کا نہیں تو ان کو سجدہ کروا کر زیر کرنے کی کیا ضرورت' اس لئے ادھر تو اظہار خلافت کی ضرورت نہیں ادھر کمال عبدیت سے آپ نے اس سجدۂ خلافت کو پسند نہیں کیا۔ اس لئے ادھر امت کے نام سجدۂ خلافت کا حکم آیا نہ ادھر سے پسند کیا گیا۔ کم فہمی سے جو خرابیاں ہوتی تھیں اس کے انسداد کی تدبیر کی ضرورت ہی نہ رہی اس لئے حضرت نے سجدہ کی ممانعت فرمائی۔ بخلاف اس کے اوروں میں اتنی دوراندیشی نہیں تھی نہ ویسا کمال عبدیت تھا جو خاتم النبین میں تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ ملائکہ سے جو سجدہ کروایا' ان میں کمال معرفت تھی شرک کا خیال نہیں ہوسکتا تھا۔ برادران یوسفؑ اور والدین یوسفؑ میں نبوت و خاندان نبوت ہونے سے شرک کا گمان تک نہ تھا۔

یہاں نہ کمال معرفت' نہ کمال نبوت اس سجدہ سے کس قدر ضرر ہوتا' رحمت عالم نے اس لئے اس کو گوارہ نہیں کیا اس دوراندیشی پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ ایک اور بات قابل شنید ہے کہ بادشاہ کا ایک نوکر ہوتا ہے اور ایک محبوب' نوکر کو کتنا ہی بڑے رتبہ والا ہو' محبوب کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔

حکایت:۔ جب محمود غزنوی نے ایاز کو گورنری دی وہ رونے لگا' لوگوں نے کہا یہ خوشی کا وقت ہے نہ کہ رونے کا تو ایاز نے جواب دیا۔

داد ایاز آں حال قومے را جواب گفت بس دورید نہج صواب

ایاز نے لوگوں کو جواب دیا اور کہا تم سیدھے راستہ سے دور جا پڑے ہو۔

نیستند آگہ کہ شاہِ انجمن دوری اندازدشن از خویشتن

تم کو کچھ خبر نہیں کہ بادشاہ سلامت مجھ کو اپنے پاس سے جدا کر رہے ہیں۔

گر بحکم من کند ملکِ جہاں من نہ گردم غائب ازوی یکرماں

اگر ساری سلطنت میرے حکم میں دیدے تو بھی ایک لحظہ اس سے غائب ہونے کو پسند نہیں کروں گا۔

ہر چہ گویدآں توانم کردو بس لیک ازو دوری نجویم یک نفس

بادشاہ سلامت جو فرمائیں وہ کرنے کو تیار ہوں لیکن ان سے ایک لحظہ دور ہونا نہیں چاہتا ہوں۔

من چہ خواہم کرد ملک وکار اوؒ ملک مارا بس بود دیدار او

میں کیا کروں اس کے ملک کو اور اس کی حکومت کو، مجھ کو اس کا دیدار ہی بڑی حکومت ہے۔

گر تو مرد طالبی و حق شناس بندگی کردن بیاموز از ایاز

اگر تم مردانِ خدا سے ہو اور طالب حق ہو اور اللہ کی کچھ قدر ہے تو محبت کرنا ایاز سے سیکھو۔

حضرت کو سجدہ کروانا گویا حضرت کو خلیفہ بنانا تھا تو جیسے صوبہ دار کو تحصیلداری دینا اس کا مرتبہ گھٹانا ہے ایسا ہی حضرت کو خلیفہ بنانا اور خلافت کے لوازم سے سجدہ آپ کو کرانا آپ کا مرتبہ گھٹانا تھا۔

محکمۂ محبوبیت سے گرا کر محکمۂ حکومت میں لانا تھا۔

شاید اوروں کو سجدہ کرانے اور حضرت کو سجدہ نہ کرانے سے کسی کو کچھ اور خیال نہ ہو، اس لئے عالم امکان کا آپ کو صدر بنایا اور اس وجہ سے بھی کہ یہ امت خدا کے محبوب کی امت ہے وہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرے گی اگر سجدہ کرے گی تو خدا ہی کو کرے گی۔

القصہ ماں باپ اور گیارہ بھائیوں نے جب دربار میں آداب شاہی ادا کئے تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا ابا یہ ہمارے خواب کی تعبیر ہے گیارہ تارے اور چاند اور آفتاب کو جو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔

میرے پروردگار نے اس کو سچا کر دکھایا چاند و آفتاب یعنی ماں باپ اور گیارہ تارے، گیارہ بھائی

آداب شاہی بجالارہے ہیں۔ یہ حضرت یوسفؑ کا ارشاد ہے کہ خواب کی خیالی صورت بیداری میں محسوس ہوکر سامنے آئی۔

تو حضرت یوسفؑ خواب کو اور بیداری کو اس طرح سمجھے اور ہمارے آقائے نامدار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب اور بیداری کو اس طرح سمجھے کہ بیداری بھی ایک خواب ہے کہ لوگ مرنے کے بعد ہونے والے واقعات سے غافل ہیں۔ جیسے سونے والا غافل ہوتا ہے۔ ہاں مرنے کے بعد بیدار ہوں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد بیداری ہوگی' زندگی میں بیدار نہیں ہیں سب سو رہے ہیں۔

اس زندگی کا خواب' خواب کے اندر کا خواب ہے ؎

دنیا خوابے است و زندگانی دروے   خوابیست کہ درخواب بہ بینی آنرا

جیسے کوئی نیند میں یہ دیکھے کہ مجھ کو ایک خواب پڑا اور میں نے بیدار ہوکر وہ خواب ایک شخص سے کہا اور اس نے مجھ کو یہ تعبیر دی' حالانکہ وہ ابھی نیند میں ہی ہے۔ ایسے ہی ہم دنیا میں بحالت خواب ہیں مرنے کے بعد اس کی تعبیر ظاہر ہوگی۔

الحاصل حضرت یوسفؑ اور خاتم النبین ﷺ کے خواب سمجھنے میں یہ فرق کہ:-

(۱) حضرت یوسفؑ نے اپنے بچپنے کے خواب کو خواب اور اپنے بھائیوں کے سجدہ کو تعبیر فرماتے ہیں۔

(۲) اور خاتم النبین ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ زندگی گویا ابھی خواب ہے مرنے کے بعد اس کی تعبیر پوری ہوگی' جب معلوم ہوگا کہ کیا کرنا تھا کیا کیا۔ یہ فرق ہے پیغمبر اور "خاتم پیغمبران" کے سمجھنے میں اس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ایں جہاں راکہ بصورت قائم است   گفت پیغمبر کہ حلم نائمست

یہ دنیا جو بیداری کی صورت میں موجود ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نہیں یہ دنیا سونے والے کے خواب کی صورت میں ہے۔

او گماں بروہ کہ ایں دم خفتہ ام   بے خبرزاں کوست درخواب دوم

خواب دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ میں سو رہا ہوں مگر وہ بے خبر ہے اس سے کہ وہ خواب میں دوسرا خواب دیکھ رہا ہے۔

دوستو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ سکھا رہے ہیں جیسے خواب ایک بے ثبات اور ناپائدار چیز ہے۔ ایسے ہی دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی سے عبرت لیا کرو۔

دنیا بے گھروں کا گھر ہے' یہ دارفانی گذشتنی اور گذاشتنی ہے اس دنیا کا دلدادہ پرلے درجے کا احمق ہے۔ ہائے کیسے کیسے نامور پادشاہان جن کے رعب و داب کا سکہ ایک جہاں پر جما ہوا تھا۔ روئے زمین پر جن کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی آج کس بے بسی اور کسمپرسی کے عالم میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہائے ان کی وہ زبردست سلطنت' وہ قوت' وہ فوج ' وہ حکومت کیا ہوئی ایک خواب تھا ' ہائے اس بے وفا دنیا نے ان بے چاروں کو کیسے کیسے سبز باغ دکھلا دکھلا کر بھلاوادے کر زیر زمین سلادیا' ان بدنصیبوں پر کچھ ترس نہ آیا' آئندہ نسلوں کی عبرت کے لئے بے تاج وتخت فرش خاک پر زیر زمین پڑے ہوئے بادشاہوں پر مٹی کا ایک ڈھیر لگا کر قبر کے نام سے مشہور کیا گیا تھا اس جفا کار دنیا نے اپنے ظلم کے ہاتھوں سے اس تودۂ خاک کو اڑا اڑا کر بے نام ونشان بنا کر چھوڑا۔

نہ گور سکندر نہ ہے قبردارا مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

آپ نے یہ ظلم کہیں دیکھا ہوگا نہ سنا ہوگا کہ کروڑوں خانماں برباد ہوگئے ان بادشاہوں کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔ اگر کہیں ان بادشاہوں کی نسل میں نام لیوا باقی ہے تو وہ دروازوں پر بھیک مانگتے نظر آتی ہے۔

اللہ رے فلک کی تلون مزاجیاں رکھتا نہیں کسی کو کسی ایک حال پر

او بے وفا دنیا کیا کوئی اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتا ہے جیسا کہ تونے کیا۔ کیسے کیسے چاند کی سی صورت والوں کو ہائے دنیا تو نے خاک میں ملادیا ان کی اُٹھتی ہوئی جوانی پر بھی تجھ کو کچھ رحم نہ آیا' ان کا نہ چھپنے والا حسن ان کو ٹوٹی پھوٹی قبروں سے نکل نکل کر اپنے دیکھنے والوں کو آٹھ آٹھ آنسو رلا رہا ہے۔ ادھر زلفوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے تو ادھر سر کے بالوں کا' ہائے سارے جوڑ بند ایک دوسرے سے جدا ہوکر کہیں

سے کہیں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے نرم و نازک جسم کو جس کو پھولوں کے سیج اپنی سختی کی وجہ سے بار بار اٹھا کر بٹھا دیا کرتی تھی آج قبر میں وہ کیڑے مکوڑوں کی غذا بن رہا ہے۔

یوسفؑ کا حسن اور زلیخا کے عشق کی داستان بھی ایک خواب ہی ہے اور دنیا! اگر یہ تیرا کچھ نہ کر سکے تو کیا تعجب ہے' یہ نازک خوبصورت مقابلہ کے لئے نہیں پیدا ہوئے تھے' ہاں تعجب تو اس بات کا ہے' حیرت تو اس کی ہے کہ کیسے کیسے شہزور پیلتن (ہاتھی کی جسامت والے) شیر دل نامور بہادروں کو تو نے نیچا دکھا کر چھوڑا۔ عرب سے عجم تک جن کی شجاعت کا شہرہ تھا۔ ایک زمانہ جن کا لوہا مان لیا تھا۔ ہائے وہ بہادر پہلوان کس بے بسی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں چارخانہ چت پڑے ہوئے ہیں۔

دنیا نہیں کسی کی ہمیشہ قیام گاہ — جو ہے یہاں وہ تیر قضا کا نشانہ ہے
دنیا میں کوئی داغ سے خالی جگہ نہیں — بے داغ چرخ پر بھی تو روشن قمر نہیں
دنیا نہیں ہے کچھ بھی جو دیکھا بچشم غور — اس پر وہ مبتلا ہے کہ جس کو نظر نہیں

دوستو! سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ایک جادوگرنی ہے۔ ہائے اس دنیا نے کچھ ایسا جادو کیا ہے' ہم سب کچھ سمجھتے ہیں' کہتے ہیں' سنتے ہیں مگر چند منٹ بھی نہیں گذرنے پاتے کہ جو کچھ کہا سنا تھا وہ سب ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی ہم ہیں اور وہی ہماری قدیمی غفلت' کیا اندھیر ہے!

دوستو! میں نے مانا کہ دنیا خوبصورت چیز ہے۔ ہر طرح کی اس میں راحت بھی ہے' سب ہنر بھی ہیں لیکن اس دنیا میں ایک عیب ایسا ہے کہ اس دنیا کی سب خوبیوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ وہ یہ کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کیسے کیسے بڑے بڑے مکانات اجڑے پڑے ہیں۔ ان کے رہنے والوں کے دماغ میں کیا کیا آرزوئیں ہوں گی' کیسی کیسی تمنائیں ہوں گی مگر وہ سب آرزوئیں خاک میں مل گئیں اور ان کی دنیا ختم ہو گئی۔

حکایت:۔ شیخ چلی کہیں جا رہے تھے ایک شخص نے کہا یہ تیل کا گھڑا اٹھا کر ہمارے گھر پہنچا دو تم کو ایک

پیسہ دیں گے شیخ چلی نے وہ گھڑا اٹھالیا' اب راستہ چلتے چلتے دل میں سوچتے جاتے ہیں کہ ایک پیسہ جو ملے گا دیہات سے اس کا ایک انڈا خریدوں گا بڑی بستی میں لاکر اس کو نفع سے بیچوں گا۔ ان پیسوں سے اور انڈے خریدوں گا اسی طرح جب بہت سے پیسے ہوجائیں گے تو ان کی مرغی خریدوں گا' جب مرغیاں بہت ہوں گی تو بکریاں خریدوں گا' بکریوں سے گائیں' گائیوں سے بھینسیں گھوڑے ہاتھی خریدوں گا' پھر بڑا مکان بناؤں گا پھر ایک امیر لڑکی سے نکاح کروں گا' پھر اس سے بچے ہوں گے۔ بچے کہیں گے ابا ابا ہم کو پیسے دو۔ ان کو دھمکا کر کہوں گا کہ دور ہو سر جو ہلا تو تیل کا گھڑا گر گیا۔ تیل والا ملامت کرنے لگا تو شیخ چلی کہنے لگا بندۂ خدا تمہارا ایک گھڑا تیل کا گیا میرا تو سارا خاندان غارت ہوگیا۔ شیخ چلی کے خیالات پر ہم کو ہنسی آتی ہے ہماری رات دن کی آرزوئیں جو ہوتی ہیں۔ کیا شیخ چلی کے خیالات سے کم ہیں؟ ہماری ساری آرزویں پہلے تو پوری ہوتی نہیں' ہوتی ہیں تو وہ بھی ایک خواب وخیال ہیں۔ ٹھہرو ٹھہرو اس خواب کی تعبیر مرتے ہی معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کا غم خواب کا غم' دنیا کی خوشی خواب کی خوشی ہے۔

جیسے کوئی شخص خواب میں دیکھے میں تخت سلطنت پر ہوں تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں' لوگ اپنی اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کررہے ہیں میں ان کو پورا کررہا ہوں۔ غرض تمام شاہی ٹھاٹ جما ہوا ہے آنکھ کھولتے ہی کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف پولیس بیڑیاں لیے کھڑی ہے۔ جیل خانہ لے جانا چاہتی ہے جس طرح طرح کی سزائیں دی جارہی ہیں۔ دنیا کی خوشی اس خواب کی جیسی خوشی ہے۔ اگر دنیا میں عمر بھر عیش کیے اور مرنے کے بعد پکڑے گئے تو وہ عیش کس کام کا۔

خواب میں اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے یا خوب پٹیا جارہا ہے کہ اسی وقت آنکھ کھلی' کیا دیکھتا ہے کہ نہایت عمدہ پھولوں کی سیج سے آراستہ پلنگ پر ہے اور بہت بڑا محل ہے لوگ ادھر ادھر کھڑے ہیں جھک جھک سلام کررہے ہیں' کوئی پنکھا جھلا رہا ہے کوئی عطر لگارہا ہے' کوئی پان دے رہا تو کیا اس شخص کے ذہن میں اس خواب کے رنج وتکلیف کا اثر رہے گا۔ اسی طرح دنیا کا غم خواب کا غم ہے۔ دنیا کی خوشی خواب کی خوشی ہے۔

حکایت:- ایک شخص کی عادت تھی کہ وہ روزانہ نیند میں بستر میں پیشاب کر دیا کرتا تھا۔ روز صبح کو اس کی بیوی اٹھ کر بستر دھوتی تھی ایک روز بیوی نے کہا کہ کم بخت تو روز پیشاب کرلیتا ہے میں دھوتے دھوتے تنگ آگئی ہوں یہ ہے کیا معاملہ' وہ شخص کہنے لگا کہ میں روز خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ چل تجھے سیر کرا کر لاتا ہوں' جب میں چلنے کو تیار ہو جاتا ہوں کہتا ہے پہلے پیشاب کرلے تو میں سمجھتا ہوں کہ پیشاب خانہ ہے اس میں پیشاب کر دیتا ہوں تو آنکھ کھولتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بستر ہے۔ بہت پچھتاتا ہوں' مگر کیا فائدہ بیوی نے کہا اب کے اگر شیطان آیا تو کہو! یار ہم غریب آدمی ہیں کہیں سے روپیہ لادے خاوند نے کہنے کا وعدہ کیا۔ رات کو سویا تو پھر شیطان آیا اس نے شیطان سے کہا یار ہم خالی خولی نہیں آتے کچھ روپیہ دلوادو شیطان نے کہا یہ کیا مشکل ہے چلو' ایک خزانہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اس نے حرص سے خوب روپیہ چادر میں بھرلیا اٹھایا نہ گیا تو شیطان نے اٹھا کر کاندھے پر رکھ دیا اتنا بوجھ تھا کہ مارے بوجھ کے پائخانہ نکل گیا۔ آنکھ کھولتے ہی کیا دیکھتا ہے کہ روپیہ تو ندارد ہے بستر پر پائخانہ پڑا ہوا ہے۔ بیوی بولی یہ کیا! اس شخص نے کہا شیطان نے اتنے روپے رکھ دیئے کہ پائخانہ نکل گیا۔ بیوی نے کہا میاں میں تمہارے روپیوں سے باز آئی پیشاب ہی کرلیا کرو۔ خدا کے واسطے پائخانہ مت کرو۔ بالکل یہی حالت ہماری ہے کہ ہم بھی دنیا میں بحالت خواب ہیں گناہ کر کے خوب روپیہ سر پر لاد رہے ہیں' موت کے وقت جب آنکھ کھلے گی تو معلوم ہوگا کہ روپیہ تو پاس کچھ نہیں ہے۔ ہاں گناہوں کی نجاست میں لت پت ہیں۔

اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا خواب ہے اس کی تعبیر مرنے کے بعد معلوم ہوگی خدا و رسول ﷺ کی غرض دنیا کو خواب کہہ کر دنیا چھڑانا نہیں ہے بلکہ دنیا سے دل اتارنا ہے کہ آپ دنیا کریں مگر دل اترا ہوا ہو۔ دنیا کرنا برا نہیں ہے۔ مگر دنیا میں کھپنا برا ہے۔ جیسے پائخانہ کرنا برا نہیں' پائخانہ کھانا برا ہے دنیا میں دل کھپنا ہی زہر ہے۔ یہ وہ بلا ہے کہ دنیا میں کھپنے سے خدا تعالیٰ سے غفلت ہو جاتی ہے پھر اس سے جو برا کام نہ ہو وہ تھوڑا ہے۔

بالکل دنیا میں کھپ جاؤ گے تو دنیا کو اپنا گھر سمجھنے لگو گے۔ آخرت کو بھول جاؤ گے۔
مسلمانو! تمہارا گھر تو آخرت ہے مگر تم نے دنیا کو اپنے لئے گھر بنا رکھا ہے۔ اس لئے آخرت کی کچھ تیاری نہیں، ہمارے چوبیس گھنٹے دنیا کے لئے ہیں ہائے کوئی وقت ہمارا آخرت کے لئے نہیں۔
دوستو! ایسی دنیا مت کرو، ایسی دنیا کافر کیا کرتے ہیں تمہاری دنیا ہو آخرت کے ساتھ تو وہ دنیا نہیں آخرت ہی ہے۔ دنیا کی محبت دلوں میں گھر کر گئی ہے۔ حلال و حرام کی فکر نہیں، نماز و روزہ کا خیال نہیں۔ کیا مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ہی دنیا کرنا سکھائے تھے، خدا کے لئے سنبھلو ایسی دنیا برا خواب ہے۔ دیکھو اس کی بری تعبیر دیکھنا پڑے گی، آخرت کو اپنا گھر سمجھنے کا علاج یہ ہے روزانہ تھوڑی دیر سوچا کرو، ایک دن ہم کو مرنا ہے اور خدا کے سامنے جانا ہے اے نفس! تو دنیا کو چھوڑ نے والا ہے دیکھ تھوڑی سی زندگی ہے اس نے تجھے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔
دنیا کا عیش و نشاط آخرت کے رنج و عذاب کے مقابلہ میں حبس دوام کے قیدی کے رات کا احتلام ہے۔ اے نفس پھر اس پر یہ غرور یہ غفلت تا بکے، بوڑھا ہو کر کیا پھر جوان ہوتا ہے تجھے آخرت کا کچھ خیال ہی نہیں۔ وہاں کے سامان کی کچھ فکر ہی نہیں، دیکھ اب وقت جاتا ہے، ایک دن وہ آتا ہے کہ تو قبر کے گڑھے میں پڑا ہوگا اور تجھ سے سوال ہو رہا ہوگا۔ اگر اچھا جواب دے گا تو ابدالآباد کا چین ہے ورنہ سدا کی تکلیف ہے۔
اس طرح سوچتے رہنے سے آخرت سے تعلق پیدا ہوگا اور دنیا کرو گے آخرت کو سنبھالے ہوئے۔
یوسف علیہ السلام بادشاہ وقت ہیں مگر آخرت کو اپنا گھر سمجھے ہوئے ہیں اس لئے ان کو دنیا مضر نہیں۔
جب شاہی آداب ادا ہو چکے وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھایا اور بھائی تخت کے نیچے بٹھائے گئے۔
دوستو! درباری سب شریک ہیں مگر حضرت یوسفؑ کے مقرب اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے خدا کے مقرب ہوں گے۔

دربار برخواست ہوا' ہر ایک بھائی کو معہ ان کے اہل وعیال کے ایک ایک محل میں اتارا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا باوا آپ کے لئے بھی ایک محل تیار ہے وہاں تشریف رکھیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بیٹا میں محل لے کر کیا کروں مجھے کنعان کی طرح ایک جھونپڑی بنادو۔ ایسا ہی کیا گیا' آپ اس جھونپڑی میں ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو علم سکھاتے۔ بی زلیخا بھی حضرت یعقوبؑ کے خدمت میں آیا کرتیں اور علم سیکھتیں' عبادت کے طریقے معلوم کرتیں' اپنے زمانے کے کل عورتوں سے علم میں بڑھی ہوئی تھیں۔ بہت عبادت کیا کرتی تھیں۔

ایک روز حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے پوچھا بیٹا مجھ سے جدا ہونے کے بعد تم پر کیسے گذری تو حضرت یوسفؑ پچھلے واقعات باپ کو سناتے ہیں اس پیارے انداز سے کہ کسی کو ناگوار نہ گذرے بھائیوں کو شکایت نہ ہو۔ زلیخا کے احوال بھی مخفی رہیں۔ پھر صرف واقعات ہی نہیں بیان کرتے ہیں بلکہ خدا کے احسانات اس طرح بتلاتے ہیں کہ اس کے ضمن میں پچھلے واقعات بھی معلوم ہوجائیں۔ سچ ہے خدا کے دوستوں کی باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں۔

دوستو! خدا تک پہونچنے کا راستہ کوئی پگ ڈنڈی یا سڑک نہیں ہے۔ جس سے ہوکر آپ خدا تک پہنچ جائیں بلکہ خدا تک پہنچنے کا راستہ خدا سے مشغول ہونا ہے۔ تمام شریعت' طریقت اسی مشغول ہونے کو بیان کرتی ہے جسم کی محبت اپنے طرف مشغول کرتی ہے۔

نماز خدا کی طرف مشغول کرتی ہے۔

روزہ خدا ہی کے طرف مشغول کرتا ہے۔

مال کی محبت اپنے طرف مشغول کرتی رہتی ہے۔

زکوٰۃ خدا کی طرف مشغول کردیتی ہے۔

وطن کی محبت اپنے طرف مشغول کرتی ہے۔

حج خدا کی طرف مشغول کردیتا ہے۔

جو خدا کا حکم سمجھ کر بیوی بچوں میں ہے' انکے حقوق ادا کررہا ہے وہ بھی خدا ہی کی طرف مشغول ہے۔
جو شخص بیوپار' کھیتی یا اور کوئی دھندا کررہا ہے اور اس میں خدا کا خلاف کرنا چاہتا ہے۔ پھر ڈرکر خدا کی مرضی کے موافق کررہا ہے یہ بھی خدا ہی کی طرف مشغول ہے۔

صاحبو! سچ بتایئے خدا کا راستہ چلنا کیا مشکل ہے' مگر اس راستہ سے روکنے والی دو چیزیں ہیں جو دل کو خدا کی طرف سے موڑ کر اپنے طرف مشغول کرلیتی ہیں۔ اس سے بندہ خدا کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ چلنا شروع کرتا ہے اور خدا کے راستہ سے دور ہوتا جاتا ہے کیوں کہ دل ایک وقت دو طرف مشغول نہیں ہوسکتا۔ جب دوسری طرف مشغول ہوگا تو ضرور خدا کی طرف مشغول نہ ہوگا۔

خدا کی طرف مشغول ہونا بھی خدا کا راستہ ہے۔

(۱) جب خدا کے طرف مشغول نہ رہا تو وہ خدا کے راستہ سے دور ہوگیا۔ پہلی چیز خدا کے راستہ سے روکنے والی مصیبت ہے جو طبیعت کو ناگوار ہوتی ہے کہ دل اُسی کے اُدھیڑ بن میں لگ جاتا ہے خدا کی طرف مشغول ہونے کا موقع نہیں ملتا۔

(۲) دوسری چیز نعمت ہے۔ یعنی دل کی خواہش کے موافق کوئی چیز مل جائے چوں کہ یہ چیز مرغوب ہوتی ہے۔ راہزن بن کر اپنے طرف مشغول کرلیتی ہے۔ خدا کے راستہ سے ہٹادیتی ہے۔ اگر اس نعمت کو خدا کی طرف سے ہے سمجھ کر اس نعمت سے تعلق پیدا کرلیا جائے تو وہ راہزن نہیں بنتی بلکہ وہ نعمت خدا کے راستہ پر چلنے میں مدد دیتی ہے۔ انہی دونوں کی وجہ سے انسان خدا کا راستہ چھوڑے ہوئے ہے۔ کوئی نعمت کی وجہ سے اور کوئی مصیبت کی وجہ سے حضرت یوسفؑ نے عمل کرکے دکھادیا۔

انسان اگر ہمت کرے تو اس کو نہ مصیبت خدا کے راستہ سے ہٹاتی ہے' نہ نعمت' مصیبت میں تو آپ نے دیکھ لیا کہ کیسی کیسی مصیبتیں آتی رہیں مگر آپ خدا ہی کی طرف متوجہ و مشغول رہے' اب نعمت ملی ہے پادشاہت ہے مگر خدا کی طرف مشغول ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا۔

اب پچھلے واقعات کو سناتے ہیں ذرا انداز بیان کو دیکھو وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْ باوا مجھ پر خدا کا احسان ہوا۔ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ کہ مجھ کو قید سے نکالا۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے باولی سے نکالا' اس سے بھائی شرمندہ ہوتے تھے' جب ان کے قصور کو معاف کر دیا تو پھر کیا دوبارہ اس کا ذکر کرتے۔ دوستو یہ ہیں اخلاق۔

حضرت لقمانؑ فرماتے ہیں میں چار ہزار اللہ والوں سے ملا' ان سے ہزارہا نصیحتیں سنیں اور ہزارہا نصیحتوں میں سے آٹھ نصیحتیں چنی وہ یہ ہیں اگر تو نماز میں ہے تو دل کی حفاظت کر' اگر تو کسی کے گھر میں ہے تو آنکھ کی حفاظت کر' اگر تو لوگوں میں ہے تو زبان کی حفاظت کر' دو چیزیں یاد رکھ اور دو چیزیں بھول جا اللہ کو یاد رکھ کسی پر احسان کیا ہے تو اس کو بھول جا' کسی نے تجھ سے برائیاں کی ہیں تو اس کو بھی بھول جا۔

وَجَآءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ وَمِنْ بَعْدِ اَنْ نَزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ۔ باوا اللہ کا دوسرا احسان یہ ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈلوایا تھا عمر بھر نہیں مل سکتے تھے کتنا بڑا خدا کا احسان ہوا کہ آپ سب کو اور بھائیوں کو جنگل سے میرے پاس لایا۔ اِنَّ رَبِّیْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ۔

میرا پروردگار بہت باریک تدبیر کرتا ہے کہ اس کی تدبیر کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ کنویں میں گرنا مصر میں آنے کا سبب ہوگا' قید میں جانا مصر کی بادشاہت ملنے کا ذریعہ ہوگا' قحط پڑنا یعقوب علیہ السلام کا اور ان کی اولاد کا مصر میں آنے کا سبب ہوگا' یہ سب اس پاک خدا کے قدرت کے کرشمے ہیں جس نے ہر مرتبہ مجھ پر احسان کیا ہر تکلیف کو راحت سے بدل دیا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بے شک وہ بڑا علم والا حکمت والا ہے۔

دوستو! جب تم پر مصیبتیں آئیں حضرت یوسفؑ کی مصیبتوں کو یاد کرو اور صبر کرو آخر میں وہی راحت دے گا۔ جب خدا تم کو غلبہ دے کر خوش کرے تو دشمنوں سے بدلہ نہ لو۔

جب یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے قصور معاف کر دیئے تو حضرت یعقوبؑ نے حسب وعدہ شب عاشورہ کو جو شب جمعہ بھی تھی سب کو جمع کر کے یہ دعا کی اس وقت سب آمین کہہ رہے تھے۔

الٰہی یوسفؑ کے لئے جو میں بے قرار تھا اور بے صبری کر رہا تھا اس کو معاف فرما۔ میرے بچوں نے یوسفؑ کو ایذا پہنچائی ہے ان سب کے قصور کو معاف فرما۔

یوسف علیہ السلام بہت عاجزی سے آمین کہہ رہے تھے وحی آئی کہ ہم نے تم سب کا قصور معاف کیا اس کے بعد اور چوبیس برس یعقوب علیہ السلام زندہ رہے۔

ایک روز خواب میں دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام جواہر کی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ سیدھی طرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور بائیں طرف اسحٰق علیہ السلام ہیں اور فرماتے ہیں یعقوبؑ ہم تمہارے آنے کے منتظر ہیں۔ آؤ ہمارے پاس آجاؤ' نیند سے ہوشیار ہوکر سمجھ گئے کہ وقت آگیا بہت خوش ہوئے وصیت کی کہ ہم کو ہمارے باپ اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں دفن کرنا۔

ملک الموت آئے تو فرمایا اے شخص تم کون ہو' تمہارے دیکھنے سے میرے ہاتھ پیر میں لرزہ پڑ رہا ہے انھوں نے کہا میں ملک الموت ہوں' حضرت یعقوبؑ نے فرمایا مرحبا مرحبا آؤ آؤ اس کے ساتھ ہی سکرات شروع ہوگئی آپ فرماتے تھے اللہ اکبر کیا تکلیف ہے۔ سکرات کی' پھر فرمایا عزرائیل میری نصیحت ہے کہ تم یوسفؑ کی روح بہت آسانی سے نکالنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب سکرات شروع ہوئی تو کٹورے میں پانی رکھ لئے تھے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے الٰہی تو سکرات آسان کر پھر آپ نے پوچھا کیوں ملک الموت میرے امت کی بھی روح تم ہی نکالو گے انھوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا ملک الموت جتنی سختی امت پر کرنا ہے وہ مجھ پر کرلو تاکہ میری امت پر سکرات آسان ہو' انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان پر ان کے ماں باپ سے زیادہ شفقت کروں گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا انتقال ہوگیا۔ ملک الموت ان کی روح آسمانوں پر لے چلے، فرشتوں نے استقبال کیا، حضرت یوسفؑ کو بہت رنج ہوا حسبِ وصیت ان کو اسحاقؑ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

یوسف علیہ السلام کو سلطنت ہے، زلیخا جیسی بیوی ہے اور اولاد بھی ہو چکی ہے، غرض جب سب باتیں کمال کو پہنچ گئیں تو آپ نے سمجھا کہ ہر کمال کو زوال ہے دنیا کی نعمت ہمیشہ نہیں رہتی، میری بھی موت کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا فرماتے ہیں دعا کا طریقہ دیکھئے پہلے احسانات گنتے ہیں۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ میرے پروردگار آپ نے مجھ کو ظاہری نعمتیں دیں کہ سلطنت عطا فرمائی ہے۔ وَعَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔

اور باطنی نعمت یہ دی کہ نبوت عطا ہوئی خوابوں کی تعبیر دینا سکھایا، اس کے بعد اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آپ زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے ہیں۔ اَنْتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا و آخرت میں میرے کام بنانے والے ہیں، اب مدعا عرض کرتے ہیں جیسے دنیا میں آپ نے میرے کام بنائے ایسے ہی آخرت میں میرے کام بنائیے۔ تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا اسلام پر خاتمہ کیجئے اور مسلمانی کی حالت میں مجھے دنیا سے اٹھا لیجئے۔ وَاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ مجھ کو خالص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے۔

باپ کے بعد تئیس (۲۳) سال حضرت یوسف علیہ السلام زندہ رہے ایک روز یعقوب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا وہ فرماتے ہیں بیٹا یوسفؑ میں تمہارا مشتاق ہوں آج کے تیسرے روز آکر ہم سے ملو بہت خوش خوش خواب سے بیدار ہوئے۔

دوستو! موت سے یہ سب خوش کیوں ہو رہے ہیں اس لئے خوش ہو رہے ہیں کہ کوئی کہیں کا رہنے والا ہے بہت دن ہوئے وطن چھوٹ گیا سفر میں طرح طرح کی اذیت ہو رہی ہے کوئی خدا کا بندہ اگر وطن میں پہنچا دے سچ فرمائیے کہ وطن سے دور پڑا ہوا کس قدر خوش ہوگا۔

دوستو! موت بھی ہم کو سفر کی مصیبتوں سے چھڑا کر وطن میں پہنچا دیتی ہے۔ اس لئے موت خوشی کی چیز ہے خاص کر جب وطن میں آپ کا محبوب بھی ہو۔ ہائے اس لے جانے والے کے صدقے جو اس محبوب تک پہونچا دے موت کیا کرتی ہے؟ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبُ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتی ہے اس لئے حضرت حمزہؓ فرماتے ہیں۔

مثنوی

گفت حمزہؓ چوں کہ بودم من جواں مرگ می دیدم وداع ایں جہاں

حضرت حمزہؓ نے فرمایا جب کہ میں جوان تھا تو اس جہاں کو چھوڑنے کا نام موت سمجھتا تھا۔

لیک از نور محمدؐ من کنوں نیستم ایں شہر فانی رازبوں

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے اب موت کو برا نہیں سمجھتا ہوں اس موت کا مزہ پوچھنا چاہتے ہو تو ذرا بلالؓ سے پوچھو۔

چوں بلالؓ از ضعف شد ہم چوں ہلال رنگ مرگ افتاد برروئے بلالؓ

جب حضرت بلالؓ ضعف سے مثل ہلال ہوگئے اور ان کے چہرہ پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

جفت او دیدش بگفتا واحرب پس بلالش گفت نے نے واطرب

ان کی بیوی ان کی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگی ہائے افسوس یہ سن کر بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو یہ کس قدر خوشی کا دن ہے۔

تاکنون اندرحرب دو دم ززیست توچہ دانی مرگ چہ عیش ست چیست

اب تک جو دنیا کی زندگی رہی وہ قابل افسوس تھی موت کو تم کیا جانو کیسے عیش کی چیز ہے۔

ایں ہمی گفت ورخش درحین گفت نرگس و گلبرگ ولامی شگفت

یہ کہہ رہے تھے اور یہ کہنے کے حالت میں ان کا چہرہ خوشی سے تمتا رہا تھا۔

تاب روئے وچشم پر انواراد   می گواہی داد برگفتاراد

ان کے چہرہ کی چمک اور ان کے آنکھوں کے انوار ان کے کلام کے سچے ہونے پر گواہی دے رہے تھے۔

گفت جفتش الفراق ای خوشخصال   گفت نے نے الوصال است الوصال

ان کی بیوی نے کہا یہ جدائی کا وقت ہے یہ سنکر بلالؓ نے کہا نہیں نہیں یہ وصال کا وقت ہے۔

گفت نے نے بلکہ امشب جان من   میر سد خوش از غریبی در وطن

حضرت بلال نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ میری جان خوش خوش سفر سے وطن میں پہنچ رہی ہے۔

گفت جفت امشب غریبے   از نبار و خویش غائب می شوی

ان کی بیوی نے کہا آج آپ وطن سے بے وطن ہو رہے ہیں۔ اپنے خاندان سے اور قرابتداروں سے دور ہو رہے ہیں۔

گفت ای جان و دلم واحسرتا   گفت نے نے جان من وادولتا

ان کی بیوی نے کہا میری جان و دل حسرت کر رہے ہیں تو بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں میری جان دولت دیدار سے مشرف ہونے والی ہے۔

موت اس مزہ کا نام ہے موت سفر سے وطن کو جانے کا نام ہے' موت فراق کے صدمے سہنے کے بعد محبوب سے وصال ہونے کا نام ہے' اسلئے فرمایا۔

حب الوطن من الایمان مگر میرے دوستو اگر کوئی ایسا جرم کیا ہے کہ جس کے لئے وطن سے وارنٹ چھوٹا ہے تو اب وطن میں جانے سے گھبرائے گا۔

دوستو! خدا کیلئے موت کو وارنٹ مت بناؤ۔ موت کو محبوب کا قاصد بناؤ خبردار اے نفس پابند حرص۔ خبردار اے دل اسیر ہوئی۔ بس اب خواب غفلت سے بیدار ہو۔ خدا کے لئے کب تلک سوئے گا۔ کیا اپنے وطن اصلی کو بھول گیا' جہاں سے کبھی تو یہاں آیا تھا۔

نہیں یاد آتی وطن کی تجھے تو پردیس میں اپنا مت دل لگا
یہ دنیا نہیں آہ تیرا وطن ترا ہے وطن آخرت اے فتا
بہت سوچکا خوابِ غفلت میں تو وطن کے لئے اٹھ کے دولت کما
نوافل کی دولت سے دامن کو بھر فرائض کے لئے گوہر بے بہا
کمر باندھ چلنے کو تیار ہو سمجھ کوسِ رحلت بجا اب بجا

ہائے ہماری غفلت اور تو اور رمضان آتے ہیں مگر ہم رمضان میں بھی کچھ وطن کیلئے نہیں کیا کرتے ہیں، صاحبو! انسان کی زندگی مستعار زندگی ہے انسان کے عمر کی بنیاد بالکل ناپائیدار ہے۔ یہ رات دن آخرت کا دوردراز راستہ چلنے والے مسافروں کی منزلیں ہیں۔ یہ دنیا فنا کا جال ہے نہ ہمیشہ رہنے کی جگہ، دھوکہ کی جگہ ہے نہ مقام سرور، پل ہے گزرنے کیلئے، نہ مکان ہے رہنے کیلئے۔

گنج اماں نیست دریں خاک داں مغز وفانیست دریں استخواں

دنیا ایک گھڑ ہے اس میں امن کا خزانہ نہیں۔ یہ ایسی ہڈی ہے جس میں مغز نہیں ہے۔

دوستو! اس دنیا کے پھول کے ساتھ کانٹا لگا ہوا ہے، اس دنیا کا عیش مصیبتوں سے ملا ہوا ہے۔ دنیا کی ملاقات جدائی کیلئے ہے۔

جہاں راہر گلے بر نوک خاریست خزانے از پئے ہر نو بہاریست

دنیا کا ہر پھول کانٹے کی نوک پر ہے۔اس کی ہر بہار کے بعد خزاں لگی ہوئی ہے۔

وصال غنچہ بے خار جفا نیست چراغ لالہ بے باد فنا نیست

اس دنیا کی کلیاں ملتی ہیں تو اس کے ساتھ ظلم کا کانٹا بھی لگا ہوا ہے اس کے ہر لالہ کے چراغ کے ساتھ فنا کی ہوا لگی ہوئی ہے۔

جہاں گر گنج دارد مار بااوست وگر خرمانماید خار بااوست

دنیا اگر خزانہ رکھتی ہے تو اس کے ساتھ سانپ بھی موجود ہے، اگر کھجور دکھاتی ہے تو اس کے ساتھ کانٹا بھی ہے۔

گرازوے لطف جوئی قہریابی اگر تریاق خواہی زہر یابی

دنیا سے اگر لطف چاہے تو قہر ہی پائے گا اگر اس سے تریاق مانگے تو زہر پائے گا۔

نہ سروے در چمن بینم نہ شمشاد کہ او ازآرۂ دہراست آزاد

اس دنیا کے چمن میں نہ ایسا سرو دیکھتا ہوں نہ ایسا شمشاد کہ زمانہ کے آرہ سے آزاد ہو' جو عدم سے یہاں آتا ہے ایک دن پھر اسکو یہاں سے جانا ہے۔ جو زندہ ہے۔ایک دن اسکو مرنا ہے ہم اپنے کو مرنے والا سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر یہ یاد رکھیں کہ ایک دن وہ آتا ہے کہ اپنے پرایوں کو گھر دار کو چھوڑ چھاڑ کر اکیلے قبر کے کونے میں پڑے رہیں گے۔

میرے دوستو! جاگو ہوش میں آؤ دیکھو موت ہر قدم تمہاری گھات میں لگی ہوئی ہے۔

تمہیں ہے چلنی عدم کی منزل کہ جسکا کھٹکا قدم قدم ہے

نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

غفلت میں رات دن کھونے والے صاحبو! اپنے کانوں کو کھول کر میرے معروضہ کو سنو' جس شخص کے بچھڑنے کا وقت موت ہو' اور جسکا بچھونا خاک ہو' جسکے انیس کیڑے ہوں' جس کے جلیس منکر نکیر ہوں جسکا مقام قبر ہو جس کے آرام کی جگہ زمین کا پیٹ ہو' جسکے وعدہ کی جگہ قیامت ہو' جسکے قیام کی جگہ بہشت یا دوزخ ہو تو کیا اسکو ایسی غفلت میں پڑا رہنا مناسب ہے۔ اسکو تو موت کے سوا کچھ اور فکر نہ ہونی چاہیے۔ تیاری ہو تو موت کی ہو' اہتمام ہو تو موت کا ہو' انتظام ہو تو موت کا ہو۔

دنیا کی خوشی پر دھوکہ کھانے والو سنو! غور سے سنو! ہر کمال کیلئے زوال ہے دنیا کی زندگی کے پیچھے موت کی گھڑی لگی ہوئی ہے۔ کوئی گھر ایسا دیکھا ہے کہ جس میں موت نہ ہوئی ہو' کوئی محل ایسا سنا ہے کہ جو فنا نہ ہوا ہو' کوئی ایسی مجلس دیکھی ہے کہ منتشر نہ ہوئی ہو' کہیں کوئی ایسا مجمع ہوا ہے جس میں فراق نہ ڈالا گیا ہو۔

دوستو! سب کو موت کے گھاٹ سے پار ہونا ہے بادشاہ اور وزیر' امیر اور فقیر چھوٹا بڑا' بوڑھا جوان' عالم ہو یا کہ جاہل' عقلمند ہو کہ احمق' ناقص ہو یا کامل' بیٹھا ہو یا کھڑا' اتر رہا ہو یا چڑھ رہا ہو' سویا ہوا ہو یا بیدار'

مست ہو یا ہوشیار، قوی ہو یا ناتواں، شریف ہو یا رذیل، ملحد ہو یا موحد، فاسق ہو یا زاہد، کاہل ہو یا چالاک سب ملک الموت کے سامنے برابر ہیں۔ ہائے موت تو نے یوسفؑ سے حسینؓ کو بھی نہ چھوڑا!

دوستو! کسی کو ایک زمانہ کے بعد وصال ہوا ہو ہجر کا زمانہ ابھی بھولا نہ گیا ہو پھر اسکے کان ہجر کی آواز سن رہے ہوں۔ ہائے اس شخص کی حسرت بھی عجیب حسرت ہے۔

مصیبت زدہ زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے ان کا خواب سنا کہ حضرت یعقوبؑ ان کو بلا رہے ہیں۔ تین روز کے بعد خود سے ملنے کو کہہ رہے ہیں۔ اب آپ ہی سوچیئے کہ بیچاری زلیخا کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ زاد زار روتی تھیں اور کہتی تھیں الٰہی!

زتن کش جان من با جان یوسفؑ ندارم طاقت ہجران یوسفؑ

الٰہی میں یوسفؑ کے جدائی کی تاب نہیں رکھتی ہوں یوسفؑ کے ساتھ میری بھی جان نکالئے۔

بقانون وفا کو نہ باشد کہ من باشم بدنیا او نباشد

وفاداری کے قانون کے لحاظ سے یہ اچھا نہیں ہے کہ میں رہوں دنیا میں اور وہ نہ رہے

وگر با من نہ سازی ہمراہ اورا مرا بیروں بر اوّل آنگہ اورا

اگر میرے ساتھ ان کو ہمراہ نہیں کرتے ہیں تو مجھ کو پہلے لیجائے پھر ان کو۔

صبح کو حضرت یوسفؑ شاہی لباس پہن کر باہر آئے سواری لائی گئی ایک رکاب میں پاؤں رکھا جبرئیلؑ نے کہا اے خدا کے نبی یوسفؑ بس اب جلدی نہ کیجئے، دوسرے رکاب میں پاؤں رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ وقت آگیا آپ نہایت خوشی سے واپس آگئے تمام اپنے خاندان کو جمع کیا طرح طرح کی نصیحتیں کیں اور فرمایا آگے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مصر کا حاکم فرعون ہوگا اس کی اصلاح کے لئے ہماری اولاد میں سے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر بھیجے گا۔ اس وقت شروع شروع میں بہت تکلیف پہونچے گی صبر کرنا استقلال سے رہنا، موسیٰؑ کے ہاتھ سے وہ غارت کیا جائے گا موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلیں گے میرے تابوت کو مصر میں نہیں رکھنا اپنے ساتھ لیجا کر کنعان میں دفن کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا زلیخا کہاں ہے بلاؤ لوگوں نے کہا آپؑ کے غم میں ان کا برا حال ہے آپ کو انتقال کرتے ہوئے ان سے نہیں دیکھا جائے گا ان کو ان کے حال میں رہنے دیجئے۔

آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگئے وہ فرشتہ پاس ہے جو لذتوں کو توڑنے والا ہے۔ آرزوں کو مٹانے والا ہے' جماعتوں کو پھوڑنے والا ہے' بچوں کو یتیم کرنے والا' عورتوں کو بیوہ کرنے والا فرشتہ پاس ہے۔ آپ پر سکرات کا عالم ہے' جبرئیل علیہ السلام بھی پاس ہیں ان کے ہاتھ میں جنت کا سیب ہے حضرت یوسفؑ کو سنگھار ہے ہیں' حضرت یوسفؑ جنت کے سیب کی خوشبو سونگھ کر جنت کو سدھارے۔

آہ یوسف ہوگئے حق کی رضا　　جن پر جاری ہوگیا حکم خدا
بادشاہ مصر تھے اور تھے نبی　　موت نے اس کی بھی کچھ پروا نہ کی
لے گئی ان کو بھی یہاں سے توڑکر　　وہ بھی رخصت ہوگئے منہ موڑ کر
حیف دنیا بے ثباتی تیری حیف　　ہے بناکس درجہ بودی تیری حیف

ہائے جس محل میں خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اب وہاں ماتم بپا ہے رونے کی آواز سن کر زلیخا نے کہا ارے کیا ہے لوگوں نے کہا تمہارے دل کی راحت و آرام تخت سے تختہ پر لائے جارہے ہیں' زلیخا آہ کی اور تین روز بے ہوش رہی' جب ہوش آتا تو چیخ مارتی اور بے ہوش ہوجاتی' تین مرتبہ ایسا ہی ہوا چوتھے روز ہوش میں آئی پوچھا لوگو میرے یوسفؑ کہاں ہیں' لوگوں نے کہا تمہارا خزانہ خاک میں چھپادیا گیا۔ یہ سنتے ہی سیدھے قبر پر پہونچی کبھی سرہانے کو چومتی تھی اور کبھی پائنتی کو' رو رو کر کہا ہائے یوسفؑ تم پانی کی طرح خاک میں گئے اور مجھے کچرا سمجھ کر باہر چھوڑ گئے یوسفؑ یہ آنکھیں تم کو دیکھتی تھیں اب ان آنکھوں کو لے کر کیا کروں' یہ کہا اور دونوں آنکھیں نکال کر قبر پر ڈال دیں چکر کھا کر قبر پر گریں اور انتقال کرگئیں۔

خوش آں عاشق کہ در ہجراں چناں مرد　　بخلوت گاہ جاناں جاں چناں برد
عاشق اس کو کہتے ہیں کہ جو جدائی میں ایسا مرے' معشوق کے پاس جان ایسی لے جائے

نخست ز غیر جاناں دیدہ برکند وزاں پس نقد جاں بر خاکش افگند

پہلے تو معشوق کے سوا اوروں کو دیکھنے کے قابل دیدے نہ رکھے اسکے بعد قبر پر جان دیدے۔

ہزاراں فیض برجان و تنش باد بجاناں دیدہ جاں روشنش باد

ہزروں رحمتیں زلیخا کے جان وتن پر ہوتی رہیں ان کی روح کا دیدہ ان کے معشوق کے وصال سے روشن رہے۔

دوستو! زلیخا نے مخلوق کے لئے جو کیا کبھی ہم نے خالق کے لئے بھی ایسا کچھ کیا' جان کیا دیتے' نماز پڑھ کر' روزہ رکھ کر' یہ جسم گھلانے کا وقت آئے تو دیکھئے کتنے ٹکتے ہیں۔

محبت کرنے والے محبوب پر جان یوں نثار کرتے ہیں' جان نہ سہی' زکوٰۃ دے کر کبھی آپ نے بھی مال نثار کیا۔

زلیخا کی آرزو پوری ہوئی لوگوں نے حضرت یوسفؑ کے پہلو میں دفن کردیا۔

ندیدہ ہرگز ایں دولت کس از مرگ کہ باید صحبت جاناں پس از مرگ

کسی کو مرنے کے بعد یہ دولت ہرگرز نہ ملی ہوگی کہ مرنے کے بعد معشوق سے لطف صحبت پائے۔

مصر کے دو کنارے ہیں' بیچ میں دریائے نیل ہے جدھر حضرت یوسفؑ کی قبر تھی ادھر سکھال' دوسرے طرف دکھال رہتا تھا۔ تابوت ادھر لے گئے تو ادھر سکال اِدھر دکھال ہوجاتا۔ مجبور ہوکر بیچ نیل میں تابوت رکھ دیا تو دونوں طرف سکال رہا۔

بہ بین حیلہ کہ چرخ بے وفا کرو کہ بعد مرگش از یوسفؑ جدا کرو

اس بے وفا آسماں کو تو دیکھئے کہ کس حیلہ سے بے چاری زلیخا کو اس کے مرنے کے بعد بھی یوسفؑ کے پاس نہ رہنے دیا ان سے اس کو جدا کردیا۔

نمی دانم کہ باایشاں چہ کیں داشت کہ زیر خاک شاں آسودہ نہ گذاشت

میں نہیں جانتا کہ اس بے چاری کے ساتھ آسمان کو کیا کینہ تھا کہ قبر میں بھی اس کو آرام سے نہیں رہنے دیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلتے وقت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو ساتھ لے جا کر کنعان میں دفن کیا' آج تک وہیں دفن ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

دوستو! کچھ آپ نے سوچا کہ مرنے کے بعد بھی دونوں کو ایک جگہ نہ رہنے دیا گیا۔ اس سے یہ بتانا منظور ہے کہ جو چیز تم کو پسند آئے اور اس سے تم نے بے حد تعلق بڑھالیا ہو تو یاد رکھو بڑی حسرت کے ساتھ تم کو اس سے ٹوٹنا پڑے گا اور اسکی جدائی کا صدمہ سہنا پڑے گا اسلئے سب سے ٹوٹ کر اللہ ہی کے ہو رہو' سب سے تعلق ہو مگر سب کا تعلق دبا ہوا ہو خدا کا تعلق سب سے بڑھا ہوا ورنہ یاد رکھو اگر تم نے ان سب تعلقات کو جو بڑھا رکھا ہے اگر خود نہ توڑا تو ایک زبردست قدرت والا ان سب تعلقات کو توڑ کے رکھ دے گا۔

تو غافل خفتۂ او ایستادہ   یکا یک می ستاند انچہ دادہ

تم غافل ہو وہ غافل نہیں ہے جو کچھ دیا ہے وہ سب یکا یک چھین لے گا پھر لیتا بھی ہے تو ایسا کہ قبر تک کو قبر کے پاس نہیں رہنے دیتا' اس لئے ۔

صاحبو! جو خدا کو چھوڑ کر مخلوق سے تعلقات بڑھالیتے ہیں وہ اپنے حق میں کانٹے بوتے ہیں اور یوں بھی تو غیر کی محبت اور غیر کا تعلق ہمیشہ تکلیف پہنچاتا رہتا ہے نہ ملے تو پریشانی اور ملے تو جدائی کا خوف' بندہ جہاں مخلوق سے تعلق بڑھاتا ہے تو حکم ہوتا ہے کیوں بندے تو نے ہم کو چھوڑ کر کس سے علاقہ پیدا کیا۔

ربط غیروں سے ہے اور ہم سے وفا چاہتے ہو   خود ہی سونچو کہ کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

حکایت:۔ ایک شخص نے ایک عورت کو دیکھا اس کا عاشق ہوگیا بہت کچھ عشق جتایا' عورت نے کہا میں کیا چیز ہوں میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے' خوبصورت ہے' میری پیچھے آرہی ہے' یہ شخص ادھر ہی دیکھنے لگا اس عورت نے پیچھے سے اس کو دھول لگایا اور کہا کیا یہ ہی عشق تھا ظالم تجھے عشق جتانے شرم نہیں آتی۔ اگر تجھے میرا عشق تھا تو تو نے اوروں کی طرف کیوں رخ کیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے تو میری محبت سے محروم ہوگیا۔

دوستو! ہائے ایک عورت تو اپنے غیر کی طرف رخ کرنے والے کو جھوٹا کہے بھلا خدا کے جیسا حقیقی معشوق کہ ہم اس کے عشق و محبت کا دعویٰ بھی کریں اور غیروں سے علاقہ جوڑیں تو کیا ہم خدا کے چاہنے والوں میں شریک ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہمیشہ کے لئے محروم کئے جاتے ہیں۔

اگر ہم کہیں ہم کو تو تعلق سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ سے ہے تو اس کو کسوٹی پر آزماؤ' کسوٹی یہ ہے کہ جب کوئی کام خدا کا اور دنیا کا جمع ہو اس وقت دیکھیں کہ آپ کس کو ترجیح دیتے ہیں جس کو ترجیح دو گے اسی کا تعلق بڑا ہوا سمجھا جائے گا۔

حضرت یوسفؑ اور بی زلیخا کا قصہ یہاں ختم ہوا۔

دوستو! یوسفؑ اور زلیخا کا زمانہ جاچکا' اب بھی یوسفؑ اور زلیخا ہیں۔ آپ کو ان کی خبر نہیں۔ ''روح'' یعقوبؑ ہے۔ جب روح کا بدن سے نکاح ہوا جو کہ پہلی بیوی ہے تو اس دس بیٹے پیدا ہوئے۔ پانچ ''حواس ظاہری'' اور پانچ ''حواسِ باطنی''۔

پھر روح کا دوسرا نکاح عقل سے ہوا تو اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے (۱) بن یامین کی طرح' ایک لطیفہ سِر ہے (۲) دوسرا بیٹا دل ہے جو اس جسم میں مثلِ یوسفؑ کے ہے۔

خدا کی مخلوقات میں دل سے بڑھ کر کوئی اور چیز خوبصورت نہیں ہے' یہ ہی دل ہے کہ جب خدا کے سوا سب پر لات مارتا ہے تو زاہد کہلاتا ہے' محبت کی آگ سے بھڑک اٹھتا ہے تو عاشق کہلاتا ہے جب ترقی کرتا ہے تو عرش کے اوپر ہو آتا ہے غصہ سے عتاب بھی اسی دل پر ہوتا ہے۔ پیار و محبت کا خطاب بھی اسی دل سے ہوتا ہے۔ سعید بھی یہی دل ہے شقی بھی یہی دل ہے کبھی وہ ہوا میں اُڑ کر ارواحوں کا شکار کرتا ہے اور کبھی ذلیل مکھی بن کر دنیا کی مٹھاس پر چپک جاتا ہے۔ محبت کی کان دل ہے معرفت کا خزانہ دل ہے۔

غرض دل وہ حسین خوبصورت یوسفؑ ہے کہ سارا عالم اس پر فریفتہ و عاشق ہے۔

بیوی اس دل کو لینا چاہتی ہے' اگر آپ اس کو یہ دل نہ دیں تو تعویذ ہو رہے ہیں گنڈے ہو رہے ہیں'

ٹوٹکے ہورہے ہیں کہ کسی طرح اس دل کو لے لے۔ ادھر ماں باپ خفا ہورہے ہیں کہ لڑکے نے اپنا دل ہم کو نہ دیا۔ اپنی بیوی کو دیا اسی کا ہورہا ادھر خویش و اقارب' دوست و آشنا شکایت کررہے ہیں کہ کیا یار دل لگا کر بات بھی نہیں کرتے۔ غرض ایک عالم میں دل کے حسن کی دھوم مچی ہوئی ہے جس کو دیکھو وہ اس یوسفؑ پر عاشق ہے۔ عالم رہا ایک طرف خود خدائے تعالیٰ اس دل پر مائل ہے دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ دل پر نظر ڈالتا ہے جب ہر چیز کو اس دل سے محبت ہے تو باپ یعقوبؑ یعنی روح کو کیسے دل سے محبت نہ ہو' سوتیلے بھائی حواس عشرہ کو حسد پیدا ہوا انھوں نے کہا۔ یُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ۔

یوسفؑ یعنی دل اور اس کا بھائی لطیفۂ سِر ہمارے باپ روح کے پاس بہت پیارے ہیں حالاں کہ ہم محبت کے قابل تھے۔ سب کام کرنے کو تو حواس عشرہ ہیں اور محبت کرنے کو دل آپس میں مشورہ کیا' کسی نے کہا اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ یوسفؑ یعنی دل کو ماردینا چاہئے بعضوں نے کہا۔ اَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ نہیں طبیعت بدنیہ کی باولی میں دل کو ڈال دو یَخْلُ لَکُمْ وَجْهُ اَبِیْکُمْ پھر کیا ہے روح جب حواس کی طرف متوجہ ہوگی لذتوں اور شہوتوں میں پھنس جائے گی۔ من مانے حواس اپنا کام کریں گے۔ ان سب نے مل کر روح سے کہا یَا اَبَانَا مَالَکَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ اِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوْنَ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔

دل جب تک کہ روح کے سامنے ہے۔ روح' حواس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اس لئے حواس روح سے کہتے ہیں کہ یوسفؑ قلب کو ہمارے ساتھ بھیجو' حیوانیہ کے جنگل میں کھائیں گے' کھیلیں گے' روح کو بھروسہ نہیں' معلوم نہیں حواس قلب سے کونسا نافرمانی کا کام کرا کے ہلاک کردیتے ہیں' اس لئے حواس نے قلب کی حفاظت اور خیرخواہی کا اطمینان دلایا' روح نے کہا۔ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ کہ کہیں غضب و بداخلاقی کا بھیڑیا یوسفؑ قلب کو ہلاک نہ کردے' اس لئے میں اپنی نظروں کے سامنے رکھتا

ہوں غرض بڑی دِقت سے (یوسفؑ) قلب کو لے جا کر لذات وشہوات بدنیہ کی باؤلی میں ڈال دیا۔ باؤلی میں ڈالتے وقت دل کی استعداد اصلی اور نور فطرت کا لباس اتار دیا۔ ادھر روح یعقوبؑ' یوسفؑ قلب کے لئے رو رہی ہے ادھر دل لذات وشہوات کے کنویں میں پڑا ہے۔ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ یعنی قوت خیال نے آکر فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ قوت فکری کے ڈول کو چھوڑا اور اس کو کنویں سے نکالا اور مصر یعنی دنیا میں لے جا کر شیطان جو مثل عزیز مصر کے ہے اس کے ہاتھ بیچ دیا۔ حضرت یوسفؑ کے خریدنے کے لئے ایک بڑھیا کھنڈکیاں لائی تھی اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دل کے خریدنے میں جس قدر ہو سکے کوشش کرو' عزیز مصر یعنی دنیا کا عزیز جو شیطان ہے اس نے دل کو خرید کر اپنے بیوی یعنی نفس امارہ سے کہا اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا لو اس دل کو عزت سے رکھو ہم اس سے نفع اٹھائیں گے۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ شیطان کی بیوی یعنی نفس دل کو طرح طرح سے پھسلانے لگی شریعت کے دروازے جن سے انوار رحمت و ہدایت آتے ہیں (شیطان کی بیوی) یعنی نفس نے ان دروازوں کو بند کر دیا اور دل سے کہنے لگی کہ نفسانی خواہشات کے پورا کرنے میں جلدی کرو قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ دل نے کہا معاذ اللہ میرا مقام تو عالم حقیقی میں ہے نفسانی خواہشات میں پڑنے سے میں اس مقام سے گر جاؤں گا۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ جو ظالم کہ دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مولیٰ سے اعتراض کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (شیطان کی عورت) نفس نے دل کا ارادہ کیا اور دل بھی نفس کا ارادہ کرتا اگر نور عصمت نہ ہوتا۔ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (شیطان کی بیوی) نفس کے دل میں نہیں تھا مگر اپنے بچاؤ کے لئے مشورہ دیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کی قید میں ڈالا جائے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَةُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ صفات بہیمیہ اور صفا سبعیہ اور صفات شیطانیہ کہنے لگے۔ امراۃ العزیز یعنی (شیطان کی بیوی) نفس قلب پر شیفتہ ہے ان کو (جمال یوسفؑ) یعنی جمال قلبؑ کی خبر نہیں تھی اس لئے انھوں نے اعتراض کیا یہ سن کر (شیطان کی بیوی) نفس نے مجلس کر کے سب کو بلایا اور ہر ایک کے ہاتھ میں ذکر کی چھری دی اور (یوسف) قلب کو لائی۔ جب ان صفات نے دل کے جمال کو دیکھا تو کہنے لگے:- مَاهٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔ اپنے ہاتھ کاٹ لئے ماسوان کا تعلق ٹوٹنے لگا۔ نفس کی شرارت ابھی کم نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے صفات بھی دل کو مجبور کرنے لگے تو دل نے کہا۔ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ دل اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو اس کو عصمت پسند ہے نفس اور دوسرے صفات بہیمیہ وغیرہ اسکو نافرمانی کرواتے ہیں اسلئے دل نے کہا اے الٰہی مجھے جس طرف یہ نفس اور صفات بلاتے ہیں' اس سے خلوت اور شریعت کا قید خانہ پسند ہے۔ غرض جب خلوت اور ریاضت کے قید خانہ میں دل قید ہوا۔

تو اس کے ساتھ قوت عشقیہ اور ہویٰ (جو دل میں آئے سو کرنا) یہ دونوں بھی قید ہوئے اور ان دونوں نے خواب دیکھا' قوت عشقیہ (جو عشق و محبت کی شراب پلاکر مست کردیتی ہے) اس کو یہ تعبیر دی گئی کہ تو شراب محبت الٰہی پلاکر مست کرتی رہے گی اور ہویٰ (یعنی دل میں جو آئے سو کرنا) جو مثل جنارہ شاہ (یعنی شاہی باورچی) کے ہے اس کو تعبیر دی گئی کہ تجھے سولی دیا جائے گا۔ جس سے سارے خیالات فاسدہ مٹتے جائیں گے اور اطاعت الٰہی کے طائر (ہویٰ) کو ختم کردیں گے۔ ساقی (یعنی قوت عشق و محبت) قید سے چھڑانا بھول گیا اور دل سات سال تک یعنی سات صفات حرص' بخل' شہوت' حسد' عداوت' غضب' تکبر مٹنے تک خلوت میں رہا۔

پھر خواب دیکھا گیا کہ موٹی سات گائیوں کو دبلی سات گائیں کھارہی ہیں یعنی وہ سات صفات ذمیمہ مذکورہ پر صفات حسنہ: قناعت' سخاوت' غبطہ' شفقت' حلم' تواضع جو بہ سبب علوی ہونے کے لطیف ہیں' غالب آئے فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (پھر بارش ہوگی اور لوگ اطمینان سے انگور نچوڑتے

رہیں گے) اس کے بعد نفس کو اطمینان حاصل ہوگا اور مطمئنہ ہو جائے گا۔ چوں کہ اب نفس لوامہ ہو چکا ہے اس لئے کہنے لگا حَاشَا لِلّٰهِ مَاعَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ۔

دل کا کچھ قصور نہیں ہے' میں نے ہی اس کو پھسلا کر خواہشات نفسانی میں ڈالنا چاہا تھا پھر جب نفس مطمئنہ ہوا تو (یوسفؑ) قلب کا نفس سے عقد ہوا' اس سے دولڑکے علم وعمل پیدا ہوئے۔ اِجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔ پھر (یوسف) قلب نے کہا مجھ کو اعضاء پر حکومت دیجئے۔حکومت دی گئی اب کیا تھا قلب تو چاہتا ہی تھا جب اس کو نفس مطمئنہ ملا تو سب اعضاء اللہ کی اطاعت میں چلنے لگے۔ یعقوب یعنی روح نے کہا جاؤ یوسفؑ قلب کو اور ان کے بھائی لطیفہ سر کو ڈھونڈو ۔ فَتَحَسَّسُوْمِنْ يُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہر مسلمان کے ذمہ قلب کو جو وہ یوسفؑ ہے اور بن یامین کو جو لطیفہ سر ہے طلب کرنا ضروری ہے۔

آخر پتہ لگا قمیص نورانی قلب کا روح پر ڈالا روح منور ہوگئی۔

وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی سب کو لانے کا حکم ہوا اور سب آگئے۔ باپ' روح اور پہلی ماں بدن اور دوسری ماں عقل اور بھائی حواس عشرہ سب کے سب نے قلب کو سجدہ کیا۔ اول قلب کمال حاصل کرنے کے لئے روح کا محتاج ہوتا ہے جب قلب کامل ہوتا ہے فیضانِ حق کے قابل ہوگیا اور بَيْنَ الْاِصْبَعَيْنِ کے درجہ کو پہونچا یعنی اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان اس کے تصرف میں ہوگیا تو مصر یعنی دنیا پر خلیفہ خدا ہوجاتا ہے۔ اس وقت روح قلب کے انوار لینے کی محتاج ہوتی ہے اس لئے روح نے باوجود باپ ہونے کے قلب کو سجدہ کیا یعنی فیضان یعنی قلب کی تابع ہوجاتی ہے کیوں کہ قلب مثلِ چراغ کے ہے اور روح مثل تیل کے ہے۔ چراغ شروع میں نار قبول کرنے میں تیل کا محتاج ہے لیکن تیل آخر میں نار قبول کرنے کے لئے چراغ کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تیل بغیر چراغ کے قابل نار کے نہیں ہوتا۔ اب دل انسان کامل بنا' سب اس کے محتاج اور یہ سب کو لئے ہوئے خدا کا تابعدار بنا رہتا ہے۔

حضرت زلیخا کے محبوب کا قصہ تو آپ نے مزہ لےلیکر سنا اب ذرا خدا کے محبوب کا بھی تو قصہ سنیئے۔

دوستو! جب سے دنیا پیدا کی گئی اسی وقت سے بندوں کو ہدایت کی ضرورت ہے یعنی انسان کی فطرت اور طبیعت میں یہ معلوم کرنے کی خواہش ہے کہ کون کون سے خیالات اور کون کون سے اعمال سے اس کو اللہ کا قرب حاصل ہوسکتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ جیسے انسان کو بھوک لگتی ہے غذا کی خواہش ہیں بے قرار ہوکر آنتیں سکڑنے لگتی ہیں۔ پیاس لگتی ہے۔ پانی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ زبان سوکھ جاتی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ بھوک اور پیاس لگاتا ہے اسی طرح ایک اور بھوک اور پیاس روحانی بھی لگایا ہے۔ جو اللہ کی معرفت کی اور اس سے ملنے کی ہے۔ یہ اللہ سے ملنے کی بھوک اور پیاس خدا سے دور ہونے والے راستہ پر چلاتے ہیں اور وہ اس کو خدا سے نزدیک ہونے والا راستہ سمجھتا ہے یا سستی سے خدا سے نزدیک ہونے والا راستہ نہیں چلتا ہے یہ سب عارضی بات ہے اصلی مقصود انسان کا ہدایت کی خواہش اور سچائی کی تلاش ہے اللہ کی معرفت اور اس کے نزدیک ہونے کی آرزو ہے ہاں جیسے انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اس کو بھوک اور پیاس نہیں لگتی ہے' ٹھیک اسی طرح ان لوگوں کو جو دنیا کی زندگی اور لذتوں میں محو ہوگئے ہیں۔ ان کو بھی اللہ کے نزدیک ہونے کی بھوک اور پیاس نہیں رہتی یہ اور بات ہے کہ مگر انسان کی فطرت میں بھوک اور پیاس کی طرح اللہ کے مقرب ہونے کا تقاضہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ ہماری بھوک کے لئے غلہ زمین سے اگاتا ہے' پانی آسمان سے اتارتا ہے تو کیا وہ ہماری روحانی بھوک اور پیاس کے لئے کوئی انتظام نہ کرے گا اس کی رحمت کا تقاضہ ہے کہ جس طرح مادی ضرورتوں کے لئے مادی سامان کیا' اس سے زائد روحانی ضرورتوں کے لئے روحانی سامان بھی کیا۔

ظاہری پیاس بجھانے کیلئے جس طرح اس نے پانی کے چشمے پیدا کئے اس طرح روحانی پیاس کیلئے روحانی چشمے بھی پیدا کئے ہیں' وہ چشمے اللہ کی وحی کے صاف اور شریں چشمے ہیں یوں تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہر چیز کو دفعتاً پیدا کرنا اسکو کچھ مشکل نہیں مگر اسکی عادت دفعتاً ایسا پیدا کرنے کی نہیں' ہر کام تدریج سے کرتا ہے۔

درخت کا بیج ڈالو تو بتدریج ایک عرصہ کے بعد درخت بن جائے گا۔ زوجین ملتے ہیں بہت سے مہینے گذرنے اور زمانہ بہت چکر کھانے کے بعد بچہ بنتا ہے۔ ایسا ہی ایک دم بارش نہیں ہوجاتی وقتاً فوقتاً جیسے ضرورت پیش آتی ہے ویسے بارش ہوتی رہتی ہے کبھی دو چار دس پانچ دن کے لئے بارش رک جاتی ہے کبھی اتنی بارش ہوتی ہے کہ کئی مہینوں تک ضرورت نہیں رہتی ٹھیک اسی طرح دنیا کی قوموں کی روحوں اور دلوں کی کھیتوں کو سرسبز کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کی بارش ایسے زور وشور سے ہوئی قرنوں تک اس کی تری دل کی زمین سے نہ گئی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت ہوا کبھی چھوٹا سا ترشح کافی سمجھا گیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے پیغمبر۔

اسی طرح لگاتار چھوٹی بڑی بارش مختلف قوموں پر مختلف ملکوں پر ہوتی رہی غرض بتدریج وحی کی بارش ہوتی رہی آخر ایک وقت آیا خدا کی ساری زمین خشک اور پیاسی ہوئی ہدایت کے چشمے سوکھ گئے۔ چاروں طرف آگ برسنے لگی' بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی آندھیوں اور لوٗ نے تمام روحانی کھیتوں کو جھلس ڈالا' اس وقت بطحی کے پہاڑوں سے ایک گھٹا اٹھی جو آخرکار ساری دنیا پر چھاگئی ۔ اللہ کے وحی کی وہ موسلادھار اور عالمگیر بارش ہوئی جس نے دوسری بارش کی ضرورت نہ رکھی' اس بارش کا پانی جو بڑے بڑے تالابوں اور نہروں میں جمع ہوگیا ہے اس سے وقتاً فوقتاً زمینوں کی آب پاشی ہوتی رہے گی۔ جب یہ پانی تمام ہوجائے گا تو اس وقت یہ دنیا بھی تمام ہوجائے گی' یا یوں سمجھیئے رات میں جوں جوں تاریکی بڑھتی چلی جاتی ہے تو تاروں کی چمک میں تیزی آتی جاتی ہے۔ اندھیرے کمروں میں لالٹینیں' چراغ وغیرہ سے روشنی کا سامان کیا جاتا ہے' تاروں سے جہازوں کے چلانے میں مدد ملتی ہے۔ خشکی میں لوگ تاروں سے وقت اور سمت معلوم کرتے ہیں گیس کے ہنڈوں اور بجلی کے قمقموں سے لوگوں کا کاروبار چلتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے سورج نکلتا ہے تو تمام روشنی کے سامان نابود ہوکر ہزارہا روشنیوں کے جگہ ایک سورج کی روشنی بس کرتی ہے ایسا ہی بتدریج وحی ہوتی رہی' یوسف و موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام تارے اور گیس کے ہنڈے اور بجلی کے قمقموں کی طرح دلوں کو روشن کرتے رہے۔

آفتاب نکلنے کے قبل بہت پہلے سے روشنیاں آفتاب کے نکلنے کی خبر دیتی رہتی ہیں ایسے ہی ہر پیغمبر اپنے اپنے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دیتے رہے جیسا کہ موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام وغیرہ نے دی' ایسا ہی وید میں بھی خبر دی گئی ہے۔ (ہندو مذہب کی بڑی کتاب)

ہر وید کے دو حصہ ہیں ایک منتر دوسرا برہمن' مگر اتھر وید کے کچھ منتر اور برہمن کا حصہ نہیں چھپا' قلمی وید کے اسی حصہ میں اللہ سکتہ مضمون ہے یعنی اللہ کی تعریف۔

اللہ سکتہ کی عبارت سنسکرت میں ہے اس کے معنی یہ ہیں میں ہوں اللہ' میں ہوں موجد' میں مالک پانی کا' جہاں۔ کو عمدہ طور سے بنانے والا۔

میں فنا کرنے والا' میں پھر لوٹانے والا' اس میں کئی جگہ ہے۔ الانک اتو آسلہ محمد رہ کبرشی۔

میں اللہ' میں موجد' رسول اللہ محمد' زور آور کون ان کے برابر۔

دوسرا مضمون الوب نشد ہے' اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف ہے۔

مکہ کے پہاڑوں سے سورج محمدیؐ نے نکل کر اس قدر روشن کیا کہ اب نہ تارے کی ضرورت ہے' نہ چراغ کی' نہ گیس کے ہنڈے کی' نہ بجلی کے قمقموں کی' نہ یوسفؑ کی' نہ موسیٰ علیہ السلام کی' نہ عیسیٰؑ کی۔

وحی کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسان کی ظاہری آنکھ اس وقت دیکھتی ہے کہ جب آنکھ کے اندر نور بصارت ہو اور جس چیز کو دیکھتا ہے وہ بھی روشنی میں ہو' اگر اندر یا باہر کی کوئی ایک بھی روشنی نہ ہو تو آنکھ نہیں دیکھ سکتی ایسے ہی خدا کا راستہ معلوم ہونے کے لئے دو روشنیوں کی ضرورت ہے اندر کی روشنی عقل اور باہر کی روشنی وحی' اگر ایک بھی روشنی نہ ہو تو خدا کا راستہ نہیں دیکھ سکتا' اس لئے وحی کی ضرورت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وحی کی روشنی نہ رہنے سے دنیا تیرہ و تارتھی کچھ نہیں سوجھ رہا تھا عقائد خراب اعمال بگڑے ہوئے۔

بہت یوں ہی دنیا کی گذری تھیں صدیاں کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھی بدیاں
یکا یک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

مختلف زمانوں میں پیغمبر آئے ہدایت کر کے چلے گئے۔ ان کے ساتھ ان پر آئی وحی کا زمانہ ختم ہوگیا۔ پھر جب ہادیٔ اعظم آئے تو ضرور تھا کہ ان پر ایسی کتاب کی وحی کی جائے جو ہر زمانے میں ہر قوم کو ہدایت کر سکے۔

بجائے اس کے کہ ہدایت پائیں' شک کرتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے یانہیں' آؤ کسوٹی پر کس کے پرکھ لو' دیکھو کہ خدا کا کلام ہے یانہیں۔

پہلے قرآن لانے والے کی حالت کو دیکھو وہ ایک دیانت دار شریف النسب مگر ایک یتیم بچہ ہے جس کے سر پر نہ باپ کا سایہ تھا' نہ زیادہ دنوں تک ماں کے گود میں پلا' نہ اس کے پاس کوئی دولت نہ' ان کا گھرانا علمی گھرانا ہے' نہ ان کے پاس لڑکپن کے زمانہ یا جوانی میں یا نبوت ملنے کے بعد بھی کوئی ظاہری علمی سامان ہے۔ نہ ان کے ملک میں کوئی مدرسہ ہے۔ نہ ان کے وطن میں کوئی علم کا چرچہ ہے' نہ کتب خانہ اور لائبریری تھیں اب سوچو اگر ایسے ملک میں کوئی کتنا ہی ذہین ہو مالدار ہوتو علم سیکھنا محال ہے چہ جائے کہ پیدا ہونے کے پہلے والد کا انتقال ہوگیا' رضاعت میں ماں نے وفات پائی چالیس سال بے سروسامانی میں بسر ہوئی' کبھی قلم کو ہاتھ بھی نہ لگایا' نہ کسی استاد کے سامنے کتاب کھولی۔

ایسے شخص کو برابر بات کرنا بھی نہ آسکتا ہو' چہ جائیکہ وہ ایسی کتاب لا جواب لوگوں کے سامنے پیش کرے جس میں تہذیب' تمدن' اللہ کی معرفت' توحید اور ہدایت بھری ہوئی ہو' جس کو دیکھ کر بڑے سے بڑا عالم حیران رہ جاتا ہے' جن وانس اس کا مثل لانے سے عاجز ہیں' ایسی حالت میں عقل وانصاف کہتی ہے یہ انسان کا کلام نہیں اللہ کا کلام ہے۔

پھر اتنا بڑا دعویٰ کہ کوئی قرآن کا مقابلہ نہیں کرسکتا ۔غیرت دلا کر جھنجوڑ جھنجوڑ کر اُٹھایا چابک مار مار کر مقابلہ کے لئے کھڑا کیا اور کہا کہ قرآن کی ایک چھوٹی سی سورۃ سب مل کر بنالاؤ۔

کوئی انسان کیسا ہی لائق ہو کیا ایسا دعویٰ کرسکتا ہے کیا آج تک کسی نے ایسا دعویٰ کیا جن لوگوں کے سامنے ایسا دعویٰ کیا گیا انھوں نے حضرت کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا۔ حضرت کے پیچھے پیچھے آدمی دوڑتا تھا کہ لوگو یہ مجنوں ہے اس کی بات نہ سنو تا کہ آپ کا اثر نہ جمنے پائے' آپ کو ہلاک کرنے کے لئے کوشش کی گئی آپ ہر قسم کے حملے کئے گئے آپ کے قتل کرنے پر بڑے بڑے انعام کا اعلان ہوا۔

آخر میں غصہ میں بھر کر تلواریں اٹھائیں' خون کے ندیاں بہائیں' جانیں گنوائیں' قرابت داروں عزیزوں کے سر کٹوائے' مال و اسباب برباد کروایا کہ کسی نہ کسی طرح سے محمد ﷺ کو مغلوب کریں۔

مغلوب کرنے کے لئے اتنے مشکل طریقے اختیار کئے بہت سہل اور آسان طریقہ تھا ایک چھوٹی سی سورت قرآن کی جیسی بناتے اور غالب ہوجاتے' پھر آسانی اس قدر دی گئی کہ محمد ﷺ اُمیِ ہیں تم مقابلہ کے لئے بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ ولائق کو بلاؤ' تمام دنیا کے انسانوں کو جمع کرو' ممکن ہو تو دوسری مخلوق کو جنات کو بھی بلالو تم سب مل کر قرآن کی چھوٹی سورت کے موافق بناؤ اور غالب ہوجاؤ' مگر ان سے نہ ہوسکا ایک چھ سات سال کے بچہ نے گلستان کا یا بوستان کا ایک باب یا عرفی کی غزل یاد کرلی ہو وہ آپ کے سامنے سنائے اور کہے میرا کلام نہیں ہے پھر بھی اس کو بچہ کا کلام سمجھے تو آپ کو احمق سمجھیں گے۔

کلام ایسا کہ ایک دنیا کو عاجز کردیا ہے تو ایک ایمان دار طالب حق کو یہ کہتے کا کیا حق نہیں ہے کہ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ان کا کلام اللہ کا کلام ہے' اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے نکل رہا ہے نہ حضرت پڑھ لکھ سکتے تھے نہ تاریخ کی کتاب تھی نہ کوئی واقف تھا نہ آپ نے کسی سے سنا نہ کہیں گئے' پھر ایسا کلام کیسے لائے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں۔ ذٰلِكَ مِنَ اَنۡبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ۔ یہ قصہ یوسف علیہ السلام کا

آپ کے اعتبار سے بالکل غیب کی خبر ہے۔ کیوں کہ ظاہری آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ صرف ہم ہی نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ یوسفؑ بتلایا ہے۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْاَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس اس وقت موجود نہ تھے۔ جب کہ انھوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرانے کا پورا پورا ارادہ کرلیا تھا اور مکر کررہے تھے کہ باپ سے یوں کہیں گے' یوں ان کو لے جائیں گے ۔ یہ دلیل ہے ہمارے وحی کرنے کی ۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ آپ کے نبوت دلائل قائم ہونے کے بعد پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لائے گو آپ کو ان کے ایمان لانے کی کتنی ہی حرص ہو۔

حضرت یوسفؑ کو جو چیزیں دی گئی تھیں اس سے بہتر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دی گئیں۔

یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب دی گئی وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ حضرت یوسفؑ کو تعبیر خواب سکھائے ہیں۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفسیر کتاب وَاَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا امت محمدیؐ کے برگزیدہ بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔
مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ حضرت یوسفؑ کو مصر کی بادشاہت دی' جہاں چاہیں حکمرانی کرتے تھے۔	اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَمُلْكًا كَبِيْرًا امت محمدیؐ کو جنت کی بہت بڑی بادشاہت اور نعمتیں دی ہیں۔
ایسا جمال یوسفؑ کو دیا کہ زنانِ مصر نے ہاتھ کاٹ لئے حَاشَا لِلّٰهِ مَاهٰذَا بَشَرًا	جمال محمدیؐ سے زنار کاٹ لئے۔ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِى دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا لوگ اللہ کے دین محمدیؐ میں جوق و جوق داخل ہورہے ہیں۔

حضرت کو کلید خزائن مغفرت دیئے وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ رحمت عالم بنا کر آپ کو بھیجا	یوسف علیہ السلام کو کلید خزائن دیئے اِجۡعَلۡنِىۡ عَلٰى خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ
دولت محمدیؐ کے زمانہ میں نور یقین سینہ میں امتیوں کے رکھا أَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ اسلام کے لئے شرح صدر کروایا تھا جس کی وجہ سے اپنے رب کی طرف سے جو نور ملا تھا اس پر قائم رہے۔	حشمت یوسفیؑ کے زمانہ میں صاع زرین بین یامین کے اسباب میں رکھا۔ نَفۡقِدُ صُوَاعَ الۡمَلِكِ ۔ ہم زرین پیالیہ نہیں پارہے ہیں۔
قیامت کے مصیبت زدوں کی آپ کا لواء مبارک پریشانی دور کرے گا۔	قحط زدوں سے یوسفؑ کے دیدار نے بھوک دور کی۔
قیامت میں سب بندے جو اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ کے موافق سچے بندے ہیں اور اللہ کے سامنے سر جھکائے ہوئے حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت ﷺ کو تخت شفاعت پر بیٹھائیں گے اور گنہگاروں کو فرمائے گا اے گنہگار بندو یعقوبؑ کی وجہ سے یوسفؑ نے رعایا مصر کو آزاد کیا محمد ﷺ کی وجہ میں نے تم کو آزاد کیا۔	یوسف علیہ السلام کی رعایائے مصر غلام تھی یعقوب علیہ السلام سے جب ملاقات ہوئی تو ان کو تخت پر بٹھا کر رعایا کو آزاد کرایا۔

حضرات ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ حکومت کی خواہش تھی، نہ امیری کی، نہ مال کی رغبت تھی، نہ دنیا کی حرص، اگر حرص تھی تو اس بات کی حرص تھی کہ سب لوگوں کے سر اور دل اللہ کے سامنے جھکے ہوئے دیکھ لیں۔

حکایت:- اس لئے آپ فرماتے تھے کہ تم آگ میں اس طرح گرے پڑتے ہو جیسے پروانے گرا کرتے ہیں، میں تم کو پکڑ پکڑ کر دوزخ سے ہٹائے رہتا ہوں آپ اسی دھن میں رہتے تھے کہ کسی طرح امت کی نجات ہو جائے ہدایت ہوتا کہ دوزخ سے بچیں، ایک واقعہ سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرت کو ہماری ہدایت کی کس قدر حرص تھی۔

حدیث:- حضرت کے زمانے میں رکانہ ایک پہلوان تھا یہ مشہور تھا کہ رکانہ میں ایک ہزار مردوں کی قوت تھی، بہت بڑا نامور پہلوان، اس نے کہا حضرت اگر آپ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لاتا ہوں، کوئی پوچھے کیا پیغمبری کے لئے پہلوانی بھی لازم ہے مگر حضرت ﷺ کو لوگوں کے ہدایت کی ایسی حرص تھی کہ آپ نے منظور فرمالیا کشتی لڑنے کے لئے تیار ہوگئے میدان میں اتر آئے رکانہ سے کشتی ہونے لگی حضرتؐ نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اس نے کہا اس مرتبہ تو ایسا ہوگیا دوبارہ گرادیجئے تو میں جانوں آپ پھر تیار ہوگئے پھر کشتی ہوئی پھر آپ ﷺ نے اس کو پھینک دیا وہ ایمان لے آیا۔ اللہ اکبر لوگوں کے ہدایت پانے کی کس قدر آپ ﷺ کو حرص تھی، کیا ٹھکانہ ہے آپؐ کی شفقت کا۔ ہم تو تمام رات آرام سے سوئیں اور حضرت ہمارے لئے تمام رات کھڑے ہوکر گزار دیں، وہ بھی صرف دعا ہی کرتے نہیں۔

بلکہ ہمارے مغفرت کے لئے روتے روتے، ایک رات فرمارہے تھے الٰہی! ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ جو میری اتباع کرے وہ میرا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو آپ کے بندے ہیں، میں یہ کس منہ سے کہوں کہ گنہگروں کو تو جان آخر وہ بھی میرے امتی ہیں یہ کہتے اور روتے جاتے اور فرماتے اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ معمولی سپاہی کی اہانت سرکاری اہانت ہے کس کی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مجھ سے دیکھا نہیں جائے گا کہ میرا امتی دوزخ میں جائے۔ اس لئے آپ کو لوگوں کے ہدایت کی بڑی حرص تھی۔

یہود اور مشرکین مکہ جو یہ سوال کرتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو بتلائیں کہ یعقوبؑ اور ان کی اولاد کنعان کے رہنے والے مصر میں کیسے پہونچے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے سورۂ یوسفؑ اتری، اولاد یعقوبؑ مصر میں کس طرح آئی اس کو بتلادیا۔ لازم تھا کہ اب تو یہ لوگ مسلمان ہوجاتے لیکن وہ اب بھی اپنی ضد اور ہٹ پر رہے۔ اس سے آپ کو رنج بے حد ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے۔

وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْحَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ان کے مسلمان ہونے کے لئے آپ کتنی ہی حرص کریں ان کے کہنے کے موافق معجزات بھی دکھائیں لیکن وہ ایمان نہیں لائیں گے اور لوگوں کی اکثریت ایمان نہ لائے گی۔ اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ کیوں کہ اس قرآن لانے پر آپ کچھ اجرت تو مانگتے نہیں کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو آپ کی اجرت جاتی رہے گی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ یہ قرآن تو تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے جو نہ مانے گا ان کو نقصان ہوگا۔

ہر نبی نے اپنی امت کے سامنے یہ ہی ظاہر کیا کہ میں اپنی تعلیم پر کچھ بھی اجرت نہیں چاہتا۔ یہ ہی صفت ہے جو پیغمبروں کی اور ان کے نائبوں کی پاک زندگی کو دنیا داروں کی خود غرض زندگی سے علحدہ کرکے دکھاتی ہے وہ تو یہ کہا کرتے ہیں۔ مثنوی

عاشقاں راشادمانی و غم است دست مزدو اجرت خدمت ہم است

عاشقوں کی خوشی بھی وہی ہے اور غم بھی وہی ہے۔ ان کی خدمت کی اجرت بھی وہی ہے اس لئے عالم دین ہوکر مال پر رال ٹپکاتے پھرنا نہایت نازیبا حرکت ہے بلکہ اپنی فقیری میں مست رہیں۔ دنیادارں کے مال پر نگاہ بھی نہ اٹھائیں، یہ باتیں نہیں ہیں بلکہ اللہ والوں نے کرکے بھی دکھایا ہے۔

حکایت:- ایک بادشاہ کسی بزرگ کی ملاقات کے لئے خانقاہ کے دروازہ پر پہونچا۔ دربان نے روک دیا کہ پہلے حضرت کو اطلاع دوں اگر اجازت دیں تو تب اندر جانا، بادشاہ کو ناگوار ہوا، مگر معتقد تھا خاموش رہ گیا۔ اجازت ہوئی وہ بزرگ کے سامنے گیا تو کہا۔

در درویش را دربان نباید
فقیر کے دروازے پر تو دربان نہ ہونا چاہئے۔
ان بزرگ نے اسی وقت جواب دیا
بباید تا سگے دنیا نیاید
ہونا چاہئے تاکہ دنیا کے کتے نہ آئیں۔

حکایت:- شاہ جہاں حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو گئے تو آپؒ پیر لمبے کرکے بیٹھ گئے بادشاہ کے ساتھ ایک عالم بھی تھے انھوں نے کہا آپؒ نے پیر لمبے کب سے کردیئے تو آپ نے جواب دیا جب سے ہاتھ سمیٹ لئے۔

غرض قرآن خدا کا کلام ہے۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ بہت سی نشانیاں ہیں۔ زمین وآسمان میں جن پر گذر ہوتا رہتا ہے مگر ان کی طرف توجہ نہیں کرتے ورنہ ان نشانیوں سے معلوم ہوجاتا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

دیکھو آسمان کو چاند' سورج اور تاروں کو ان سب کا وجود قدرتی ہے دنیا کی کوئی طاقت ان کے مثل بنانے کا حوصلہ نہیں رکھتی' زمین ہے کہ جس سے ہر قسم کی غذائیں اور رنگ برنگ کے پھول و پھل نکلتے ہیں کسی کی طاقت نہیں کہ ایک ٹکڑا اس جیسی زمین کا بنائے سورج ایک معین وقت پر ہمیشہ دن کو نکلتا ہے شام کو غروب ہوتا ہے کسی کی کیا طاقت ہے کہ اس کو ایک منٹ یا سکنڈ کے لئے روک لے' ہوا ہے کہ اس پر کسی کا قابو نہیں پانچ منٹ کے لئے ہوا چلانے اور روکنے پر کسی کو قدرت نہیں' پانی کے بھرے ہوئے بادل کڑکتے اور گرجتے ہوئے نکل جاتے ہیں مگر کسی کو اختیار نہیں کہ بارش برسا سکے جب برستا ہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ روک سکے۔

یہ سب خدائی کام ہیں ان جیسا کرنے کو مخلوق عاجز ہے' کل انسانوں کو بلاؤ لیکن کوئی نہ کر سکے گا۔
خدائی کام کی طرح خدائی کلام کو بھی سمجھئے ساری دنیا اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہے' ساری دنیا کو

للکارا جائے، عبرتیں دلائی جاتیں، مقابلہ کے لئے کھڑا کیا جائے پھر بھی تمام دنیا ویسا کلام نہ لاسکی تو سمجھو کہ خدا کا کلام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خدائی کاموں کو بندوں کے کاموں سے الگ کرکے پہچان سکتے ہیں۔ گلاب خدا کا بنایا ہوا ہے اب تم بھی کاغذ کے پھول بناتے ہو مگر تمہارے پھول پر پانی کا ایک چھینٹا پڑتا ہے تو آپ کی صنعت برباد ہو جاتی ہے لیکن قدرتی پھول پر پانی گرتا ہے تو اس میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔

ایسے ہی خدائی کلام کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے، اسی طرح اس کے کلام کا مقابلہ کرنے سے مجبور ہے آج تک کہ کوئی ایک چھوٹی سورۃ کے مانند بھی لکھ نہ سکا۔

تو جیسے زمین آسمان سورج چاند تاروں کو کوئی مخلوق کا کام نہیں کہہ سکتا ویسے ہی قرآن کو کوئی مخلوق کا کلام نہیں کہہ سکتا۔

بڑے بڑے فصیح ہیں مگر ان کو ہر مضمون پر یکساں بولنے کی قدرت نہیں بڑے بڑے قصیدوں میں دو چار شعر ہی عمدہ ہوتے ہیں۔

نظامی فردوسی، جنگ کے مضامین خوب لکھ سکتے ہیں، سعدیؒ وعظ ونصیحت میں کمال رکھتے ہیں، بوستاں میں ایک جگہ جنگ کی کہانی آگئی ہے تو سعدیؒ کی زبان سست پڑگئی ہے۔ کیسا ہی بڑا شاعر ہو یا بڑا عالم ہو اس کی تصنیف دیکھیے شروع سے آخر تک یکساں زور قائم نہیں رہ سکتا اب قرآن کو اول سے آخر تک دیکھ لو کس قدر مختلف مضامین ہیں مگر کس آب وتاب سے اور کس شان وشوکت سے ہر مضمون ادا ہوتا ہے اور کس قدرت قوت اور فصاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، کہیں معاش کا بیان ہے، کہیں نکاح وطلاق کے قواعد سکھائے جارہے ہیں، کہیں میت کے میراث بانٹنے کے مسائل ہیں، کبھی نماز روزہ کا وعظ ، کبھی جہاد کا بیان ہے، لڑائی کے نقشے کھینچے جاتے ہیں، کہیں گذشتہ زمانے کے تاریخی واقعات بیان ہوتے ہیں، کہیں دلوں کو جوش دلانے والی نصیحتیں بیان کی جاتی ہیں، کہیں بہشت کی نعمتوں کا ذکر ہے اور کہیں دوزخ کا عذاب بیان ہو رہا

ہے۔ مگر طرزِ بیان میں کہیں سستی اور کمزوری نہیں ہے ہر موقع پر اقرار کرنا پڑتا ہے اس کے مقابلہ سے تمام جنات اور انسان عاجز ہیں۔

اوّل سے آخر تک ایک ہی طرز اور ایک ہی طرح کا زور اور ایک ہی رنگ ڈھنگ سارا کلام یکساں پتہ دے رہا ہے کہ یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں' اس کا کلام ہے جس کو ہر چیز پر قدرت ہے' جیسے خدائی کلام کی طرح کوئی دوسرا نہ لکھ سکنے سے قرآن خدا کا کلام ثابت ہوتا ہے اور قرآن لانے والا سچا رسول ﷺ ہے' باوجود دلائل قائم ہونے کے اگر آپ پھر بھی قرآن پر ایمان نہ لاویں تو کچھ تعجب نہیں' اللہ کی توحید پر بھی تو ان کو پورا ایمان نہیں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُ هُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ اللہ پر ایمان لاتے ہیں مگر اس کے ساتھ شرک کی اڑبھی لگاتے ہیں۔

مکہ کے بت پرست اللہ تعالیٰ کے قائل تھے' اپنے معبودوں کو بھی شریک سمجھتے تھے۔ فرشتوں اور جنوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ عیسائی بھی اللہ کے قائل ہیں مگر عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہود اللہ کے قائل ہوکر عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے یہود دیوی دیوتاؤں کو شریک کرتے ہیں۔

مسلمانو! یہ خوف دلانے والی آیت ہے اس کو یاد رکھو ایسی توحید کام نہیں آئے گی جو اب ہزاروں مسلمانوں کی ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کو ہمیشہ یاد رکھو جن کا قرآن پر عمل نہیں۔ اَفَاَمِنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔

انسان او غافل انسان! او قرآن کے چھوڑنے والے انسان کیا تو نڈر ہوگیا ہے کہ دنیا ہی میں تم سب پر عام چھاجانے والے عذاب آجائیں؟ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کردیئے جائیں۔ ہر شخص اس میں پھنس جائے وہ عذاب آجائے تو کیا ہوگا ایسا ہوگا:

حکایت:- ایک لومڑی بھاگتی جارہی تھی لوگوں نے پوچھا کیا ہوا کیوں بھاگ رہی ہے تو اس نے کہا اونٹوں کو پکڑ رہے ہیں لوگوں نے کہا تجھ کو کیا اس نے کہا کہنے والوں کا کیا جاتا ہے' اگر کسی نے کہا ''ایں ہم

بچہ شتراست'' یہ بھی اونٹ ہی کا بچہ ہے اور پکڑی گئی تو کون چھڑائے گا' ایسا عذاب آنے سے پہلے توبہ کرو' انسان جب قرآن کو چھوڑ کر گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر بھی اول اول اس کو مہلت دی جاتی ہے۔ اگر بار بار مہلت دینے پر بھی نہ سنبھلا تو پھر اس طرح عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

حکایت:- اسی لئے ایک چور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے دربار میں لایا گیا جرم ثابت ہوگیا۔ ہاتھ کاٹنے کا آپ نے حکم دیا' چور نے کہا امیر المومنین یہ میرا پہلا قصور ہے' معاف کردیجئے حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی ایسی عادت نہیں ہے کہ پہلے قصور پر کسی کو بدنام کرے پھر تحقیق کی گئی تو ثابت ہوا یہ سینکڑوں مرتبہ چوری کر چکا ہے۔

یہ مت سمجھنا کہ ان ہی دوچار اگلی امتوں پر عذاب آیا' برباد کردیئے گئے بلکہ ہمارا ہر جگہ یہ ہی قاعدہ ہے جہاں کہیں اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے تو وہاں عام بلائیں' مصیبتیں اُتارتے ہیں جس میں ہر شخص پھنس جاتا ہے۔ ڈھیل دے کر جب ہم پکڑتے ہیں تو سخت پکڑتے ہیں پھر ظاہری اسباب و سامان سب الٹ جاتے ہیں انہی کی تلوار ان ہی کو کاٹنے لگتی ہے۔

تم کو پہلے لوگوں کے حال سے عبرت نہیں' اللہ کا کلام چھوڑنے کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک کردیا۔ صفحۂ زمین سے مٹا ڈالا۔ اب تم لوگ ان کے وارث ہوگئے ہو' ان کے عمدہ مکانات میں رہتے ہو۔

اب اسی طرح سے تم بھی سرکشی کرتے ہو' اللہ کے کلام کو چھوڑ دیئے ہیں کیا ہم تم کو بھی اسی طرح ہلاک نہیں کرسکتے؟ تم میں ان سے کونسی بات زیادہ ہے۔ کونسی قوت مانع ہے۔ میرے دوستو! خدا کے لئے ذرا سوچو' قرآن کی کونسی آیت پر ہمارا عمل باقی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے زمانہ کے قرآن پر عمل کرنے والے مسلمانوں کو دیکھو اور پھر ہم کو بھی دیکھو ہرگز نہیں پہچان سکو گے۔

قرآن جن پر اترا کیا وہ یہی قوم ہے۔ قرآن نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے آج وہ ہمارے پاس

حلال ہیں۔ قرآن نے جن چیزوں کو حلال کیا ہم نے ان کو حرام کرلیا۔

ای بسرا پردۂ یثرب بخواب خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

حضور ذرا خواب راحت سے اٹھئے تو سہی دیکھئے جس امت کو آپ نے قرآن دیا تھا وہ امت ایسی ہی تھی جیسی اب ہے، پھر اس امت پر عام چھاجانے والا عذاب کیوں نہ آئے۔

وعدہ ہوچکا ہے نڈر نہ ہوں عام عذاب آئے گا۔ اَوْتَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یا دفعتاً قیامت قائم ہوجائے گی قیامت کبریٰ یا قیامت صغریٰ یعنے موت۔

اس وقت کسی بے بسی کے ساتھ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے اور خدائے تعالیٰ پوچھے گا کیوں ظالم تونے میرے قرآن کو کیوں چھوڑا، کونسی بات قرآن کی عمل کرنے کے قابل نہیں تھی، ہائے اس وقت کیا جواب دو گے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے مسلمانوں کی قبر میں روزن (سوراخ) ہوگا حضور برآمد ہوں گے قرآن کو چھوڑنے والوں کی شکایت خدا سے اس طرح کریں گے۔ يَارَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا الٰہی میری امت نے میرا قرآن کو چھوڑ دیا سچ بتاؤ اس وقت کیا ہوگا۔ ہائے اس جسم کو اچھا رکھنے کے واسطے قرآن چھوڑا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا، خدا سے بگاڑ کرلیا، زندگی ہی میں یہ جسم دنیا کے عذاب میں مبتلا ہوگا یا اس جسم کی مٹی سے کہیں مکان بن رہا ہوگا، کہیں برتن بنائے جائیں گے ممکن ہے کہ ہمارے گھروں کے گھڑے، صراحیاں، لوٹے، کٹورے پہلے لوگوں کی مٹی سے بنے ہوں۔ یہ ہے انسان تیری ہستی، پھر اس پر قرآن کے خلاف کرنے پر تلا ہوا ہے۔

حکایت:۔ ایک بزرگ صاحبِ کشف تھے۔ ایک گاؤں پر ان کا گزر ہوا وہاں ایک عجیب آبجورہ تھا جس میں پانی ہر موسم میں گرم رہتا تھا۔ حتیٰ کہ سخت جاڑوں میں بھی اس میں پانی گرم رہتا تھا۔ ان بزرگ سے اس کی وجہ پوچھی گئی فرمایا اس کو میرے پاس چھوڑ جاؤ وہ کٹورا ایک رات ان کے پاس رہا صبح سے پانی

اس آنجورہ میں ٹھنڈا رہنے لگا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا یہ گنہگار دوزخی کی مٹی کا بنا ہوا تھا۔ مغفرت کے واسطے دعا کی مغفرت ہوگئی اس لئے پانی ٹھنڈا رہنے لگا۔

ستاری اللہ کی عادت ہے، مگر کبھی عبرت کے لئے اس طرح دکھا دیتے ہیں۔

دوستو! ڈرو عبرت لو، خوب سوچو، ان آیات کو غور سے پڑھو قرآن کے چھوڑنے سے ہماری آخرت برباد ہو رہی ہے۔ دنیا نے بھی ہم سے منہ موڑا، غاشیہ کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اب بھی وقت ہے اٹھو ہمت کرو، قرآن پر عمل کرو تا کہ یہ دنیا کا عذاب ہم سے اٹھ جائے۔

دنیا کی ہر قوم توحید کا دعویٰ کرتی ہے۔ پھر کوئی دیوی دیوتاؤں کو شریک کرتے ہیں اور کوئی عیسیٰؑ اور عزیرؑ کو اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ خالص توحید میرا طریقہ ہے

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ میں صرف اللہ کی طرف بلاتا ہوں اللہ ہی کی معرفت دلاتا ہوں اللہ کی محبت پیدا کراتا ہوں، دل میں اسی کا خیال رہے روح اسی پر قربان کرے، نفس کو اسی کا فرماں بردار کرے، غرض ایک دل ہے، ایک دلدار کو دے۔

یکے بیں و یکے داں و یکے گوے یکے خواہ و یکے خوان و یکے جوئے

دیکھو تو ایک کو دیکھو، جانو تو ایک کو جانو، کہو تو ایک کہو، چاہو تو ایک کو چاہو، پڑھو تو ایک کو پڑھو، ڈھونڈو تو ایک کو ہی ڈھونڈو۔

یہ اسلام ہے بتاؤ اس میں کیا خرابی ہے، پھر تم کیوں اس کو نہیں مانتے۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ انسان کے دل میں جس کی عظمت ہوتی ہے اسی کی طرف بلاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ ہی کی عظمت تھی اور اسی کا جلال تھا۔ اس لئے ساری دنیا کو اللہ ہی کی طرف بلاتے تھے اور کئی آیتوں میں اللہ کی طرف بلانے کا آپ کو حکم ہوا ہے۔ اس کی تعمیل آپ نے اس طرح کی۔

مکہ کی گلی گلی میں آپ نے توحید کو پکار دیا' پہاڑوں کی گھاٹیوں میں تک پہونچایا' راستہ چلنے والے مسافروں کو اللہ کا پیغام سنایا' عکاظ اور ذی المجاز جیسے بڑے بڑے میلوں میں جاکر غافلوں کے کان میں اللہ کا فرمان ڈالا۔ عرب کے بے آب وگیاہ میدانوں میں خانہ بدوش قبیلوں کا پتہ لگاکر ان کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ طائف میں جاکر خود پتھر کھائے مگر توحید کو پہونچایا۔

تمام دنیا کے مشہور بادشاہوں کو فرمان لکھے اور سفیر روانہ کئے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشیوں نے مختلف طریقوں سے تبلیغ کی۔

بہترین طریقہ یہ رہا ہے کہ اسلام کا سچا نمونہ بن کر پیش ہوئے۔

حکایت:۔ حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی زرہ چوری گئی' ایک یہودی کے پاس ملی۔ حضرت علیؓ نے اس کو پہچان کر فرمایا یہ زرہ میری ہے یہ وہ وقت ہے کہ آپؓ خلیفۂ وقت ہیں پادشاہ ہیں' یہودی کی وقعت دھیڑ سے بھی گری ہوئی ہے۔ وہ بادشاہ وقت سے کہتا ہے گواہ لاؤ۔ یہ ہے رعایا کی آزادی دنیا جوکر کے دکھلائے۔ اگر حال کا زمانہ ہوتا تو دو چار شہدوں (غنڈوں) کو لے جاکر زرہ چھین لیتے یا زور حکومت سے منگاتے' اللہ رے صحابہؓ سچا نمونہ اسلام کا بن کر پیش ہوئے اپنی خاموشی کے ساتھ باضابطہ نالش کردی۔ قاضی شریح کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت علیؓ عدالت میں خود آگئے ہیں۔ بادشاہ وقت عدالت میں آئے مگر کیا مجال کچھ ہل چل پڑجائے۔ عدالت میں بھی اس نے انکار کیا تو حضرت علیؓ سے گواہ طلب کیا گیا۔ ان ہی کی خود مختار عدالت میں بھی اس نے انکار کیا تو حضرت علیؓ سے گواہ طلب کیا گیا۔ ان ہی کی خود مختار سلطنت کا ایک قاضی' بادشاہ وقت سے وہ بھی ایسے حضرت سے جو ہرگز خلاف واقعہ کا دعویٰ نہیں کرسکتے گواہ مانگتا ہے۔

حضرت علیؓ' امام حسینؓ اور قنبر کو گواہی میں پیش کرتے ہیں حضرت علیؓ کے پاس بیٹے کی گواہی جائز تھی۔ شریح کے پاس ناجائز اس لئے شریح نے کہا قنبر غلام آزاد شدہ ہے اس کی گواہی ہوسکتی ہے۔ حسینؓ آپ کے بیٹے ہیں ان کی گواہی نہیں ہوسکتی آج کل کے لوگ ہوتے تو شریح کو کافر کہتے مگر وہاں کوئی کام دنیا

کے واسطے نہیں تھا آخر گواہ نہ ہونے سے مقدمہ خارج ہوگیا۔

اگر کوئی شریح سے پوچھتا تو وہ قسم کھا کر کہتے کہ علیؓ سچے ہیں مگر اسلام پر جان دینے والے اسلام کے سچے نمونے' نہ شریح نے خلاف کیا نہ علیؓ نے برامانا۔ یہودی نے جوغور کیا تو حضرت علیؓ پر ذرا بھی ناگواری نہیں پائی۔

حکومت پر خود مختار رہ کر یہ کیا بات ہے۔ اس کے دل نے کہا یہ دین بالکل سچا ہے۔ زرہ قدموں پر ڈال دی اور کہا یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ آپ نے فرمایا ہم نے زرہ تجھ کو دے دی اس طرح سچا نمونہ بن کر پیش ہوتے تھے۔

غرض حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خدا کی طرف بلاتے تھے آپ کے تابعین پر بھی یہی رنگ تھا۔

حکایت:۔ حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا ایک روز ایک ہاتھ میں آگ اور ایک ہاتھ میں پانی لے کر چلیں لوگوں نے پوچھا کیا کرتی ہو تو کہا پانی سے دوزخ بجھاتی ہوں اور آگ سے جنت جلاتی ہوں جس کو دیکھو جنت کی امید و دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے۔ کوئی خاص خدا کے واسطے عبادت کرنے والا نظر نہیں آتا اس لئے جنت کو جلاتی ہوں اور دوزخ کو بجھاتی ہوں تا کہ اب تو بھی لوگ خالص اللہ کی عبادت کریں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے میں خالص اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ۔

توحید کی طرف یوں ہی نہیں بلاتا ہوں بلکہ میں اور میرے تابعین بصیرت پر ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بصیرت اس لئے تھی کہ آپ کے سامنے گذرے ہوئے واقعہ کی طرح آئندہ آنے والی ہر ایک چیز اور اس کا انجام ایسا تھا جیسے کوئی اب دیکھ رہا ہے۔

مرنے کے بعد جو واقعات ہونے والے ہیں ان پر سے آپ کے سامنے سے پردہ اٹھالیا گیا تھا۔

برزخ کے احوال دوزخ ' جنت غرض عالم کی ہر ایک چیز آپ ﷺ کے سامنے تھی معراج کا واقعہ تو آپ کو یاد ہے۔ وہاں پہونچے جہاں کوئی انسان نہیں پہنچا۔ موسیٰ علیہ السلام کو جس دیدار کے لئے منع کیا گیا تھا وہ آپ ﷺ نے دیکھا۔

حضرت کی بصیرت تو ایسی اور تابعین کی بصیرت ایسی کہ ایسے رسول کو اپنا ہادی بنایا' ایسے بصیر والے نبی کے ہدایت پر چلے۔ ان کے ارشاد پر عمل کیا' ایسے حق کی طرف بلانے والے کی آواز پر کان لگائے' ایسے رہبر کو امام بنایا' ان کی اتباع کے طفیل سے نیت صحیح اور اعتقاد و درست پیدا ہوگیا۔ اعمال میں نورانیت آئی' دل میں روحانیت پیدا ہوئی' عالم ارواح کے انوار ان پر کھل گئے۔ ایمان کا مزہ ملا۔

یہ ہے بصیرت تابعین کی (اس بصیرت کے ساتھ ی توحید کا یہ اثر ہوا کہ)

حکایت:۔ ایک شخص کسی بزرگ کے پاس گئے ان کی کسی بات پر دل میں اعتراض کیا' رات کو تہجد کے وقت وضو کے لئے نکلے شیر نے حملہ کیا یہ چلائے وہ بزرگ جلدی سے سامنے آئے وہ شیر بھاگ گیا اور فرمایا تم توحید درست نہیں کئے ہیں اس لئے مخلوق سے ڈرتے ہو اور ہم توحید درست کئے ہیں اس لئے مخلوق ہم سے ڈرتی ہے۔

بصیرت یہ ہے کہ انوارِ قدس سے جب دل منور ہوتا ہے تو دل میں ایک ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جیسے ظاہری آنکھوں سے ہر چیز کا باطن اور حقیقت نظر آتی ہے ایسی بصیرت کو قوت قدس کہتے ہیں۔

تمام بنی آدم کے دل باعتبار فطرت کے بصیرت کی طرف مائل ہیں۔ لیکن لذات اور شہوات میں مشغول ہونا اطاعت اور عبادت سے اعراض کرنا اس نور بصیرت کو کھودیتا ہے۔ یہ نور بصیرت جہاں جہاں پیدا ہوتا ہے تو عجیب عجیب اثر ظاہر کرتا ہے۔

حکایت :۔ ہارون رشید کا ایک بیٹا جب اس کو نور بصیرت حاصل ہوا باپ سے دور ہوکر فقیروں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا ایک روز باپ نے سمجھایا کہ بیٹا تمہارے طور طریق سے بادشاہوں میں عار (بے عزتی)

معلوم ہوتی ہے تو آپ نے ایک جنگل کے پرندہ کو دکھایا اور باپ سے کہا باوا اس کو بلاؤ وہ پرندہ نہ آیا پھر خود بلایا تو وہ پرندہ آگیا ہاتھ پر بیٹھا تو بولے باوا تم سے بھی مجھ کو اولیاء اللہ کی جماعت میں عار معلوم ہو رہی ہے۔

اس بصیرت کے ساتھ جس کو توحید حاصل ہو تو وہ اس کے سوا اور کیا کہے گا۔

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی میرا مقصود اپنا بندہ بنانا نہیں ہے بلکہ اللہ کا بندہ بنانا ہے میں صرف داعی اللہ ہوں اس کی مرضی کے موافق چلاتا ہوں میری اتباع کرو تو تم کو نور بصیرت حاصل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی وہ چیز ہے' جس سے نور بصیرت حاصل ہوتا ہے اور ایک چیز ہے جو کسی طرح پیدا نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو اسی نبی کی اتباع سے ہوتی ہے اس لئے کہ اور نبیوں کی اتباع سے گناہوں کی مغفرت ہوگی جنت ملے گی اور اس نبی آخر الزماں کے اتباع سے محبت الٰہی دل میں بھڑکے گی جس کے لوازمات سے مغفرت اور جنت سبھی ہے۔

جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا مقصود اپنا بندہ بنانا نہیں ہے بلکہ اللہ کا بندہ بنانا ہے۔ میں صرف داعی الی اللہ اس کا پیغام سنانے والا پیغمبر ہوں' اس کی مرضی کے موافق تم کو چلاتا ہوں تو کافروں نے کہا آپ کا یہ ہی کام ہے تو اس کام کے لئے آسمان سے فرشتہ ہی کیوں نہیں بھیج دیتے کہ ان کے کہنے میں کسی کو شبہ ہی نہ رہتا۔

اس کا جواب دوسرے موقع پر یہ دیا کہ اگر فرشتہ پیغمبر بن کر آتا تو انسان ہی کی شکل میں آتا پھر اس پر تم کو وہی شبہ رہتا جواب ہے۔

ہم انسان کو پیغمبر بناتے ہیں تو اس میں شبہ کر رہے ہو۔ تم پتھروں کو لوہے اور پیتل کے بتوں کو خدا بنا رہے ہو' اس پر تمہارے دل میں کچھ شبہ نہیں آتا۔ ان شبہ کرنے والوں کو انسان کی فضیلت ہی نہیں معلوم

اگر وہ یہ جانتے ہوتے کہ انسان بھی اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ کی خلافت کا تاج انسان کے سر پر رکھا گیا ہے فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا۔

انسان کے سامنے فرشتے کوئی چیز نہیں اگر یہ معلوم ہوتا تو کبھی شبہ نہ کرتے لیکن شرک وہ بری بلا ہے جو انسان کو خود اس کی نگاہوں میں ذلیل بنا دیتا ہے۔

جب کوئی مشرک کسی جانور یا درخت یا نشان کو پوجا کرتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ان چیزوں کو اپنے سے بڑھ کر اور اعلیٰ قرار دیتا ہے' حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اعلیٰ بنایا ہے شرک کا یہ نتیجہ ہے کہ انسان اعلیٰ ہوکر اپنے کو ذلیل بناتا ہے۔

او کمبخت مارے انسان ! سب تیرے سامنے جھکتے ہیں تو خدا کے سامنے جھکنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ نبی اور ولی ہونا یہ ایسی دولت ہے جو عوام کو نظر نہیں آتی اس لئے یہ شبہ کرتے ہیں کہ ہمارا جیسا آدمی نبی کیوں کر بنا۔

همسری با انبیا برداشتند اولیاء هم چو خود پنداشتند

پیغمبروں کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں اولیا کو اپنا جیسا خیال کرتے ہیں۔

گفت اینک ما بشر ایشان بشر ماوا ایشان بستہ خوابیم و خور

کہتے ہیں وہ بھی آدمی ہم بھی آدمی وہ بھی کھاتے' سوتے اور ہم بھی کھاتے سوتے ہیں۔

اونا شکرے انسان! انسانوں کی طرف انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجنے کی وجہ کچھ تجھ کو معلوم نہیں ہے تو سن ہم سناتے ہیں۔

آدمی کو زیادہ اُنسیت اس چیز سے ہوتی ہے جس چیز سے مناسبت زیادہ ہو' جس قدر مناسبت کم ہوگی اُسی قدر اس سے وحشت بڑھے گی' اسی واسطے غیر جنس تو کیا اپنی جنس میں بچوں کو بڑوں سے جوانوں کو بڈھوں سے مالداروں کو غریبوں سے نہ مناسبت ہوتی ہے نہ میلان ہوتا ہے۔

انسان کو انسان سے جتنا میلان ہوتا ہے جانوروں سے نہیں ہوتا۔ بتائیے اگر پیغمبر کوئی جن یا فرشتہ بن کر آتا تو مناسبت تو کیا بلکہ وحشت ہوتی تو پھر ہم کیسے فائدہ اٹھا سکتے؟ اگر کوئی فرشتہ پیغمبر بن کر آتا تو وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتا تھا۔ فرشتے کو نہ کھانے کی ضرورت، نہ پینے کی، نہ بیوی بچے کی، نہ زندگی کے کسی شعبہ میں اس کو دخل۔

جب کسی شخص سے کہا جاتا کہ تم بھی اللہ کے پیغمبر کی سنت پر عمل کرو تو وہ جواب دے سکتا تھا وہ تو فرشتے تھے ہم انسان ہیں ان کی طرح ہم کیسے عمل کر سکتے ہیں۔ اب کسی انسان کے لئے یہ عذر نہ رہا۔ قطع نظر اس کے فرشتہ کیا کرتا، خدا کے احکام پڑھ کر سنا دیتا، یہ کام تو اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کتاب بھیجتے اس میں احکام لکھے ہوتے ہم اس کو پڑھ کر عمل کرتے فرشتے کے پیغمبر ہونے سے کیا فائدہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ انسانوں میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا کہ وہ ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، بیویاں اور تعلقات بھی رکھتے ہیں، تمدن و معاشرت کی بھی عادت رکھتے ہیں ان کے ساتھ کتاب بھیجی کہ وہ خود اپنی ذات سے عمل کر کے دکھلائیں۔ یہ کیسا خدا کا احسان ہے کہ جیسا پیغمبر فرشتہ اور جن کو نہیں بنایا، ایسا ہی آج تک کسی عورت کو پیغمبر نہیں بنایا۔ عورت کی حالت چاہتی ہے ستر کو یعنی پردہ کو پیغمبری اس کے مناسب نہیں اور عورت کی فطرت تابع ہونے کے لئے ہے۔ اس کو متبوع بنانا مناسب نہیں اس لئے مرد کو عورت کی اتباع عار معلوم ہوتی ہے پس عورتوں کا انتہائی کمال صدیقیت ہے۔

ایسا ہی کوئی پیغمبر جنگلی بدوی نہیں بنایا گیا۔ سب بڑی بستی کے رہنے والے تھے غرض پیغمبر میں کوئی عیب کی بات نہیں رکھی تاکہ ان کی اتباع میں کسی کو عار نہ ہو۔

اس لئے فرمایا وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا ۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی تو پیغمبر آئے ہیں تو وہ کیا فرشتے تھے یا جن تھے یہی انسانوں میں مرد تھے عورت نہیں تھے۔

نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی۔

جنگلی نہیں تھے شہر والوں میں سے مرد کو پیغمبر بنا کر ہم نے بھیجا تھا سچ کہو اے اہل مکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ جن کی اتباع کا تم کو دعویٰ ہے وہ کون تھے۔ یہی انسانوں میں کے مرد تھے۔

اے یہود و نصاریٰ آخر موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور ان کے درمیان میں سینکڑوں نبی کون تھے انسان و مرد تھے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کیوں شبہ ہے؟

ان سے معجزات ہوتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تو اتنے معجزات ہوئے کہ دوسرے پیغمبروں سے اتنے نہیں ہوئے' اگر یہ کہو کہ ان کی طرف وحی والہام ہوتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف بھی تو سب سے زیادہ ہوئی۔

اگر یہ کہو کہ ان میں طریقۂ تعلیم اور دین کی خوبی تھی تو قرآن اور حضرت کی تعلیم اور سیرت کا دوسرے انبیاء کی تعلیم اور سیرت سے مقابلہ کر کے دیکھو۔

غرض اور پیغمبروں میں جو باتیں تھیں ان سے بڑھ کر اور ان سے بہتر اس نبی میں ہیں پھر بھی اگر تم اس پیغمبر کو نہیں مانتے اور اس پیغمبر کی اتباع نہیں کرتے تو اور پیغمبروں کو نہ ماننے والوں کا جو انجام ہوا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے والوں کا انجام ہوگا۔ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ذرا زمین پر پھر کر دیکھو پیغمبروں کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا عاد و ثمود کی بستیاں اور قوم لوط کے دیہات اجڑے ہوئے پڑے ہیں کہاں ہے'فرعون کدھر ہے اس کا وہ شہر؟' کہاں گئے اگلے جبار اور کدھر ہیں ان کے وہ زور و شور؟' ہائے پیغمبر کی نافرمانی خالی نہیں جاتی۔

دوستو! یہ اللہ کے پاس کا ہمیشہ کا قاعدہ ہے یہ مت سمجھنا کہ انہیں دو چار اگلی امتوں پر عذاب آیا' برباد کردیئے گئے ہمارا ہر جگہ کے لئے یہی قاعدہ ہے اور ایک جگہ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ جہاں کہیں پیغمبر کی نافرمانی کی جاتی ہے ہم وہاں بلائیں اور مصیبتیں اتارتے ہیں زلزلہ پانی کی طغیانی' ہوا کا طوفان' بجلی کی کڑک یا زمین کا پھٹ کر لوگوں کا دفعتاً اس

میں غرق ہوجانا' پہاڑوں سے آتشیں مادہ بہنا' اس سے شہروں اور ملکوں کا غارت ہونا یا قحط وگرانی ہونا یا کوئی سخت دشمن مسلط ہوکر برباد کردینا۔

دوستو! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچو' ورنہ کسی نہ کسی عذاب کے لئے تیار ہوجاؤ' ذرا غور تو کرو پیغمبر کو ہر چیز جو بہتر ہے وہ دی جاتی ہے۔

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اس لئے متقیوں کے لئے آخرت ہے جو دنیا سے بہت بہتر ہے' مگر یہ سمجھنے کے لئے عقل کی ضرورت ہے۔ ہماری حالت اس بچہ کے جیسی ہے جو ممبئی کے ہوٹل دیکھ کر وہاں کے سامان دیکھ کر ضد کرے کہ میں یہاں رہوں گا۔ اس پر عقلمند ہنستے ہیں۔ ایسے ہی اللہ والے ہم پر ہنستے ہیں کہ بھائی یہ دنیا مسافر خانہ ہے اس سے کہیں دل لگاتے ہیں اس کو بہتر سمجھتے ہیں' آخرت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے دنیا کی ہر چیز فنا کی طرف جارہی ہے جسم میں' نعمت میں' صحت میں' ہر چیز میں نقصان گھٹاؤ ہے' آخرت کی ہر چیز میں ہیشگی۔

اس لئے نبی کو اور نبی کے تابعین کو آخرت دی اور دنیا دی ضمنی طور پر۔

مسلمانو! اٹھو دنیا تمہاری آخرت کے ساتھ ہے' تم آخرت درست کرلو دنیا بھی خدا تمہاری درست کردے گا۔

حضرات آج اسلامی دنیا پر یاس چھائی ہوئی ہے۔ آفریقہ ہو یا ایشیاء' یورپ ہو یا امریکہ جہاں کہیں دنیا کے حصہ پر مسلمان ہیں دن بدن اپنی پستی اور تنزل کو دیکھ کر مایوس ہورہے ہیں۔ اپنے اسلاف کی کامیابیوں کو دیکھ کر حیران ہیں سوچتے ہیں کہ ان کو یہ ترقی تھی ہم کو یہ پستی کیوں' مایوسی میں طرح طرح کے وسوسہ آنا لازمی ہے۔ کبھی اس آیت سے وسوسہ اور شبہ ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے طرح طرح کی ایذا دی گئی۔ ایذا دینے کی انتہا ہوگئی تو حکم ہوا کہ ہجرت کا حکم ہونے والا ہے۔ آپ اس طرح کی دعاء کو کیا کرو۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ

اے اللہ سچائی کے ساتھ یہاں سے نکال خاص آپ ہی کے لئے آپ کی راہ میں ہجرت ہو کوئی دنیوی غرض نہ ہو، مدینہ میں سچائی سے داخل کرو چوں کہ یہ دین اسلام تمام دنیا میں پھیلنا ٹھہر چکا ہے اس لئے وَاجْعَلْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا مجھے اپنے پاس کی قوت اور شوکت عطا کیجئے اس کے بعد حکم ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کی دعا قبول کی قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اب کفر اور بدکاری کے اندھیرے کا زمانہ گیا۔ نور و صداقت کا زمانہ آگیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ کفر اور بدکاری مٹنے ہی کی چیز تھی، یہ باطل کا مٹنا اور حق کا آنا قرآن کے سبب ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اس قرآن میں مسلمانوں کے لئے باطنی امراض وظاہری امراض سے شفاء ہے اور ان کے لئے رحمت ہے۔ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ظالموں کو اس سے اور بھی نقصان ہوتا ہے جیسے انکار کرتے جاتے ہیں اور خسارے میں پڑتے جاتے ہیں۔

جب آپ کی دعا مقبول ہوئی مسلمانوں کو قوت وشوکت عطا ہوئی اب کیوں ذلیل ہو رہے ہیں کبھی یہ وسوسہ اور شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ اللہ کی جماعت غالب رہا کرتی ہے ہم مسلمان اللہ کی جماعت ہیں تو پھر کیوں غالب نہیں، کیوں ہر جگہ دب رہے ہیں۔

دوستو! یہ ارشاد بالکل درست ہے، بے شک اللہ کی جماعت غالب رہتی ہے مگر ہم جو اللہ تعالیٰ پر الزام لگا رہے ہیں تو ذرا اپنی حالت کو بھی تو دیکھا ہوتا کہ ہم حزب اللہ، اللہ کی جماعت بننے کے قابل ہیں یا نہیں افسوس ہماری اس وقت بالکل وہی مثال ہوگئی ہے۔

حکایت:۔ ایک عورت کی انگلی پر بچہ کا پاخانہ دھلاتے ہوئے کچھ رہ گیا تھا۔ اس نے انگلی کو ناک پر رکھ کر چاند دیکھا تو اس وقت چاند دیکھنے کے ساتھ بدبو بھی آئی تو کہتی کیا ہے اوئی اب کا چاند سڑا ہوا کیوں نکلا، چاند میں کیوں بدبو ہوتی ہے۔ ذرا خبر لے تجھ میں ہی بدبو ہے۔ بعینہ یہ ہی حال ہمارا ہے کہ ہم بھی اپنے کو

پاک وصاف سمجھ رہے ہیں۔ الزام اللہ پر لگانا چاہتے ہیں' اللہ نے اپنی جماعت کو غالب کیوں نہیں کیا۔ اللہ پر الزام کیا رکھتے ہو' اپنی زبان سے اپنے ہی عیب بیان کرر ہے ہو ہماری وہ حالت ہے۔

حکایت:- ایک حبشی بدشکل جارہا تھا راستہ میں آئینہ پڑا ہوا ملا اس کو اٹھا کر جو دیکھا تو اس میں اپنی کالی بدصورت نظر آئی جھنجھلا کر آئینہ پھینک دیا اور کہا ایسا بدشکل تھا جب ہی تو کوئی پھینک گیا ہے۔ یہ ہی حال ہمارا ہے کہ اپنے عیب دوسروں میں نظر آتے ہیں دوسرا بھی کون اللہ تعالیٰ! ہائے افسوس مجھے اس حالت میں ایک اور حکایت یاد آئی۔

حکایت:- ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا اس کا بچہ روٹی کھا رہا تھا ایک ٹکڑا لوٹے میں گر پڑا۔ اس بچہ نے لوٹے میں سے وہ ٹکڑا نکالنا چاہا تو اسے اپنی صورت نظر آئی' سمجھا کہ اس نے یہ ٹکڑا چھین لیا تو اس نے باپ سے شکایت کی کہ اس نے جو لوٹے میں ہے میرا ٹکڑا چھین لیا۔ باپ صاحب جو اس لوٹے سے ٹکڑا نکالنے گئے تو ان کو بھی اپنی صورت معہ داڑھی کے نظر پڑی تو آپ کہتے ہیں کہ تھو ہے تیری اوقات پر اتنی لمبی داڑھی کے ساتھ بچہ کا ٹکڑا لینے شرم نہیں آئی۔ ہماری مثال اس احمق کی طرح ہے کہ ہم خود اپنے ہی کو برا کہہ رہے ہیں اپنے عیبوں کو ظاہر کرر ہے ہیں۔ اللہ پر کچھ الزام نہیں وہ پاک ہے ہر عیب سے۔

دوستو! ذرا ہم اپنی حالت کو دیکھیں اور پھر اپنے کو اللہ کی جماعت کہتے ہوئے شرمائیں۔

صاحبو! اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کا کوئی مردہ زندہ ہوجائے اور ہماری اس حالت کو دیکھے تو شاید وہ ہمیں مسلمان اور امت محمدیہ ﷺ ہی نہ سمجھے اس مردہ کو اس وقت کی اور اس وقت کی حالت میں زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا۔

صاحبو! کیا اس وقت بھی یہ ہی حالت تھی ہماری آمدنی جو آج ہے حلال وحرام کا کچھ بھی خیال نہیں۔

حکایت:۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا غلام دودھ لایا تھا آپ نے پی لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ دودھ حرام کے ذریعہ سے آیا تھا آپ رونے لگے اور قئے کرنے لگے اس قدر سختی کرتے تھے کہ سب لوگوں کو خیال ہورہا تھا کہ کہیں آپ کا دم نہ نکل جائے پھر رو رو کر دعا کرنے لگے الٰہی! جہاں تک میری طاقت میں تھا وہاں تک تو سب قئے کردیا۔ جو رگوں میں رہ گیا اس کو معاف کردے۔ قطع نظر' ناجائز آمدنی کے دغا بازی اور دھوکا اور فریب اور مکر سے بھی مال حاصل کیا جاتا ہے۔ کیا صحابہ کو اللہ کا ڈر ایسا ہی تھا جیسے اب ہم کو ہے مگر آج ہم کو جنت کی خوش خبری نام لے کردی جائے پھر دیکھئے کیا کیا کام کرتے ہیں۔ دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ ہائے صحابہ نے کیسا دل پایا تھا' نام لے کر جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ ابوبکرؓ تم جنتی' عمرؓ تم جنتی' عثمانؓ تم جنتی' علیؓ تم جنتی مگر ہائے دل میں وہ خوف بھرا ہوا ہے جو معمولی شخص میں بھی نہیں ہوگا۔ ابوبکرؓ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے زبان پکڑ پکڑ کر کھینچ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ کیا کروں یہ زبان مجھ کو ہلاکت میں ڈال رہی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان کو اللہ سے عشق تھا ہم کورے ہیں۔

عشق است و ہزار بدگمانی

عشق و محبت کا خاصہ ہے کہ بہت دور' دور کے وسوسے سوجھتے ہیں کہ فلاں بات سے میرا محبوب مجھ سے خفا تو نہیں ہوا ہوگا یا فلاں بات تو اس کو ناپسند نہیں ہوئی ہوگی۔ دنیا میں ذرا کسی سے محبت تو ہونے دو پھر دیکھو کہ دل میں کیسے کیسے وسوسے آتے ہیں کہیں اس سے ناراض تو نہیں ہوں گے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہؓ کو راز میں تمام منافقوں کے نام بتلائے تھے اس لئے حذیفہؓ کو حضرت عمرؓ تنہائی میں بلاکر پوچھتے ہیں سچ بولو حذیفہؓ رسول اللہ ﷺ نے میرا نام تو نہیں گنایا ہے تو حذیفہؓ نے کہا قسم بخدا آپ کا نام منافقوں کی فہرست میں نہیں ہے۔ حالاں کہ عمرؓ کی وہ شان ہے جن کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمرؓ ہوتے۔

حکایت:۔ ایک رات عمر رضی اللہ عنہٗ گشت کرتے کرتے ایک دروازہ پر پہونچے' اندر سے رونے کی

آواز آئی' آپ ٹھہر گئے ایک عورت اپنے بچوں سے کہہ رہی ہے ہے میرا اور عمرؓ کا فیصلہ کل خدا کے سامنے ہوگا عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا عمرؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے' عورت نے پہنچانا نہیں کہ آپ ہی عمرؓ ہیں۔ اندر سے کہا میرے خاوند کو جہاد پر بھیج دیا ہے۔ میرے چھوٹے بچے کھانے کو ترس رہے ہیں۔ امیر المومنین بنے ہیں۔ ہماری خبر نہیں لیتے' اسی وقت آپؓ نے بازار جاکر آٹا خریدا اور بہت سا گوشت' یہ بڑی پوٹلی اٹھا کر اس عورت کی طرف چلتے ہیں' ساتھ والے کہتے ہیں کہ امیر المومنین ہم کو دو' ہم بوجھ اٹھاتے ہیں تو فرماتے ہیں آج تو یہ چیز اٹھالو گے کل میرے گناہوں کا بوجھ کون اٹھائے گا روتے ہوئے اس عورت کے گھر کو پہونچے' اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھا' تنور سلگایا' روٹی پکائی' گوشت پکایا' بچوں کو بٹھا کر کھانا کھلایا' جب سب کا پیٹ بھر گیا تو ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا خدا کے واسطے قیامت میں مجھ کو نہ پکڑنا کوئی ان سے وعدہ لے کر آگے بڑھے یہ کیسا ڈر تھا؟

حکایت:۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتے کیا پوچھتے ہو بھائی دریا میں ہیں کشتی ٹوٹ گئی ہے ہر ایک ایک تختہ پر ہے۔ بس یہ ہی ہماری حالت ہے۔ اس کے بعد اب دیکھو کہ ہمارے دلوں میں خدا کا کتنا ڈر ہے۔

دین کے پانچ جز ہیں۔ ان میں کوئی بھی درست نہیں' عقائد کو دیکھو ان کی یہ کیفیت ہے کہ ہر طرف بدعتیں اور الحاد پھیلا ہوا ہے۔ الحاد بھی جو شرک سے بڑھ کر ہے' شرک میں تو اللہ کو مان کر بت وغیرہ کو اس لئے شریک کرتے ہیں کہ اللہ عظمت والا ہے' اس سے چھوٹی چھوٹی اور معمولی چیزوں کا حق تعالیٰ سے مانگنا خلاف ادب ہے اس لئے ایک خدا ایسا بھی ہونا چاہئے جس سے چھوٹی چیزیں مانگیں مگر بے وقوف یہ نہیں سمجھتے کہ جس کو ہم بڑی چیز سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس وہ بھی چھوٹی اور حقیر ہے وہاں ہر کام ذرا سے اشارہ میں ہوتا ہے کیا چھوٹا اور کیا بڑا' اگر چھوٹی چیز مانگنا بے ادبی ہے تو بڑی چیز کا مانگنا خلاف ادب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی جڑ ہی کاٹ دی' ارشاد فرماتے ہیں جوتے کا تسمہ ٹوٹے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو'

نمک بھی اللہ سے مانگو' اس میں راز یہ ہی ہے کہ نمک اور سلطنت اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں سب اللہ ہی سے مانگو۔

مشرک تو اللہ کو مانتا ہے آج کل ایسا الحاد پھیلا ہوا ہے۔ سائنس کا زور ہے' بعض تو اللہ ہی کے منکر ہیں' اگر اس کو مانتے ہیں تو بالکل بے کار سمجھتے ہیں۔ نئی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ خلاف فطرت کچھ نہیں ہوسکتا۔ فطرت کے خلاف محال ہے گویا فطرت ہی فاعل ہے خدا کوئی چیز نہیں' عقائد میں توحید کا یہ حال ہے۔

دوسرا حصہ رسالت کا ہے اس کا یہ حال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر نکتہ چینیاں ہوتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر عظمت دل میں ہوتی تو آپ کے ارشادات کو سرآنکھوں سے قبول کیا جاتا۔ کیا غضب ہے کہ ہر شخص دین میں رائے دینا چاہتا ہے۔ دنیا کے حاکموں کی عظمت دل میں ہے' ان کے احکام میں کوئی نکتہ چینی نہیں کرتا' رہی قیامت وہ تو ایک فضول خیال ہوگیا ہے۔ غرض عقائد کا تو یہ حال ہے' اب اعمال کو لیجئے نمازی کتنے ہیں؟ نمازیوں کے گھر میں ان کے بچے کتنے نمازی ہیں' زکوٰۃ شائد ہزار میں ایک دیتا ہوگا اس میں بھی بڑی بڑی چالاکیاں کی جاتی ہیں۔

حکایت:- ایک شخص یہ کرتے تھے کہ ہنڈی میں روپیہ بھر کر اوپر سے اس میں اناج بھر دیتے غریب کو دے کر پھر اناج کے بھاؤ پر خریدتے زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی اور پھر روپیہ گھر کا گھر میں ہی رہا حج کرنے نہیں جاتے' یورپ جائیں گے دنیا کے ہر حصہ میں جائیں گے مگر حج کو جانے کی فرصت نہیں' معاملات تو ایسے گندے کہ خدا کی پناہ کوئی ایک آدھ آدمی ایسا ہوگا جو سود سے بچتا ہو' آج کل حلال اور حرام کا معیار یہ رہ گیا ہے جس کے کھانے میں گھی زیادہ ہو حلال ہے ورنہ حرام۔ دوستو! سچ کہو ہر معاملہ میں وکیلوں سے قانونی مشورہ کر کے تسلی کر لیتے ہو' مگر کسی عالم سے بھی اس کے جائز اور ناجائز ہونے کو دریافت کیا ہے۔ معاشرت تو نورعلیٰ نور ہے۔ غیر قوموں کی تقلید پر فخر کیا جاتا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے میں' کھانے پینے میں' وضع ولباس میں' یہاں تک کہ لہجہ میں غیر قوموں کی تقلید کی جاتی ہے۔ اگر کوئی حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ پڑھ دے تو

اس کو متعصب کہتے ہیں حالاں کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم ۔اس پر ہر ایک کا اتفاق ہے۔کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ذرا ساڑی پہن کر تو آیئے آپ سے نہیں پہنی جائے گی۔لوگ بھی زنانہ پکاریں گے کیوں مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم سچ ہے نا؟ اگر کسی نے آپ کو کافروں کا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر کافر کہہ دیا تو کیا ظلم کیا۔

جو قوم برباد ہونے کو ہوتی ہے تو وہ فضول کاموں میں تو غیر قوم کی تقلید کرتی ہے۔ مفید کاموں میں کوسوں دور رہتی ہے لکچر دینے کھڑے ہوں گے تو قوم قوم کہہ کر گلے پھاڑیں گے۔ وقت پر خود اپنی قوم کا گلا کاٹیں گے' سیاست سے مسلمان بالکل ناواقف' تدبر خراب جو کام کریں گے وہ ایسا کریں گے کہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماریں گے۔ ہمارے اخلاق کی وہ حالت تھی کہ غیر اقوام ہماری مثال دیا کرتی تھیں یا آج ہمارے اخلاق کو دیکھ کر غیر اقوام طعنہ دیا کرتی ہیں' پھوٹ کی یہ حالت کہ بھائی بھائی میں عداوت' باپ بیٹے میں دشمنی' دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان ہیں مگر حالت وہی ہے جو یہودیوں کی تھی۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّ قُلُوبُهُمْ شَتّٰى۔ شاید تم خیال کرتے ہو کہ یہ اکھٹے ہیں حالاں کہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔

غرض ہم میں دین کی کوئی بات نہیں' پھر ہم اپنے کو اللہ کی جماعت بتلاتے ہیں اور عزت اور ترقی اور غلبہ کے مستحق بننا چاہتے ہیں۔

اب میں آپ کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں' گھڑی میں تمام پرزے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ جب اس کو کنجی دی جاتی ہے تو سب پرزے اپنا اپنا کام شروع کردیتے ہیں۔ ان پرزوں کی حرکت کرنے کے ساتھ ہی باہر کے سفید تختہ پر پرزوں کی حرکت کا نتیجہ ظاہر ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ یعنی گھڑی کے دونوں کانٹے چل کر منٹ اور گھنٹے بتانے لگتے ہیں اگر آپ کنجی نہ دیں یا جو قاعدہ کنجی دینے کا ہے اس کے موافق نہ دیں تو گھڑی بند ہوجائے اگر چلے گی بھی تو صحیح وقت نہ بتائے گی۔ اگر آپ بعض پرزوں کو نکال ڈالیں یا بعض پرزوں کی جگہ سنگر مشین کے پرزے لگادیں پھر کنجی دیں تو یہ نہ وقت ہی بتائے گی نہ کپڑے ہی

سے گی' یا آپ سارے پرزے تو رکھیں لیکن ان کو کھول کر ایک دوسرے سے الگ کر دیں تو کنجی دینے سے کوئی پرزہ نہیں حرکت کرے گا کیوں کہ ان کی ترتیب اور آپس کا تعلق آپ نے توڑ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ ملکر حرکت نہیں کر سکتے ۔ لیکن دور سے دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ گھڑی نہیں ہے وہ یہ ہی کہے گا کہ صورت بالکل گھڑی کی جیسی ہے یا آپ کو کنجی دیتے ہوئے دیکھے گا تو سمجھے گا کہ آپ واقعی کنجی دے رہے ہیں' مگر کنجی دینے کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر نہ ہوگا کیوں کہ یہ گھڑی بس دور سے دیکھنے کی گھڑی ہے ورنہ اس کے اندر گھڑی پن باقی نہیں رہا۔ اس مثال سے آپ سارا معاملہ سمجھ سکتے ہیں۔

اسلام کی مثال گھڑیال کے جیسی ہے۔ گھڑیال کا مقصد صحیح وقت بتلانا ہے اسی طرح اسلام کا مقصد یہ ہے کہ زمین میں آپ اللہ کے خلیفہ بن کر رہیں خود خدا کے حکم پر چلیں اور سب پر خدا کا حکم چلائیں' اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے گھڑی کے پرزوں کی طرح اسلام میں وہ پرزے جمع کئے گئے ہیں۔ جو اس غرض کے لئے ضروری ہیں۔ ان کو گھڑی کے پرزوں کی طرح ایک ایسی ترتیب کے ساتھ کسا گیا ہے کہ جوں ہی اس کو کنجی دی جائے سب پرزے حرکت کرنے لگے۔ اس حرکت سے اصل نتیجہ یعنی اسلام کا غلبہ دنیا پر خدائی قانون کا تسلط شروع ہوجائے گھڑی کے پرزوں کی ترتیب برقرار رکھنے کے لئے چند کیلے اور پٹیاں لگائی ہیں اسی طرح اسلام کے تمام پرزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جڑا رکھنے کے لئے ایسی چیز رکھی گئی ہے جو تنظیم جماعت کہی جاتی ہے۔ کنجی یہ نماز جو پانچ وقت پڑھی جاتی ہے۔ مگر گھڑی کو صاف کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ صفائی یہ رمضان کے روزے ہیں۔ گھڑی کو تیل دینے کی ضرورت ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ اسلام کی گھڑی کے بعض پرزے تیل بناتے ہیں بعض سوکھے پرزوں کو روغن دار کرکے آسانی سے چلنے کے قابل بناتے ہیں۔

اب غور کیجئے کہ کنجی دینا اور صفائی کرنا تیل دینا اس وقت مفید ہوسکتا ہے جب اس فریم میں اسی گھڑی کے پرزے ہوں اور اسی ترتیب کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں جس طرح گھڑی ساز نے انہیں جوڑا تھا یہاں معاملہ ہی دوسرا ہوگیا ہے اول تو نظام جماعت باقی نہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سارے پینچ ڈھیلے ہوگئے ہیں پرزہ'

پرزہ ڈھیلا ہو گیا ہے۔ اب جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہر شخص مختار ہے جس کا دل چاہے اسلام کے قانون کی پیروی کرے اور نہ چاہئے نہ کرے۔ اس پر بھی ہمارا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ اس اسلام کی گھڑی کے بہت سے پرزے نکال ڈالے ان کی جگہ ہر شخص نے اپنی اپنی پسند کے مطابق دوسری مشین کے پرزے لاکر اس میں فٹ کر دیئے۔ کوئی صاحب اس میں سنگر مشین کا پرزہ پسند کر کے لے آئے کسی صاحب کو آٹا پیسنے کی چکی کا کوئی پرزہ پسند آ گیا تو وہ اسے اٹھالائے اور کسی صاحب نے موٹر لاری کی کوئی چیز پسند کی اسے لاکر گھڑی میں لگا دیا۔ اب ہم مسلمان بھی ہیں اور بنک سے سودی کاروبار بھی کرتے ہیں۔ کسی کمپنی میں بیمہ بھی کیا ہے غیر اقوام کی پیروی بھی ہو رہی ہے لینن Linen صاحب کے راگ بھی گائے جا رہے ہیں ہم مسلمانوں نے غیر اسلامی چیزیں لاکر اسلام کی گھڑی کے فریم میں ٹھوس دیں' یہ سب کر کے پھر آپ چاہتے ہیں گھڑی چلے' اسلام کو غلبہ ہو جب تک آپ باہر سے آئے ہوئے تمام پرزوں کو نکال کر اصلی پرزے اس میں نہ رکھیں اور پھر ان کو اسی ترتیب سے نہ جوڑیں جیسا کہ ابتداً میں جوڑا گیا تھا ہرگز گھڑی نہ چلے گی۔ نہ اسلام کو غلبہ ہوگا' گھڑی دور سے گھڑی نظر آتی ہے دیکھنے والا یہ ہی کہتا ہے کہ یہ اسلام ہے۔ دیکھنے والے کو کیا خبر کہ آپ نے اس گھڑی کے فریم میں کیا کیا کارستانیاں کی ہیں۔ جب پستی اور تنزل ہوتا ہے تو سوال کرتے ہیں کہ یہ وعدہ الٰہی کے خلاف کیوں ہوا۔

دوستو! کیا ہم کو اس سوال کرنے کا منہ ہے۔

حزب اللہ ایسے ہی ہوتے ہیں' اجی جناب صحابہ اکرامؓ سے کوئی ذرا سی لغزش ہوئی تو پریشانی اور مصیبت میں مبتلا کئے گئے' غزوہ احد میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو ایک مورچہ پر بٹھایا تھا۔ جب رسول ﷺ کے خلاف کر کے وہ مورچہ سے ہٹکر مال غنیمت لوٹنے لگے تو فتح ہو کر پھر شکست ہوگئی۔

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ فرمایا (شکست) تمہارے طرف سے ہوئی۔

اب رہا سوال یہ کہ اچھا اس میں کیا حکمت ہے کفار کو عروج و غلبہ دیا جا رہا ہے حالانکہ وہ باغی ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنی حالت کو ذرا غور سے دیکھئے آپ کے ساتھ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دوست، دوسرا دشمن، دوستوں سے ذرا سی بات میں رنج ہو جاتا ہے کہ ہائے ہائے دوست ہو کر ایسا کیا۔ دشمن کے ذرا سے ہنر کی قدر ہوتی ہے۔ جب یہ قاعدہ سمجھ میں آ گیا تو اب سنئے مسلمان مدعی محبت ہیں، ان کی ذرا سی بات پر عتاب ہوتا ہے اور کفار باغی دشمن ہیں۔ ان کی ذرا سی خوبی پر انعام ہوتا ہے۔ کفار کی جزاء کا یہ قانون

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بَاطِلٌ مَّاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

دنیا کو جو مقصود بالذات سمجھتے ہیں ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی پورا کر دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کے کچھ نہیں ان کے اعمال آخرت میں کچھ کام نہیں آئیں گے۔

مسلمانوں کے لئے ارشاد ہے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ مسلمانوں کے لئے اللہ نے جنت تیار کر رکھی ہے۔ مسلمانوں کا اجر آخرت میں کفار کا اجر دنیا میں، تو ان کو یہاں غلبہ و عزت دی جاتی ہے آخرت میں ان کو کچھ نہیں، مسلمانوں کی اطاعت کا اثر آخرت میں معصیت کا اثر دنیا میں پہونچ جاتا ہے مگر انجام مسلمانوں کے ہی لئے اچھا ہوتا ہے تو مسلمانوں کو کسی مصیبت سے اور ذلت سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ انشاء اللہ اس کا انجام ہمارے لئے اچھا ہوگا۔

صاحبو! آپ نے کبھی امتحان دیا ہے یا نہیں اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کا امتحان لے رہے ہیں کہ ذرا جھٹک دے رہے ہیں۔ کیوں کہ ہم آرام کے عادی ہو گئے تھے۔ ذلت و مصیبت سے ہمارا امتحان لیا جا رہا ہے جس میں ہماری حالت یہ ہونی چاہئے۔

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ہر چہ کنی رضائے تو دل شدہ مبتلائے تو

زندہ کرتے ہیں یہ آپ کی عطا ہے، اگر مار ڈالتے ہیں تو آپ پر سے قربان جو چاہے کیجئے دل تو

آپ پر مبتلا رہے گا۔

صاحبو! ہمارا دین تو عشق ہے۔ کیوں کہ ہم مومن ہیں' مومن کی شان یہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْ اشَدُّ حَبًّالِلّٰہِ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔

آپ کو معلوم بھی ہے کہ عشق کس کا نام ہے آپ تو یہ سمجھے ہوں گے کہ آرام کا نام عشق ہے۔ ہرگز نہیں کسی نے خوب کہا ہے سنیئے اس کا نام عشق ہے ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن

دل بدستِ دگری دادن و حیران بودن

عاشقی کیا ہے کہو' معشوق کا غلام ہوجانا ہے۔ دوسرے کے ہاتھ میں دل دے کر حیران رہنا چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عاشق اپنے اختیار میں نہیں ہوا کرتا' تو ہم بھی اپنے اختیار میں نہیں ہیں محبوب حقیقی کے ہاتھوں میں سارا معاملہ چھوڑ دینا چاہئے وہ جو چاہیں کریں۔ آپ کون ہیں یہ تجویز کرنے والے کہ آپ کو عروج بھی ہو' ترقی بھی ہو' اللہ تعالیٰ جانچتے ہیں کہ دیکھیں آپ کو اللہ سے کتنی محبت ہے' کبھی اللہ تعالیٰ کے طرف سے بلاؤں کا امتحان بھی ہوا کرتا ہے' اگر آپ اس میں پھسل گئے تو وہ حالت ہوگی جس کے بابت اشارہ ہے۔ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرٌ اِطْمَاَنَّ بِہٖ وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْھِہٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ذٰالِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اوپری دل سے کرتے ہیں اگر عبادت کے بعد کوئی اچھی حالت پیش آئے تو اسلام پر مطمئین ہوگئے اگر کوئی مصیبت آگئی تو الٹے پھر گئے' دنیا و آخرت دونوں میں ناکام رہے' یہ ہے کھلی ناکامی' بعض لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے بھی تھے کہ مسلمان ہوتے تھے اگر اس کے بعد بیوی بچے اچھے رہے۔ غنیمت کا مال مل گیا تو قلب کو اطمینان ہوگیا ورنہ دین چھوڑ دیتے تھے۔

دوستو! ایسا نہ ہونا چاہئے، دوسرے مقام پر ارشاد ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰاهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ۔ بعض انسانوں کی حالت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کا امتحان اس طرح لیں کہ ان کو عزت اور نعمتیں عطا فرمائیں تو وہ خوش ہوکر کہتے ہیں کہ خدا نے ہماری عزت کی اور اگر اس طرح آزمائش کریں کہ اس کی روزی تنگ کردیں تو کہتا ہے کہ خدا نے مجھے ذلیل کردیا اب وہ خدا سے ناراض ہوتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے کفار کو غلبہ ان کے حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ مسلمانوں تمہارے مغلوب ہونے میں کئی حکمتیں ہیں۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ اگر تم کو کوئی زخم لگ جائے تو تمہارے مخالفوں کو بھی زخم لگ چکا ہے ان ایام کو ہم نوبت بہ نوبت پھیرتے رہتے ہیں، تمہاری اس مصیبت میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جانچ لیں، کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالاں کہ ابھی اللہ نے صابروں کو جانچا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے مصیبت کی عجیب حکمت بیان فرمائی ہے۔ مصیبت ظاہر میں مصیبت ہے مگر حقیقت میں راحت ہے کیوں کہ اس کے سبب سے دین کی طرف توجہ ہوجاتی ہے۔ مصیبت میں ایک حکمت یہ بھی ہے۔ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ صابر و غیر صابر میں تمیز ہوجائے۔

صاحبو! اگر ہمیشہ راحت ہی رہے تو صبر کا کونسا موقع ہے۔ صاحبو کیا تھوڑی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے مصیبت بھیج کر صابر بنانا چاہتے ہیں، آپ کو صبر کا ثواب دینا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو خدا کی رحمت سے مایوسی ہوگئی ہے۔ کیا یہ خیال ہے کہ ہمیشہ یہ ہی حال رہے گا۔

دیکھئے صاحبو! ملک خدا کا ہے آپ کون ہیں رائے دینے والے کہ یہ ہو وہ نہ ہو، جب کہ آپ کے نوکر کو آپ کے معاملات میں دخل دینے کا کیا اختیار ہے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ جب مصیبت آئے تو اپنے

اعمال پر نظر کیجئے اور ان میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس کی اصلاح کیجئے یہ کیا خرافات ہے کہ مصیبت کے وقت بجائے اپنی اصلاح کے خدا کی شکایت کرنے لگے۔ اگر دین حق ہونے کی یہ علامت ہوتی کہ اس کے تابعین ترقی پر رہیں تو دنیا دار الابتلاء یعنی (آزمائش کا گھر) نہ ہوتا' ایمان بالغیب نہ رہتا۔ کامیابی کی طرف سبھی آیا کرتے ہیں۔ دنیا کا کامیابی اور ناکامیابی پر ہرگز مدار نہ رکھنا چاہئے بلکہ مصیبت کے وقت اپنی حالت کو درست کرنا چاہئے اور زبان کو بند کرنا چاہئے۔

بیداری پیدا کیجئے۔ دینی حالت کو درست کیجئے خالی بک بک ہی رہی اور اللہ کو غصہ آگیا تو ہمیشہ پستی ہی رہی اور کبھی راحت نصیب نہ ہوئی تو کیا کروگے؟ ترقی و راحت سے غرض یہ ہے کہ اطمئنان سے اللہ کے احکام پر عمل کرسکیں آرام وترقی سے غرض اللہ تعالیٰ کی یہ ہوتی ہے کہ شریعت پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ اللہ کے احکام کی اشاعت کی جائے اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے انتہائی ترقی اور عروج دیا تھا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ دین کو قائم کریں' دین کو رونق دیں' مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ عروج و ترقی عیاشی برتنے کے لئے ہے۔ اس لئے اس پر یہ سزا ہوئی کہ اب مسلمان پستی کی حالت میں ہیں۔ اب مسلمانوں پر جو کچھ بھی مصیبت آئے یہ اسی کی سزا ہے۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا۔

کیا کفار یہ نہیں دیکھتے کہ ہم شکست دے کر چوطرف سے ملک ان کے قبضہ سے نکالتے جارہے ہیں۔ غرض اب جو کچھ پستی اور تنزل اور مصیبت ہے یہ سب سزا ہے۔ جلد خدا کی طرف رجوع کرو' پکے دین دار ہوجاؤ' اللہ کے در پر پڑے رہو' اس کو چھوڑ کر جاؤ گے تو کہاں جاؤ گے۔

حکایت:- ایک بزرگ کو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری کوئی عبادت ہمارے یہاں مقبول نہیں اس زور سے آئی کہ ان کے مرید نے بھی سن لیا' اس وقت نہ مرید ایسے تھے نہ پیر۔ نہ پیر شرمندہ ہوئے نہ مرید بداعتقاد۔

دوسرے دن اسی وقت پیر و مرشد اٹھکر لوٹا لے کر چلے وضو کرنے، مصلے پر جا کر کھڑے ہوئے مرید نے محبت سے کہا حضرت وہاں قبول نہیں تو بس جائیے آرام کیجئے۔ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں پیر نے کہا بیٹا اگر کوئی اور در ہوتا تو اس کو چھوڑ کر چلا جاتا میرا تو ایک ہی در ہے اس کو چھوڑ کر کہاں جاؤں اسی وقت آواز آئی۔

قبولست اگرچہ ہنر نیستت — کہ جز ماپنا ہے دگر نیستت

گرچہ قبول کرنے کے قابل نہیں تھا جا قبول کرتے ہیں اس واسطے کہ ہمارے سوا کہیں تیری جائے پناہ نہیں ہے۔ وہ تو عجز و نیاز پر ایسی رحمت فرماتے ہیں کہ بغیر عبادت کے ہی فضل فرما دیتے ہیں۔

حکایت:۔ ایک شخص ہمیشہ لوگوں کو ہنسایا کرتا تھا۔ جب مرنے کا وقت آیا تو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد میری داڑھی پر ذرا سا سفید میدہ کا باریک آٹا چھڑک دینا، لوگوں نے کہا کیا واہیات ہے۔ مر کر بھی لوگوں کو ہنسائے گا۔ اس نے کہا تمہیں کیا میری وصیت کو پورا کرو مرنے کے بعد لوگوں نے اس کی وصیت کو پورا کیا۔ جب قبر میں رکھا گیا تو کسی بزرگ کو کشف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے منکر نکیر سے فرمایا میرے بندہ سے پوچھو داڑھی پر آٹا کیوں چھڑکا۔ اس نے جواب دیا ہم نے سنا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِيْ مِنْ ذِيْ شَيْبَةِ الْمُسْلِمِ۔ اللہ بوڑھے مسلمان کو عذاب دینے سے شرماتا ہے تو میرے پاس کچھ تھا نہیں یہ ہی آرزو تھی کہ بوڑھا ہو کر مروں مگر قسمت نے یاری نہ کی، جوانی ہی میں موت آگئی۔ اب میں نے یہ سمجھا کہ بوڑھا تو نہ ہو سکا خیر بوڑھوں کی صورت ہی بناؤں، شاید اسی پر رحمت ہو جائے۔ حکم ہوا جاؤ ہم نے بخش دیا۔ دیکھیئے بوڑھے کی شکل بنانے سے مغفرت ہوگئی۔ پس مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے سورۂ یوسف میں فرمایا حَتّٰىٓ اِذَا اسْتَيْـئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ مدد آنے میں طویل مہلت کی وجہ سے پیغمبر تک مایوس ہو گئے اور انھوں نے خیال کیا کہ اپنی نصرت کے بارہ میں جو بات انھوں نے کی تھی اس میں

وہ سچے نہ نکلے۔ ایسی مایوسی کی حالت میں ان کو ہماری مدد پہونچی مومنین کو ہم نے بچالیا اور پیغمبروں کے مخالف ہلاک کیۓ گئے کیوں کہ ہمارا عذاب مجرمین پر ضرور واقع ہوتا ہے گو بدیر سہی۔

ارے وہ انسان پشتینی غلام! ارے وہ عاجز بشر' ارے وہ خاک کے پتلے' ارے وہ نجس منی سے پیدا ہونے والے' ایسے زبردست قدرت والے' ایسے باعظمت و جبروت والے کے خلاف کرکے پھر اس کے سامنے کیا منہ لے کر جاۓ گا۔ ارے ظالم انسان کیا خدا کو منہ دکھاۓ گا۔ یہ اس کی شفقت و عنایت ہے کہ عبرت کے لئے اگلی امتوں کے قصے تجھے سناۓ' مگر او خدا کو ناراض کرنے والے تجھے عبرت نہ ہوتی۔ کیسے عبرت ہوتی دنیا کی زندگی نے تو تجھے لہو ولعب میں ڈال دیا ہے۔ عبرت کا موقع ہی نہیں ملنے دیتی مگر تو نے یہ نہ سمجھا مَاهٰذِهِ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ دنیا ایک کھیل تماشہ ہے بہ نسبت اور چیزوں کے کھیل و تماشہ جلد فنا ہوتا ہے مثلاً ریچھ بندر کا تماشہ' ناٹک' سرکس' ناچ رنگ' ان کی بقا صرف گھڑی دو گھڑی' گھنٹہ دو گھنٹہ ہوتی ہے پھر کچھ بھی نہیں رہتا' ایسا ہی دنیا کی مدت بہت کم ہے اور مرنے والا سینکڑوں سال زندہ رہے مگر آخرت کی صورت دیکھ کر اپنی صدیوں کی زندگی کو صرف گھڑی بھر کی زندگی خیال کرے گا۔ سمجھے گا کہ میں نے ایک کھیل کھیلا تھا جو جلد ختم ہوگیا۔

دوستو! بچوں کو کھیلتے ہوۓ دیکھتے ہوں گے کوئی بیوپاری بنتا ہے اور کوئی خریدار' کوئی بچہ حاکم بنتا ہے اور کوئی رعایا نبولیاں' پتے ان کی سوداگری کا مال ہے ٹھیکریاں روپۓ ہیں' ریتی میں پاؤں جما کر گھر بناتے ہیں گھروندہ تیار کرتے ہیں۔ جب شام ہوتی ہے اپنے ہاتھ سے آپ خود سب کچھ پھینک کر چلدیتے ہیں۔ اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں پھر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کون بچہ بیوپاری تھا اور کون خریدار' کون بچہ حاکم تھا اور کون رعایا۔ ہاں اگر وہاں سے کوئی گذرے تو کہے گا یہاں بچے کھیلے ہیں۔ ان کے کھیل کے آثار باقی ہیں۔ یہی حال دنیا کا ہے ہم سب کھیل رہے ہیں۔ شام ہوتے ہی موت آتی ہے اپنے اصلی گھر قبر میں پڑے ہوں گے جو کچھ تھا یہیں رہ جاۓ گا۔ ہاں بعد والے کہیں گے یہ فلاں کی جائیداد

ہے اور یہ فلاں کا مکان ہے۔

تماشہ دیکھنے کے بعد دیکھنے والے کو سوائے وقت ضایع کرنے اور پیسہ برباد کرنے کے کچھ نفع نہیں' اسی طرح اہل دنیا کے پاس قیامت کے دن دنیا کی زندگی کا کچھ نفع نہیں ۔ بائسکوپ کا تماشہ دیکھنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ بڑی جنگ ہورہی ہے۔ہزار ہا کٹ رہے ہیں' کہیں بادشاہی دربار ہورہا ہے۔ لاکھوں آدمی کھڑے ہیں مگر اصل میں وہاں کچھ بھی نہیں' صرف وہاں لیمپ اور آئینہ ہے سایہ سے سب مدہوش ہورہے ہیں۔ اگر لیمپ گل ہوگیا اور پردہ اُٹھ گیا تو وہاں ذرہ برابر بھی کچھ نہیں صرف تماشائی سایہ کے عاشق ہیں۔ ایسا ہی دنیا بھی بائسکوپ کا ناپائیدار اور بے اصل کھیل ہے' ہائے ایسے ناپائیدار اور بے اصل کھیل کے لئے خدا سے بگاڑ کررہے ہیں' کسی چیز سے عبرت نہیں لیتے' آخرت تو جارہی ہے دنیا بھی ہاتھ سے گئی۔ عبرت کے لئے ذرا یہودیوں کی ترقی اور تنزل کو اور اس کے اسباب کو دیکھئے میری زبان سے نہیں خدائے تعالیٰ کی زبان سے سنئے سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کا بیٹا تخت سلطنت پر بیٹھا' یہ اوباش بدعقل اور اوباش کا دوست تھا۔ سلطنت میں ضعف آگیا۔ شاہ مصر چار لاکھ فوج لے کر چڑھ آیا بہت کچھ اسباب لوٹ کر لے گیا۔

پھر توبہ کی' خدا کو راضی کرلیا' عاجزی کی' روتے پیٹے تب ان کی نیکی کا ثمرہ یہ ہوا کہ سلطنت سرسبز ہوئی بہت آرام سے بسر کررہے تھے پھر قوت پیدا ہوئی ازسرنو حکومت اور شوکت قائم ہوئی۔ اس کے نشے میں پھر بدکاری شروع کردی اللہ کی کتاب توریت کو کھلونا بنالیا۔ دنیا کے مال و نام و عزت کے پیچھے پڑگئے۔ رشوت لینے لگے' سود کھانے لگے' ہرقسم کی بری باتیں جاری کئے ۔ مولوی' مشائخ اپنے مطلب کے موافق مسئلہ بنانے لگے اعمال ایسے پھر اس پر کہنے لگے خدا معاف کردے گا۔ اس سے غرض تو یہ مقصود نہیں' حرام حلال کی کچھ پرواہ نہیں جو چاہیں کریں اور پھر سَیُغْفَرُ لَنَا کہنا ان کی عادت ہوگئی تھی' توریت میں جو وعدہ لیا گیا تھا سب بھول گئے۔ کبھی ان کو یہ خیال نہیں آتا تھا کہ ہم کیا کررہے ہیں۔ خیال تو جب آئے کہ دنیا سے آخرت کا گھر بہتر سمجھیں۔

ایک جگہ فرماتا ہے ۔فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ پھر ایسی نالائق اولاد نکلی جو نماز ضائع کرنے لگی۔ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گئی خدا کے احکام کی پروانہیں رہی اس وبال پھر ان پر پڑا' بخت نصران پر مسلط کردیا گیا وہ بربادی ہوئی کہ الامان الامان' بیت المقدس میں گھس کر سب تبرک جلادیئے بیت المقدس میں آگ لگادی ہزار ہا یہودیوں کو قید کرکے لے گیا۔ مقتولوں اور زخمیوں کا تو کچھ حساب ہی نہیں۔

عورتوں کی بے عصمتی علحدہ ہوئی یہ بربادی دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا۔

الٰہی کیا یہ شہر پھر آباد ہوگا۔ کیا یہودیوں کی پھر ترقی ہوگی" یہ کہنے کے بعد حضرت عزیرؑ کا انتقال ہوگیا۔ ۱۰۰ برس تک مرے پڑے رہے ' پھر زندہ کئے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ اس اثنا میں یہودی بہت روئے' توبہ کی' قید سے چھوٹے شہر اور بیت المقدس آباد کیا۔ یہ قصہ کہہ کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا پھر اگر تم نے نافرمانی کی تو پھر ہم تم کو ویسا ہی برباد کریں گے۔ غرض جب کبھی یہودی سنبھلے تو ہم نے سلطنت دی' حکومت دی' ہر طرح آرام سے رکھا جب وہ نافرمان ہوئے تو ہم نے ان کی سلطنت چھین لی' مصیبتوں میں ڈالا۔

دوستو! خدا کے لئے ذرا سونچو' کیا ہماری بھی اس وقت یہ ہی حالت نہیں ہے کیا مولوی مشائخ سیدھے راستہ پر ہیں؟ کیا عام لوگ نماز چھوڑے ہوئے نہیں ہیں کیا خدا کے احکام پر پورا پورا عمل ہورہا ہے۔ کیا اپنی خواہشات کے پیچھے نہیں پڑگئے ہیں۔ سب کچھ کہہ کر اور کرکے کیا یہ نہیں کہتے ہیں کہ خدا معاف کردے گا۔ اس لئے کتنی مرتبہ برباد کئے گئے دمشق ٹوٹا' اسپین اور بغداد آباد ہوئے جب یہ برباد ہوئے تو اور طرف سنبھلے' اب کی مرتبہ کچھ ایسے بگڑے کہ سنبھلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اس لئے ہر جگہ ذلیل ہورہے ہیں۔

اغیار الگ پیس رہے ہیں خود مسلمان مسلمان کو تباہ کررہے ہیں' خدا کے لئے سنبھلو' نافرمانی سے توبہ کرو' اللہ کی اطاعت کرو' پھر دیکھو خدا کی مدد آتی ہے جیسے بگڑے ہو' ویسے سدھروگے مایوس نہ ہو' ظاہری جائز

تدبیریں کرو۔ تدبیر پر نظر نہ رکھو تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو' ارے جب سارے راستے انہی کے ہی قبضہ میں ہیں تم کہیں سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے تو اب سوائے تفویض یعنی اپنے کو سپرد کرنے کے اور کیا علاج ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ای حریفاں راہ ہارا بستہ یار   آ ہوئے لنگم و اوشیر شکار

واللہ سارے راستے بند ہیں۔ تم کہیں ان کے قبضہ سے باہر نہیں جاسکتے بس ہماری ایسی ہی مثال ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو۔ اب بتلاؤ لنگڑا ہرن شیر کے پنجے سے چھوٹنے کی کوشش کرے تو یہ اس کی حماقت ہے یا نہیں۔ بس ہرن کی خیر اسی میں ہے کہ اپنے کو شیر کے سامنے ڈال دے اور اپنا ضعف و عجز ظاہر کرے۔ اب یہ ہوگا کہ شیر اس پر رحم کرکے خود اس کی پرورش کرے گا جنگل سے اس کی غذا لاکر اس کے آگے ڈالے گا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

ای دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

یعنی تمہاری مثال ایسی ہے جیسے مرغ جال میں پھنسا ہوا ہو' اس کو تحمل ہی چاہئے کہ صبر و سکون کے ساتھ پابہ زنجیر ہوجائے' ورنہ جتنا پھڑ پھڑائے گا اور زیادہ پھنسے گا۔

تڑپو گے جتنا جال کے اندر
جال گھسے گا کھال کے اندر

پھر فرماتے ہیں۔

رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کار ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

تدبیر پر بھروسہ کرنا اور اسی کی فکر میں رہنا غلام کا کام نہیں یہ کام بادشاہوں کا ہے' تم بادشاہ نہیں ہو

بلکہ غلام ہو، بادشاہ صرف ایک ہے اور سب اس کے غلام ہیں۔ تدبیر کرو مگر تدبیر پر نظر کرنا چھوڑ دو، خدا پر نظر رکھو، جہاں تدبیر نظر کرو گے وہیں پریشانی اٹھاؤ گے۔ جب تفویض کیا فوراً ہلکے پھلکے ہوگئے۔ ایسا معلوم ہوگا گویا کوئی یوں کہہ رہا ہے۔

من غم توی خورم تو غم مخور　　بر تومن مشفق ترم از صد پدر

میں تیری غم خواری کرتا ہوں تو کیوں فکروں میں پڑتا ہے، باپ کی سو شفقتوں سے زیادہ تجھ پر شفقت کرتا ہوں پس ہمیشہ کا یہ ہی دستور العمل بنالو کہ شریعت نے جس تدبیر کی اجازت دی ہے خواہ دین کے متعلق ہو یا دنیا کے وہ کر کے آگے نتیجہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرو جس میں نجات ہے آرام ہے۔

اسی لئے فرمایا لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ یوسف علیہ السلام کے اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں عبرت ہے، عقل والوں کے لئے ذرا یوسف علیہ السلام کی ابتدائی حالت کو دیکھو کنویں میں گرے ہیں، پھر غلام بنے ہیں، پھر قید کئے گئے۔

کیا ایسی حالت کے بعد امید ہوسکتی تھی کہ وہ بادشاہ ہوں گے مگر یوسفؑ کی پرہیز گاری اور ان کی نیکیاں اور ان کی تفویض تھی کہ خدا نے رحم کیا ذلت سے نکال کر عزت پر پہنچایا۔ اسی طرح تم بھی نیکیاں کرو، پرہیز گاری کرو، اس پر تفویض کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا، تم کو ذلت سے عزت پر پہنچائے گا اس طرح قرآن کے ہر قصہ سے عبرت لو، گھڑے ہوئے قصہ سے عبرت نہیں ہوتی۔ اس لئے فرماتا ہے۔ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ یہ قرآن جھوٹا بنایا ہوا نہیں ہے جو اس سے عبرت نہ ہو بلکہ یہ خدا کی طرف سے اتاری ہوئی سچی کتاب ہے اس کے سچے ہونے پر دلیل یہ ہے کہ دنیا کی جتنی اقوام ہیں ان کے اقوال کو لیجئے۔

اہلِ ہند کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے سوا کسی قوم پر اکاش وانی نہیں اتری، بنی اسرائیل نے کہا کہ ان کے سوا کسی کو نبوت نہیں ملی، ایرانیوں کا خیال ہے کہ پارسیوں کے سوا کسی کو نبوت نہیں ملی، ایرانیوں، کا خیال ہے کہ پارسیوں کے سوا سروش یزدانی سے کوئی واقف نہیں، مصریوں کا اقرار ہے کہ تمام روحانی و مادی ہم نے

نے نکالے ہیں' چینیوں نے بتلایا کہ آسمانی خدا کے وہی فرزند ہیں۔

ہر ایک قوم کے دعوے کو دیکھو پھر قرآن کو دیکھو' قرآن مجید ہی وہ پاک کتاب ہے جس نے کل دنیا کو بتلادیا اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيْرٌ ۔

ہر ایک قوم میں ایک نذیر آیا ہے۔ یہ اصول دنیا کو اتفاق محبت کی تعلیم دیتا ہے ایسی پاکیزہ تعلیم کا پیش کرنے والا گھڑا ہوا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے فرمایا وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔

مفتری (یعنی گھڑا ہوا) نہ ہونے پر دوسری دلیل۔

توریت میں صرف حلال وحرام کے احکام تھے' زبور میں صرف مناجات تھی' انجیل میں صرف اخلاقی سبق ہے' قرآن میں جن چیزوں کی ضرورت ہے وَتَفْصِيْلُ كُلِّ شَىْءٍ اور ہر چیز کی تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔

تزکیہ قلب' تنویر روح' نجات اُخروی' تمدن انسانی' حیات بشری' حقوق العباد فرائض الٰہی ہر ایک وضاحت سے اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن عدالت ہائے فوجداری و دیوانی و مال کے لئے ایک بہترین قانون ہے صحیح ترین تاریخ ہے۔ کتاب اخلاق ہے' وعظ ہیں' مثالیں ہیں' انداز (ڈرنا) ہے' بشارت ہے' آخرت اور دنیا کے دو دریائے ذخار پہلو بہ پہلو رہے ہیں۔ قرآن براہان و دلائل پیش کرتا ہے۔ انسانی فطرت کو بیدار کرتا ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے صحیح صحیح طریقہ اللہ کے کام بتاتا ہے اس لئے فرمایا۔

وَتَفْصِيْلُ كُلِّ شَىْءٍ ہر کتاب پر غور کرو۔

وید کی تعلیم نے ہندوستان سے باہر کسی قوم میں وقعت نہیں پائی۔

ژند نے ایران سے باہر قدم نہیں نکالا۔

توریت کی تعلیم سے بنی اسرائیل کے سوا کسی کو فائدہ نہ ہوا۔
انجیل بغیر توریت کے مستقل کتاب نہیں کہلا سکی۔
کیا مسیح کے بارہ منتخب کردہ اور تیار کردہ شاگردوں نے کسی قوم کے سامنے انجیل پیش کرنے کی جرأت
کی ہے۔
ہاں قرآن ہی ہے جس نے شروع ہی سے اپنے آپ کو کل مخلوق کا رہنما بتلایا۔
قرآن ہی ہے جس نے تمام ملکوں اور قوموں کو اپنا فیض پہنچایا۔
یہ قرآن ہی ہے کہ جس نے زبانوں کا اختلاف' رنگوں کا اختلاف' نسل و نسب کے امتیاز کو الگ
کرکے سب کے دلوں میں ایک ہی کلمہ جاری کیا۔
قرآن پاک کا یہ عام فیض جب سے نزول قرآن ہوا ہے۔ جب ہی سے جاری ہوا ہے۔ دنیا کی ہر
ایک قوم شاہ گدا سب اس سے فیض یاب ہوئے ہیں' اس لئے فرمایا هُدًى یہ سراپا ہدایت ہے وَرَحْمَةً
لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ جو اس قرآن کے دامن میں چھپا اس کے لئے رحمت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّنَا عِبَادُكَ نَاصِيَتُنَا بِيَدِكَ مَاضٍ فِيْنَا حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيْنَا قَضَائُكَ نَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَداً مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِىْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِىْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قُلُوْبِنَا وَ نُوْرَ بَصَرِنَا وَ ذَهَابَ هَمِّنَا وَ غَمِّنَا۔

اے اللہ ہم آپ کے بندے ہیں' ہم آپ کے قبضۂ قدرت میں ہیں' ہمارے میں آپ کا حکم جاری ہے جو ہمارے لئے آپ حکم دیں وہ انصاف کے موافق ہے' ہم آپ سے مانگتے ہیں' آپ کے ہر اس نام کا واسطہ دے کر جو آپ نے اپنا رکھا ہے یا اپنے مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا ہے یا اپنی کتاب میں اس نام

کو اتارا ہے یا اس نام کو اپنے پاس اپنے علم غیب میں رکھا ہے' یہ کہ قرآن عظیم کو ہمارے دلوں کی بہار بنایئے اور ہماری آنکھوں کا نور بنایئے' ہمارے افکارات اور ہمارے غموں کے دور ہونے کا ذریعہ بنایئے۔

☆☆☆

آج روز جمعہ ذی قعدہ کی ۱۸/تاریخ اور ۱۳۴۸ھ ہے۔ میں نے سورۂ یوسفؑ کی اس مبارک تفسیر کو ختم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور عام مسلمانوں کو اس کے نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

ابوالحسنات سید عبداللہ حیدرآبادی

ابن حضرت مولانا مولوی سید مظفر حسین صاحب قبلہ کان اللہ لہما

شجرۂ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت مصاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت خواجہ امیر کلال الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجہ گان پیر پیران امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویشؒ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقۃ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت ایشان حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فردالافراد حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ وقت قطب دوران عارف باللہ حضرت سید محمد پادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت جمیع حضرات نقشبندیہ برفقیر ابوالحسنات سید عبداللہ رحم فرما۔

عاقبتش بخیر گردان بحرمة النبی واله الا مجاد

امابعد..............................

درطریقہ عالیہ نقشبندیہ بیعت نمودہ داخل محفل گرنیدم حق سبحانہٗ تعالیٰ

..............................مذکور را از فیوضات مرشدان حظ

وافر نصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرماید۔

آمین یا رب العالمین وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و اله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

جامیا واقفِ دم باش عزیزاں رفتند
فکر عقبیٰ بکن آخر کہ تو ہم مہمانی
کم خورو کم خفت و کم گو ہم بہ جہلا کم نشین
دائما در ذکر باش و خویش را بیں بدترین
باعاشقاں نشین و غمِ عاشقی گزیں
باہر کہ نیست عاشق کم کن ازو قریں
از طفیلِ خواجگان نقشبند الٰہی کارِ دنیا و عاقبت محمود باد

حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ اپنے آپ سے مخاطب ہیں ۔فرماتے ہیں : اے جامی اپنے سانسوں کی

حفاظت کیا کرو کیونکہ تمہارے سب عزیز چہیتے دنیا چھوڑ کر جا چکے ہیں اور فکر عقبیٰ کرو کیونکہ تم بھی تو آخر مہمان ہو تمہیں بھی جانا ہے۔ کم کھاؤ کم سوؤ اور کم بولو اور جاہلوں کے ساتھ کم بیٹھا کرو اور اپنے کو ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رکھو اور اپنے کو ہمیشہ سب سے برا سمجھو اور خدا اور رسول کے عاشقوں اور چاہنے والوں کے ساتھ بیٹھو۔ اپنے دل میں غم عاشقی پیدا کرو اور جو عاشق نہیں یعنی عشق خداوندی سے محروم ہے اس کے قریب بھی مت جاؤ اے میرے اللہ خواجگاں نقشبندی کے طفیل میں میرے دنیا کے کام اور میری عاقبت اچھی کر دے۔ آمین۔

شجرۂ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یافتاح

ذِكْرُ الْمَوْلٰى مِنْ كُلِّ اَوْلٰى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا يَّهْدِىْ اِلٰى طَرِيْقِ الْاِيْمَانِ لِلْعَالَمِيْنَ وَ صَيَّرَهٗ وَسِيْلَةً مَرْضِيَّةً لِلْوُصُوْلِ اِلٰى صِرَاطِ النَّجَاةِ وَالْيَقِيْنِ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ اَفْضَلِ النَّبِيِّيْنَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ حَبِيْبِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدِ ِالْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

اما بعد فهذه شجرة قادرية من تَوَسَّل بِهَا وصل الى المرام

الٰهی بعجز و انکسار عبدك الضعيف ابو الحسنات سید عبدالله كان الله لهٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سید محمد پادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سید محی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سید فرید الدین بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز شیخ الشیخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت سلطان العارفین قطب العاشقین سید شاہ عبدالطیف قادری لااُبالی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت شیخ محمد بن شیخ قاسم قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبدالباسط قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت شیخ عبدالباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدر الدین حسن قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت شیخ بدر الدین بن شیخ علاؤ الدین علی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت رازو نیاز حضرت شیخ علاؤ الدین علی بن شیخ شمس الدین محمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحیٰ قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین ابی صالح نصر قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیر المومنین امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہٗ
الٰہی بحرمت راز و نیاز سید الاولین والآخرین افضل انبیاء المرسلین خاتم النبین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً مبارکاً کثیراً

بیعت و ارادت .... قادری

دریں سلسلہ قادریہ عالیہ مقبول و پذیر باد۔

الٰہی بحرمت .... جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر ....

........................قادری رحم فرما عاقبتش

بخیر گرداں و از فیوض مرشدان حظ وافر ونصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرما۔

آمین آمین برحمتك يا ارحم االراحمين۔

•••••☆☆☆☆☆•••••

پیشانی کو سجدوں سے محروم نہ رکھ
قیمت چکائی ہے اس کی حسین ابن علی ۴
لبیک یا حسین (ع)

Talib E Dua

محمد عامر علی قادری ~حاذق

ابن

محمد عضمت الدین قادری صاحب